بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر
و اولئک ہم المفلحون

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۴ | بابت ماہ جنوری ۱۹۱۹ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱

فہرست مضامین

قیمت سالانہ

عوام سے عا

غیر ممالک سے

طلباء سے

بہ بسم اللہ بگیرم خامہ را

کشمکش میں ہے کامرانی شوق — مجھ کو ابرام ہے انھیں انکار

کئی مہینوں سے متواتر عرض کر رہا ہوں کہ دوستو! خدارا اپنے تشحیذ کی خبر لو۔ اس کی آمد خرچ سے بہت کم ہے۔ رسالہ سلف سپورٹ نہیں۔ چھ سات سو قرض ہو گیا۔ اس کا نتیجہ معلوم اگر اس کی ضرورت نہیں تو صاف کہہ دیجئے کہ پڑھنا ہمیں منظور نہیں۔ اور اگر ضرورت ہے اور فی الواقعہ ہے پھر اسکے مضمون بھی ایسے ہی ہیں۔ جیسا کہ آپ کو اعتراف ہے تو مہربانی سے اسکے جاری رکھنے کا بندوبست بھی کیجئے۔ اور اگر کوئی بات قابل اصلاح ہے تو ارشاد فرمائیے میں تعمیل کو حاضر ہوں۔ یا تو وہ دن تھے کہ اسکی اشاعت ۱۲۰۰ سے متجاوز یا یہ دن کہ مجھ بتاتے بھی شرم دامنگیر ہو ؎

کیا ہوئیں آسانیاں وہ روزگار وصل کی — اب تو ہم ہیں اور رنج بے شمار انتظار

حضرات! میں صاف الفاظ میں عرض کرتا ہوں کہ ؎

اب تو اٹھ سکتا نہیں آنکھوں سے بار انتظار — کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تار انتظار

بہت جلد اس قرض کے اتارنے کے لئے اعانت کیجئے اور نہ صرف خود خریدار رہیئے بلکہ حلقہ احباب میں تحریک کر کے کم از کم ایک ہزار تک خریدار پہنچا دیجئے ورنہ مابخیر شما سلامت والا مضمون ہو گا ؎

صبر کی طاقت نہیں باقی دل مایوس میں — دیکھئے کیونکر بسر ہو روزگار انتظار

میری آہیں نارسا میری دعائیں نا قبول — یا الٰہی کیا کروں میں شرمسار انتظار

جنازہ غائب۔ ڈاکٹر عمر الدین صاحب انچارج مچاکوس ہسپتال (افریقہ) کی اہلیہ انفلوائنزا سے وفات پاگئیں۔ مرحومہ کا جنازہ برادران جماعت احمدیہ اپنے اپنے مقامات پر پڑھ دیں (۲) حافظ فتح محمد صاحب مندرانی احمدی کی اہلیہ بھی فوت ہو گئیں ان کا جنازہ بھی پڑھا جاوے ؛

ضرورت نکاح۔ ایک مدرس عمر ۳۲ ماہوار تنخواہ ۲۵ سالہ نکاح کے خواہشمند ہیں پہلی بیوی چار بچے چھوڑ کر فوت ہو گئی۔ خط و کتابت معرفت تشحیذ قادیان ہو ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۹ء

جوابات اعتراضات شیعہ

از صادق اٹاوی

نمبر (۱)

اعتراض (۱) اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ اور ترمذی وغیرہ میں لکھا ہے کہ شیخین نے ایک مرتبہ رسول خدا کے پاس اسدرجہ کلام کیا کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ پس قرآن و حدیث کے مطابق ابوبکر و عمر میں نہ خلافت نبوت کی اہلیت تھی نہ ان کے ایمان کا ٹھکانا تھا۔

جواب۔ پوری آیت سورہ الحجرات میں اسطرح ہے۔ یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان

تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ○ ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوٰی لہم مغفرۃ واجر عظیم ○

ترجمہ:۔ اے ایماندارو اونچی نہ ہو تمہاری آواز نبی کی آواز سے اور مقابلہ نہ کرو یعنی چیخو مت جیسے مقابلہ کیا کرتے ہو ایک دوسرے سے۔ ایسا نہ ہو کہ اکارت ہو جائے تمہارا سب کچھ کیا کرایا۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہی لوگ ہیں کہ اللہ نے امتحان لیا انکے دلوں کا تقوٰی کے لئے۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور اجر عظیم۔

پس (الف) اس آیت میں جو نہی ہے وہ نزول آیہ کے ماقبل زمانہ سے متعلق نہیں ہو سکتی۔ (ب) اس آیت کی بناء پر لغرض محال اگر کوئی اعتراض شیخین پر ہو سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ جب شیخین کو مؤمنوں میں داخل تسلیم کیا جائے۔ اور شیعہ ان کو مومن تسلیم نہیں کرتے پس وہ شیخین پر یہ اعتراض بھی نہیں کر سکتے۔ (ج) اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ شیخین کے اعمال وقت نزول آیہ تک حبط نہیں ہوئے۔ اور خداوند تعالٰی ان کو آیندہ کے لئے ایسی تدبیر بتاتا ہے۔ جس سے ان کے اعمال حبط ہونے نہ پائیں۔ اس لئے اقل درجہ شیخین کا وقت نزول آیہ تک صالح الاعمال ہونا ثابت ہوا۔ پس معترض صاحب کم سے کم وقت نزول آیہ تک شیخین کا مؤمن و صالح الاعمال ہونا تسلیم کر لیں۔ پھر یہ اعتراض پیش کریں۔

شان نزول کے متعلق ترمذی وغیرہ کا جو حوالہ دیا ہے۔ وہ حدیث حسب ذیل ہے۔ صرف ترجمہ حدیث نقل کیا جاتا ہے۔ عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ چند اشخاص بنی تمیم کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ قعقاع بن سعد بن زرارہ کو ان پر حاکم مقرر کر دیجئے۔ اور حضرت عمر رض نے کہا کہ اقرع بن حابس کو ان پر حاکم مقرر کر دیجئے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خواہ مخواہ تم کو میرے خلاف ہی میں رائے دینی منظور ہے۔ تو حضرت عمر نے کہا نہیں مجھے آپ سے اختلاف کرنا مقصود نہیں ہے۔ غرض کہ دونوں میں کچھ تکرار ہونے لگی۔

حتی کہ دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یاایھا الذین آمنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ سے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی تک۔ بخاری ترمذی۔ نسائی اسکے راوی ہیں۔ (تلخیص الصحاح جلد ا صفحہ ۲۳۶-۲۳۷)

معترض نے بربنائے حدیث ہذا جو اعتراض شیخین پر کیا تھا کہ حضرت رسول خدا کے پاس انہوں نے اپنی آوازوں کو بلند کیا۔ اس کا جواب اوپر ہو چکا ہے۔ مگر اس حدیث سے شیخین کے جو مراتب عالیہ ثابت ہوتے ہیں وہ قابل توجہ ہیں۔ (۱) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخین رسول خدا کے مصاحب تھے۔ (۲) شیخین کو حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور اسقدر رسوخ حاصل تھا کہ وہ لوگوں کو جماعتوں کا حاکم مقرر کرانے کے لئے حضرت رسول خدا سے سفارش کیا کرتے۔ (۳) اگر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آزادانہ مشورہ لیتے ہوئے شیخین کے باہم کچھ اختلاف رائے ہو جاتا حتی کہ زبانی تکرار ہو کر دونوں کی آوازیں بلند ہو جاتیں۔ تاہم حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ان سے ناخوش نہیں ہوئے تھے۔ پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے ثابت ہوا کہ آنحضرت کے نزدیک شیخین خواص اصحاب میں سے تھے۔

اور اگر معترض صاحب کا یہ خیال ہو کہ شیخین میں زبانی تکرار ہونا ایسا نقص ہے۔ جس سے وہ خلافت نبوت کے اہل نہیں قرار پا سکتے۔ تو یہ خیال باطل ہے۔ کیونکہ اہلسنت شیخین کو فرشتہ یا نبی یا معصوم نہیں جانتے۔ بلکہ ان کو مقدس انسان جانتے ہیں۔ لوازم بشریت انہیں موجود ہونا مانتے ہیں۔ علاوہ بریں اہلسنت کے نزدیک دو مومن بھائیوں میں کسی بات پر اتفاقیہ زبانی تکرار ہو جانا ان کے ایمان اور تقدس کے منافی نہیں۔ شیعہ اگر ایسی بشری کمزوری کو منافی ایمان و تقدس جانتے ہیں تو ذیل کی مثالوں سے ان کو اپنے خیال کی اصلاح کرنا چاہیئے۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو قوم بنی اسرائیل پر سردار مقرر کر کے کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت میں سامری کی تحریک سے بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی اختیار کی۔ اور ہارون علیہ السلام کی نصیحت کو

انہوں نے نہ مانا۔ تو موسیٰ علیہ السلام وحی الٰہی سے اس واقعہ کی خبر پا کر کوہ طور سے واپس تشریف لائے۔ سورہ طٰہٰ میں یہ واقعہ درج ہے۔ فرجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا تو موسیٰ واپس آیا اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرا ہوا افسوس کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر عتاب کر کے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی پکڑ لی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے۔ قرآن شریف کے سولہویں پارہ سورہ طٰہٰ میں یہ واقعہ ان الفاظ میں حضرت ہارون کی زبانی بیان کیا گیا ہے۔ قال یبنؤم لا تاخذ بلحیتی ولا براسی کہا اے میری ماں کے بیٹے میری ڈاڑھی کو ہاتھ نہ لگاؤ اور نہ میرا سر پکڑ۔

اب معترض صاحب غور فرمائیں کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں نبی تھے۔ جب ان کی اس جنگ سے ان کی نبوت اور عصمت میں کچھ فرق نہیں آسکا۔ تو شیخین کی زبانی تکرار سے انکی اہلیت خلافت میں کیا فرق آسکتا ہے۔

(۲) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ علیہ السلام ہیں اور حدیث منزلہ کی بناء پر جناب امیر کو حضرت ہارون سے مشابہت دیجاتی ہے۔ اسلئے ایک روایت جو ذیل میں مناسب مقام سمجھ کر درج کی جاتی ہے۔ دلچسپی سے خالی نہ سمجھی جائیگی۔

ترمذی میں حضرت علی سے روایت ہے۔ قال کنت شاکیا فمربی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانا اقول اللھم ان کان اجلی قد حضر فارحنی وان کان متاخرا فارفعنی وان کان بلاء فصبرنی فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف قلت فاعاد علیہ ما قال فضربہ برجلہ وقال اللھم عافہ او اشفہ شک الراوی قال فما اشتکیت وجعی بعد۔

ترجمہ۔ میں بیمار تھا کہ میرے پاس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں کہہ رہا تھا۔ بار خدایا اگر میری موت قریب آگئی ہے۔ تو مجھے راحت دے۔ اور اگر میری موت میں تاخیر ہے۔ تو میری زندگی فراخ کر۔ اور اگر یہ بیماری میرے لئے آزمائش ہے تو مجھے صبر کی توفیق دے رسول خدا نے فرمایا۔ پھر تو کہو کیا کہا۔ سو علیؓ نے جو کچھ کہا تھا۔ آپ کے سامنے اس کا اعادہ کیا۔ آپ نے علیؓ کے ایک لات ماری اور فرمایا خداوندا اسے صحت یا شفا دے۔ راوی کو

ان دو کلموں میں سے ایک کی تعیین میں شک ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ سو اسکے بعد میں نے اپنی بیماری کی کبھی شکایت نہیں کی۔

(۳) حضرت عقیل حضرت علی رض کے بڑے اور حقیقی بھائی تھے۔ عقیل غریب آدمی تھے اور اہل وعیال کا باران کے ذمہ تہا۔ حضرت علی کے عہد خلافت میں عقیل کے بال بچوں کے خرچ کو روزینہ بقدر کفایت جو مقرر ہو گئے تھے۔ جو ہر روز ان کو ملتے تھے۔ اور اسی پر تمام گھر بار کا کھانا چلتا تھا۔ ایک روز حضرت عقیل نے حضرت علی سے ایک صاع گندم کی درخواست کی۔ اسکے جواب میں حضرت علی نے اپنے بڑے بھائی عقیل کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس کا ذکر نہج البلاغۃ مترجم اُردو صفحہ ۳۱۸ ۔ ۳۱۹ سے اقتباساً لکھا جاتا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں :۔

" میں نے ایک لوہے کے ٹکڑے کو اسکے امتحان کے واسطے گرم کیا۔ اس گرم شدہ قطعہ حدید کو اسکے جسم کے قریب لے گیا تاکہ اس سے اسی عبرت حاصل ہو۔ اس نے اسکی سوزش کو محسوس کر کے ایسی فریاد کی۔ جیسے نہایت ہی دردمند فریاد کیا کرتا ہے۔ اور قریب تہا کہ داغ دینے سے اس کا بدن سوختہ ہو جائے۔"

اسکے بعد حضرت عقیل حضرت علی کے پاس حلوئی ہدیۃً لائے۔ اس پر حضرت علی نے حضرت عقیل کی جو تعظیم و توقیر کی۔ اس کا ذکر خود حضرت علی کی زبان سے صفحہ ۳۱۹ میں اسطرح درج ہے۔ " کیا تو مخبوط الحواس ہے ؟ مجنون ہے ؟ کیا تو بیہودہ گو ہے ؟ آخر بیچارے عقیل حضرت علی کے اس معصومانہ برتاؤ سے تنگ آکر امیر معاویہ کے پاس شام میں چلے گئے۔ اور بقیہ ایام زندگی بسر کر کے وہیں فوت ہوئے۔

(۴) معصوم اور معصومہ کی لڑائی

شیعہ صاحبوں کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رض فدک کے متعلق ابوبکر کے پاس تشریف لے گئیں۔ حضرت عمر سے ہاتھا پائی ہوئی۔ اور غضبناک حالت میں جب اپنے گھر واپس آئیں۔ تو انہوں نے حضرت علی پر اس طرح جہاد لسانی کیا۔ جس طرح حق الیقین صفحہ ۲۳۴ میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے " حضرت امیر المومنین علیہ السلام انتظار سعادت و

می کشید چوں بمنزل قرار گرفت غلطہائے درشت باسید اوصیا نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ دمش خائبان در خانہ گریختہ۔ بعد از انکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب ایناں گردیدہ اینک پسر ابو قحافہ بظلم و جبر بخشیدۂ مرا و عطیت فرزندانم۔ از من میگیرد و باواز بلند با من مخاصمہ و لجاج میکند و انصار مرا یاری نمے کنند و مہاجران خود بکنار کشیدہ اند و سائر مردم دیدہ ہا را پوشیدہ اند نہ دافعے دارم و نہ یاورے و نہ شافعے۔ خشمناک بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ایں کردی۔ در روزیکہ دست از سطوت خود برداشتی گرگان مے درند و مے برند و انو جائے خود حرکت نمے کنی۔ کاش پیش ازیں ذلت و خواری مردہ بودم۔ وائے بر من در ہر صبحے و شامے محل اعتماد من مرد و یاور من سست شد۔"

پس بلحاظ امثلہ مذکورہ بالا شیخین پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ مدعیان عصمت ائمہ کا دعوے باطل ہوتا ہے۔ اب معترض صاحب کو چاہیئے کہ اپنے حسب حال یہ مصرعہ پڑھیں

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا ۵

اعتراض (۱) حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں قلم دوات منگایا کہ وصیت نامہ لکھوادیں۔ عمرؓ نے کہا ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ اور یہ بھی کہا۔ ان الرجل لیہجر۔ اسپر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ قوموا عنی ولا ینبغی التنازع۔ یعنی دور ہو جاؤ۔ میرے پاس جھگڑا جائز نہیں۔

جواب۔ وہ حدیث جس پر یہ اعتراض مبنی ہے حسب ذیل ہے۔ عن ابن عباس قال لما حضر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی البیت رجال فیہم عمر بن الخطاب رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ قال عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبکم کتاب اللہ تعالی فاختلف اھل البیت فمنہم من یقول قوموا یکتب لکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنہم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغط والاختلاف قال

صلی اللہ علیہ وسلم قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وھو یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بین کتابہ اخرجہ الشیخان۔

ترجمہ۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات حاضر ہوئی۔ اور گھر میں آدمی تھے۔ جنمیں عمر بن خطاب بھی موجود تھے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ میں تمہارے واسطے نوشتہ لکھدوں تاکہ اس تحریر کے بعد تم میں کبھی تنازع نہ ہو۔ اور اختلاف نہ پڑے۔ تو عمر نے کہا کہ البتہ حضرت پر درد غالب ہے (کہ حضرت کو لکھانے میں تکلیف ہوگی) اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ خدا کی کتاب ہم کو کافی ہے (یعنی لکھنا چنداں ضرور نہیں) پھر گھر والوں میں اختلاف ہوا۔ انمیں سے بعض کہتے تھے۔ کہ کاغذ نزدیک لاؤ۔ تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لکھدیویں۔ بعضے کہتے تھے۔ جو عمر نے کہا پھر جب انمیں شوروغل اور اختلاف ہوا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ میرے پاس سے اور میرے پاس جھگڑنا لائق نہیں۔ پھر ابن عباس نکلے کہتے ہوئے تحقیق مصیبت ہے کل مصیبت وہ چیز کہ مانع ہوئی۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لکھنے سے۔ شیخین اسکے راوی ہیں۔ (تلخیص الصحاح جلد ۲ صفحہ ۶۷)

اس حدیث کے مضمون کو غور وفکر کے ساتھ پڑھنے کے بعد حضرت عمر پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے جو رائے دی اس سے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت شدت مرض کی وجہ سے اسوقت فی الواقع نازک تھی۔ حضرت عمر کے دل نے گوارا نہ کیا کہ اسوقت آپ کو کوئی دستور العمل لکھوانے کی تکلیف دیجائے۔ اسلئے انہوں نے کہا کہ اے لوگو تمہارے پاس قرآن کریم موجود ہے جو ایک جامع اور مکمل کتاب ہے۔ جسکی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اب جو کچھ فرمائینگے وہ انہیں امور کی تائید ہوگی۔ جو پہلے بیان فرما چکے ہیں۔ یہ رائے۔ یہ رائے حضرت عمر کی نہایت مناسب تھی۔ کیونکہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد ازیں اسی رائے پر عمل فرمایا اور

اور کوئی ہدایت نامہ تحریر نہ کرایا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا منشاء ہوتا۔ کہ کوئی ہدایت نامہ ضرور لکھا جائے تو بذریعہ وحی الٰہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ضرور اطلاع دیجاتی۔ اور اگر پہلے سے اطلاع دے دی گئی ہوتی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرو غیرہ کے روکنے سے کبھی نہ رکتے بلکہ حضرت عمر پر عتاب فرماتے۔ مگر نہ خدا نے اس بارہ میں کوئی وحی بھیجی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ہدایت نامہ لکھوایا۔ اسلئے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر کی رائے خدا اور رسول کی پسندیدہ رائے تھی۔ پس حضرت عمر پر اعتراض درحقیقت خدا اور رسول پر اعتراض ہے۔ ونعوذ باللہ منہ۔ دوسری حدیث جس پر اس اعتراض کی بنا ہے۔ وہ صحیح بخاری جلد ثالث مطبوعہ مصر صہ۱۲ میں حسب ذیل ہے۔

حدثنا قتیبہ حدثنا سفیان عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اھجر استفھموہ فذھبوا یردون علیہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ واوصاھم بثلاث قال اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم و سکت عن الثالث۔ او قال فنسیتہا۔

یعنے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جمعرات کے دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر درد کی شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ لاؤ میں تمہیں ایک نوشتہ لکھوا دوں۔ جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ تو لوگوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ اور نبی کے پاس جھگڑنا شایاں نہ تھا۔ پھر لوگوں نے کہا آنحضرتؐ کا کیا حال ہے۔ کیا آپ نے سحروں کی طرح گفتگو کی۔ سو آپ سے پوچھو تو پس شروع کیا انہوں نے بار بار پوچھنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تو آپ نے فرمایا چھوڑ دو مجھکو اس شغل میں جس میں میں ہوں کہ وہ شغل اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف مجھ کو بلاتے ہو۔ اور آپ نے صحابہ کو تین وصیتیں کیں۔ ایک یہ کہ نکال دو مشرکوں کو جزیرہ عرب سے اور انعام دو ایلچیوں کو جیسا کہ میں دیتا تھا انکو۔ یہ کہہ کے خاموش ہو گئے تیسری وصیت سے یا کہا

کہیں اس کو بھول گیا۔

اس حدیث میں جو الفاظ ماشانہ اہجر فاستفہموہ آئے ہیں۔ انکی بنا پر شیعوں نے حضرت عمر کو اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔ مگر حدیث کے کسی لفظ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ کہ یہ الفاظ حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلے تھے۔ اور قرینہ عقلی اسباب کا متقضی ہے کہ یہ الفاظ حضرت عمر کی زبان سے نہیں بلکہ اس شخص یا اس فریق کی زبان سے نکلے ہوں جو کتابت پر زور دیتا تھا۔ کیونکہ اسی کی طرف سے بطور دلیل یہ بات پیش ہوسکتی تھی کہ آنحضرتؐ کے اس حکم کی تعمیل اگر ضروری نہیں۔ تو کیا آپ کا یہ ارشاد کہ لاؤ تمہیں ایک نوشتہ لکھوا دوں۔ جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گیا بے خبروں کی طرح کلام ہے۔ اگر تمہارے خیال میں ایسا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پھر پوچھ لو۔ پس ان الفاظ سے حضرت عمر پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس فریق پر وارد ہوتا ہے۔ جو کتابت پر زور دیتا تھا۔ اور وہ شیعوں کے مسلک پر شیعوں کا گروہ ہی ہے۔ جس نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں ایسے نازیبا الفاظ زبان سے نکالے۔

اگر معترض صاحب کہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امر کی تعمیل واجب تھی۔ اور واجب کا تارک گنہگار ہوتا ہے اسلئے عمرؓ گنہگار ہوئے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اصول فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صیغہ امر وجوب اباحت ندب تہدید ارشاد اور ایجاد وغیرہ بہت سے معانی کے لئے آتا ہے۔ اس موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم وجوب کے لئے نہ تھا۔ بلکہ ندب و ارشاد کے طور پر تھا۔ اسلئے حضرت عمر گنہگار نہیں ہوئے۔ کیونکہ امر جو ندب اور ارشاد کے طور پر ہو۔ اسکی مخالفت نیک نیتی کے ساتھ کرنیوالا گنہگار نہیں ہوتا۔ چنانچہ ذیل کی مثالوں سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔

(۱) صلح حدیبیہ کے موقعہ پر صلحنامہ لکھنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل (کفار مکہ کا سفیر) نے کہا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے باسمک اللّٰہم لکھو۔ مسلمانوں نے کہا ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے باسمک اللّٰہم نہ لکھیں گے۔ آپ نے فرمایا باسمک اللّٰہم ہی لکھدو۔ اور کہا ہذا ما قاضا علیہ محمد رسول اللہ

والقریش یہ صلحنامہ ہے۔ فیما بین محمد رسول اللہ اور قریش کے۔ سہیل نے جو بانی صلح تھا
کہا کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر رسول اللہ جانتے۔ تو ان کو خانہ کعبہ سے نہ روکتے
رسول اللہ مت لکھو بلکہ محمد بن عبد اللہ لکھو۔ آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ بھی ہوں اور
ابن عبد اللہ بھی ہوں۔ حضرت علی رضؓ سے کہا کہ لفظ رسول اللہ محو کر کے بن عبد اللہ لکھدو
حضرت علی نے کہا کہ میں لفظ رسول اللہ کا محو نہ کروں گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے لفظ رسول اللہ کو محو کر کے بن عبد اللہ لکھدیا۔

(۲) شریف مرتضیٰ نے جن کا لقب امامیہ کے نزدیک علم الہدیٰ ہے۔ اپنی کتاب
درر غرر میں محمد بن حنفیہ سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد امیر المومنین علی علیہ السلام سے
روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے ماریہ قبطیہ کو ان کے چچا زاد بھائی قوم قبطی کے
ساتھ تہمت لگائی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا کہ یہ تلوار لے اور جا
اگر اس مرد کو ماریہ کے پاس پائے تو مار ڈال۔ بس میں متوجہ ہوا اس کی طرف تو اس
نے جان لیا کہ میں اس کا قصد رکھتا ہوں سو وہ درخت خرما پر چڑھ گیا۔ اور اُسنے
پیٹھ کے بھل اپنے آپ کو گرا دیا۔ اور اپنے دونوں پاؤں اُٹھائے تو ناگاہ میںنے
اس کو دیکھا کہ اس کی کچھ علامت مردی کی نہ تھی یعنے خوجہ تھا۔ میں نے تلوار میان
میں کر لی۔ اور حضرت کے پاس لوٹ آیا۔ اور ان کو اسکے حال سے خبر دی۔ آپنے
فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ ہمارے اہل بیت کو پلیدی سے بچاتا ہے۔

(۳) روی محمد بن بابویہ فی الامالی والدیلمی فی ارشاد القلوب ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اعطیٰ فاطمۃ سبعۃ دراھم وقال اعطھا علیاً ومریہ ان
یشتری لاھل بیتہ طعاماً فقد غلبھم الجوع فاعطتھا علیاً وقالت ان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم امرک ان تبتاع لنا طعاماً فاخذھا علیؓ وخرج من بیتہ
لتباع طعاماً لاھل بیتہ فیسمع رجلاً یقول من یقرض الملی الوفی
فاعطاہ الدراھم۔ روایت کی محمد بن بابویہ نے امالی میں اور دیلمی نے ارشاد القلوب
میں بے شک رسول اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو سات درم دیئے اور فرمایا یہ درم علی

کو دے اور کہہ کہ خرید ے اپنی اہل بیت کے واسطے کھانا اسواسطے کہ اُنپر بھوک غالب ہو رہی ہو سو دیئے فاطمہ نے دس درم علیؑ کو اور کہا کہ بے شک تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ خرید لاؤ ہمارے واسطے کھانا۔ بس علیؓ نے دس درم لئے اور گھر سے نکلے تاکھانا خرید کریں اپنے اہل بیت کے لئے۔ اس اثنا میں سُنا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کون ہے، ایسا جو ہم کو قرض دے سچے وعدے پر۔ بس علی نے دس درم اس کو دیدیئے (کذافی التحفہ)

اعتراض (۲) حضرت رسول اکرمؐ نے سورہ براءۃ حضرت ابوبکر کو دیکر روانہ فرمایا پھر وہ بحکم خداوندا ون سے واپس لیکر حضرت امیر کو دی گئی۔ اس کی شکایت بھی حضرت ابوبکر نے رسول سے کی۔ آپنے فرمایا۔ میںنے بحکم خدا کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ بمقابلہ حضرت علیؓ ابوبکر اسکے اہل نہ تھے۔

جواب۔ تبلیغ سورہ برأت کے لئے ربسے پہلے ابوبکرؓ ہی منتخب ہوئے تھے نہ علیؑ۔ کیا رسولؐ ایسے عظیم الشان کام کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرتے جو مومن بھی نہ ہو (معاذ اللہ) بلکہ علی کو چھوڑا۔ اور ان کو منتخب کیا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس کام میں اون کی لیاقت اعلیٰ سمجھی تہی۔ مگر اسکے بعد جب یہ مصلحت بطور خود یا بذریعہ وحی معلوم ہوئی کہ عہد یا فسخ عہد کا پیغام خود پہنچاوے یا کسی رشتہ دار کو بھیجے۔ تو بمجبوری یہ کام ابوبکرؓ سے نکالکر علی کے سپرد کیا۔ اور اس تبدل سے ابوبکر کی ادس لیاقت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ جسکی وجہ سے اول انتخاب ہوا تہا ورنہ رسول کی خطا کا اقرار کرنا پڑے گا کہ پہلے ایسے شخص کو منتخب کیا تہا جو کہ مومن کامل نہ تہا (معاذ اللہ منہا) ابوبکرؓ کے تبدل میں ایک نکتہ یہ بھی تھا کہ اسی سورۃ میں آیۂ غار بھی ہے۔ جس میں ابوبکر کی مدح ہے۔ پس چونکہ اس سورۃ کی ابتدائی آیتیں ان کی مدح کی تمہید میں تھیں، اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ انکی مدح کی تمہید کوئی دوسرا کرے۔ ادر علی کا انتخاب غالباً اسوجہ سے ہوا کہ اس سورہ کی تبلیغ جسمیں ابوبکر کی مدح ہے علی کی زبان سے علی الاعلان ہو جانے کی صورت میں منکرین فضائل ابوبکر پر حجت ہو۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے صفحہ ۲۳۳ میں اس اعتراض کا جواب اسطرح مرقوم ہے :-

"باید دانست کہ آنچہ صحیح است درین باب آنست کہ صدیق برائے امامت حج فرستادند واواز ان ولایت معزول نشد۔ باتفاق رواۃ۔ و روایات مختلف اند در ولایت تبلیغ برأت دلالت اکثر حدیث بر آنست کہ آں نیز حوالہ صدیق بود و ارسال مرتضےٰ بجہت آں شد کہ عرب در حل و عقد صلح تاوقتیکہ کسے از اہل بیت والی امر حاضر نشد۔ اعتداد نمیکردند۔ پس امیر دریں امر نیز صدیق بود و مرتضےٰ معین و ظہیر او"

سُنیوں کی روایتیں اس بارہ میں شیعہ بھلا کب ماننے والے ہیں اسلیئے ہم ان کے امام معصوم کا کلام اسبارہ میں سناتے ہیں۔ سنیئے۔ تفسیر امام حسن عسکری (مترجم اُردو مطبوعہ دہلی) کے صفحہ ۵۳۲-۵۳۳ میں لکھا ہے۔ "پھر آنحضرت نے ابوبکر ابن قحافہ کو سورہ برأت کی دس آیتیں دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا۔ جنہیں کافروں سے عہد کا توڑنا اور مشرکوں پر قرب کا حرام ہونا مذکور تہا۔ اور اس کو حکم دیا کہ اپنے ہمراہیوں سمیت ایام حج میں مکہ معظمہ میں جاکر حج کرے اور یہ آیتیں انکو پڑھ کر سناوے۔ جب ابوبکرؓ وہاں سے روانہ ہو گیا تو جبرئیل نور کا طوق پہنے حضرت پر نازل ہوئے اور عرض کی یا محمد خدائے علی الاعلیٰ بعد تحفہ سلام و درود کے ارشاد فرماتا ہے کہ تمہاری پیغمبری دوسرا شخص کوئی نہیں کرسکتا یا تم خود جاؤ یا کوئی ایسا آدمی جائے۔ جو تم سے ہو۔ لہذا علی کو بھیجو۔ کہ وہ ان آیات کو ابوبکر سے لے لے۔ اور وہی کفار کے عہد کو توڑے۔ اور ان آیتوں کو ان کے سامنے پڑہکر سناوے۔ اے محمدؐ تیرے پرور دگار نے جو تم کو حکم دیا ہے کہ وہ آیات ابوبکرؓ سے لے کر علیؓ کو دیدے۔ یہ بھول چوک اور شک و شبہ کی وجہ سے نہیں ہے۔ اور نہ اس سے پہلے غلطی ہو گئی ہے۔ کہ اس کا تدارک کیا ہے بلکہ اس سے خدا کا یہ منشاء ہے کہ ضعیف مسلمانوں پر ظاہر کردے کہ جس مقام پر تیرا بھائی علی مقیم ہوتا ہے۔ اے محمدؐ اس مقام پر تیرے سوا اور کوئی غیر شخص ہرگز قائم نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اس غیر شخص کا مرتبہ تیری اُمت کے ان ضعیف مسلمانوں کی نظر میں کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اور ان کے نزدیک اس کی منزلت کتنی ہی شریف اور بزرگ کیوں نہ ہو۔ الغرض جب علیؓ نے جاکر ابوبکرؓ سے وہ آیتیں لے لیں تو ابوبکرؓ نے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ ان آیات کا مجھ سے واپس لینا کیا کسی خفگی کی وجہ سے ہے

حضرت نے فرمایا کہ نہیں بلکہ خدائے بزرگ و برتر نے مجھکو امر فرمایا ہے کہ تیرا نائب وہی شخص ہو سکتا ہے جو تجھ سے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے جو ان آیات کو تجھ پر بار کیا اور اپنی طاعت کی تجھ کو تکلیف دی تھی۔ اسکے عوض میں تجھ کو درجات رفیعہ اور مراتب شریفہ عطا فرمائیگا۔ بشرطیکہ تو ہماری موالات پر قائم رہیگا۔ اور ان عہدوں کو جو ہم نے تجھ سے کئے ہیں۔ پورا کرکے میدان قیامت میں ہمارے پاس آئیگا۔ تو تو ہمارے برگزیدہ شیعوں اور بندگان خدا میں داخل ہو گا۔ حضرت کا یہ ارشاد سنکر ابوبکرؓ کا ملال رفع ہو گیا۔"

اب شیعوں کے معصوم امام علیہ السلام کی شہادت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو تبلیغ سورہ برأت کی خدمت سپرد کر کے اور ان کو امیر الحاج بناکر بطور اپنے نائب کے مکہ معظمہ بھیجا تھا۔ اور اسطرح پر بھیجنے میں حضرت جبرئیل کی شہادت کے مطابق کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اس تغیر و تبدل سے خدا کا منشاء یہ تھا۔ کہ علی کا مرتبہ ظاہر کرے۔ کسی خفگی کی وجہ سے بھی یہ تغیر و تبدل نہیں ہوا تھا۔ اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو جو اس طاعت کی تکلیف دی تھی۔ وہ بھی اللہ تعالےٰ کے حکم سے تھی۔ اور اسکے عوض میں ابوبکرؓ کو درجات رفیعہ اور مراتب شریفہ منجانب اللہ عطا ہونے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ بشرطیکہ ابوبکرؓ موالات و عہود پر قائم رہیگا۔

یہ واقعہ سنہ ۹ھ بعد غزوہ تبوک کا ہے۔ پس خدا کی شہادت رسول کی شہادت۔ جبرئیل کی شہادت۔ اور امام حسن عسکری کی شہادت سے ثابت ہے کہ ابوبکرؓ اس زمانہ تک جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اسقدر اعلےٰ درجہ کے مومن تھے۔ کہ خدا و رسول نے علیؓ پر ابوبکر کو ترجیح دی۔ پس جن شیعہ صاحبوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ ابوبکرؓ کا اسلام و ایمان شروع سے منافقانہ تھا۔ اور وہ کبھی فی الحقیقت مومن نہیں ہوئے۔ ان شیعوں کا یہ اعتقاد خدا کی شہادت رسول کریم کی جبرئیل کی شہادت اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت سے باطل ہے۔ اور جب ابوبکر کا سنہ ۹ھ تک مومن اور اعلےٰ درجہ کا مومن ہونا ثابت ہو گیا۔ تو اب بار ثبوت بدل گیا اور شیعوں پر فرض ہو گیا کہ اسکے بعد وہ ابوبکرؓ کے اسلام و ایمان کو نفاق یا کفر سے بدل جانا دلائل قطعیہ سے ثابت کریں ورنہ ان روایتوں کو جو امام حسن عسکری ؑ کی شہادت کے خلاف ہیں

موضوع قرار دیں۔ اور روایتوں کے متعلق حضرت سلمان فارسی کی ایک نصیحت اچھی طرح یاد رکھیں اور وہ یہ ہے :۔

"سلمان بردم گفت کہ گریختند از قرآن بسوئے حدیث زیرا کہ قرآن را کتاب رفیعے یافتند در آنجا شمارا حساب نمایند بر نقیر وقطمیر وفتیل یعنی برامر خوردے وریزہ و بر قدر دانہ خردے۔ پس تنگی کرد برشما احکام قرآن۔ پس گریختند بسوئے احادیثے کہ کار برشما کشادہ وآسان کردہ است "۔ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۱۱

اعتراض (۳) ولا تطرد الذین یدعون ربھم من شئ وما من حسابك علیھم من شئ فتطردھم فتکون من الظالمین (سورہ انعام) مت نکالو ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں پرور دگار اپنے کو صبح شام چاہتے ہیں منہ اس کا۔ اوپر تیرے نہیں حساب انکے سے کچھ اور نہ حساب تیرے سے اوپر انکے کچھ۔ پس ہانک دے انکو۔ پس ہوجائے تو ظالموں سے۔

امام ثعلبی تفسیر کشف البیان میں لکھتے ہیں کہ عتبہ، شیبہ بن ربیع، مطعم بن عدی، حارث بن نوفل، قرط بن عمرو وغیرہ پاس حضرت ابو طالب آکر مستدعی ہوئے کہ اگر آپ کا برادر زادہ اپنے پاس سے کم رتبہ والے غلام لوگوں کو جو ان کے پاس ہیں۔ علیحدہ کردے تو ہم لوگوں کے دلوں میں انکی وقعت زیادہ ہو جاوے۔ جب حضرت ابو طالب نے ان کا پیغام پہنچایا، حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ انہوں نے قول کفار کی تائید کی۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو رائے دی کہ آپ کو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ اسوقت یہ آیت عتاب آمیز اتری۔ کہئے کیسی ہمدردی و مروت کفار کی انکو تھی۔

جواب:۔ تفسیر ثعلبی کی اصل عبارت نقل نہیں کی گئی۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اور ثعلبی کی نسبت علامہ سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے۔ والاخباری لیس لہ شغل الا القصص واستیفاء الاخبار عمن سلف سواء کانت صحیحۃ او باطلۃ کالثعلبی۔ ترجمہ۔ اور جو مفسر خبریں بیان کرنے کا شائق ہوتا ہے۔ اسکو تفسیر قرآن میں اور کوئی شغل نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ قصے اکٹھا کرے۔ اور ہر طرح کے قصے لکھدے۔ خواہ صحیح ہوں خواہ باطل ہوں۔ جیسے کہ ثعلبی

علاوہ بریں بعض علمائے اہلسنت نے ثعلبی کو شیعہ لکھا ہے۔ اسلئے ہم ثعلبی کی روایت تسلیم نہیں کرتے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب محدث بھوپالوی اپنی تفسیر ترجمان القرآن میں اس آیت کے متعلق بہت سی روائتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"عکرمہ نے کہا۔ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ مطعم بن عدی حارث بن نوفل۔ قرظہ بن عمر اشراف بنی عبد مناف اہل کفر پاس ابوطالب کے آئے۔ کہا اگر تمہارا برادر زادہ محمدؐ ہمارے موالی وحلفا کو پھیر دے کہ وہ ہمارے غلام اور آزاد کردہ لوگ ہیں تو ہمارے دل میں یہ بات بڑی نظر آئے۔ ہم ان کے زیادہ تر مطیع ہوں۔ ہماری اتباع وتصدیق واسطے اون کے قریب تر ہو۔ ابوطالب نے یہ بات حضرت سے کہی۔ اس پر عمر بن خطاب نے کہا۔ آپ یہی کرو۔ دیکھو وہ کیا چاہتے ہیں اور اپنی بات کا کیا انجام دکھاتے ہیں۔ اللہ نے یہ آیت لشاکرین تک نازل فرمائی۔ بلال وعمار بن یاسر وسالم موالی ابی حذیفہ وصبیح مولی اسید تھے۔ حلفا میں ابن مسعود ومقداد بن عمر مسعود بن عاری واقد بن عبداللہ حنظلی عمرو بن عبد عمرو ذوالشمالین یزید بن ابی یزید حلیف حمزہ بن عبدالمطلب وغیرہ حلفا تھے۔ تب حق میں ائمہ کفر قریش وموالی وحلفا کے یہ آیت آئی۔ وکذلک فتنا بعضہم ببعض الایہ۔ اسوقت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرتؐ کے پاس آکر اپنی بات کا عذر کیا۔ اسپر اللہ نے فرمایا۔ واذا جاءک الذین یؤمنون الایۃ۔ یعنے مومنین کا تم اکرام کرو۔ سلام کا جواب دو۔ ان کو یہ سنادو کہ اللہ کی رحمت واسعہ انکے شامل حال ہے۔ اسی لئے یہ فرمایا کہ تمہارے رب نے اپنے نفس پر رحمت کو براہ تفضل واحسان وامتنان واجب کرلیا ہے۔ کہ جو کوئی تم میں سے کوئی برا کام نادانی سے کریگا۔ پھر تائب ہوجاویگا تو اللہ بخش دیگا۔ رواہ ابن جریر"

اب اگر اس روایت کی بناء پر حضرت عمرؓ کو مورد الزام قرار دیا جاتا ہے۔ تو حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس الزام میں شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے رسول خدا کو جو یہ مشورہ دیا کہ آپ یہی کرو۔ دیکھو وہ کیا چاہتے ہیں اور اپنی بات کا کیا انجام دکھاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس مشورہ کو رسول خدا نے قبول کرلیا۔ کیونکہ اگر آنحضرتؐ اس مشورہ کو

قبول نہ کر لیتے اور اسپر عمل کرنے کا ارادہ نہ کرتے۔ تو پھر آیہ ولا تطرد الذین الخ کے نازل ہونے کی اس موقع پر ضرورت ہی نہ تھی۔ معترض صاحب حضرت رسول خدا کے برابر علم نہیں رکھتے نہ اُن پر وحی نازل ہوتی ہے۔ نہ وہ حضرت عمر کے حالات سے بہ نسبت رسول خدا صلعم کے زیادہ باخبر سمجھے جاسکتے ہیں۔ پس اگر حضرت عمر کا مشورہ کفار کی ہمدردی و مروت پر مبنی ہوتا۔ تو کیا رسول خدا کو نعوذ باللہ معترض صاحب کے برابر بھی سمجھ نہ تھی۔ کہ وہ عمرؓ کے مشورہ کو کفار کی ہمدردی و مروت پر مبنی سمجھ کر رد کر دیتے۔ قبول نہ کرتے۔ لیکن حضرت رسول خدا نے عمر کے مشورہ کو بدنیتی پر محمول نہیں کیا۔ بلکہ ترقی اسلام کی ایک مفید تدبیر سمجھ کر اسکے مطابق عمل کرنا چاہا۔ مگر چونکہ اس سے بعض غریب مومنین کی دل شکنی ہو سکتی۔ اسلئے اللہ تعالی نے آیہ ولا تطرد الذین الخ نازل کر کے اُسپر عمل پیرا ہونے کی ممانعت فرما دی۔ عمر نے آنحضرتؐ سے معذرت کی۔ تو اللہ تعالی نے یہ تسلی بخش آیہ نازل فرمائی۔ واذا جاءك الذين يؤمنون بآيتنا فقل سلام عليكم كتب ربكم على نفسه الرحمة الخ پس اللہ تعالے نے بھی اس آیہ میں حضرت عمر کے مشورہ کو کفار کی ہمدردی پر محمول نہیں کیا۔ اب خدا اور رسول کے خلاف معترض کا کیا حق ہے کہ حضرت عمر کے مشورہ کو بدنیتی پر محمول کرے علاوہ بریں یہ بھی واضح ہو کہ یہ روایت قطعی الصدور نہیں۔ از قسم احاد ہے جو عقائد میں حجت نہیں ہو سکتی *

سلسلہ دینیہ نمبر ۱

ہمارے مہربان برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے ماشاء اللہ اب تالیف کے میدان میں بھی قدم رکھ دیا ہے۔ چنانچہ اگر میں غلطی نہیں کرتا۔ تو یہ آپ کی تیسری تالیف ہے۔ جو آپنے احمدی بچوں کے لئے حال ہی میں شائع کی ہے۔ اس میں چھوٹے چھوٹے اخلاقی اور مذہبی پچاس سبق ہیں۔ جو بچوں کے لئے از حد مفید ہیں۔ سلیس اور عام فہم عبارت ہے۔ تمام احمدی گھروں میں اسکی ایک ایک کاپی ہونی چاہیئے۔ حجم ۳۲ صفحے سرکاری کتابوں کی تقطیع پر خوشخط نہایت عمدہ سفید کاغذ پر چھپی ہے قیمت ۲ر۔ مدرسین کے لئے ۲۵ فیصدی کمیشن مقرر ہے ہمیں یہ معلوم کر کے بھی خوشی ہوئی ہے کہ احمدیہ جنتری ۱۹۱۹ء نئے مضامین کے ساتھ مزین ہو کر شائع ہو گئی ہے۔ قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ - شیخ محمد یامین تاجر کتب قادیان

مسیحی معجزات کی شان

بجواب رسالہ حقائق قرآن

از روئے بائبل

چند ایام گذرے ہماری نظر سے ایک رسالہ بنام حقایق قرآن گذرا۔ جو کرسچن بک سٹور لودھیانہ کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ ہم نے جو اس رسالہ کو بغور مطالعہ کیا۔ تو ہم پر یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ دراصل یہ رسالہ کوئی نئی تازہ معلومات رکھنے والی تصنیف نہیں۔ بلکہ تغیر و تبدل الفاظ کے ہمراہ رسالہ میزان الحق اور وجۃ الایمان کی ایک اصلی و کھری نقل ہے۔ جنکے جوابات قبل زمانہ بعثت مسیح موعود علیہ السلام بھی علماء اسلام کی جانب سے دیئے جا چکے ہیں۔ اور پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تو ایسی تمام تصنیفات کے وہ دندان شکن جوابات فرمائے ہیں۔ جنکی رُو سے تمام عقلاء و آشنایان حال کو بلا کسی قسم کی رو رعایت کے کہنا پڑا ہے کہ اب جبکہ حضرت اقدس کے بعد آپکے خلفاء رضوان اللہ علیہم نے بھی ایسے اعتراضات و دعاوی کا رد ایسے زور شور سے کیا ہے کہ آج خدا کے فضل و کرم سے ایک معمولی استعداد کا احمدی بھی ایسے اُمورات کے جوابات بوجہ احسن ایسی طرز و طریق سے بیان کر سکتا ہے۔ کہ جنکے سامنے مسیحیوں کو بجز خاموشی اور سکوت کے اور کچھ نہیں سوجھتا۔ پس اگرچہ ایسی تصنیفات بذاتہٖ اس قابل نہیں۔ کہ ان کے جوابات خاص طور سے دیئے جاویں۔ کیونکہ ایسی کتب ایک طفل مکتب احمدی کے لئے بھی ٹھوکر کا باعث تو ہرگز نہیں۔ بلکہ بوجہ مسیح موعود کے جوابات سے علم ہونے کے باعث ازدیاد ایمان کا ہوتی ہیں۔ مگر تاہم ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند سوالات لودھیانہ کی مسیحی جماعت سے بالخصوص اور تمام مشنوں کے مسیحیوں سے بالعموم کئے

جاویں تاکہ ان کو کچھ اپنے گھر کی بھی سوجھ جاوے۔

مذکورہ رسالہ کے نفس مضمون کی نسبت واضح ہو کہ اس رسالہ میں اس کی اصل کاپی کی طرح اسی ایک امر کا بالعموم اعادہ کیا گیا ہے کہ محمدؐ صاحب نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا (جیسا کہ کتاب میزان الحق کے ساتویں سوال کے اندر اور رسالہ دافعۃ الایمان میں بھی یہی اعتراض کیا گیا تھا) لیکن برخلاف اسکے مسیح یسوع نے صدہا معجزات دکھائے لہذا محمدؐ صاحب سے مسیح افضل واعلیٰ ثابت ہوئے۔

میزان الحق ورسالہ دافعۃ الایمان میں اس اعتراض کو ایک زیادہ ملمع سازی کے رنگ میں بیان کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان رسالہ جات میں اس اعتراض کو یوں بیان کیا گیا ہے۔ سوال "قرآن میں لکھا ہے۔ کہ پیغمبر کو معجزات کے اظہار کے لئے نہیں بھیجا۔ بلکہ محض وعظ کے لئے اس صورت میں باوجود بے اختیاری کے محمد صاحب مسیح سے جس نے صدہا معجزات ایک عالم کو دکھلائے۔ کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ صاف ثابت ہے۔ کہ مسیح یسوع محمد صاحب سے بہمہ وجوہ افضل واعلےٰ تھا" مگر اس تازہ تصنیف یعنی رسالہ حقائق قرآن میں اگرچہ اسی مضمون کا بہ تبدیل الفاظ اعادہ ہے مگر نئے الفاظ میں جو بدتمیزی ہے۔ وہ ضرور ان نئے مصنفین کی اپنی ہے۔

بروئے بائبل صدور معجزات نبوت کی شرط نہیں

اب ذیل میں اس رسالہ حقائق قرآن پر ایک سرسری نظر سے ریویو کیا جاتا ہے۔ مسیحی معترضین کو بلا کسی قسم کے مطالعہ وغور کے معلوم ہو جانا چاہیئے کہ از روئے کتاب مقدس صدور معجزات شرط نبوت نہیں۔ بلکہ ایمان کی بھی شرط نہیں۔ کتاب اعمال باب ۸ میں ہے۔ آیت ۹۔ لیکن اسکے پہلے اس شہر (سامریہ) میں شمعون نامی ایک شخص جادوگری کرتا۔ اور سامریہ کے لوگوں کو حیران کر دیتا۔ اور یہ کہتا تھا کہ میں بھی بڑا شخص ہوں۔ اور چھوٹے سے بڑے تک سب یہ کہتے تھے۔ کہ یہ شخص خدا کی بڑی قدرت ہے۔

جو نفس مورخ کی شہادت

دیکھو یہ شخص جو جادوگر تھا۔ معجزات کی وجہ سے ہر کہ ومہ اس کو " خدا کی بڑی قدرت" کہتے تھے پھر

مسیح کے زمانہ سے پہلے بھی منتر و جادو کے زور سے ایسے معجزات دکھلائے جاتے تھے
جسطرح کے معجزات مسیح کی جانب اناجیل مروجہ میں منسوب کیئے گئے ہیں۔ چنانچہ مشہور اور
معتمد علیہ مورخ جوزیفس اپنی تاریخ کی کتاب آٹھویں کے باب دوسرے میں لکھتا ہے
کہ "سلیمان نے بہت ایسی منتریں بنائی تھیں کہ جن سے بیماریوں کو تخفیف ہو۔ اور ایسے
عمل جن سے جنات اور دیووں کو نکالا جاوے۔ اور وہ پھر نہ آویں۔ اور وے عمل آج
تک خوب جاری ہیں۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ الیعاذر میرے ہموطنی نے وس پی سین
بادشاہ اور اسکے بیٹوں اور اسکے سرداروں اور تمام سپاہیوں کے حضور میں لوگوں سے
جنوں اور دیوؤں کو نکالا۔ اور ترکیب اسکے نکالنے کی یہ تھی کہ شخص دیوزدہ کی ناک
میں ایک چھلا رکھ کر نتھنوں کی راہ سے دیو کو نکال لیتا تھا۔ اور جبھی وہ دیوزدہ گر جاتا
تھا۔ بعد اسکے اس جن سے اقرار لے لیتا تھا کہ پھر نہ آوے۔ اور اسی وقت سلیمانی منتر
پڑھتا تھا۔ اور سلیمان کا نام لیتا جاتا تھا۔ اور لوگوں کے یقین کرانے کو ایک برتن پانی
کا بھرا ہوا تھوڑی دور رکھوا دیتا تھا کہ جن کے نکلنے کے بعد اس کو حکم کرتا تھا کہ
اس برتن کو الٹ دے۔ اور جن اس برتن کو الٹ دیتا تھا" دیکھو مسیح نے بھی اناجیل
کی رو سے ایسے ہی معجزات دکھلائے۔ جیسے کہ قبل مسیح عوام لوگ دکھاتے تھے پھر
اس میں مسیح کی کیا خصوصیت تھی ٭

ایک عورت کے یار دیو کا قصہ

ایسا ہی کتاب سموئیل ۱ باب اٹھائیسواں آیت ۸
تا ۱۹ میں یہ قصہ لکھا ہے۔ کہ ساؤل بادشاہ ایک عورت
کے پاس گیا جس کا یار دیو تھا۔ اور اس عورت سے اپنے آپ کو چھپانا چاہا۔ مگر عورت نے
معلوم کر لیا کہ یہی ساؤل ہے۔ اور پھر سموئیل نبی کو جو فوت شدہ تھے۔ اس عورت نے
زندہ کر لیا۔ اور اس سے ساؤل کے سوال کی نسبت دریافت کیا۔ اور جیسا اس عورت نے
کہا تھا کہ یوں ہوگا ویسا ہی ہو گیا۔ دیکھو کتاب سموئیل ۱ باب ۳۰ دیکھو یہ عورت
جو بدکار تھی۔ کس طرح غیب پر اطلاع پایا کرتی تھی۔ کیا یہ معجزہ کچھ کم ہے۔

موسیٰ کے زمانہ کے ساحر

پھر حضرت موسیٰ کے بالمقابل جو ساحر تھے۔ انکی نسبت لکھا ہے

کہ وہ بھی ویسے ہی معجزات دکھاتے تھے۔ مثلاً جب حضرت موسیٰ نے دریا پر عصا مار کر اس کا پانی سب لہو کر دیا تھا۔ تب مصر کے جادوگروں نے بھی ویسا ہی کر دیا۔ خروج ۷/۲۲ آیت اور پھر جب موسیٰ و ہارون مصریوں پر مینڈک چڑھا کر لائے تھے۔ تو جادوگروں نے بھی ویسا کر دیا۔ دیکھو خروج ۸/۷ آیت۔ پس ہم کہتے ہیں کہ از روئے بائبل معجزات کا صدور نبوت کی شرط چھوڑ ایمان کی بھی شرط نہیں۔ دیکھو توراۃ میں صاف حکم ہے کہ

استثناء کا فتویٰ

اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو۔ اور تمہیں کوئی نشان یا معجزہ دکھائے۔ اور اس نشان یا معجزہ کے مطابق جو اس نے تمہیں دکھایا بات واقع ہو۔ اور وہ تمہیں کہے۔ آؤ ہم غیر معبودوں کی جنہیں تم نے نہیں جانا پیروی کریں۔ اور ان کی عبادت کریں تو ہرگز اس نبی کی بات پر کان مت دھریو۔ اور پھر آیت ۵ میں ایسے نبی کی نسبت حکم ہے۔ کہ اس کو قتل کر دو استثناء ۱۳/۱تا۵۔ دیکھو صاحب معجزہ اگر کسی غیر معبود " جو اوپر آسمان یا نیچے زمین یا پانی میں ہو " کو پیش کرے۔ تو اس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ اور شاید بزعم مسیحی فرقہ جات مسیح جو خدا کے سوائے اپنے آپ کو یہود کے سامنے خدا کہتا تھا۔ تو یہود نے اسی سے اسکو مصلوب کر دیا۔ القصہ صاف ثابت ہے کہ معجزات کوئی شرط نبوت نہیں ہو سکتے پھر مسیحیوں کا مسیح کے معجزات پر زور دینا معلوم نہیں کیا معنی رکھتا ہے۔

عہد جدید کے چند دیگر خوارقات

پھر اسکے علاوہ اعمال ۱۶/۱۶ میں ذکر ہے " اور ایسا ہوا۔ جب ہم دعا مانگنے کی جگہ جاتے تھے۔ ایک چھوکری جس میں غیب دانی کی روح سمائی تھی۔ ہمیں ملی۔ جو غیب گوئی سے اپنے مالکوں کے لئے بہت کچھ کماتی تھی۔

پھر مرقس باب ۹ آیت ۳۸ میں لکھا ہے " تب یوحنا نے اسے (مسیح کو) جواب دے کر کہا۔ اے استاد ہم نے ایک آدمی کو تیرے نام سے دیوؤں کو نکالتے دیکھا اور وہ ہمارا پیرو نہیں۔ اور ہم نے اسے منع کیا۔ کیونکہ وہ ہماری پیروی نہیں کرتا "

پھر متی ۲۴/۲۴ میں لکھا ہے " جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی ظاہر ہونگے۔ اور ایسے بڑے بڑے

معجزات اور کرامتیں دکھائینگے۔ کہ اگر ممکن ہوتا تو وے برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔"

اور جناب مقدس پولوس تھسلنیقیوں کے خط ۲ کے ۲ میں لکھتے ہیں " اور اس کا آنا (دجال کا) شیطان کے کارگر ہونے کے مطابق ہر طرح کی قدرت اور جھوٹے عجائب و غرائب سے ہوگا۔"

اور مشاہدات کے باب تیرہویں آیت ۱۳ میں یوں لکھا ہے " اور بڑے بڑے عجائب ظاہر کئے (دجال نے) یہاں تک کہ آدمیوں کی نظر میں آسمان سے زمین پر آگ برسائی۔ اور جن معجزات کو اس حیوان کے سامنے دکھانے کی قدرت اسے دی گئی تھی۔ ان سے زمین کے رہنے والوں کو دغا دیا۔"

دیکھو غیب دانی کا معجزہ دیووں کو نکالنے کا اعجاز ایک بے ایمان بھی دکھا سکتا ہے! جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی بڑے بڑے معجزات دکھا سکتے ہیں۔ دجال معجزات کی وجہ سے ساکنان زمین کو حیران کر سکتا ہے۔ پس معجزات کا صدور بائیبل کی رو سے ایمان کی شرط بھی ہرگز نہیں۔ چہ جائیکہ معجزات کے صادر ہونے کو نبوت سے یا الوہیت سے کوئی تعلق و علاقہ ہو۔ لہذا مسیح کے معجزات کو پیش کرنا درست نہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خود اناجیل مروّجہ سے صاف واضح ہے۔ کہ مسیح نے معجزات کے دکھانے سے کھلا کھلا انکار کیا ہے۔ پھر کس طرح اس کی جانب معجزات منسوب کرتے ہو۔ مگر قبل ازیں یوحنا اصطباغی کے (جس کے ہاتھ سے مسیح نے بھی اصطباغ حاصل کیا تھا) معجزات کی نسبت کچھ سن لو:

یوحنا اصطباغی اور معجزات

کتاب مقدس کے جاننے والوں میں سے ہر ایک جانتا ہے۔ کہ مسیح یسوع نے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے دیگر یہود کی طرح یردن ندی کے کنارے اصطباغ حاصل کیا تھا۔ اسی وجہ سے یوحنا کو تمام بنی آدم پر فضیلت ہے۔ چنانچہ مسیح نے فرمایا " پھر تم (یعنی شاگرد) کیا دیکھنے کو گئے۔ کیا ایک نبی کو؟ ہاں میں تم سے کہتا ہوں۔ بلکہ نبی سے بڑا۔ کیونکہ یہ وہ ہے جسکی بابت لکھا ہے کہ دیکھو میں اپنا رسول تیرے آگے بھیجتا ہوں۔ جو تیرے آگے تیری راہ درست کرے گا۔ میں

تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ انہیں سے جو عورتوں میں سے پیدا ہوئے۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔ متی ۱۱ باب ۱۱ لوقا ۷ باب ۲۸۔

مذکورہ بالا کلام سے ظاہر ہے کہ ان تمام بنی آدم میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے۔ یوحنا سب سے بڑا ہے۔ اور اب یہ امر ظاہر ہے۔ کہ کوئی بشر ایسا نہیں۔ جو عورت سے پیدا نہیں ہوا۔ لہذا کل حواریین بلکہ حسب الفاظ مندرجہ بالا مسیح سے بھی یوحنا بڑا ہے۔ دوسری جانب یہ امر بھی مسلمہ ہے۔ کہ یوحنا کو عام طور پر یہود اسکے ہمعصر نبی تسلیم کرتے تھے عیسائی بھی اسے مانتے ہیں۔ اور یہ ہر دو امور اناجیل مروجہ سے واضح ہیں۔ چنانچہ متی کی انجیل ۱۴ باب ۵ میں ہے "جب اس نے (یعنی ہیرودیس نے) اسے مار ڈالنا چاہا تو لوگوں سے ڈرا کہ وہ اسے (یوحنا کو) نبی جانتے تھے۔ پھر متی ۲۱ باب ۲۶ میں ہے "اور اگر ہم کہیں آدمیوں سے تو ہم جماعتوں سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ سب یوحنا کو نبی جانتے ہیں" لوقا ۲۰ باب ۶ میں ہے۔ "اور اگر ہم کہیں آدمیوں سے سب لوگ ہمیں سنگسار کرینگے۔ کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ یوحنا نبی تھا۔"

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یوحنا نے جسکے ہاتھ پر خود مسیح نے بپتسمہ حاصل کیا تھا۔ اور جسے اس کے ہمعصر یہود اور آج تک کل مسیحی لوگ نبی بلکہ نبی سے بڑا تسلیم کرتے ہیں۔ کیا معجزات دکھاتا تھا۔

انجیل یوحنا ۱۰ باب ۴۱ میں لکھا ہے "اور بہتوں نے اس پاس جا کر کہا (یعنی یسوع کے پاس) کہ یوحنا نے تو کوئی معجزہ نہیں دکھایا" پس ان بہت آدمیوں کی گواہی جو مابعد مسیحی بھی ہو گئے۔ یوحنا کے حق میں صاف یہ ہے کہ اس نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اب چاہیئے کہ مسیحی لوگ یوحنا کو نبی نہ مانیں۔ اور اسے کسی پر بھی فضیلت نہ دیں۔ چہ جائیکہ تمام عورتوں سے پیدا ہونے والوں سے افضل ٹھہرا دیں۔ پس ہماری اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عیسائیوں کے اصول کے موافق معجزات صدور نبوت کی شرط نہیں۔ اور نہ ان کا وجود نبوت کی دلیل ہے۔ بلکہ ایمان کی بھی سند نہیں۔ لہذا مسیح کے معجزات اس کی

فضیلت کا باعث نہیں ہو سکتی۔

مسیح کا معجزات دکھانے سے انکار

مگر ہم دکھلاتے ہیں کہ مسیح نے معجزات کے دکھلانے سے صاف انکار کیا ہے۔ اور ایسا ہی عزار سیین مسیح نے اُمید ہے کہ مسیحی لوگ غور کرینگے۔

پہلا حوالہ

مرقس کی انجیل کے آٹھویں باب میں ہے۔ آیت ۱۱ "اور تب فریسی نکلے اور اس سے حجت کر کے اس سے امتحان کے لئے کوئی آسمانی نشان طلب کیا۔ اُس نے دل سے آہ مار کے کہا۔ اس زمانے کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دکھایا نہ جائے گا۔ اور وہ ان سے جدا ہو کر پھر کشتی پر چڑھ کر پار گیا" تا آیت ۱۳۔

دیکھو مسیح نے فریسیوں کو کہ حجت اور امتحان کے طور پر کوئی آسمانی معجزہ مانگتے تھے نہ کوئی معجزہ دکھایا۔ اور کسی اپنے اگلے معجزہ کا حوالہ دیا۔ بلکہ اُلٹا ایسا قول فرمایا کہ جس سے صاف سمجھا جاتا ہے۔ کہ اسکے بعد جناب مسیح سے کوئی معجزہ کسی کے سامنے صادر نہیں ہُوا اسلئے یہ الفاظ "اس زمانے کے لوگوں کو" مسیح کے سب ہم عہدوں کو کیا یہودی کیا غیر یہودی شامل ہیں۔ اور اسیطرح یہ الفاظ "کوئی نشان یا معجزہ" آیت (فارسی کی انجیل) ہر معجزہ یا نشان کو جو کسی طرح کا ہو شامل ہیں۔ اور اس قول کے مطابق لازم آتا ہے کہ بعض معجزات کا صدور جو مرقس نے اسکے بعد نقل کیا۔ صحیح نہیں۔ وگرنہ یہ قول "میں تم سے سچ کہتا ہوں" سچ نہیں ہے۔

دوسرا حوالہ ہیرودیس کے سامنے انکار

لوقا کی انجیل کے تئیسویں باب میں ہے۔ آیت ۹۔ "ہیرودیس یسوع کو دیکھکر بہت خوش ہُوا۔ کیونکہ بہت مدت سے اسے دیکھنا چاہتا تھا اور اسنے اس کی بہت سی باتیں سُنی تھیں۔ اور اس امید میں تھا کہ اسکے کسی معجزے کو دیکھے۔ پس اس نے اس سے بہتیرے سوال کئے۔ پر یسوع نے اسکو کچھ جواب نہ دیا۔ اور سردار کاہنوں اور فقیہوں نے کھڑے ہو کر اس پر شدت سے نالشیں کیں۔ تب ہیرودیس اور اسکے لشکر نے اسے ٹھٹھا کر کے حقیر کیا" تا آیت ۱۱۔

دیکھو اس حوالہ کے مطابق مسیح نے ہیرودیس کو باوجودیکہ وہ مسیح کے دیکھنے سے بہت خوش ہوا تھا۔ اور امیدوار و مشتاق تھا کہ اس کا کوئی معجزہ دیکھے کوئی معجزہ نہ دکھلایا بلکہ اسکے کسی سوال کا بھی جواب نہ دیا۔ اسپر اس نے آپ کی حقارت وتحقیر کی۔ اس بیان کی رو سے اغلب ہے۔ کہ اگر ہیرودیس کوئی معجزہ دیکھتا۔ تو وہ اور اس کا لشکر ضرور مسیح کے معتقد بنجاتے۔ اور یہود کو ملزم قرار دیتے۔ مگر مسیح نے کوئی معجزہ نہ دکھایا۔ اب اگر مسیح معجزات اسلئے دکھایا کرتا تھا کہ لوگ معجزات کو دیکھکر اس کی نبوت یا الوہیت پر ایمان لے آویں۔ تو ہیرودیس کا کیا قصور اگر وہ ایمان سے محروم رہا۔ تو اس کا کوئی قصور نہیں وہ تو امیدوار و مشتاق تھا۔ کہ مسیح کے معجزات کو دیکھے۔ مگر مسیح کے اس فعل کا کیا مطلب سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ وہ معجزات نہ رکھتا تھا۔

تیسرا موضع متی کی انجیل کے چوتھے باب میں ہے۔ آیت ۳۔ تب امتحان کرنیوالے نے اس پاس آکر کہا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ کہ یہ پتھر روٹی بنجاویں۔ پر اس نے جواب میں کہا کہ لکھا ہے۔ آدمی صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر اس بات سے۔ جو خدا کے مُنہ سے نکلتی ہے۔ جیتا ہے۔ اسوقت شیطان اسے شہر مقدس سے لے گیا۔ اور بڑی عبادت گاہ کے کنگرے پر کھڑا کر کے اس سے کہا اگر تو خدا کا بیٹا ہے۔ تو آپ کو نیچے گرا دے۔ کیونکہ لکھا ہے وہ اپنے فرشتوں کو تیرے لئے حکم کریگا۔ اور وہ تجھے ہاتھوں پر اُٹھا لینگے وغیرہ دیکھو آخر تک ؛

دیکھو اسجگہ مسیح اپنی معمولی ابنیت کو بھی معجزات کی رُو سے ثابت نہیں کر سکا۔ پھر کیونکر شیطان کی حکومت پر وہ فتحیاب ہوا۔ جبکہ اس کے سامنے کوئی معجزہ ہی نہیں دکھا سکا۔ ممکن ہے۔ اگر شیطان کو ایسے معجزات مسیح دکھاتا۔ تو وہ بھی اسپر ایمان لے آتا۔ مگر اسجگہ تو مسیح نے کوئی معجزہ اسے نہیں دکھایا۔ بلکہ صاف طور پر اپنی بے اختیاری اور عبودیت پر مُہر لگا دی ؛

چوتھا موضع۔ عوام کی شہادت متی کی انجیل کے ستائیسویں باب میں ہے۔ آیت ۴۱ یوں ہی سردار کاہنوں نے بھی فقیہوں اور

بزرگوں کے ساتھ ٹھٹھا مار کے کہا۔ اس نے اوروں کو بچایا۔ پر آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اگر اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ تو اب صلیب پر سے اُتر آوے۔ تو ہم اس پر ایمان لائینگے ؂

دیکھو اس مقام پر سردار کاہن اور فقیہہ و بزرگ جو اہل یہود کے پیشوا و عالم تھے وعدہ کہتے تھے کہ اگر مسیح صلیب پر سے اتر آوے۔ تو ہم اس پر ایمان لے آوینگے۔ باوجود اسکے مسیح نے یہ معجزہ نہ دکھایا۔ حالانکہ اس میں کچھ ہرج نہ تھا۔ کہ امر خارق للعادت کے طور صلیب سے اُتر کر حجت کو پورا کر کے صلیب پر چڑھ جاتا۔ اور شہادت کے درجہ کے علاوہ کفارہ بھی ہو جاتا۔ اور ان منکرین کا مُنہ بند ہو جاتا۔ اور اتمام حجت ہو جاتی۔ صاف فیصلہ تھا۔ مگر مسیح نے جسے بخیال اسکی قوم کے ہر طرح کے معجزہ پر قدرت تھی یہ نہ کیا افسوس ؂

پانچواں حوالہ

متی کی انجیل کے چھبیسویں باب میں ہے۔ آیت ۶۷ " تب انہوں نے اس کے مُنہ پر تھوکا۔ اور اسے مکے مارے۔ اور ان کو طمانچہ مار کر کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا۔ یہ جو تجھے طمانچے مارتا ہے کون ہے " دیکھو مسیح اگر بزعم شما عالم الغیب تھا۔ اور سب کچھ جانتا تھا۔ تو ان منکروں کو بتا دیتا کہ فلاں ہے۔ اور یہ تو رمال۔ جفار۔ منجم بھی اس زمانہ میں کر سکتے ہیں۔ کیسا اعلیٰ و اچھا موقعہ تھا۔ صرف اتنی سی کرامات پر ہزارہا اس پر ایمان لے آتے۔ مگر مسیح نے وہاں ان کو یہ معمولی معجزہ بھی نہ دکھایا ؂

چھٹا حوالہ

متی کی انجیل کے بارھویں باب میں ہے۔ آیت ۳۸ " تب بعض کاہنوں اور فریسیوں نے اس سے کہا۔ اے استاد ہم چاہتے ہیں کہ تیرا ایک معجزہ دیکھیں۔ پر یسوع نے ان کو جواب میں کہا۔ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں۔ پر انہیں کوئی معجزہ یونس نبی کے نشان کے سوا دکھایا نہ جائیگا کیونکہ جس طرح یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ اسیطرح ابن آدم تین رات دن زمین کے پیٹ میں رہیگا۔

دیکھو فقیہہ اور فریسی معزز گروہ علماء کا معجزہ طلب کرتے تھے۔ اس پر مسیح نے انہیں

بد اور حرامکار فرمایا۔ اور نہ اسوقت کوئی معجزہ دکھایا۔ اور نہ کسی اپنے پہلے دکھائے ہوئے معجزے کا حوالہ دیا۔ بلکہ غصے کی راہ سے ایک ایسے معجزے کا وعدہ کیا۔ جس کو ان فریسیوں اور فقیہوں نے بچشم خود دیکھا بھی نہیں۔ اور معجزہ باہرہ ہونا چاہیئے۔ تا ہر مخالف و معاند پر اتمام حجت ہو جاوے۔ بلکہ یہود میں تو آج تک مشہور ہے کہ مسیح کے شاگرد اس کی لاش کو اس کی قبر میں سے چرا لے گئے۔ متی ۲۸/۱۴۔ اور یہ امر کہ مسیح تین رات دن قبر میں رہا۔ واقعات کی رو سے غلط ہے۔ اوّلاً ایوب ۷ کے خلاف ہے اور اعمال ۲۶/۲۲ و کونتھی ۱۵/۴۲ کی رو سے کئی اعتراضات اسپر وارد ہوتے ہیں۔ اور نیز اصلی نسخہ میں متی ۱۲/۴۰ یوں ہے "تین رات اور تین دن" مگر اناجیل کی رو سے مسیح ایک دن اور دو رات قبر میں رہے۔ لہذا یہ بھی غلط ہوا۔

ساتواں مقام یوحنا کے چھٹے باب میں یہود کے ساتھ مسیح کی گفتگو یوں منقول ہے آیت ۲۸ "انہوں نے اس سے کہا ہم کیا کریں تا کہ خدا کے کام بجا لاویں۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا۔ خدا کا کام یہ ہے۔ کہ تم اسپر جسے اس نے بھیجا۔ ایمان لاؤ۔ انہوں نے اس سے کہا۔ پس تو کونسا معجزہ دکھاتا ہے۔ کہ ہم دیکھ کر تجھ پر ایمان لاویں" دیکھو اس جگہ مسیح نے اپنے تئیں خدا کا رسول قرار دیکر یہود سے ایمان لانے کی درخواست کی۔ تو انہوں نے کہا تو کونسا معجزہ دکھاتا ہے کہ ہم دیکھ کر تجھ پر ایمان لاویں۔ اس وقت مسیح نے نہ کوئی معجزہ دکھایا۔ اور نہ آپ ان کے جواب میں کسی پہلے معجزے کا حوالہ دیا کہ دیکھو فلاں معجزہ کو دیکھ کر تم کیوں ایمان نہ لائے۔ یا کیوں ایمان نہیں لاتے۔ بلکہ اور باتوں میں ڈال کر ٹال دیا۔ جیسا اس سارے باب کے مطالعہ سے ظاہر و باہر ہے۔ اور یہودیوں کے قول سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے آگے کوئی معجزہ نہیں دیکھا تھا۔ اور اگر دیکھا بھی تھا۔ تو اسے بمنزلہ عدم کے سمجھتے تھے۔ اس جگہ یہود کو ضرور معجزہ دکھانا چاہیئے تہا۔ کیونکہ یہود کا یہ مطالبہ مسیح کی نبوت کے دوسرے سال میں تھا۔ پس ایسی ابتدائی حالت میں نبوت کے تسلیم کروانے کے واسطے ضروری کوئی معجزہ اس مجلس میں دکھانا چاہیئے تہا۔ مگر مسیح کوئی

معجزہ نہ دکھاسکا۔ پھر معجزات کس کے لئے تھے؟

آٹھواں موضع مقدس پولوس اپنے خط بنام اہل کرنتھ نمبر اوّل میں لکھتے ہیں۔ "جبکہ یہودی کوئی معجزہ طلب کرتے ہیں۔ اور یونانی لوگ حکمت کی تلاش کرتے ہیں مگر ہم مسیح مصلوب کا وعظ کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ یہودیوں کے حق میں ٹھوکر کا پتھر اور یونانی کے نزدیک نادانی ہے ۲۳ "۔

نسخہ فارسیہ میں ہے "ہرچند یہود متفحص آیت و یونانیان جویائے حکمت اند۔ لیکن ماندائے کنیم بر مسیح مصلوب۔ نسخہ عربی میں ہے۔ "لان الیہود یطلبون الآیت و الیونانیون یطلبون الحکمۃ فاما نحن فاننا نبشر بالمسیح مصلوبًا۔ دیکھو اس میں صاف مرقوم ہے کہ جب یہودی کوئی معجزہ طلب کرتے ہیں۔ تو ہم مسیح مصلوب کا وعظ کرنے لگتے ہیں اور جو لفظ ہم اور ما اور نحن کا متکلم مع الغیر کی ضمیر ہے۔ تو دلالت کرتا ہے کہ کچھ عیسائیوں کے مقدس پولوس پر ہی منحصر نہیں۔ سارے حواریوں کا یہی حال تھا۔ کہ جب یہودی معجزہ مانگتے تھے۔ ان کا جواب یہی تھا۔ کہ وعظ کرنے لگتے تھے۔ تو دیکھو یہودی حواریوں کے زمانے تک معجزہ مانگتے رہے۔ اور اسکے طلب پر نہ تو مسیح نے کبھی معجزہ دکھایا نہ حواریوں نے۔ لہذا ان یہود کے اہل علم کے ایمان نہ لانے کا سبب یہی تھا کہ وہ معجزہ نہ دکھا سکتے تھے۔ اب مسیحیوں کا یہ کہنا کہ مسیح ایسے ایسے معجزات رکھتا تھا خود کتاب مقدس کی رُو سے کیسا غلط و مہمل ثابت ہُوا۔ کیونکہ دیکھو صاف واضح ہے کہ اگر مسیح معجزہ دکھانے کی طاقت رکھتا۔ تو ہیرودیس کو کہ بڑا اشتاق تھا۔ فریسیوں اور یہودیوں کو ضرور معجزہ دکھاتا۔ لہذا اسی طرح پولوس رسول اور دیگر حواریین نے بھی کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اور یہ مقدس رسول پولوس کا کلام عین اسی طرح کا ہے۔ جس طرح کا کلام عیسائی معترضین پیش کیا کرتے ہیں کہ دیکھو قرآن میں صاف لکھا ہے کہ پیغمبر کو اظہار معجزات کے لئے نہیں بھیجا۔ بلکہ صرف وعظ کہنے کے لئے"۔ تو اپنی آنکھ کے شہتیر کو ضرور دیکھ۔

نکتہ چیں را چشم مے باید نخست۔

ایک آخری و ضروری گذارش

رسالہ حقائق قرآن کا ایک جواب منجانب مسٹر محمد علی ایم۔ اے پیغامیہ بلڈنگس بھی لکھا گیا ہے۔ جس کا نام حقیقۃ المسیح ہے۔ وہ بھی ہماری نظر سے گذرا۔ جسمیں وہی لٹریچر ہے۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود اور آپکے خلفاء کا ایسے اعتراضات کے جواب میں ہے۔ اور جو ہر کہ ومہ احمدی اپنے دل میں لئے ہوا ہے۔ اور موقعہ پر معمولی احمدی بھی وہی جوابات سنا کر مسیحیوں کو خاموش کرا سکتا ہے۔ مگر اس میں ایک جدت جو مسٹر موصوف کی اپنی ہے۔ جسمیں مسیح موعود کی سراسر مخالفت و معاندت ٹپکتی ہی عجیب ہے چنانچہ مسیح کی "پیدائش بے پدر" کی نسبت لکھتے ہیں "اسکے برخلاف حضرت مسیح کا معمولی انسانوں کی طرح پیدا ہونا قرآن کریم میں صاف مذکور ہے" مث قرآن کریم اسوقت جبکہ آپ رسالہ ریویو کے ایڈیٹر تھے۔ یہی تھا اس وقت تو آپ بھی ہماری طرح مسیح کی پیدائش کو بے پدر تسلیم کرتے تھے۔ مگر اب دوسرے عقاید کیطرح اس کو بھی تبدیل کر لیا۔ دیکھو ریویو مٰ صفحہ ۲۷۵۔ وہ جبکو تم نے "مسیح موعود" اپنا "پیشوا و امام" "حکم و عدل" تسلیم کیا تھا۔ جسکے روحانی فرزند ہونے کے آپ مدعی ہیں۔ جو قرآن سکھانے آیا تھا۔ جس کا کام جس کی ڈیوٹی اور جس کا فرض منصبی کسر صلیب تھا۔ وہ تو یہی عقیدہ رکھتا تھا۔ اور اسی عقیدہ کو اس نے اپنے اور اپنی جماعت کے عقاید کے مسلمات میں تسلیم کیا ہے۔ کہ مسیح بے باپ تھے۔ چنانچہ مواہب الرحمٰن میں سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر کو سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والوں کے عقائد میں داخل کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ "جو کہتے ہیں کہ عیسےٰ یوسف کے نطفہ سے پیدا ہوئے۔ وہ حقیقت کو جہالت سے نہیں سمجھتے" اور لکھا ہے "جو اس مسیح کے بے باپ پیدا ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کی قدر کو جیسا کہ اس کا حق ہے نہ جانا اور باوجود وجود بدر کے ظلمت میں بیٹھ گئے" آپ کے کلمات طیبات سے ہے۔ "جو اللہ تعالےٰ کو مسیح کے بے باپ پیدا کرنے پر قادر نہیں سمجھتا۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے" مگر مسٹر موصوف نے باوجود ان سخت تنبیہات کے ہوتے ہوئے حقیقت کو جہالت سے نہیں سمجھا۔ اور باوجود وجود بدر کے ظلمت میں بیٹھ گئے"

مولویصاحب قرآن شریف آپ مسیح موعود سے زیادہ سمجھ یا سمجھا سکتے ہیں کیا آپ اس کاسر صلیب سے زیادہ کسر صلیب کر سکتے ہیں۔ اگر مسیح کی پیدائش بے پدر مانتے میں عیسائیوں کی مدد و امداد ہے۔ تو پھر کیا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عیسائیوں کے ممد و معاون تھے۔ کیا اگر اس سے کسر صلیب بوجہ احسن ہو سکتی تھی۔ تو یہ حربہ مسیح موعود کو کیوں نہ دیا گیا۔ آپ پر واجب ہے۔ کہ اگر دلائل کی رُو سے آپنے اس مسئلہ کو تسلیم کیا ہے تو پہلے رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۵ء کے اس مضمون کا جس میں قرآن شریف و بائیبل کی رُو سے مسیح کو بے باپ ثابت کیا گیا ہے۔ اور جس کا جواب نہ ہو سکنے کی وجہ سے آپکے "پروفیسر فضل الٰہی" کو پیغام بلڈنگس کو ترک کرنا پڑا تھا۔ پہلے جواب تحریر کریں۔ اور اب جو آیات قرآن شریف کی آپنے پیش کی ہیں۔ ان کا جواب تو پہلے ہو چکا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ آپ اس بات کا دو حرفی جواب دیدیں کہ کیا آپ مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ قرآن سمجھ یا سمجھا سکتے ہیں یا ان سے زیادہ مسیحی مذہب کی تردید و ابطال کر سکتے ہیں یا اناجیل کی رو سے بھی اسی مذکورہ رسالہ میں بحث ہو چکی ہے۔ مگر یہ جو آپنے اب متی ۱/۱۸ و ۲۴ پیش کیا ہے۔ آپ کی تائید سے خارج ہے۔ کیونکہ صاف لکھا ہے "اور ان کے اکٹھا آنے سے پہلے وہ رُوح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی"۔ اکٹھا آنے سے کیا مراد ہے؟ یاد رہے۔ کہ اصل یونانی میں اکٹھا آنے کے لئے "سوالتھائن"[1] ہے۔ جسکے معنے مجرد مجامعت کے لئے باہم ملنا ہے۔ مراد یہ کہ مجامعت سے قبل حاملہ تھی۔ جبھی تو یوسف بموجب استثنا ۲۴ کے اُسے چھوڑنا چاہتا تھا۔ اگر یوسف کے نطفہ سے وہ حاملہ ہوئی تھی تو پھر یوسف کا چھوڑنا چہ معنی دارد۔ کیا مباشرت کو وہ بھول گیا تھا یہ یوسف کا صاف انکار ہے۔ مسیح کے پدر ہونے سے۔ پھر آیت ۲۵ میں ہے "اسکو نہ جانا" اس کے کیا معنے؟ یعنی پیدائش مسیح سے پہلے یوسف مریم کے پاس نہیں گیا۔ کیونکہ پیدا ہونیوالا موعود رُوح القدس کی قدرت سے تھا۔

پھر علاوہ ازیں آپ کو معلوم ہو کہ لوقا میں ہے۔ اور چھٹے مہینے جبرائیل فرشتہ

[1] سو کے معنے اکٹھا باہم۔ التھائن کے معنے آنا جانا۔ اصطلاح عام میں مجرد مجامعت کے لئے ہے۔

خدا کی طرف سے ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا۔ ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا۔ لوقا ۱/۲۷
لفظ کنواری اصل یونانی میں ہے۔ پارتھے ناس παρθενος
ہے۔ پروفیسر رابنس اور ہومر کے نزدیک اسکے معنے مجرد کنواری عہد عتیق کے مصری ترجمہ میں اور عبری سے عہد عتیق کے نسخہ جات میں ذیل کے مقامات میں عبری نسخوں میں موجود ہے کنواری ۱۶ پیدائش ۲۴/۴۳ و خروج ۲/۸ زبور ۶۸/۲۵ - امثال ۳۰/۱۹ - غزل الغزلات ۱/۳ - غزل الغزلات ۶/۸ - اس مقام کو بغور دیکھو) یسعیاہ ۷/۱۴ -

اہل لغت میں سے ڈاکٹر سمتھ صاحب کی بیبل ڈکشنری دیکھو۔ اس میں صاف لکھا ہے " لفظ علماہ قبل تولد کے جو بکارت کو صاف اور صریح ظاہر کرتا ہے۔ کبھی دلھن یا منگیتر زوجہ کے لئے نہیں بولا گیا۔ مجرد اسکے معنے کنواری ہے۔ جو مرد سے ناآشنا ہو"
اسکے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے امثلہ جات پیش کی ہیں۔

پس مولوی صاحب بہتر ہو کہ آپ اس اپنے پرورده خیال کو ترک کر دیں یا اسکو شہر کرتے وقت بیبل اور قرآن شریف کا نام نہ لیا کریں۔ صرف یہ کہہ دیا کریں کہ ہماری عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی"۔ قرآن شریف تو آپ مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ نہیں جانتے۔ اور بیبل سے آپ ناآشنا محض ہیں۔ خصوصاً اس کی اصلی زبان سے۔ پس آپ اپنی پردہ دری نہ کرائیں۔ یہ آپ کے لئے بہتر ہو گا۔

عیسائیوں کو جواب

مسیحیوں کو معلوم ہو۔ کہ مسیح کا بے باپ پیدا ہونا کوئی فضیلت نہیں رکھتا اول تو یہ معجزہ باہرہ نہیں۔ اس کا علم صرف مریم کو ہو سکتا ہے۔ دوئم۔ ملک صدق سالیم یعنے صلح کا بادشاہ دیکھو عبرانی ۷/۳ - جس کا نہ ماں نہ باپ نہ نسبتانہ نہ عمر کا شروع نہ آخر۔ مسیح کی تو والدہ تھیں۔ اسکے ماں اور باپ ہر دو نہیں۔ کیا مسیح سے افضل و اعلیٰ ہے۔ بغیر ماں یا باپ پیدا ہونا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ اس امر کی رُو سے کوئی اعلےٰ یا ادنیٰ نہیں ہو سکتا۔ البتہ ایک جہت سے ادنیٰ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ محبت پدری سے ناآشنا ہوتا ہے۔ فقط۔

جواب کا طالب
بندہ عبدالخالق نومسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اذان

اذان کے معنے لغۃً۔ اطلاع دینا ہے۔ وجہ مناسبت یہ کہ مؤذّن بھی نماز کے وقت دوسرے بھائیوں کو اطلاع دیتا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آکر نماز پڑھ لیں ۔

اذان کا ابتدا۔ اذان کا ابتدا بخاری شریف میں اس طرح پر مرقوم ہے۔ ان ابن عمر کان یقول کان المسلمون حین قدموا المدینة یجتمعون فیتحینون الصلاة لیس ینادی لها فتکلموا یوما فی ذلک فقال بعضهم اتخذوا ناقوسا مثل ناقوس النصاریٰ وقال بعضهم بوقا مثل قرن الیهود فقال عمر اولا تبعثون رجلاً ینادی بالصلاة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا بلال قم فناد بالصلاة رواه البخاری۔

ترجمہ۔ ابن عمر کہتے تھے کہ جب مسلمان مدینے میں آئے۔ اکٹھے ہوتے پس نماز کا وقت مقرر کرتے۔ اذان نہیں دی جایا کرتی تھی۔ ایک دن اس بارہ میں انہوں نے گفتگو کی۔ تو بعض نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح نماز کے وقت ناقوس یا یہود کی طرح قرن بجایا جایا کرے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تم ایک آدمی کیوں نہیں اٹھاتے۔ جو کہ اذان دے۔ تو رسول کریمؐ نے حضرت بلال کو اذان کے لئے فرمایا تو اس نے اذان دی۔

اذان کا وقت۔ نماز کے وقت اذان دی جاوے۔ وقت سے پہلے نہ دیجائے۔ اگر وقت سے پہلے دیجاوے تو اعادہ کیا جاوے۔ مگر فجر کی نماز کے واسطے اذان امام ابی یوسفؒ و شافعیؒ کے نزدیک آدھی رات سے درست ہے۔ لیکن باقی فقہاء کے نزدیک وقت سے پہلے جائز نہیں۔ اسلئے کہ اذان واسطے اطلاع کے ہے۔ اور قبل وقت کے تجہیل ہے۔ اسواسطے جب تک فجر ظاہر نہ ہو۔ اذان نہ دیجائے۔ دوسری بات یہ کہ طرز عمل صحابہ کا بھی اسی طرح مروی ہے

مؤذن کون ہو۔ مؤذن وہ ہونا چاہیئے۔ جو کہ وقتوں کو خوب پہچانتا ہو تاکہ ثواب موعود کو

پہنچے۔ یا نماز کے وقت کوئی شخص اذان دیدے۔ جیسے کہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ اذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذن لکم احدکم متفق علیہ۔

اذان کا ثواب یا اجر۔ اذان دینے والے کے لئے رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ قال لو یعلم الناس ما فی النداء والصف الاول ثم لا یجدوا الا ان یستھموا علیہ۔ کہ اگر لوگ جو کہ اذان دینے میں ثواب کا جانیں۔ تو پھر سوائے اسکے اور کوئی چارہ نہ پائیں۔ مگر یہ کہ قرعہ ڈالیں۔ رواہ البخاری۔ پھر رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ عن معاویۃ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول المؤذنون اطول الناس اعناقاً یوم القیٰمۃ۔ رواہ مسلم کہ موذن قیامت کے دن لمبی گردن والے ہونگے۔ پھر فرمایا۔ لا یسمع مدیٰ صوت المؤذن جن ولا انس ولا شی الا شھد لہٗ یوم القیامۃ۔ رواہ البخاری۔ کہ نہیں سنتا درازی آواز موذن کو کوئی جن وانس۔ اور نہ کوئی اور چیز۔ مگر وہ گواہی دے گی اسکے لئے قیامت کے دن۔ پھر فرمایا۔ من اذن سبع سنین محتسباً کتب لہٗ براءۃ من النار۔ رواہ الترمذی وابوداود وابن ماجہ کہ جو سات سال طلب ثواب کے لئے اذان دیوے۔ اسکے لئے آگ سے برأت لکھی جاوے گی۔

طرزِ اذان۔ اذان دیتے وقت قبلے کی طرف منہ کیا جائے۔ اور دونوں شہادت کی انگلیوں کو کانوں میں رکھا جاوے۔ اسلئے کہ کانوں میں انگلیاں رکھنا آواز کو بلند کرتا ہے۔ جیسے کہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امر بلالاً ان یجعل اصبعیہ فی اذنیہ قال ھذا ارفع لصوتک۔ رواہ ابن ماجہ۔ اور ٹھہر ٹھہر کے الفاظ اذان ادا کرے اور نہ گاوے اس طرح پر کہ کچھ حرکت یا حرف مد کو بڑھاوے۔ اور فقط اچھی آواز سے کہنا مکروہ نہیں۔ بلکہ اچھا ہے۔ اور حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح میں دائیں بائیں منہ کیا جائے۔

ترجیع اذان میں جائز ہے۔ ترجیع یہ ہے کہ کلمے شہادتین کے پہلے دو بار آہستہ پڑھے جاویں۔ پھر دوسری دفعہ دو بار اونچی آواز سے مؤذن کہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن ابی محذورۃ قال القیٰ علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التاذین ھو بنفسہ۔ فقال قل اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ مرتین اشہد ان محمداً رسول اللہ مرتین ثم تعود فتقول اشہد ان لا الٰہ الا اللہ مرتین واشہد ان محمداً رسول اللہ مرتین الخ رواہ مسلم۔ یعنے پہلے دو دو دفعہ کلمے شہادتین کے پڑھ کر پھر دوسری دفعہ دونو کلمے دو دو دفعہ کہے۔

سامعین اذان کا کام۔ سامعین اذان کے لئے رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ قال اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن رواہ البخاری۔ یعنے جب کوئی تم سے اذان سُنے۔ تو مؤذن کی طرح ساتھ ساتھ کہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے۔ ثم قال حی علی الصلاۃ قال لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ثم قال حی علی الفلاح۔ قال لاحول ولاقوۃ الا باللہ ثم قال اللہ اکبر اللہ اکبر قال اللہ اکبر اللہ اکبر ثم قال لا الٰہ الا اللہ قال لا الٰہ الا اللہ من قلبہ دخل الجنۃ۔ یعنی جب موذن حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح تو سامعین لاحول پڑھیں۔ اگر وہ سب کچھ دل سے کہیں گے۔ تو جنت میں داخل ہو جائینگے۔

کسکی اذان مکروہ ہے۔ جنبی۔ عورت۔ مست۔ مجنون کی اذان مکروہ ہے۔ اور اعادہ ان کا مستحب ہے۔ اور بے وضو اذان دے سکتا ہے۔ اسلئے کہ اذان ذکر ہے نماز نہیں کہ اسکے واسطے طہارت شرط ہو جاوے۔ مگر باوضو ہونا بہتر ہے۔

گھر میں نماز پڑھنے کا حکم۔ جو شخص گھر میں نماز پڑھے۔ اور اسکے محلے کی مسجد میں اذان ہوتی ہو تو وہ بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھے تو جائز ہے۔

کن کن نمازوں میں اذان دیجاوے۔ اذان سنت ہے ہر پانچوں نمازوں میں اور نماز جمعہ کے واسطے اور سوا اسکے نوافل وغیرہ میں اور قبل وقت کے سنت نہیں۔ تو عیدین اور کسوف وخسوف کی نماز میں اذان نہیں پڑھی جاویگی۔ حدیث میں آیا ہے۔ عن ابن عباس وجابر بن عبد اللہ قالا لم یکن یؤذن یوم الفطر ویوم الاضحیٰ۔ پھر لکھا ہے۔ اخبرنی جابر بن عبد اللہ ان لا اذان للصلوٰۃ یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعد ما یخرج ولا اقامۃ ولا نداء ولا شیٔ لا نداءُ

یومئذ ولا اقامۃ ۔ رواہ مسلم ۔ کہ عیدین کی نماز کے لئے نہ اذان کی ضرورت ہے اور نہ تکبیر کی اور قضاء کے واسطے بھی اذان کہنا بعد وقت کے سنت ہے ۔ اور اگر بہت ساری نمازیں فائتہ ہوں تو پہلی کے لئے اذان اور اقامت کہے ۔ باقیوں کے لئے اقامت کافی ہو ۔

اسلام کی فضیلت غیر مذاہب پر

اسلام میں دوسرے مذاہب سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ غیر مذاہب میں جو میلے سال بسال ہوتے ہیں ۔ اسمیں بہت سارے گندے قبیح مکروہ بد افعال کئے جاتے ہیں ۔ لیکن اسلام میں جو خوشی کے دن بھی رکھے گئے ہیں ۔ مثلاً عیدین ان میں بھی انسان کے پیدا ہونے کی غرض یعنے ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون کو ملحوظ رکھتے ہوئے عبادت ہی بتلائی گئی ہے ۔ تو مومن کو عیدین میں یہ خوشی ہوتی ہے کہ اے خدا آگے تو ہم پانچ نمازیں پڑھاتے تھے ۔ آج ہمارا خوشی کا دن ہے ۔ اسلئے آج ہم ایک چھٹی نماز تیرے حضور گذارتے ہیں ۔ اسی طرح غیر مذاہب میں جب عبادت کی جاتی ہے ۔ تو کوئی ناقوس بجاتا ہے کوئی قرن کوئی جرس ۔ لیکن اسلام میں عبادت کے واسطے بلانے کے لئے بھی خدا کا نام ہی رکھا ہے اور نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسلام فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا انسانی فطرت کے مطابق واقع ہوا ہے ۔ اور اسکی ہر ایک بات میں انسانی فطرت کو ملحوظ رکھا گیا ہے ۔ مثلاً اذان ہے ۔ اسکو ایسی ترتیب دیگئی ہے کہ جسقدر انسانی فطرت میں سوال ہوسکتے تھے ۔ ان کا جواب بھی ساتھ دیا گیا ہے ۔ اب اذان کا ترجمہ بطور سوال و جواب کے ذیل میں لکھا جاتا ہے ۔

ترجمہ اذان

پہلے موذن جب اللہ اکبر کہکر پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ اے سننے والو ۔ میں تمہیں اس خدا کے ذکر کی طرف بلاتا ہوں جو سب سے بڑا ہے ۔ چار دفعہ اللہ اکبر کہکر یہ بتاتا ہے کہ دیکھو تین دفعہ آواز دینے کا حکم ہے ۔ لیکن یہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے اسلئے میں چار دفعہ پکار دیتا ہوں تو آگے سامعین ندا کی طرف سے دو سوال ہوسکتے تھے ۔

(۱) انسان کی عادت ہے کہ جب کوئی بلاوے تو اس پکارنے والے کو پکارتا ہے کہ تو

مجھے بلانیوالا کون شخص ہے۔

جواب - تو مؤذن کلمہ شہادتین پڑھ کر کہتا ہے کہ میں تجھے بلانیوالا ایک مسلمان ہوں اگر صرف اشہد ان لا الہ الا اللہ ہی ہوتا۔ تو کافی نہیں تھا۔ کیونکہ کوئی کہہ سکتا تھا ایک خدا تو کئی ملنتے ہیں جیسے آریہ۔ تو مؤذن اشہد ان محمداً رسول اللہ کہکر بتا دیتا ہے۔ کہ میں دین محمدؐ یعنے اسلام پر چلنے والا شخص ہوں۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہو سکتا تھا کہ کوئی کہے کہ تم تو مجھے اس خدا کی طرف بلاتے ہو۔ جو رب سے بڑا ہے۔ مَیں جو اس سے چھوٹے خدا اور معبود ہیں۔ انکی اسوقت عبادت کر رہا ہوں۔

جواب - تو مؤذن اسکے جواب میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کہکر جواب دیتا ہے کہ خدا کے واسطے کوئی اور معبود نہیں۔ صرف پرستش کے لائق وہی ایک ہستی ہے۔ اور کوئی نہیں اور نہ دین محمدؐ یعنے اسلام میں حکم ہے کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرو۔

سوال - پھر دریافت کے بعد کہ بلانے والا کون ہے سوال کیا جاتا ہے (جو سننے والا کہتا ہے) کہ تو مجھے کس لئے بلاتا ہے۔ کونسا ایسا کام ہے۔ جسکے لئے تو مجھے بلا رہا ہے

جواب - مؤذن جواب میں حیّ علی الصلوٰۃ کہتا ہے کہ اے سننے والے میں تجھے نماز کے لئے بلا رہا ہوں کہ آ کر نماز پڑھ۔

سوال - پھر اذان کے سامع کی طرف سے سوال ہوتا ہے کہ مَیں جو اپنا کام چھوڑ کر آؤں مجھے نماز پڑھنے سے کیا فائدہ ہوگا۔

جواب - تو مؤذن جواب میں کہتا ہے کہ حیّ علی الفلاح۔ کہ اگر تو نماز پڑھے گا۔ تو تُو کامیاب ہوگا اور تجھے آرام حاصل ہوگا۔ اسپر

سوال - نماز فجر کی اذان میں سامع کی طرف سے یہ سوال ہوتا ہے کہ اسوقت تو مجھے میٹھی میٹھی نیند آرہی ہے۔ کیسی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اور بڑا سرور حاصل ہے

جواب - تو مؤذن جواب میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہتا ہے کہ نماز نیند سے بہتر ہے۔ اور یہ سرور تو عارضی ہے۔ لیکن نماز پڑھنے سے جو سرور حاصل ہوگا وہ دائمی ہوگا اسلئے اس عارضی راحت و سرور کو چھوڑنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ دائمی سرور کو چھوڑا جائے

اسکے بعد پھر مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہکر پکارتا ہے۔ اور اپنے ذمہ سے فارغ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارا کام تو اطلاع دینا تھا۔ سو ہم نے اطلاع دیدی۔ اور آپ کے سوالوں کا جواب بھی دیدیا۔ پس مبارک ہے وہ جس نے کہ اس ندا پر عمل کیا۔ اور نماز کی طرف چلا گیا۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ۔

جلال الدین از سیکھواں

حق الیقین فی معنے خاتم النبیین

یہ تازہ تالیف مولانا حکیم عبید اللہ صاحب بسمل کی ہے۔ جو علماء کبار سلسلہ احمدیہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیمی مخلصین ہیں۔ اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت پر آپ نے پر کن بحث کی ہے۔ اور کوئی پہلو تشنۂ تحقیق باقی نہیں چھوڑا اسی طرح حدیث لا نبی بعدی کی خوب چھان بین کی ہے۔ نبوت کی تعریف۔ آیت اخرین منہم لما یلحقوا بہم اور مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد پر شرح و بسط سے لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ لکھنے کا حق ادا کردیا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی رب سے پہلے مخالف اور مولوی محمد احسن صاحب امروہی سب سے آخری دشمن مولوی محمد علی مونگیری (ابو احمد رحمانی) اور مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے مقابل پر ہمارے فاضل مبارز نے جو رنگ دکھائے ہیں۔ اور اپنے شمشیر قلم کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔ میں انشاء اللہ یہ کتاب لفظاً بلفظ پڑھ کر مفصل ریویو کروں گا۔ فی الحال احباب کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کی قدر کریں۔ بلکہ نہایت افسوس ہوگا۔ اگر ایک ماہ کے اندر اندر کل کتاب نہ نکل گئی۔ مولانا ایک درویشانہ زندگی بسر کرنے والے بزرگ ہیں سامان طباعت خصوصاً کاغذ کی گرانی۔ باایں ہمہ آپ نے ۱۸۴ صفحہ کی کتاب ۲۰×۲۶/۸ تقطیع عمدہ کاغذ پر خوشخط چھپوائی ہے۔ ایک روپیہ قیمت اخراجات طبع کے قریب ہے

اور بہت سی رقم ابھی قرض واجب الادا ہے۔ اسلئے احباب کو چاہیئے کہ جلد سے جلد اسے خرید لیں۔ اور مخالفین پر اتمام حجت کریں۔ کتاب خدا کے فضل سے ایک زبردست ہتھیار حضرت مرزا صاحب کو نبی ماننے والی جماعت کے ہاتھ میں ہے۔ مبارک وہ جو اسے اپنے پاس رکھیں۔

اِس کتاب کے متعلق

حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد

مینے مکرمی مولوی عبدالشکور صاحب کی کتاب حق الیقین کا مطالعہ کیا ہے اور اسے نہایت مفید پایا ہے۔ مسئلہ نبوت کے متعلق جو کچھ اختلاف اسوقت احمدیوں یا غیر احمدیوں میں ہے یا جو اختلاف کہ اسوقت بعض احمدی کہلانے والے ہم سے رکھتے ہیں۔ اسکے متعلق مولوی صاحب نے نہایت بسط سے اس کتاب میں بحث کی ہے۔ اور خوب کی ہے۔ اور کئی نئی دلائل اس میں درج کی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت صداقت پسند طبائع کے لئے بہت مفید ہوگی۔ ہماری جماعت کے احباب کو چاہیئے کہ جہانتک ہو سکے۔ اسکی اشاعت میں سعی کریں تاکہ متلاشیان حق کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے۔ اللہ تعالیٰ مولویصاحب کو ان کی محنت و کوشش کے بدلہ میں جزائے نیک عطا فرمائے اور اسکے اچھے سے اچھے ثمرات پیدا کرے ؛

خاکسار مرزا محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

واولٰئک ھم المفلحون ۝

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۴ ‖ بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۹ء مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۷ ‖ نمبر ۲

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے ۲/۸ عہ، غیر ممالک سے ۳ روپے، طلبا سے ۲ عہ

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی* مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

* پرنٹر

انتظام سلسلہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا اعلان

تمام احباب جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے کہ ضروریات سلسلہ کے پورا کرنے کے لئے قادیان اور بیرونجات کے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ سلسلہ کے مختلف کاموں کے سرانجام دینے کے لئے چند ایسے افسران مقرر کئے جائیں۔ جن کا فرض ہو کہ وہ حسب موقعہ اپنے متعلقہ کاموں کو پورا کرتے رہیں اور جماعت کی تمام ضروریات کے پورا کرنے میں کوشاں رہیں۔ فی الحال میں نے اس غرض کے لئے ایک ناظر اعلیٰ۔ ایک ناظر تالیف و اشاعت۔ ایک ناظر تعلیم و تربیت ایک ناظر امور عامہ اور ایک ناظر بیت المال مقرر کیا ہے۔

ناظر اعلیٰ مکرمی مولوی شیر علی صاحب ناظر تالیف و اشاعت مکرمی مولوی شیر علی صاحب ناظر تعلیم و تربیت مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ ناظر امور عامہ عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب۔ ناظر بیت المال۔ مکرمی ماسٹر عبد المغنی صاحب۔ ان کے علاوہ جماعت کی ضروریات افتار اور قضاء کو مدنظر رکھ کر افتار کے لئے مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ مکرمی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور مکرمی حافظ روشن علی صاحب کو۔ اور قضاء کے لئے مکرمی قاضی امیر حسین صاحب مکرمی مولوی فضل الدین صاحب اور مکرمی میر محمد اسحٰق صاحب کو مقرر کیا ہے۔ آئندہ جو تغیرات ہونگے۔ ان سے وقتاً فوقتاً احباب کو اطلاع دیجاتی رہیگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ احباب ان لوگوں کے کام میں پوری اعانت کرینگے۔ اور سلسلہ کی کسی خدمت سے دریغ نہ کرینگے۔ ابتدائی کام میں بعض ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے ان احباب کو بیرونجات کے احباب کی بہت مدد کی ضرورت ہوگی۔ جس کے لئے ان کو بہت سا وقت خرچ کرنا ہوگا مگر اللہ تعالےٰ کی رضا کے حصول اور اپنے قائم کردہ سلسلہ کے استحکام کے لئے مجھے یقین ہے کہ سب احباب اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کرینگے۔ اور ہر طرح انکا ہاتھ بٹاکر ثواب کے مستحق ہونگے۔ اور ان کی تحریرات کو میری ہی تحریرات سمجھیں گے۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

خاکسار مرزا محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۹ء

دیانندی تصنیفات پر سرسری نظر

ڈیڑھ برس کے قریب ہوا جب ہمیں بانی آریہ سماج کی اردو تصنیفات یعنی ستیارتھ پرکاش "رگ وید آدی بھاش بھومکا" وغیرہ کے مطالعہ کا اتفاق ہوا اور ساتھ ہی اسکے چند ایک دیانندی حضرات سے ملاقات میسر آئی۔

پس دوران مطالعہ میں ہی جو جو ان تصنیفات کی پیش کردہ "ویدک تعلیم" کے متعلق ہمارے دل میں اعتراض پیدا ہوئے۔ وہ وقتاً فوقتاً بغرض تکمیل تحقیق ویدک تعلیم اپنے سماجی دوستوں کے روبرو (ستمکھ) رکھے گئے۔

عذر نامعقول

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب بھی ہمارے دوستوں نے پیش کردہ سوالات کو ملاحظہ کیا۔ تب ہی اسکے جوابات سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ اور فوراً کہدیا کہ بھائی یہ اردو تراجم کوئی سند نہیں ہیں۔ اردو زبان نامکمل ہے

(اچہ نوشس) کیونکہ اصل عبارت ہندی کا مفہوم اُردو زبان میں ادا کرنا ناممکن سا ہے اور دیگر ترجمہ ترجمہ ہی ہے۔ نیز بیچ میں جب مترجم کے اپنے خیالات کا بھی ضرور دخل ہونا لازمی اُمور میں سے ہے (سماجی مترجم ہی ایسا کر سکتے ہیں) اسلئے یہ تراجم غیر معتبر ہیں اور ہمارے لئے قابل تسلیم نہیں۔

اگر تم ہندی کی اصل عبارت پیش کرو۔ تو پھر ہم تمہارے سوالات یا شکوک کا کما حقہٗ تسلی بخش جواب دے سکینگے۔ جس سے کہ تمہاری پوری پوری تسلی و تشفی ہو جائے۔

دراصل یہ بات اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی۔ ہمارے دوستوں کا ایسا کلام کرنا محض دفع الوقتی کی خاطر ہوتا ہے۔ کیونکہ جب دیکھتے ہیں کہ ویدک تعلیم پر اس اعتراض سے سخت چوٹ پڑتی ہے۔ اور بچاؤ کے لئے کوئی سبیل نہیں تو آخری حیلہ یہی پیش کر دیا جاتا ہے۔ جس کا ذکر اوپر کر آئے ہیں۔ ہمارے ناظرین میں سے بہتوں کو ایسے سماجیوں سے واسطہ پڑا ہوگا۔ جو ہمارے اس قول کی تائید کرینگے۔

اصل میں بانی آریہ سماج کی تصنیفات میں جگہ جگہ تناقض اور اختلاف ہے۔ ایک مقام دیکھا جائے تو دوسرے مقام پر پہلے مقام سے عین خلاف لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں تو مرقوم ہے کہ تین اشیاء ازلی ہیں۔ دوسرے مقام پر پانچ ازلی۔ تیسری جگہ یہ لکھا ہے کہ ایشور سب سے پہلے موجود تھا۔ اب ایک محقق کے لئے اصل نتیجہ تک پہونچنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے (محقق ایسی جگہ پسینے کیا آئیگا۔ کاتب رسالہ ہذا) پھر اپنے مطالب کو ثابت کرنے کے لئے دوسری کتب کا حوالہ دیا ہے۔ اصل کتب میں اُن پیش کردہ عبارات کا نام و نشان ہی مفقود ہے۔ مثال کے طور پر ایک عبارت نقل کرتے ہیں معلوم ہو جائیگا کہ بانی آریہ سماج کہاں تک احتیاط سے کام لیتے تھے۔

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۷

"تتو منشیا جاینت" یہ یجروید میں لکھا ہے۔

اس عبارت کا مطلب لکھتے ہیں "شروع دُنیا میں ہزاروں انسان پیدا ہوئے۔"

ہم علی الاعلان بڑے دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ عبارت جس کو یجروید کی بتایا گیا ہے ہرگز

یجُر وید میں نہیں۔ اگر کوئی سماجی دکھلاوے۔ تو ہم اُسکو مبلغ پچاس روپیہ بطور انعام دینگے۔
اِسیطرح ان تصنیفات میں گالی گلوچ سے کام لیا گیا ہے۔ جس کا نمونہ الفضل و تشحیذ و فاروق وغیرہ میں کافی سے بڑہکر ناظرین نے ملاحظہ کیا ہوگا۔

آخر کار ہم نے ہندی بہاشا سیکھی۔ اور بعد اِسکے دیانندی تصنیفات کا مطالعہ شروع کیا۔ جو تعداد میں دو درجن سے زیادہ ہی ہیں۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ آریہ صاحبان کا اُردو تراجم کو غلط کہنا حقیقتاً دہوکہ دہی سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب ہمنے ہندی عبارات اور اُردو تراجم کا مقابلہ کیا۔ تو سر مُو فرق نظر نہ آیا۔

اَب ہم بانیٔ آریہ سماج کے اُردو و ہندی ہر دو تصنیفات و تراجم سے ایک ایک اعتراض محض بطور نمونہ ناظرین کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمیں کسی سے عداوت نہیں۔ محض تحقیق حق کے لئے ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ اِس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ سماجی دوست بھی ہمارے اِس کار خیر میں شریک ہو کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائینگے یعنے اگر ہمارے پیش کردہ سوالات کا جواب وہ دے سکتے ہوں تو ضرور اِدہر توجہ فرماویں مگر یہ بات ہم کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جو سماجی مہتر ہمارے پیش کردہ سوالات کا جواب لکھنے کا ارادہ کرے۔ پہلے اُسے تہذیب و شرافت کو مدِ نظر رکھ لینا ضرور ہو گا۔ کیا ہم سماجیوں سے اُمید رکھیں؟ کہ وہ ہمارے مندرجہ ذیل زبردست اعتراضات کا جواب دینگے یا بقول غالبؔ ؎

غالبؔ تمہیں کہو کہ ملیگا جواب کیا	ماناکہ ہم کہا کئے اور وہ سنا کئے

ہمارے مطالبات

سب سے اوّل ہم دیانندی تصنیف سنسکرت و ہندی بہاشا (جو سارہے ۹ ہزار صفحات اور ۹ جلدوں میں تقسیم ہے) کو ہی لیکر ہر ایک جلد میں سے ایک ایک اعتراض بطور نمونہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:۔

(۱)

"جیسے آم اور کٹہر وغیرہ درخت۔ بغیر ڈالی پھلدار ہونے سے جانداروں کو سُکھ دینے ہار ہوتے ہیں" الخ جلد ۱ صفحہ ۱۳۴ - رِگوید منڈل ۱ سکت ۹ منتر ۹

بقول سوامی دیانند ایشور جی مہاراج اپنی بانی رگ وید میں تو آم وغیرہ اشجار کو نافع خلائق بیان فرماتے ہیں مگر اپنی دوسری پوتھی یجروید ادھیائے منتر میں اسکے برخلاف یہ گل فشانی فرماتے ہیں :۔

"اے سپہ سالار تو آم وغیرہ درختوں کے کاٹنے کو ہتھیار حاصل کر۔"

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایشور جی مہاراج پہلے آم وغیرہ درختوں کو سکھ دینے والے فرما رہے ہیں۔ پھر دوسری پوتھی میں انہی کے کاٹنے کا حکم دے رہے ہیں تو ان دونوں مرقومہ بالا بیانات میں سے کونسا صحیح و راست ہے۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں آپ باصواب بننا چاہیئے ؎

(۲)

"ہے قابل تعریف دولت سے مالامال (ایشور) سب کاروبار کے کرنے کو قوی دشمنوں کو ناش کرنیوالے سبھا کے مالک آپ ہم رعایا کے لوگوں کو مت ماریئے۔ اپائے (بے انصافی) سے دنڈ (سزا) مت دیجئے۔ سوابھاوک (طبعی) کام اور ہم لوگوں کے جو جسم سے سدھ انکے ورتمان (موجودہ) پیارے بھوجنوں کو اشیائے خوردنی) مت چرائیے۔ ہمارے انڈے کے سمان (طرح) جو گربھ (حمل) میں سیتھت قائم ہیں۔ ان پرانیوں (جانداروں) کا ودیرن مت کیجئے۔

(اور) لوگوں کے سونے چاندی کے پاتروں (برتنوں) کو مت بگاڑیئے۔ الخ

جلد دوم صفحہ ۱۷۴۔ منڈل ۱۔ سکت ۱۴۔ امنتر ۸

(محولہ بالا منتر کی تشریح کے لئے کتاب آریہ بھونے خورد صفحہ ۱۴۸ مصنفہ بانی آریہ سماج ملاحظہ ہو) اس وید منتر میں ایشور کو نہایت ہی مذموم صفات سے متصف دکھلایا ہے۔

(۱) اشیائے خوردنی کا چرانے والا

(۲) اسقاط حمل کا مرتکب۔

(۳) لوگوں کے سونے چاندی کے برتنوں کو بگاڑنیوالا۔

اے آریہ سماج کے سبھا سدھو (ممبرو) کہاں ہو۔ خدارا انصاف کی نظر سے اس منتر کو دیکھو

اور بتلاؤ کہ حقیقتاً وہ قدوس و پوتر ہستی جو تمام نقائص و عیوب سے منزہ ہے۔ ان افعال ذمیمہ کی مرتکب ہو سکتی ہے یا ایسی کتاب جس میں اس نہایت ہی اعلیٰ ذات پر جو تمام خوبیوں سے موصوف ہے۔ یہ الزام ہوں۔ الہامی کتاب کہلا سکتی ہے۔

(۳)

"جو برہما (خدا) شیگرگمن (تیز رفتار) کو پشٹ (مضبوط) کرتا ہوا جیو (روح) کو کنپاتا اور گھروں کو یعنی ارواح کے اجسام کے بیچ نشچل (قائم) ہوتا ہوا سوتا ہے"

(رگوید جلد سوئم صہ ۶۳۳۔ منڈل ۱۰ سکت ۱۶۴۔ منتر ۳۰)

اے ہمارے ملکی آریہ بھائیو! بتلاؤ تو سہی کہ جس کتاب میں خدا کو "سونیوالا" لکھا ہو۔ اور برعکس اسکے جو کتاب اس ورا الوراء قدوس ہستی کے متعلق یہ بیان دیتی ہو کہ لا تاخذہٗ سنۃ ولا نوم۔ نہ اسکے لئے اونگھ نہ نیند۔

ان دونوں میں سے کونسی الہامی کتاب ہونے کا حق رکھتی ہے۔

(۴)

"ہے منشیو (انسانو) جو مجھے ترپت (سیر) کرے جو مجھ کو سکھ دیوے۔ جو مجھ کو نشچنت بودھ (یقینی علم) کراوے۔ جو اندریوں سے یگیہ کرتے ہوئے مجھ کو اچھے پرکار (عمدگی سے) سمیپ (نزدیک) پراپت (حاصل) ہووے وہ مجھ کو سیون (حاصل کرنے) یوگیہ (لائق) ہے"

(رگوید جلد چہارم صہ ۵۶۳۔ منڈل ۲ سوکت ۳۰۔ منتر ۳)

ایشور جی مہاراج انسانوں کو فرماتے ہیں کہ میرے ملنے کے لائق وہی انسان ہے، جو مجھ کو سیر کرے۔ یقینی علم حاصل کرائے۔ سکھ دے وغیرہ۔ کیا ہی مزے کی بات ہے۔

اے دن ہم سے برسر پرخاش رہنے والے دوستو! ذرا انصاف سے بتلانا یہ کلام ایشور کا ہو سکتا ہے۔ کیا ایشور سیر نہیں ہے کیا وہ دکھی ہے۔ جو سکھ کی تمنا کرتا ہے۔ کیا اسکا علم ابھی تک ناقص یا غیر معتبر ہے۔ جس پر اسے یقین نہیں آتا اور خواہش کرتا ہے کہ مجھے حقیقی اور یقینی علم حاصل ہو؟

جو کتاب یہ تعلیم دے کہ اے انسانو تم ہر وقت رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً کا ورد رکھو۔ یعنے ہر وقت علم کی افزونی و زیادتی کی التجا کرتے رہو۔ کیونکہ وہ تمام علموں کا مالک ہے۔ ان عمدہ صفات کے بیان کرنے والی کتاب کے مقابل پر ایسی کتاب جو سرے ہی سے خدا کو علم سے کورا ظاہر کر رہی ہو۔ الہامی ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے۔

(۵)

"ھے اِندر (پرمیشور کا صفاتی نام) وشیش ایشوری کے دینے والے آپ پرشٹ پدار تھ کے رس کا پان کرنیوالے" الخ

(جلد پنجم صہ ۴۲۸۔ منڈل ۳۔ سوکت ۴۳۔ منتر ۷)

ہمارے ساجی ستر و بتلاؤ تو سہی کہ ایشور جی مہاراج بھی رس یعنی عرقیات کو نوش جان فرمایا کرتے ہیں۔

جلد ششم

"ھے راجن جس سے آپ بل یکت سینا (بہادری سے متصف فوج) کی ڈھٹائی سے اُس شترو (دشمن) کے نگروں (دیار) کو اچھے پرکار سینچیں (روندیں) ایتو اپس شترؤں کو چورنت (چور چور) کرو" الخ

(جلد ۶ صہ ۱۲۵۹۔ منڈل ۴۔ سوکت ۳۰۔ منتر ۱۳)

معزز ناظرین! شری سوامی دیانند کا مرقومہ بالا ترجمہ بغور ملاحظہ فرمایئے۔ اور بعد اسکے صاحب موصوف کی مندرجہ ذیل عبارت کو دیکھئے۔ کہ وہ ایسی تعلیم کے بیان کرنیوالی کتاب پر کیا ریمارک کرتے ہیں۔

کافروں (منکرین حقیقت) کی جڑ کاٹنے اور انکی گردن مارنے اور ان کے جوڑوں کو کاٹنے کا خدا حکم دیتا ہے۔ اور اس کام میں ان کا مدد و معاون بنتا ہے۔ کیا یہ خدا راون سے کچھ کم ہے۔" ستیارتھ پرکاش اردو صہ ۵۹۱

ہمیں اس ویدمنتر پر مزید حاشیہ آرائی کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہماری ڈیوٹی (فرض) کو سوامی جی نے پورا کر دیا ہے۔ جسکے لئے ہم انکے مشکور ہیں۔

پس سوامی جی ہی کے قول سے ویدک ایشور "راون سے کچھ کم نہیں" ثابت ہوا اب بتائیے جس کتاب میں ایسی تعلیم ہو جو ایشور کو راون کی پوزیشن میں پیش کرے۔ کیا وہ ایشوری گیان ہونے کی مُدعی ہو سکتی ہے۔

(۷)

(صرف اردو ترجمہ)

"ہے انسانوں میں آج آپ لوگوں کے لئے زندگی بسر کرتے ہوئے عالم دولتمند اور داتا۔ خوبصورت دولت اور سلطنت کو بھی اچھی طرح چاہتا ہوں۔ اور اے بہتوں کی پرورش کرنے والے "اگرنی راجا" میں مطمئن ہر روز آپ دونوں (راجہ و رعایا) کو عمدہ طور سے برتاؤں" الخ

(جلد ۷ صہ ۴۸۹ - منڈل ۱۵ - سوکت ۴۹ - منتر ۱)

یہاں خدا دولت وغیرہ کی خواہش کرتا ہوا دکھلائی دے رہا ہے۔ اور راجا و رعایا سے التجائیں کرتا ہے۔ معلوم نہیں۔ آریہ صاحبان عقل کو جواب دے کر ایسی تعلیم پیش کرنیوالی کتاب کو الہامی کیوں بتا رہے ہیں ؛

(۸)

"ہے وِدوان (عالم) جو پہلے وِدیا گرہن (حصول علم) کئے ہوئے وِدوان شخص"

(منڈل ۷ - سکت ۲۱ - منتر ۷)

مندرجہ بالا منتر میں یہ فقرہ "جو پہلے حصول علم کئے ہوئے عالم" کیا اس فقرہ کے آگے قدامت وید کا خام دعوٰی استوار رہ سکتا ہے ؛

اے سماجی مترو دلائل و براہین سے کام لو۔ اندھے وشواسی نہ بنو ؛

(۹)

(صرف اردو ترجمہ)

"ہے علم و دولت سے مالا مال اندر۔ علم و دولت دینے والے جو آپ جن پہلے شخصوں سے علم حاصل کیا۔ ان رشی لوگوں سے ویدوں کو سنو۔ اور جو لوگوں میں صادق ہی ہونے ہیں"

(جلد نہم رگ وید صفحہ ۳۷۸ - منڈل ۷ - سکت ۱۹ منتر ۴)

سماجیو! اس منتر کے جن الفاظ کو ہم نے خط کر دیا ہے۔ انکو ملاحظہ فرما کر "قدامت وید"
کے بے دلیل دعویٰ سے مقابلہ کیجئے۔ اور جو نتیجہ نکلے۔ اس سے ہمیں مطلع فرما دیں۔
رگوید کے ان حوالہ جات کے بعد اب ہم یجروید بھاش سے کچھ ہدیہ ناظرین کرتے
ہیں:۔

(۱۰)

"جس لئے ہے جگدیشور ... ... میں آپ پڑھنے پڑھانے ہارے
دونوں پریتی (محبت) کے ساتھ ورت کر (ملکر) وودان دھارمک (عالم دیندار)
ہوں کہ جس سے دونوں کی وِدیا (علم) وردھی (ترقی) سدا (ہمیشہ) ہووے۔ الخ"
(دیانندی تفسیر یجروید ادھیائے ۵۔ منتر ۶ جلد اوّل صفحہ ۱۳۷)

چہ خوش۔ آریہ مہتوں کے معبود ایشور ابھی تک۔ علم و عمل سے محض کورے ہی نظر
آتے ہیں۔ اور انسانوں کے ساتھ ملکر علم و عمل کی ترقی کے وسائل سوچ رہے ہیں
اے اس کو خواہ مخواہ "ایشوری گیان" کہنے والو! ہوش کی دوا کرو۔ کیا خدا
بے علم اور دینداری سے خالی محض ہے۔ کیا ایشوری صفات کو جو کتاب اس رنگ میں
پیش کرے۔ وہ الہامی ہو سکتی ہے۔

(۱۱)

"ہے پرمیشور و راجن آپ اگنی (آگ) کے لئے موٹے پدارتھ (اشیاء) کو پرتھوی
(زمین) کے لئے بغیر پاؤں کے رینگنے والے سانپ وغیرہ آکاش اور زمین کے درمیان
کھیلنے کو۔ بانس سے ناچنے والے نٹ وغیرہ کو ... ... پیدا کیجئے"
(تفسیر دیانندی یجروید جلد دوم صفحہ ۱۰۳۹۔ ادھیائے ۳۰۔ منتر ۲۱)

نٹ پیدا کرنے میں ایشور کی کونسی حکمت ہے۔ دوسرا اس پر ہمارا یہ سوال ہے کہ جب اس
ایشوری حکم کے ماتحت روزانہ ہر شخص دعا کرے کہ اے ایشور سانپ پیدا کرو۔ جلد سانپ
پیدا کرو۔ اور خدا ان کی دعا قبول کر کے روزانہ ہی ہر گھر میں دو چار سانپ پیدا کر دے
تو اسے دیانندی حضرات بتلاؤ انسانی زندگی دشوار ہو گی یا امن سے گذریگی۔
یجروید کی تفسیر کے بعد اب ہم سوامی جی کی کتاب "رگوید آدی بھاش بھومکا" ہندی

اس کے اُردو تراجم میں سے کچھ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

(۱۲)

"جو جو ایشور کی اُپاسنا (عبادت کرنیوالے لوگ ہیں۔ وے سب دُکھوں سے چھوٹ کر سب منشیوں میں اتنئیت (بہت ہی) پُوجیہ (بندگی گذار) ہوتے ہیں۔ جہاں عالم لوگ پُرشارتھ (ہمت و محنت) سے جس چیز کو حاصل کر کے منتیہ (ہمیشہ) آنند (سرور) میں رہتے ہیں اسی کو موکش (مکتی نجات) کہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے پرت (علیحدہ) ہو کے سنسار (دنیا) کے دُکھوں میں کبھی نہیں گرتے۔ ان معنوں میں نرکت کار کا بھی یہی ابھپرائے (مطلب) ہے۔ کہ جو پرمیشور کے اننت پرکاش (بہت چمک) میں نجات کو حاصل کرتے ہیں۔ وہ پرمیشور ہی کے پرکاش (روشنی) میں سدا رہتے ہیں۔ ان کو اگیان روپ اندھیرا نہیں ہوتا"

رگوید بھاش بھومکا ہندی ۱۳۲ بحوالہ یجروید ۳۱/۱۸ ایڈیشن ۴

سماجی مِترو! تمہارا نجات کے متعلق تو یہ عقیدہ ہے کہ نجات عارضی ہے دائمی نہیں اور اسلامی نجات سے انکار کیا کرتے ہو۔ دیکھو اینٹ کی عینک نہیں بلکہ پتھر کی شفاف عینک لگاکر اس محولہ بالا پیش کردہ وید منتر از سوامی جی کو غور و تدبر سے پڑھو۔ اور اسلامی عقیدہ کے آگے اگر فلاح دارین مطلوب و مقصود ہو تو سر تسلیم خم کر کے حلقہ بگوش ہو جاؤ۔ اگر ضد مانع ہو تو علی الاعلان اس منتر و سوامی جی کی عبارت کی تکذیب کرو۔

(۱۴۳)

"اس پُرش (پرمیشور) نے پرتھوی یعنے زمین کے بنانے کے لئے پانی سے اسکو لیکر مٹی کو بنایا۔ اسیطرح اگنی کے رس سے پانی کو پیدا کیا۔ اور آگ کو ہوا سے۔ اور ہوا کو آکاش سے اور آکاش کو پرکرتی (مادہ) سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ اور یہ تمام قدرت وصفت اُسی کی ہے" بحوالہ یجروید ۳۱/۱۷

بھاش بھومکا ترجمہ بابو نہال سنگھ آریہ اُردو صفحہ ۲۸

کیا آریہ سماج کا دعویٰ کہ "پرکرتی یعنی علت مادی ازلی ہے" اس یجروید کے منتر کے

سامنے قائم رہ سکتا ہے ؟ کہ یا نندیو! یا تو اس وید منتر کی تکذیب کر دیا اپنے دعوئی سے چپ چاپ دست بردار ہو کر ہمارے منہ نہ آؤ۔

(۱۴)

"اور زمانہ ماضی مستقبل اور حال کا کل حال ویدوں میں ظاہر کیا گیا ہے"

کتاب بھاشیہ بھومکا ترجمہ مہاتما منشی رام اردو مطبوعہ ۹۴ بحوالہ منو ۱/۱۲

اس پر بڑا یہ اعتراض ہے کہ جس کتاب میں قرون اولیٰ کا ذکر و اذکار پایا جائے۔ وہ ازلی کس طرح ٹھہر سکتی ہے۔ پس اس عبادت کی رو سے وید ازلی نہ رہے۔

(۱۵)

ستیارتھ پرکاش سے کچھ

ملاحظہ ہو اصلی ستیارتھ پرکاش ہندی مطبوعہ ۱۸۷۵ء صفحہ ۴۲ - (جس کو آریہ سماج نے مدت سے ناپید کر رکھا ہے) جس میں مردوں کے شرادھ کو بدلائل ثابت کیا ہے۔ مگر اب نئی ستیارتھ پرکاش میں وہ بیان ہرگز نہیں ملتا۔ بلکہ مردوں کے شرادھ کے خلاف نظر آتا ہے یہ ناسخ و منسوخ کا جھگڑا۔ سوامی جی کی کرتب سے کیا نظر آتا ہے۔

(۱۶)

پنڈت دیانند صاحب کی تاریخدانی

"جب تک آریہ ورت دیس (ہندوستان) سے تعلیم نہیں گئی تھی تب تک مصر و یونان اور یورپ دیش آدِ ستھ منشیوں (یورپین باشندے) میں کچھ بھی علم نہ تھا۔ اور انگلینڈ کے کولمبس آدی (وغیرہ) پرش امریکہ میں جب تک نہیں گئے تھے۔ تب تک وہ بھی ہزاروں لاکھوں کروڑوں سالوں سے مورکھ یعنی بے علم تھے"

ستیارتھ پرکاش ہندی ایڈیشن دوم۔ مطبوعہ ۱۸۸۴ء

معزز ناظرین! سوامی جی کی تاریخدانی ملاحظہ فرمائیے۔ اور دیانندی حضرات کو داد دیجئے کہ واقعی ایسے رشی نہیں نہیں بلکہ مہرشی صاحب کو جس قدر کم معانی ویدوں کے بیان کرنے میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ویسے ہی تاریخدانی ایشور کی دیا سے کمال تک پہنچی

ہوئی تھی۔ واقعی ہمارے سماجی مترا اپنے رشی پر جتنا ناز کریں بجا و براست ہے۔ ایک سکول کے طالب علم سوامی جی کی تاریخ دانی کو دیکھ کر یہ نہ کہدیتا کہ کولمبس تو سپین کا رہنے والا تھا۔ انگلینڈ سے اس کو کیا تعلق۔ کہیں آریہ دوست سنکر ناراض نہ ہو جاویں۔

(۱۷)

"انگلی کے اگلے بھاگ سے نیز آدی ہو تو نمکرے۔ سمتر تاب۔ پرانا یام ہمنا پری کرمن (خدا کے گرد طواف دل میں کرنے کو منا پری کرمن کہتے ہیں) وغیرہ کری"

ستیارتھ پرکاش ہندی ایڈیشن ۱۳ صفحہ ۳۶

سماجی مترو! براہ مہربانی اس دلی طواف کے کیا معنی؟ منا پری کرمن کرنے کا جو انسان کو حکم دیا جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ کیا خدا تعالیٰ محدود ہے کہ انسان اسکا طواف کر سکے؟

(۱۸)

"اسلئے جو کچھ وید وغیرہ شاستروں (مذہبی کتب) میں ودیو ستھا و اتہاس (تاریخ) لکھے ہیں اسی کا مانیہ (عمل و تعظیم) کرنا بھدر پرشوں (نیک آدمیوں) کا کام ہے"

ستیارتھ پرکاش ہندی ایڈیشن ۱۲ صفحہ ۲۳۸

اسجگہ تو سوامی جی فرماتے ہیں کہ جو تاریخ وغیرہ وید وغیرہ شاستروں میں مرقوم ہے وہی قابل قبول ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ویدوں میں بقول سوامی جی تاریخ موجود ہے۔ مگر سوامی جی دوسری جگہ اسکے خلاف گوہر افشانی فرماتے ہیں:۔ ص ۲۳۷

"کسی انسان کا نام یا خاص حکایت کا ذکر اذکار ویدوں میں نہیں" ستیارتھ اردو

اب ہر دو اقوال میں سے کونسا صحیح و راست ہے۔ جواب باصواب عنایت ہووے۔

(۱۹)

"کال اگنی (کालाग्नि) پرلے (خاتمہ دنیا) پر سب کا فنا کرنیوالا بلکہ زمانہ کا بھی فنا کرنیوالا ہے۔ اسلئے پرمیشور کا نام کال اگنی ہے"

(اردو ترجمہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۔)

یہاں سوامی جی زمانہ کو حادث بتلاتے ہیں۔ اب دوسری جگہ جو فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ ۲۴۸
"پرمیشور" "پرکرتی" کال (زمانہ) اور آکاش اور نیز جیو (روح جو ازلی ہیں)" اردو ستیارتھ
صفحہ ۲۴۸ میں سوامی جی زمانہ کو ازلی فرماتے ہیں۔ اور اس کتاب کے صفحہ ۱۲ پر زمانہ فنا ہونا
لکھ رہے ہیں۔ دیانندی حضرات ان باہم متناقض بیانات کی تبلاویں کس طرح تطبیق ہو۔

(۲۰)

اپدیش منجری سے

"آدی سرشٹی (شروع دنیا) میں سب منشیہ (لوگ) بالک اوستھا (بچپن کی حالت) میں تھے
ان کی اوستھا پر تیدی سی چیشٹا تھی۔ یعنی ان کے لئے کوئی امر و نہی نہ تھا۔ صرف
نیتروں (آنکھوں) سے اپنا کام کرنا (دیکھنا) شروترون (کانوں) سے اپنا کام کریں
یعنے الفاظ سنیں۔ پاؤں سے اپنا کام کریں یعنی اِدھر اُدھر پھریں۔ پس اس سے اور
زیادہ کاروبار شروع سرشٹی میں نہیں تھا۔ ایس اوستھا (حالت) آدی سرشٹی (شروع
دنیا) میں پانچ ورش (سال) چلتی رہی۔ پھر پرماتما (خدا) نے منشیوں (انسانوں) کو
وگیان دیا۔" اپدیش منجری ہندی صہ ۸۹ و ۹۰

آریہ سماج کا یہ دعویٰ کہ "وید اور دنیا ہم عصر ہیں" کہاں تک صحیح ہے۔ جبکہ اوپر کے
حوالہ میں پانچ برس بعد ویدوں کا نزول بتایا جا رہا ہے۔ ازلی کی تعریف تو یہ ہے۔ کہ
جس کا شروع نہ ہو۔ مگر ویدوں کی پیدائش کا شروع تو ثابت ہو گیا۔ پھر ازلیت کا
دعویٰ کس طرح سے قائم رہ سکتا ہے؟

(۲۱)

"ایشور کے انصاف میں اس قدر التوا نہیں ہے۔ ہر ایک پل چھن (لمحہ) میں اس کے انصاف کا
انتظام جاری ہے۔ اور اپنے پاپ پنّ (گناہ و ثواب) کے مطابق ہمیں برا یا بھلا جنم ملتا ہے"
اپدیش منجری اردو ترجمہ صہ ۱۷

اس جگہ تو سوامی جی فرماتے ہیں کہ روحوں کے اعمال کا فیصلہ ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ ایک لمحہ
کا وقفہ بھی ایشوری انتظام میں نہیں۔ مگر افسوس کہ سوامی جی اس بیان کی تکذیب خود ہی
ستیارتھ پرکاش میں کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

"پچاس (چار ارب بتیس کروڑ برس کو پرلے کہتے ہیں) میں جیو (ارواح) اس طرح نکمے پڑے رہتے ہیں۔ جیسے کوئی گہری نیند میں پڑا ہو" ستیارتھ پرکاش اردو صہ ۲۴۵

سماجی حضرات! یہاں ہر لحہ والا انصاف کہاں رفو چکر ہو گیا۔ بات بات میں تناقض موجود ہے۔ حالانکہ خود ہی اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۹۱ میں لکھ چکے ہیں:۔

"ایک دوسرے کے متضاد باتیں پاگلوں کی بکواس کی مانند ہوتی ہیں"

(۲۲)

سنسکاروِدھی سے۔ (اُسترے کی پُوجا)

"اے اُسترے تو سندر رُوپ ہے۔ تیرا اتپادک فولاد کی طرح لوہا ہے۔ تیرے لئے ہم آدر (عزت) کرتے ہیں۔ ایشور کرے تو تکلیف نہ دے۔

اے سخت لوہے والے اُسترے ایشور کرے تو اس بالک (بچہ) کو تکلیف نہ پہونچائے"

(سنسکاروِدھی اُردو صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶)

ایں چہ بوالعجبی است۔ سناتنیوں کو کہا جاتا ہے۔ بُتوں سے ہرگز پرارتھنا (التجا) نہ کرو۔ وہ بیجان تمہاری باتیں سُن ہی نہیں سکتے۔ تو تمہیں فائدہ کیا دینگے۔ مگر آدہر خود را فضیحت دیگراں را نصیحت کا مصداق بنے ہیں۔

(۲۳)

مُردہ جلانے کا عجیب و غریب حکم

"جب کوئی مرجائے۔ تب یدی (اگر) پُرش ہو۔ تو پرش اور اُستری ہو تو استریاں اسکو (مُردے) سنان کرادیں (غسل دیں) چندن وغیرہ سگندھ لیپن (خوشبویات کا لیپ کریں) اور نویں وستر (نیا کپڑا) دھارن کرادیں (پہنائیں) جتنا اس کا (مُردہ) شریر (جسم) کا بھار (وزن) ہو۔ اتنا گِرت (گھی) یدی (اگر) زیادہ طاقت ہو تو (گھی) آدہک (زیادہ) لیویں۔ اور جو مہا درد (ازحد قلاش) بھکشاک (فقیر) ہو کر جسکے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اسکو شریمان (متمول صاحب توفیق) دینیچ بن کرآدہ من سے کم گھی نہ دیویں۔ اور شریمان (امیر آدمی) جسم کے برابر تول کر چندن سیر بھر گھی میں ایک

رتی کستوری ایک ماشہ کیسر ایک۔ ایک من گھی کے ساتھ سیر سیر بھر اگر تگر اور گھی میں چندن حسب طاقت ڈالکر کپور پلاش وغیرہ کی لکڑی جسم کے وزن سے دگنی سامگری (اسامان) شمشان (مردہ جلانے کی جگہ) پر پہونچادیں الخ" (سنسکار ودہی ہندی صفحہ ۲۷۰)

عالمگیر مذہب کی تعلیم ایسی ہی ہونی انسب ہے۔ واہ ہمارے دیانندی بھائیو بہت عمدہ رشی کی شرن میں آئے ہو۔ کہ اگر تم میں سے کوئی مرجائے۔ تو مردہ کے ساتھ ہی اس بیچارے کا خود ہی دیوالہ بول جائے

(مذہب کفایت شعاری کی تعلیم دیتا ہے یا بیچارے غریبوں کا دیوالہ ہی نکالنے کی)

(۲۴)

زمین متحرک یا ساکن

"جیسے بھومی (زمین) اپنے سوروپ (اپنی شکل و ہیئت) میں سِتھر (ساکن) جیسے یہ سنسار روپ پر واہ روپ سے سِتھر"

(کتاب وِواہ پدّتی ہندی صفحہ ۴۹)

معزز ناظرین! یہاں سوامی دیانندجی زمین کو ساکن بتلاتے ہیں۔ حالانکہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۶۳ میں بحوالہ یجروید ۳/۶ زمین کو متحرک لکھا ہے۔ اب وید منتر کا مضمون صحیح ہے یا وِواہ پدّتی کتاب کا (تصنیف سوامی جی) ہیں ہر دو نقیض عبارات کی تطبیق مطلوب ہے۔

(۲۵)

"ہے بہت طاقتوں والے (پرمیشور) ... ... ہم لوگوں نے اپنی الپ شکتی (ناطاقتی) سے سدم اُشد صیاوُں کا عمدہ رس (عرق) سمپادن (تیار) کیا ہے۔ اور جو کچھ بھی ہمارے سریشٹھ (اعلیٰ عمدہ) پدارتھ (اشیار) ہیں وے آپ کے لئے النکرت (مرصع) یعنے عمدہ طور سے ہم نے بنائے ہیں۔ اور وے سب آپ کے سمرپن (نذر) کئے گئے ہیں۔ سرو آتما سے پان کرو (خدا تعالیٰ اسے نوش جان کرو)"

(کتاب آریہ بھونے کلاں ہندی صنا بحوالہ رگوید ۱-۲-۳)

بتلاؤ تو سہی - ایشور جو غنی ہے - اسکو عرقیات کے پینے کی کیا ضرورت ہے - لاحول ولاقوۃ - دُور سے ہی ایسی کتاب کو سلام کہنا چاہیئے -

(۲۶)

"اتہاسہ - پورانم - پنچمو - وید انم - ویدا وغیرہ میں لکھا ہے - تب وامن آچاریہ وغیرہ (فریق مخالف) نے کہا کہ یہ پاٹھ (مندرجہ بالا سنسکرت عبارت سے مُراد) ہی کہیں بھی نہیں ہے - اسپر سوامی جی نے کہا کہ اگر وید میں یہ پاٹھ نہ ہووے تو ہماری شکست ہو اور جو ہو تو تمہاری شکست ہو - یہ وعدہ لکھو - تب سب (فریق مخالف) چپ ہو رہے"

(شاستر ارتھ کاشی ہندی صفحہ ۱۵)

مندرجہ بالا سنسکرت عبارت (جسکو ہم نے اُردو الفاظ میں لکھ دیا ہے) کی بابت سوامی دیانند سناتنی پنڈتوں کو فرماتے ہیں کہ یہ عبارت وید میں ہو - اگر نہ ہو تو میں ہارا - حالانکہ یہ عبارت بجائے ویدوں کے چھاندوگیہ اپنشد کی ہے - اور اُدھر سوامی جی - رگ - یجر - سام اتھرو کو ہی وید مانتے ہیں - یہاں اُپنشد بھی وید ثابت ہو رہے ہیں - کیونکہ چھاندوگیہ کو وید قرار دیا گیا ہے -

(۲۷)

سوامی دیانند کی سخت کلامی

"ایسا جو اُوپر کہا سو سب متھیا (جھوٹ) اُپدیش ہو - یہ اوپر سے جان پڑتا ہے کہ سہجانند کُتے کی طرح بھونکا ہے" (کتاب شکشا پتری دھوانتی نوارن ہندی صفحہ ۸)

معزز ناظرین! ایک قوم کے رشی نہیں بلکہ مہرشی کی شایان شان ہے؟ کہ ایسے کلمات اپنی زبان فیض ترجمان سے بلاوجہ نکالے -

(۲۸)

"جو نیک شریف دھرماتما (دیندار) پرُاپکاری (فائدہ رساں) صحیح علم سے متصف اور آریہ ورت (ہندوستان) دیش میں سب دن (شروع سے) سے رہنے والے ہیں اُن کو آریہ کہتے ہیں" (کتاب آریہ اُدیش رتن مالا ہندی صفحہ ۸)

پنڈت صاحب ستیارتھ پرکاش میں تو لکھتے ہیں کہ آریوں کی پیدائش شروع دنیا میں ملک تبت میں ہوئی۔ اور بعد میں ہندوستان چلے آئے۔ مگر مرقومہ بالا عبارت کہہ رہی ہے کہ آریہ قدیم یعنی سب دن سے ہی ہندوستان میں رہتے ہیں۔ اسی لئے آریہ ان کا نام ہے۔ باہم کلام میں صریح تناقض ہے۔

(۲۹)

"جیو اور جگت کا کارن سروپ سے انادی۔ جیو کے کرم اور کارج جگت پرواہ سے انادی ہے" (میلا پانڈا پور اردو صفحہ ۳۷)

یہاں سوامی جی دور تسلسل کو اڑنا بیٹھے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جب ہر دنیا مرکب ہے تو حادث بھی ہوئی۔ اور جب سب حادث ٹھہریں۔ تو پھر دور تسلسل کیسے قائم رہا یہ کہنا زنجیر تو ازلی ہے۔ مگر اس کی ہر کڑی حادث ہے۔ کیا لغو بات ہے۔ جب اجزاء مرکب ہیں تو کل میں ترکیب کیوں نہیں۔ پس پرواہ سے انادی کا ڈھکوسلہ باطل ٹھہرا۔

(۳۰)

"مکتی کہتے ہیں چھوٹ جانے کو ارتھات (یعنی) جتنے دکھ ہیں۔ ان سے سب چھوٹ کر ایک سچدانند سروپ پرمیشور کو پراپت (حاصل) ہو کر سدا آنند میں رہنا اور پھر جنم مرن آدی وغیرہ دکھ ساگر (دکھ کے سمندر) میں نہیں گرنا۔ اس کا نام مکتی ہے"

ستیہ دھرم وچار ہندی عرف میلا چاند پور صفحہ ۱۷۔ ہم نے جن الفاظ کو زیر خط کر دیا ہے ناظرین ان کو بغور ملاحظہ فرماویں۔ اور بتلائیں کہ آیا سوامی جی وقتاً فوقتاً اپنے اعتقاد کو تبدیل کرتے رہے ہیں یا نہیں۔ یہاں تو مکتی کو ابدی مانا اور نئی ستیارتھ میں لکھدیا ہے کہ مکتی سے پھر انسان لوٹتا ہے۔ کونسا صحیح ہے۔ ❊

(۳۱)

"گھی وغیرہ رکھنے کو برتن سونے چاندی وغیرہ کے (مذکورہ بالا) لکڑی کا بنوا لیوے۔ ایک پانی کا برتن اور ایک چمٹا اور پلاش وغیرہ کی لکڑی سمدھا کے لئے رکھ لیوے۔ دوبارہ گھی کو گرم کر چھان لیوے۔ اور ایک سیر گھی میں ایک رتی کستوری ایک ماشہ کیسر" (پنچ مہا یگیہ ودھی ہندی صفحہ ۳۵)

یہ ہون کی تعلیم ہے۔ کیا عالمگیر مذہب کی ایسی ہی تعلیم ہونی چاہیئے۔ کیا جس کی آمدنی سہر یا ۵ ر روز ہو۔ وہ ایسی تعلیم پر عمل کر کے سکھی رہ سکتا ہے۔ اور پھر اگر کوئی فقیر درویش بربان درویش اس تعلیم پر عمل کرے بھی تو یہ امر موجب ثواب ہوگا یا عذاب۔ موجب عذاب تو اسلئے کہ کستوری جو جزو اعظم بتلائی گئی وہ ہرن کے مارے بغیر میسر ہی نہیں ہو سکتی۔ اگر میسر آئے تو ضرور ہرن کا خون ہوگا۔ اور جیوہتیا کرنا ویدک تعلیم میں سخت گناہ ہے۔ پس بیچارہ پہلے اپنا گھر بار لٹائے۔ اور نتیجہ پر ثواب کا مستحق بنے۔

(۳۲)

"بکرے بھی بوجھ اٹھانے وغیرہ کے مقصد میں آتے ہیں"

(کتاب گوکرونا ندھی ہندی صث)

سوامی جی کی عبارت سے ہمیں آج ہی معلوم ہوا کہ بکرے باربرداری کے کام میں آتے ہیں۔ شاید سوامی جی اپنی سیاحت کے زمانہ میں بکروں سے ہی باربرداری کا کام لیتے ہونگے سوامی جی کی باتیں کیا ہی مزے کی ہوتی ہیں ؛

(۳۳)

"پاکھنڈی وید ورُدھ۔ کرم کو نیوالے وڈال (بلا) کے سے سوبھاؤ (عادات) والے شٹھ ہٹ سوارتھی (مطلبی خودغرض) بگلا کے برابر اشیاء پر دھیان رکھنے والوں کو زبان سے بھی ستکار (عزت) نہ کری"

(کتاب وید ورُدھ مت کھنڈن ہندی صفحہ ۲۱)

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۸۰ پر لکھتے ہیں ؛

"کیا انسان وغیرہ چاہے کسی مذہب میں کیوں نہ ہو دیا (رحم) کر کے اس کو ان پان آدی (کھانے پینے وغیرہ) سے عزت کرنا اور دوسرے مت (مذہب) کے ودوانوں (علماء) کا مانیہ (تعظیم) اور سیوا (خدمت) کرنا دیا نہیں ہے؟" (ضرور ہے)

ستیارتھ پرکاش کی یہ عبارت جین مذہب والوں کے خلاف بطور چوٹ لگانے کے لکھی ہے مگر اوپر کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ آپ بھی ان کے ہمزبان ہیں ؛

(۳۴)

"احمد آباد سے ہوتا ہوا بڑودہ شہر میں آکر ٹھہرا۔ اور چیتنیہ مٹھ میں برہمچاریوں اور سنیاسیوں سے ویدانت کے متعلق بہت باتیں کیں۔ مجھ کو ایسا نتیجہ (یقین) ان برہمانند وغیرہ برہمچاریوں اور سنیاسیوں نے کرا دیا کہ برہما (خدا) ہم سے کچھ بھن (علیحدہ) نہیں۔ میں برہما (خدا) ہوں یعنی جیو اور خدا ایک ہیں۔"

(کتاب خود نوشت سوانح عمری دیانند ہندی صفحہ ۱۸)

اس سے ظاہر ہے کہ سوامی جی کسی زمانہ میں اپنے آپ کو خدا ہی سمجھتے رہے ہیں۔

اب ہم اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہوئے اس مضمون کو سردست بند کرتے ہیں۔ سوامی دیانند کے ایک دو معمولی ٹریکٹ باقی رہ گئے ہیں (دیوہار بہانو دبہر موچھیدن) سو انہیں معمولی باتیں ہیں جن کا ذکر کرنا یہاں محض تضیع اوقات ہے۔

آخر میں ہماری نہایت ہی ادب سے آریہ اصحاب کی خدمت میں استدعا ہے کہ وہ ہمارے ان پیش کردہ اعتراضات کو نہایت ہی صاف دل ہو کر پڑھیں۔ اور حق و حقانیت کے دلدادہ و شیدائی اپنے آپ کو ثابت کریں۔

ستیارتھ میں سوامی جی کہتے ہیں "جھوٹ سے ملے ہوئے گرنتھ (کتاب) کو بھی ویسے ہی چھوڑ دینا چاہیئے کہ جیسے وش سنیکت ان (زہر ملا ہوا کھانا)" ہماں جب سوامی جی کی ہر کتاب سے ہم نے صرف بطور نمونہ چند ایک باتیں پیش کر دی ہیں۔ جن پر سخت سے سخت زد پڑے۔ تو ضروری ہے کہ آپ ایک غلط بات کو دیکھ کر بقول سوامی جی سب کو چھوڑ دیں۔ جس کی مثال بھی سوامی جی دے رہے ہیں کہ زہر خواہ تھوڑی سی بھی ہو تو وہ کھانا چھوڑ دینے کے لائق ہے اب ہم دیکھیں گے کہ ہمارے سماجی متر اپنے چوتھے اصول (سچ کو قبول کرنا اور جھوٹ کو چھوڑنا) پر عملدرآمد کر کے حق و حقانیت کے جھنڈے تلے آتے ہیں یا اس اصول کو ہاتھی کے دانت کی مثال کا مصداق بناتے ہیں۔

(فضل حسین مہاجر قادیان)

مکالمہ شیعہ و احمدی

شیعہ:۔ جس دن ابوبکر خلیفہ بنا۔ اسی جناب علی علیہ السلام کے بیعت کرنے کا مزید ثبوت درکار ہے۔ آپ نے جو اس سے پہلے اس خاص امر میں حوالہ لکھا ہو وہ مجمل ہے۔

احمدی۔ اگر سابقہ حوالہ بقول آپ کے مجمل اور تسلی بخش نہیں ہو تو لیجئے دیگر معتبر تاریخوں سے عرض کر دیتا ہوں:۔ حدثنا عبید اللہ بن سعید قال اخبرنی سیف بن عبد العزیز بن سیاہ عن حبیب بن ابی ثابت قال کان علیؑ فی بیتہ اذا اتی فقیل لہ قد جلس ابوبکر للبیعۃ فخرج فی قمیص ما علیہ ازار ولا رداء عجلاً کراھیۃً ان یبطی عنہا حتی بایعہ ثم جلس الیہ وبعث الی ثوبہ فاتاہ فتجللہ ولزم مجلسہ۔ طبری عربی جلد ۳ واقعات سنہ ۱۱ھ صفحہ ۲۰۱۔ یعنے جناب علی علیہ السلام اپنے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ کسی نے آکر اطلاع دی کہ ابوبکر بیعت کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت آپ صرف قمیص پہنے ہوئے تھے اور کمر میں نہ بند تھا نہ اوپر چادر تھی۔ پس آپ جلدی سے دوڑے گئے۔ وجہ یہ کہ آپ کو ناگوار ہوا کہ بیعت خلیفہ میں ذرا ظہور توقف ہو جائے۔ پھر وہاں بیٹھ گئے اور گھر سے کپڑے منگا کر زیب تن فرمائے۔ اور ابوبکر کی مجلس میں رونق افروز رہے۔ یہاں یاد رہے کہ عربوں کی قمیص ہمارے ملک کی طرح چھوٹی نہیں ہوتی بلکہ خاصی لمبی ہوتی ہے پاؤں تک۔

قیل ان عمرو بن حریث قال لسعید بن زید متی بویع ابوبکر قال یوم مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرھوا ان یبقوا بعض یوم ولیسوا فی جماعۃ۔ کامل ابن اثیر جلد صفحہ ۱۶۰ یعنے مروی ہے کہ عمرو بن حریث نے سعید بن زید سے پوچھا کہ کب ابوبکر کے لئے بیعت لی گئی اس نے کہا جس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اصحاب کو ناگوار تھا کہ ایک دن کا کچھ حصہ بھی ان پر گذر جائے۔ اور وہ ایک خلیفہ کے ماتحت جماعۃ المسلمین میں داخل نہ ہو جائیں۔

یہ تو ہوا اطلاعاً بیعت کا ثبوت۔ جن روایات سے کہ ہا بیعت کا پتہ لگتا ہے۔ وہ بھی ہمارے

دعوے کی موید ہیں یعنی اُن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام نے اسی دن بیعت فرمائی تھی۔ خواہ مجبوری سے۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ہی روایت عبدالرحمن حمیری پہلے مذکور ہے کہ انصار جب سقیفہ میں خلافت کے ارادہ سے جمع ہوئے۔ تو ابوبکر اس وقت خطبہ پڑھ رہے تھے جس سے وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام ثابت و متحقق ہو کہ کسی نے آکر اس کی اطلاع دی۔ پھر ابوبکر و عمر سقیفہ میں گئے اور انصار پر حجت غالب آکر سعد بن عبادہ کو خاموش کر دیا۔ اور سب حاضرین نے بیعت کر لی۔ اس بیعت کے بعد لکھا ہے کہ جناب علی علیہ السلام اور زبیر نے مخالفت کی اور تلوار سونت لی مگر تلوار کو پتھر پر مار دیا گیا۔ اسکے آگے لکھا ہے۔ فانطلق الیھم عمر فجاءبھما تعبا وقال لتبایعان وانتما طائعان او لتبایعان وانتما کارھان فبایعا۔ طبری جلد ۳ ص ۱۹۹ یعنی عمر ان کے پاس گئے مارے غصے کے اور کہا تم دونوں بیعت رضامندی سے کرو گے یا جبراً۔ پس علی اور زبیر رضی اللہ عنہما دونوں نے بیعت کر لی ؎

لیجئے ایک اور روایت :-

یعقوب بن ابراہیم سے ہے کہ اُن سے دریافت کیا گیا ؛ فمتی بویع ابوبکر قال یوم مات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کرھوا ان یبقوا بعض یوم ولیسوا فی جماعۃ قال فخالف علیہ احد قال لا الا مرتد او من کاد ان یرتد لولا ان اللہ عزوجل ینقذھم من الانصار قال فھل قعد احد من المھاجرین قال لا تتابع المھاجرون علی بیعتہ من غیر ان یدعوھم طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۱ ؎

یعنے کب بیعت لی گئی ابوبکر کے لئے۔ کہا کہ جس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے کیونکہ انہوں نے نہ چاہا کہ ایک آدھ دن بھی بغیر بیعت ایک خلیفہ گذرے۔ راوی نے پوچھا کہ کیا کسی نے اسکی مخالفت بھی کی کہا کہ نہیں مگر کسی مرتد نے یا جس کا دل ارتداد پر مائل تھا۔ شاید نہ کی ہو۔ خدا نے فضل کیا کہ انصار نے بیعت کر لی۔ پھر راوی نے پوچھا کہ کیا مہاجرین سے بھی کسی نے توقف کیا تو اس نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ انھوں نے تو بلا طلب کرنے کے بیعت کر لی۔

شیعہ :- جناب علی علیہ السلام کے بیعت کرنے کی وجہ ہمارے علماء تقیہ قرار دیتے ہیں

احمدی:۔ تقیہ کی آڑ میں رُوپوش ہونا اب شیوہ مردانگی نہیں ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جناب علی علیہ السلام کی طرف تقیہ کو منسوب کرنا قطع نظر انکی کسرِ شان کے بالکل خلاف واقعہ بھی ہے۔ اگر کوئی کمزور بدن اور ضعیف القویٰ صحابی تقیہ کرے تو قابل اہتمام نہیں۔ اگر کوئی ایرانی یا پنجابی و ہندوستانی شیعہ دیس پردیس میں کہیں تقیہ کرلے تو قابل مواخذہ نہیں۔ لیکن جناب علی علیہ السلام جو امیر المومنین اور خلیفہ رسول اور اسد اللہ اور غالب کل غالب ہیں۔ اُن پر تقیہ کی خلعت بالکل بھدی اور ناہموار و غیر موزوں ہے۔ دیکھو واقعات معروضہ ذیل کو:۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ دو ہزار حُلّہ پر صُلح فرمائی تھی۔ ان حلّوں کی وصولیابی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی علیہ السلام کو یمن میں بھیجا تھا۔ جناب علی علیہ السلام نے حلّوں کو عیسائیوں سے لے کر تقسیم فرمایا۔ جس طرح کہ مناسب خیال کیا۔ اسپر جو لوگ آپ کے ہمراہ تھے۔ معترض ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بھی انہوں نے جناب علی علیہ السلام کی شکایت کی۔ اور ناملائم الفاظ سے یاد کیا اسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکمال سخت غضبناک ہوئے۔ اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنا شروع کیا اور فرمایا:۔ ارفعوا السنتکم من علیؓ فانہ خشنٌ فی ذات اللہ غیر مداھن فی دینہ۔ دیکھو مجالس المومنین صنہ۲۔ یعنی علی علیہ السلام کے حق میں زبانوں کو تھامے رکھو وہ اطاعت الٰہی میں نہایت سخت ہے۔ اور دین کے معاملہ میں کبھی مداہنہ کرنیوالا نہیں یاد رہے تقیہ اور مداہنہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ اس ارشاد نبوی سے جناب علی علیہ السلام کی ذاتی غیرت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ خواہ آپ کے پاس سامان حرب ہو یا نہ ہو یا کوئی آپ کا مددگار و ناصر ہو یا نہ ہو۔

(۲) دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جو آپ کو خدا نے اسباب مہیا فرمادئے تھے۔ اُن میں سے بعض یہ ہیں۔ جن کو ملّا عبدالرزاق لاہجی شیعہ محقق نے گوہر مراد میں بیان فرمایا ہے:۔ در ذیل خصائص ائمہ معصومین بدانکہ آنچہ ثابت است بدلیل و برہان از شرائط امام عصمت است و علم باحکام کتاب و سنت است و تدبیر رعایا و امر سیاسات و آنچہ متعلق باشد بایں جملہ۔

وافضلیت در امور مذکورہ ولیکن ثابت شدہ نزد امامیہ بطریق اخبار از ائمہ طاہرین علیہم اجمعین زائد بر امور مذکورہ خصائص چند کہ علامات و صفات و خواص امام ست از علم بجمیع علوم و جمع مایحتاج الیہ الناس۔ اگرچہ در غیر امور دینیہ باشد × × × × × ونیز عالم باشد باسم اعظم و وارد شدہ از ابی جعفر اسم اعظم ہفتاد و سہ حرف است کہ یکحرف از ان بآصف سلیمان ؑ عطا شدہ بود و بآں قادر شدہ بود بر اتیان سریر بلقیس ؑ و عندنا اثنان و سبعون حرفاً و حرف عند اللہ استاثر بہ فی علم الغیب عندہٗ واز ابی عبد اللہ مروی است کہ بہ عیسیٰ ؑ ابن مریم دو حرف از اں دادہ شدہ کہ بآں عمل کردہ و بہ موسیٰ ؑ چہار حرف از اں دادہ شدہ و بابراہیم ہشت حرف و بہ نوح ؑ پانزدہ حرف و بہ آدم ؑ بست و پنج حرف و جمع کرد خدائے تعالیٰ۔ برائے محمد ؐ ہفتاد و دو حرف و محجوب گردانید از و حرف واحد واز جملہ عصائے موسیٰ ؑ است۔ × × × × × وخاتم سلیمان واز جملہ سلاح و درع رسول اللہ است × × × × × واز جملہ آنکہ ائمہ متولد شوند کامل العقل والعلم و ختنہ کردہ از جملہ آنکہ دانند کہ در چہ وقت خواہند مرد۔ وانہم لایموتون الا باختیار منہم علیہم السلام الیٰ غیر ذالک مما ہو مذکور فی کتب احادیثنا المرویۃ عنہم السلام۔ دیکھو گوہر مراد مطبوعہ ایران ۱۲۷۱ھ۔ فصل دوازدہم۔ در ذکر بعض از خصائص ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں:۔ "و بعد ازین خواہد آمد احادیث بسیار کہ پیراہن یوسف کہ حق تعالیٰ برائے ابراہیم فرستاد۔ وقتیکہ او را بآتش انداختند و عصا و سنگ موسیٰ وانگشتر سلیمان و طشت قربان و تابوت سکینہ و غیر اینہا از آثار پیغمبران بآنحضرت رسید واز آنحضرت ؐ بائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم منتقل گردید۔

(حیات القلوب جلد ۲ باب ۱۴)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو خصوصیات ائمہ کرام علیہم السلام کو حاصل ہیں۔ انہیں سے جو ثابت ہیں دلیل اور برہان سے اوّل عصمت امام ہے اور کتاب و سنت کے احکام سے عالم ہونا اور رعایا کی تدابیر اور امور سیاسیات۔ اور جو کچھ ان کے متعلق ہے اسکو جاننا۔ اور وہ بھی

اپنے ہمسروں سے بڑھ چڑھ کر جانتا۔ لیکن امامیہ کے نزدیک جیسے کہ ایئہ اطہار کی روایات سے ثابت ہے۔ علاوہ امور مذکورہ کے چند اور علامات وصفات وخواص بھی ہیں۔ مثلاً تمام علوم سے اور تمام معاملات جن کی عوام الناس کو ضرورت واحتیاج ممکن ہے خواہ امور دینی کے سوا ہوں۔ ماہر ہوتا۔ اور اسم اعظم سے عالم ہوتا۔ اور حضرت باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اسم اعظم کے ۷۳ حروف ہیں کہ ایک حرف انہیں سے آصف برخیا کو عطا ہوا تھا۔ جس سے وہ بلقیس کے تخت کو لادینے پر قادر ہو گئے۔ اور ہمارے پاس تو ۷۲ حروف ہیں اور ایک حرف اللہ کے پاس ہے۔ کہ علم غیب کی خاطر اپنے واسطے مخصوص رہنے دیا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو دو حروف ان حروف میں سے دئے گئے کہ جو معجزات وہ دکھلاتے تھے۔ انہی کی برکت سے دکھلاتے تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو چار حروف ملے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو آٹھ حروف اور نوح علیہ السلام کو پندرہ حروف۔ اور آدم علیہ السلام کو پچیس حروف اور خدا نے جمع فرما دئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے بہتر حروف اور ایک حرف ان سے مخفی رکھ لیا۔ علاوہ ازیں ائمہ کو ملا ہے عصائے موسیٰ اور انگشتر سلیمان۔ اور منجملہ خواص کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا گز اور اسلحہ مبارکہ ہیں۔ اور منجملہ یہ ہے کہ امام پیدا ہوتے ہیں کامل علم وعقل لے کر اور ختنہ کئے ہوئے اور یہ کہ جانتے ہیں کہ کب فوت ہونگے۔ اور وہ نہیں مرتے ہیں۔ مگر اپنی مرضی سے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جو کہ ہماری حدیث کی کتابوں میں جو ائمہ علیہم السلام سے مروی ہیں مذکور ہیں ملا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اس کے بعد بہت سی احادیث آئینگی کہ یوسف علیہ السلام کا پیراہن جو خدا نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھیجا تھا۔ جبکہ ان کو کفار نے آگ میں ڈالا تھا۔ اور عصائے موسیٰ وسنگ موسیٰ (جس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے) اور قربانی کرنے کا طشت اور تابوت سکینہ وغیرہ پیغمبروں کی تبرکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک آئیں اور ان کو ملیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اماموں کو منتقل ہوئیں ۞

(۳) تمام بنی ہاشم اور صحابہ کرام کی ایک خاص جماعت عموماً اور انصار مدینہ خصوصاً آپ کے مددگار تھے۔ اور پکار پکار کر لا نبایع الا علیاً۔ یعنی ہم علی کے سوا کسی کی بیعت نہیں

کرتے تھے کے نعرے لگا رہے تھے۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۷

پس جس شخص کو تمام علوم و رموز دینی و سیاسی خدا سے عطا فرمائے گئے ہوں اور نہ صرف علوم بلکہ اسکے ساتھ اعوان و انصار و جان نثار بھی کافی سے زیادہ۔ اور پھر ان کے ماسوا اس کے پاس اسقدر اسباب حفاظت و سامان نصرت الٰہی بھی موجود ہوں۔ اس کی نسبت ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی گمان نہیں کرتا کہ ایک آن کے لئے بھی وہ شخص تقیہ کا بہانہ کر کے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں عاجز و درماندہ و مغلوب ہو سکتا ہے۔ اور پھر دشمن بھی ابوبکر و عمر جیسے جن کی نسبت شیعوں کا قول ہے کہ وہ پرلے درجہ کے جاہل اور ڈرپوک محض تھے۔ اور عجز اور درماندگی کا بھی یہ حال کہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ تمام عمر دشمنان دین و ناموس کے متواتر تشددات و مظالم کے آگے چون و چرا نہ کی ؛

جناب علی علیہ السلام کے سوا شاید ہی تاریخ عالم میں کوئی ایسا انسان پایا جائیگا جسکی بابت ایسے متضاد اور باہم نقیض واقعات منسوب کئے گئے ہوں۔ جیسے ان کے نام لیوا ان کی طرف کرتے ہیں کہ ایک طرف ان کو حیدر کرار غیر فرار بیان کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنے حقوق خداداد کو پامال اور اپنی ننگ و ناموس کو برباد ہوتے دیکھ کر بھی پرلے درجہ کا عاجز اور (نعوذ باللہ من ذالک) بزدل ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ بزدلی بھی ایسی بتاتے ہیں کہ ان کی ذریت میں بھی ورثہ بورثہ چلی آئی ہے۔ اور ہزار سے زیادہ برس ہو گئے تاہم بدستور اب تک گلے کا ہار بنی ہوئی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک ؛

بھئی! خدا کے واسطے ان واقعات پر غور کرو اور ٹھنڈے دل سے غور کرو اور پھر بتلاؤ کہ جناب علی علیہ السلام جیسے غیور اور بہادر عظیم الشان انسان کو تقیہ باز بنانا بڑا بہتان ہے یا نہیں ؟

شیعہ :۔ سید عنایت علی شاہ وزیر آبادی نے اپنی کتاب ذوالفقار میں بحوالہ کتب اصحابہ لکھا ہے کہ رقیہ و ام کلثوم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نطفہ سے نہ تھیں۔ بلکہ ربیعہ کی بیٹیاں تھیں۔ کیا یہ امر واقعہ ہے ؟

احمدی :۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی چار وں صاحبزادیوں کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ

کے بطن پاک سے ہونے کا ثبوت کئی دفعہ اس سلسلہ میں دے چکا ہوں۔ چونکہ آپ نے خاص کتاب اصابہ کا ذکر کیا ہے۔ اس واسطے میں اسی کتاب سے جواب با صواب عرض کرتا ہوں۔

تمہید :۔ وکان تزویج النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم خدیجۃ قبل البعثۃ بخمس عشر سنۃ وقیل اکثر من ذالک × × × × وولدت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اولادہ کلھم الا ابراھیم وقد ذکرت فی ترجمۃ کل منھم ما یلیق بہ۔

اصابہ جلد ۴ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۱۔ خدیجہ نمبر ۳۳۵

ترجمہ :۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پندرہ برس پیشتر بعثت نبوی سے ہوا۔ اور اس سے زیادہ عرصہ پیشتر بھی کہتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب اولاد ان کے بطن مبارک سے ہوئی۔ سوائے حضرت ابراہیم کے۔ اور میں نے ہر ایک کا ذکر مناسب ان کے تذکرہ میں جداگانہ کر دیا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد خدیجۃ الکبریٰ سے کچھ زیادہ تعداد میں تھی۔ حالانکہ شیعوں کا خیال ہے کہ ان کے بطن سے صرف حضرت فاطمہ تھیں ؏

رقیۃ :۔ بنت سید البشر محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الھاشمیۃ ھی زوج عثمان بن عفان وام ابنہ عبد اللہ قال ابو عمر لا اعرف خلافا ان زینب اکبر بنات النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم واختلف فی رقیۃ وفاطمۃ وام کلثوم والاکثر انھن علے ھذا الترتیب ونقل ابو عمر عن الجرجانی انہ صحح ان رقیۃ اصغرھن وقیل قد کانت فاطمۃ اصغرھن۔ اصابہ صفحہ ۲۹۳ ترجمہ رقیۃ نمبر ۳۱۲

ترجمہ :۔ یعنی رقیہ سید البشر محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کی صاحبزادی ہاشمیہ ہیں۔ زوجہ عثمان بن عفان کی اور عبد اللہ بن عثمان کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ابو عمر نے کہا ہے کہ یہ امر مسلم ہے کہ زینب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سب صاحبزادیوں سے بڑی ہیں۔ اور اختلاف کیا گیا ہے۔ رقیہ و فاطمہ و ام کلثوم کے بارہ میں اور اکثر محققین نے کہا ہے کہ وہ اسی ترتیب سے ہیں۔ اور ابو عمر نے جرجانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے اس کی صحت کی ہے کہ رقیہ سب سے خورد سال ہیں اور کہا جاتا ہے کہ بلکہ فاطمہ سب سے چھوٹی ہیں

۲۔ زینب ۔ بنت سید ولد آدم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب القرشیۃ الہاشمیۃ ھی اکبر بناتہ واول من تزوج منہن ولدت قبل البعث عدۃ قیل انہا عشر سنین واختلف ھل القاسم قبلہا او بعدھا وتزوجہا ابن خالتہا ابو العاص بن الربیع العشمی وامہ ہالۃ خویلد ۔ اصابہ صـ ۳۱۲ ترجمہ زینب جلد ۴

ترجمہ ۔ یعنی صاحبزادی بنی آدم کے سردار محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کی قرشیہ اور ہاشمیہ سب صاحبزادیوں سے بڑی اور سب سے پہلے انہی کی شادی ہوئی ۔ پیدا ہوئیں چند سال قبل بعثت نبوی کے ۔ کہتے ہیں کہ وہ اس وقت دس سال کی تھیں اور اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا حضرت قاسم اُن سے پہلے پیدا ہوئے یا پیچھے اُن کے اور ان کا نکاح ہوا اپنے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع کے ساتھ ۔ جنکی ماں ہالہ ہیں جو بیٹی ہیں خویلد کی ۔

۳ ۔ ام کلثوم ۔ بنت سید البشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختلف ھل ھی اصغر او فاطمۃ وتزوجہا عثمان بعد موت اختہا رقیۃ عندہ قال ابو عمر کان عتبۃ بن ابی لھب زوج ام کلثوم قبل البعثۃ فلم یدخل علیہا حتی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر ابوہ بفراقہا ثم تزوجہا عثمان بعد فوت اختہا سنۃ ثلاث من الھجرۃ وتوفیت عندہ ایضا سنۃ تسع ولم تلد لہ ۔ اصابہ صـ ۴۸۹ ترجمہ ام کلثوم جلد ۴

ام عیاش مولاۃ رقیۃ انہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما زوجت عثمان ام کلثوم الا بوحی من السماء ۔

واخرج ابن مندہ ایضا من حدیث ابی ھریرۃ رفعہ اتانی جبرئیل فقال ان اللہ یامرک ان تزوج عثمان ام کلثوم علی مثل صداق رقیۃ وعلی مثل صحبتہا ۔ اصابہ صـ ۴۹۰

وزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابنتہ رقیۃ من عثمان وماتت عندہ ایام بدر فزوجہ بعدھا اختہا ام کلثوم فلذالک کان یلقب ذا النورین ۔ اصابہ صـ ۴۶۲ جلد ۲

ترجمہ ۔ ام کلثوم صاحبزادی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔ اور اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا وہ سب سے چھوٹی ہیں یا فاطمۃ الزہرا ۔ اور نکاح کیا ان کو عثمان نے بعد وفات ان کی ہمشیرہ رقیہ کے جو ان کے ہاں تھیں ۔ کہا ہے ابو عمر نے کہ عتیبہ بیٹا ابو لھب کا خاوند تھا

پہلے بعثت نبوی کے۔ اور ابھی مدخولہ نہ ہوئی تھیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر مبعوث ہوئے پس اس کے باپ (ابولھب) نے حکم دیا کہ انکو طلاق دیدے۔ پھر ان سے شادی کی عثمان نے بعد وفات ان کی ہمشیرہ کے سنہ ۳ ہجری میں اور وہ بھی سنہ ۹ ہجری میں فوت ہوگئیں۔ اور ان کی ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

ام عیاش جو رقیہ کی کنیز تھیں ان سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ نہیں نکاح کیا عثمان نے ام کلثوم کو۔ لیکن مطابق وحی آسمانی کے۔

اور ابن مندہ نے ابی ہریرہ سے اور انہوں نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے کہ فرمایا مجھ کو جبرئیل نے آکر کہا کہ خدا نے حکم دیا ہے کہ عثمان کا نکاح ام کلثوم سے کردو مطابق مہر رقیہ کے ان مختلف حوالہ جات سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے کہ اصابہ میں بھی وہی روایات ہیں جو دوسری کتب انساب و رجال و احادیث و تواریخ معتبرہ اسلام میں مندرج ہیں آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ میں نے اصابہ میں ان تمام مواقعات کو بغور دیکھا ہے۔ جہاں اس مسئلہ کا ذکر ممکن تھا۔ اب جو روایت سید عنایت علی شاہ صاحب نے اس کتاب سے لکھی ہے یا تو سرے سے ہو گی ہی نہیں۔ اور اگر بالفرض کسی جگہ ہو گی بھی۔ تو وہ بالکل ضعیف اور احاد قسم سے ہو گی۔ جو بالمقابل اس قدر متواتر روایات و واقعات کے بہر حال رد کرنے کے قابل ہو گی

(خادم حسین)

پنڈت بھوج دت مسافر آگرہ کے پانچ سوالوں کے جواب

اڈیٹر صاحب مسافر آگرہ نے اپنے اخبار ۱۳ر دسمبر ۱۹۱۸ء کے صفحہ ۶ پر علمائے اسلام سے صرف "پانچ سوال" پنڈت بھوجدت صاحب (آنجہانی) کی طرف سے نقل کئے ہیں اور علمائے اسلام سے ان کا جواب مانگا ہے۔

سوال اول یہ ہے آیا کوئی عالم اسلام جواب دے سکتا ہے کہ قبل از نبوت محمد صاحب کا کیا دین و ایمان تھا۔ اگر کہا جاوے کہ مسلمان تھا تو یہ جواب خلاف اصول ہو گا ذرا غور کر جواب دیں

جواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب قبل از نبوت ابراہیمی مذہب تھا اور اور اسی کے مطابق آپ عملدرآمد رکھتے تھے اور حضرت ابراہیم کا مذہب بھی اسلام ہی تھا چنانچہ قرآنی اسپر شاہد ہیں۔ اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العلمین۔ پارہ الم سورہ بقر۔ رکوع ۱۶۔ پھر رکوع ۱۵ میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کی دعا بھی درج ہے ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا۔ اور پھر حضرت یعقوب نے اپنے لڑکوں کو یہ وصیت کی کہ لا تموتن الا وانتم مسلمون کہ تم ایسی حالت میں مرنا جب تم مسلمان ہو اور مشرکین مکہ بھی مذہب ابراہیم پر چلنے کے مدعی تھے۔ اور کتب تواریخ اسبات پر شاہد ہیں کہ رسول کریمؐ قبل نبوۃ کے غار حرا میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ بخاری میں حدیث آتی ہے۔ کہ کان یتعبد فی حراء۔ کہ آپ غار حرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔ اور پھر بحیرا راہب نے رسول کریمؐ سے جب کہا یا غلام اسالك بحق اللات والعزی الا اخبرتنی عما اسالك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسالنی باللات والعزی[1] فواللہ ما ابغضت شیئاً بغضهما (تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۲۹۴)

دیکھو اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ آپ شرک کرنے سے بالکل بیزار تھے۔ اور خدا تعالیٰ کو واحد مانتے تھے۔ اور بتوں سے بغض رکھتے تھے۔ اور اسی کی عبادت کرتے تھے یہاں تک کہ مشرکین کہتے تھے کہ قد عشق محمد ربه کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کا عاشق ہو گیا ہے۔ پھر لوگوں میں آپ امین کے لقب سے مشہور تھے۔ اور پھر ابوسفیان کا ہرقل بادشاہ کے پاس جاکر کہنا کہ ما جربنا علیه الکذب۔ کہ ہم نے اس کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا یہ سب باتیں ایسی ہیں۔ جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبل از نبوت زندگی کو پاک ثابت کرتی ہیں۔ پھر آپ وہی تمام اعمال بجالاتے تھے۔ جو کہ ابراہیمی مذہب میں فرض تھے

سوال دوم۔ ہمارے معزز علماء اسلام مدام بحث مباحثہ میں یہ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ روح و مادہ حادث ہے۔ اور ثبوت دعویٰ میں صرف طبعی تاویلات پیش کیا کرتے ہیں

---

[1] اے جوان میں تجھے لات و عزیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تو آپ نے فرمایا مجھ سے بڑھ کر لات و عزیٰ کا کوئی دشمن نہیں۔ بس ان کا واسطہ مجھے مت دو۔

کاش کوئی عالم اسلام قرآن شریف اللہ کے کلام سے کوئی آیت نص بطور شہادت پیش کریں اگر صاف طور پر حدوث رُوح ومادہ قرآن شریف سے ثابت نہ کیا گیا تو معلوم ہو گا کہ قرآن مجید رموزِ حقانی سے عاری ہے۔ لہذا الہامی نہیں ہو سکتا۔

جواب - اوّل ہم عقلی دلیل سے ثابت کرتے ہیں کہ رُوح ومادہ حادث ہیں۔ کیونکہ اگر حادث نہ مانا جاوے تو اس کو شریک الباری لازم آئیگا۔ جو کہ محال ہے۔ وجہ ملازمہ کی یہ ہے اگر رُوح ومادہ حادث نہ ہو تو وہ قدیم ہونگے۔ اور واجب الوجود ہونگے تو اس طرح خدا احد نہ رہا۔ بلکہ اس کے ساتھ رُوح ومادہ بھی قدیم اور واجب الوجود ہونے میں شریک ہوگئے اور پھر رُوح ومادہ کے قدیم ہونے سے یہ بھی ثابت ہو گا کہ خدا تعالیٰ اپنی صفات رائج کرنے میں رُوح ومادہ کا محتاج ہے۔ اور پھر بہت سے اور بھی نقائص لازم آئینگے۔ جو خدا کی شان کے شایان نہیں ہیں اور قرآن مجید میں تو خدا تعالیٰ نے صریح فرمایا ہے کہ اللہ خالق کل شیٔ وہو الواحد القہار کہ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ اسلئے کہ وہ واحد ہے اگر کوئی چیز اسکے بغیر پیدا کرنے کے خود بخود قدیم ہو تو وہ واحد نہیں رہیگا۔ کیونکہ واحد اسے کہتے ہیں۔ جو شرکت غیر سے بکلی پاک ہو۔ اور قہار بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ بغیر پیدا کرنے کے رُوح ومادہ پر حق مالکانہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پورا تصرف رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کا مالک وخالق ہو۔ پس اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دعویٰ کر کے ساتھ ہی دلیل بھی دیدی۔ دعویٰ تو یہ کیا کہ خدا ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ اور دلیل یہ دی کہ وہ واحد اور قہار ہے۔ پس اب اسے ہم روئے منطق بذریعہ شکل اوّل جو کہ بدیہی الانتاج ہوتی ہے۔ ثابت کرتے ہیں کہ رُوح ومادہ مخلوق ہیں

(صغریٰ) رُوح ومادہ بھی شی ہیں (کبریٰ) اور ہر شی کا خالق خدا ہے (نتیجہ) رُوح ومادہ کا خالق خدا ہے۔ صغریٰ اس شکل کا بدیہی ہے۔ اس لئے اسپر کسی برہان قائم کرنے کی ضرورت نہیں اور کبریٰ کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ قرآن مجید نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ اور پنڈت جی نے مطلب بھی یہی کیا ہے کہ قرآن مجید سے ثابت کرو کہ رُوح ومادہ مخلوق ہے اور دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اگر تمام کا خالق نہیں ہو گا۔ بلکہ بعض کا ہو گا تو وہ بعض یا تو خدا کیطرح قدیم اور واجب الوجود ہونگی تو اس سے تعدد خداؤں کا لازم آئیگا۔ جو محال ہے۔

(دوسری شق) یا وہ اپنے وجود کے آپ ہی خالق ہونگے تو اس سے تقدم الشیٔ علی النفس لازم آئیگا۔ اور یہ محال ہے۔ کیونکہ ایک چیز کا اپنے وجود سے پہلے ہونا محال ہے۔ پس اگر خدا خالق ہر ایک چیز کا نہ مانا جائے۔ تو اس سے اسکی ذات میں نقائص لازم آئینگے۔ جو خدا میں نہیں ہونے چاہئیں۔ پھر خدا کی مخلوق دو قسم کی ہے۔ ایک خلق ہے دوسری امر ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔ الا له الخلق والامر فتبارک الله احسن الخالقین (خدا تعالیٰ کے لیے ہی خلق اور امر ہے) پس خلق تو اسکو کہتے ہیں کہ جس کا پہلے کوئی مادہ موجود ہو۔ مثلاً حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ تو یہ صفت خلق کے ماتحت ہوا۔ اسی لئے خلقه من تراب حضرت آدم کے لئے آیا ؛

اور امر اُسے کہتے ہیں کہ پہلے کوئی چیز موجود نہ ہو۔ پھر اس کو نیا بنانا یعنی نیست سے ہست کرنا۔ مثلاً پانی اور مٹی اور ہوا کو پیدا کرنا تو یہ صفت امر کے ماتحت ہیں۔ پس اس تمہید کے بعد ہم بتاتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے رُوح کے متعلق کیا اشارہ فرمایا ہے۔ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔ کہ لوگ تجھ سے رُوح کے متعلق سوال کرینگے کہ کیا رُوح قدیمی اور انادی ہے یا حادث اور مخلوق ہے۔ تو جواب دو کہ اسکی پیدائش امر رب سے ہے یعنی یہ نہیں کہ پہلے کوئی چیز تھی جس سے یہ بنی ہے۔ نہیں۔ بلکہ یہ امر رب سے ہے۔ یعنی نیست سے ہست ہوئی ہے۔ الغرض قرآن مجید نے اس آیت میں فیصلہ کر دیا کہ رُوح مخلوق اور حادث ہے۔ انادی اور غیر مخلوق نہیں۔ پنڈت صاحب کا یہی سوال تھا۔ کہ قرآن مجید سے رُوح و مادہ کا مخلوق ہونا دکھاؤ۔ سو ہمنے مندرجہ بالا دو آیتوں کے ساتھ ثابت کر دیا ؛

تیسرا سوال :۔ قرآن مجید جو بصورت الہامی ہونے کے مخزن العلوم حقیقی گنجینۂ رموز مخفیہ ہونا چاہیئے۔ کیا یہ بتلا سکتا ہے کہ قبل از پیدائش دنیا خالق اللہ کس شغل میں مصروف تھا۔ اور بعد از فنا کس شغل میں مشغول رہیگا۔ کچھ کرتا تھا یا معطل و معزول تھا۔ اور رہے گا ؛

جواب :۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی صفات نہ کبھی معطل ہوئیں اور نہ

ہونگی۔ اور نہ ہی وہ حادث ہیں بلکہ قدیم ہیں اور جب سے خدا ہے تب سے اُس نے مخلوق بھی پیدا کی۔ پس اسکی صفات قدیمہ کے لحاظ سے مخلوق کا وجود بھی نوعی طور پر قدیم ہے یعنی مخلوق کی نوع قدیم سے چلی آتی ہے۔ اور ایک نوع کے بعد دوسری نوع خدا پیدا کرتا چلا آیا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :- ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون والجان خلقنٰہ من قبل من نار السموم ۔ سورہ حجر رکوع ۲ کہ ہم نے انسان کو تو مٹی سے بنایا اور اس سے پہلے ہم نے آگ سے جنّ بنائے۔ پس اس آیت سے یہ پتہ لگ گیا کہ حضرت آدم سے پہلے جنوں کی آبادی تھی۔ اور خدا کی مخلوق تھی۔ پس اسی طرح ان سے پہلے بھی کوئی مخلوق ہوگی۔ جس کا ہمیں پتہ نہیں دیا گیا۔ لیکن یہ قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے کہ ایک نوع کے بعد دوسری نوع خدا پیدا کرتا رہا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہمیں یہ بھی علم ہو کہ کتنی انواع مخلوق کی پہلے گذر چکی ہے۔ ہاں یہ ہے کہ اسکی صفات کبھی معطل نہ ہوئیں اور نہ ہونگی۔ رہا یہ کہ فنا کے بعد کیا کریگا۔

پہلا جواب :- تو یہ ہے کہ آپ بھی تو مانتے ہیں کہ ایک لمبی مدت گذرنے کے بعد پرلے ہوتا ہے۔ جبیں تمام ارواح مکتی خانہ میں بھیجی جاتی ہیں پھر کچھ مدت کے بعد ان کو پھر دُنیا میں بھیجا جاتا ہے۔ پس ہم پوچھتے ہیں کہ اس پرلے کے بعد کا وقت جو ہوتا ہے اس میں خدا کیا کرتا ہے وہ کس شغل میں رہتا ہے۔ فما ہو جوابکم فھو جوابنا *

دوسرا جواب :- کہ قیامت زمانہ میں تغیر ہو جانے کا نام ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں تغیر ہو جائیگا۔ آگے پھر کوئی اور نوع مخلوق بدل جائیگی۔ اور دوسرا یہ بھی ہے کہ قیامت کے بعد حساب و کتاب بھی ہوگا۔ اور جزا سزا دی جائیگی۔ پس خدا کی صفات کا معطل ہونا ہمارے مسلمات سے نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی صفات ہمیشہ سے قائم اور جاری ہیں۔ اسی طرح آخر تک ان کا کام جاری رہیگا۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایک وقت آ جائے کہ موجودہ مخلوق سب فنا ہو جائے۔ اور صرف خدا ہی رہے۔ اور صفت وحدانیت

لہ یہ یاد رہے کہ خدا کی ازلیت اور مخلوق کی نوعی قدامت یکساں نہیں۔ فاعل کو فعل پر بہر حال تقدم ہے *

ثابت ہو۔ کیونکہ اس کی ذات کسی چیز کی محتاج نہیں۔ اسی طرح پہلے بھی ایک نمانہ آچکا ہے
اسی کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ھو الاول والاٰخر خدا اول ہے
یعنی لیس قبلہ شئ۔ کہ اس کے پہلے کوئی شے نہیں اور آخر ہے یعنی لیس بعدہ شئ۔
کہ اس کے بعد کوئی شے نہیں ۔

سوال چہارم ۔ اگر کسی عالم کو قرآن مجید سے اللہ میاں کے حالات نہ معلوم ہو سکیں تو کیا کوئی بتلا سکتا ہے۔ کہ اس دنیا کی عمر کتنی ہے کب پیدا ہوئی اور کب خاتمہ ہو گا۔ انتہیٰ بالاختصار

جواب : ہمیں تو یہ سمجھ نہیں آتی۔ کہ پنڈت صاحب کے سوال کا کیا مطلب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حالات معلوم کرنے سے کیا مطلب۔ اسکو ظاہراً آنکھوں سے دیکھنا اور اس کے حالات دریافت کرنا یہ تو محال ہے۔ اور اسی کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ اسے آنکھیں ادراک نہیں کر سکتیں۔ ہاں وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے وہ آنکھوں کو دیکھ رہا ہے یہ دعویٰ تھا۔ اس کی دلیل دی وھو اللطیف الخبیر۔ پہلا دعویٰ لا تدرکہ الابصار تھا۔ اس کی دلیل دی کہ وہ لطیف ہے۔ اور جو چیز بھی لطیف ہوتی جائیگی۔ اس کا آنکھیں ادراک نہیں کر سکینگی۔ دوسرا دعویٰ وھو یدرک الابصار تھا۔ اس کی دلیل دی کہ وہ خبیر ہے۔ لوگوں کے احوال سے خوب واقف ہے۔ اور قرآن مجید پر چلنے سے تو انسان خدا سے کلام کر سکتا ہے جیسے کہ خدا فرماتا ہے کہ اذا سألک عبادی عنی فانی قریب۔ اُجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ۔ لیکن وید اس بات سے بالکل عاری ہیں۔ کیونکہ آریہ صاحبان کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی سے بات نہیں کرتا۔ اور الہام کا دروازہ بند ہے۔ لیکن قرآن مجید نے الہام کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اور پھر اگر حالات سے مراد پنڈت صاحب کی اسکی صفات وغیرہ کا معلوم کرنا ہے۔ تو قرآن مجید میں مفصل ذکر ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ کہ ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم۔ پھر فرمایا ہے۔ الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون اور پھر اسکے لئے فرمایا کہ لہ الاسماء الحسنیٰ کہ جسقدر بھی اچھے صفات ہو سکتے ممکن ہیں تمام

اس میں پائے جاتے ہیں۔ البتہ اتنی بات ہے۔ کہ جس طرح وید نے خدا کی صفات کو صفائی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قرآن مجید نے ویسا بیان نہیں کیا۔ جیسا کہ رگوید آریہ بھومی ص۸۵ میں یہ لکھا ہے۔ " ھے اندار پرمیشوری یکت ایشور ہمارا وگیہ بت کر۔ یعنی اپنے سے الگ مت کر ہمارے پر یہ بھوگوں یعنی کھانے کی پیاری اشیاء کو مت چرا اور مت چرو دا الخ

پھر آریہ بھومی ص۷۱ میں یہ لکھا ہے کہ پرمیشور بیمار ہوتا ہے اور علاج کا محتاج ہے۔ پھر وید بھاش بھومکا ص۱۳۲ اور ۱۳۵ میں ہے کہ خدا علیم نہیں۔ پس خدا تعالیٰ کی ایسی اچھی صفات کا بتلانا تو وید ہی کا کمال ہے۔ اور یہ بات اسی کتاب کے ساتھ مختص ہے الخ یہ سوال کہ دنیا کب پیدا ہوئی اور کب خاتمہ ہو گا۔ یہ ضروری نہیں کہ الہامی کتاب اس بات کو بتلاوے کہ دنیا کب پیدا ہوئی اور دنیا کی عمر کتنی ہے۔ کیونکہ یہ بات تاریخ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور قرآن مجید کے نزول کی غرض تو لوگوں کو ہدایت دینا ہے نہ کچھ اور۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے :۔ فیہ ھدیً للناس (۲) وھدیً للمتقین۔ اور کتاب انزلنہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور۔ یعنی قرآن کی غرض نزول کی یہ ہے کہ لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لیجایا جائے نہ یہ کہ تاریخی باتیں بتائی جاویں۔ اور نہ ہی دنیا کی عمر کو بتانا ہدایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور پنڈت صاحب پر لازم تھا کہ ذرا وید میں ہی سے دنیا کی عمر دکھا دیتے۔ تب دوسروں پر اعتراض کرنے کے لئے مرد میدان بنتے ؛

سوال پنجم {قرآن شریف نے کتب ماقبل کی کس کمی کو پورا کیا ہے (شق اوّل) اگر کوئی کمی پوری نہیں کی تو قرآن شریف (انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہٖ) سورہ نساء رکوع ۲۳ سے پیسے کو پینا نزول وفضول۔

(شق ثانی) اگر کتب ماقبل ناکافی اور ناکمل تھیں تو علمیت اکملت خدا پر بدنما دھبہ وطول نامعقول جو مثل لیاقت انسانی ہر وقت محتاج تکمیل کمی پایا جاتا ہے۔ اسکے قانون موجود پر کیسے اعتماد ہو سکتا ہے۔ اغلب کہ چند روز بعد کوئی اور کتاب بھیجکر اس کو بھی مثل دیگر کتب ردی میں پھینک دے۔ (انتہی بالخلاصہ)

جواب :۔ قرآن مجید نے اُتر کر پہلی کتابوں کی یہ کمی پوری کی کہ وہ متفرق طور پر آئی

لہ رگوید ۲۳ میں ہے۔

تھیں۔ یعنی کوئی کتاب کسی قوم کے لئے۔ اور کوئی کتاب کسی قوم کے لئے۔ اور یہ جامع طور پر سب کے لئے ہے۔ جیسے فرمایا:۔ فیھا کتب قیمۃ۔ اور انزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتب و مھیمنا علیہ۔ سورہ مائدہ رکوع ۷۔ یعنی دوسری کتابوں کے لئے بطور محافظ کے ہے۔ اور جو انہیں اچھی تعلیم تھی۔ وہ سب اسمیں موجود ہے۔ اور ان تمام مسائل کی جامع ہے۔ جو وقتاً فوقتاً پہلے نبیوں پر نازل ہوتے رہے۔ جیسے کہ توراۃ میں تو صرف قصاص کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ اسوقت کے لئے وہی موزون تھا۔ اور انجیل میں یہ حکم کیا گیا کہ تم قصاص نہ لو۔ بلکہ اگر کوئی تمہاری ایک گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسری گال اس کی طرف پھیر دو۔ کیونکہ اس وقت کے مناسب حال یہی تھا۔ لیکن قرآن مجید میں یہ حکم ہوا کہ کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی والحرمت قصاص فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان۔ پھر فرمایا جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ۔ کہ چاہے تو بدلا لیلے اگر اصلاح معاف کرنے میں ہو تو معاف کردے۔

دوسری کمی قرآن نے آکر یہ پوری کی کہ پہلی کتابوں میں دعویٰ کے ساتھ دلائل نہیں ہوتے تھے۔ لیکن قرآن مجید میں دعوے کے ساتھ دلائل بھی موجود ہیں۔ جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینٰت من الھدیٰ والفرقان یعنی قرآن لوگوں کے لئے ہدایت بنکر آیا ہے۔ اور ہدایت کے ساتھ دلائل بھی ہیں والفرقان پھر ان دلائل سے ایک نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ پس قرآن نے اس کمی کو بھی پورا کیا۔ جیسا کہ نمونہ کے طور پر سوال دوم وسوم کے جواب میں دو آیات لکھ چکے ہیں:

شق اول کا جواب اول

اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ کیا تم اسبات سے تعجب کرتے ہو کہ خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ تم کو اس سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے بلکہ پہلے بھی خدا تعالیٰ اسی طرح اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا چلا آیا ہے۔ جیسے حضرت نوح اور آپ کے بعد کے انبیاء سے۔

دوسرا جواب:۔ اس وحی کی ضرورت یہ پڑی کہ پہلی کتب محفوظ نہیں رہی تھیں۔ بلکہ

مردہ و مبدل ہو چکی تھیں۔ اس لئے یہ بتایا کہ دیکھو پہلے بھی ایسی وحی ہوتی رہی ہے جیساکہ رسول کریم صلعم پر ہوتی ہے ۔

شق ثانی کا جواب

خدا کی عقل مثل عقل انسانی کے نہیں ہے کہ وہ قانون کو بدلائے۔ بلکہ قانون جو پہلے آئے تو وہ بلحاظ عقول انسانی کے اور ان کی حالت کے مطابق خدا تعالیٰ تعلیم بھیجتا رہا۔ جیساکہ پہلی دوسری جماعت کے لڑکے کو بی۔اے یا ایم۔اے کا کورس نہیں دیا جایا کرتا۔ بلکہ اسی کے مطابق اس کو تعلیم دیجاتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ بی۔اے یا ایم۔اے کا کورس تو موجود ہوتا ہے تو اس کا یہ جواب ہے۔ کہ وہ محکمہ تعلیم کے پاس ہوتا ہے۔ تو جب لڑکا اس کے پڑھنے کی اپنے میں استطاعت پیدا کر لیتا ہے۔ تو پھر اس کو دیا جاتا ہے اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ مکمل قوانین تو خدا کے پاس موجود تھے۔ لیکن لوگوں کے حالات کے مطابق بھیجتا رہا۔ اور قرآن شریف کو کامل کتاب بنایا۔ اسلئے کہ تمام فسق و فجور کا غلبہ ہو چکا تھا۔ اور دنیا ایک شہر کے حکم میں آگئی تھی۔ اور ظہر الفساد فی البر والبحر۔ الہامی کتابوں والے اور جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔ بگڑ گئے تھے۔ تو اس لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کو کامل بنا کر بھیجا۔ اور فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ کہ آج ہمنے دین کامل کر دیا ہے۔ پس اب نہیں بدل سکتا۔ کیونکہ یہ کامل تعلیم ہے۔ اور گذشتہ تیرہ سو سال شہادت دیتے ہیں کہ جو ضروری تھا۔ وہ سب اس میں مہیا نکلا۔ پھر فرمایا۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ چونکہ اسلام کامل دین ہے۔ اس لئے اس کے بعد کوئی دین نہیں۔ مختصراً پانچوں سوالوں کا جواب دے دیا ۔

جلال الدین۔ سیکھوانی قادیان پنجاب

تشحیذ بک ایجنسی

میں ناظرین تشحیذ الاذہان کو تشحیذ کی کتب ایجنسی کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جس کی فہرست رسالہ کے ساتھ بطور ضمیمہ بھیجی جا چکی ہے اور اب بھی جس صاحب کو ضرورت ہو۔ وہ منگوا سکتے ہیں۔ دوستوں کو چاہیئے کہ قادیان سے جس کتاب کی ضرورت ہو۔ دفتر تشحیذ الاذہان کی معرفت طلب کریں۔ نہایت حفاظت سے عمدگی کے ساتھ فرمائشوں کی تعمیل ہوتی ہے اور ہوگی۔ انشاءاللہ ۔

ریویوز

احمدی جنتری

جیسا کہ ہمنے پچھلے رسالہ میں اطلاع دی تھی ۔ برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے احمدی جنتری سنہ ۱۹۱۹ء شائع کر دی ہے ۔ جس کا حجم ۸۴ صفحہ ۲۰×۲۶ ہے ۔ اور اس میں تاریخوں کے علاوہ نہایت مفید معلومات سلسلہ احمدیہ اور مذہب اسلام کے متعلق دیئے گئے ہیں ۔ طریق استخارہ طریق بحث ۔ مسائل عید الضحیٰ ۔ اسماء الٰہی ۔ ایمان کے ۷۲ شعبے ۔ اور ایسی ایسی کئی عمدہ باتیں درج ہیں ۔ ایک روپیہ کی سات فی جلد ۲ر

اشرف التقویم

یہ ایک سو صفحے کی جنتری ہے ۔ جسمیں علاوہ تاریخوں کے مسائل رمضان حسابی گُر ۔ صنعت حرفت ۔ محاربات صلیبی ایسے کئی مضامین ہیں ۔ قیمت ۵ر ۔ اسلامیہ بک ایجنسی اتم پور ہبلول پور ۔ ڈاکخانہ پاکبڑہ ضلع مراد آباد سے منگوائیے

صُوفی جنتری

مکرم ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی وظیفہ خوار سرکار آصفیہ کافی شہرت رکھتے ہیں ۔ یہ جنتری انہوں نے مرتب کی ہے ۔ لکھوائی کاغذ چھپوائی قابل تعریف ۔ علاوہ تاریخوں کے اوقات نماز پنجگانہ بھی دیئے ہیں اور بزرگان دین اور مشاہیر کے حالات بھی یگانہ کیفیت درج ہیں ۔ پھر بقیہ کالم میں وفیات اور ہدایات درج ہیں ۔ اچھا مجموعہ ہے ۔ پنڈی بہاء الدین ضلع گجرات سے منگوائیے ۔

فیصلہ حکم

میرے دل سے دعائیں نکلتی ہیں ۔ اخی محترم مولوی عمر الدین صاحب شملوی کے لئے ۔ جنہوں نے پہلے نبوت مسیح موعود کے بارے میں غیر مبایعین سے مباحثہ کیا ۔ اور اس کا فیصلہ جناب محمد عمر صاحب وکیل نے ایسا مدلل لکھا کہ میں سمجھتا ہوں وہ اس مسئلہ کی نسبت تمام تحریروں کا نچوڑ ہے ۔ پھر اب مسئلہ کفر و اسلام پر انہی منصف نے فیصلہ لکھا ہے ۔ جو ہمارے حق میں ہے ۔ اور جس کا مطالعہ تمام احمدی احباب کے لئے ضروری ہے کیونکہ غیر احمدیوں کے جنازہ اور ان سے رشتے اور انکی اقتداء میں نماز کے متعلق صراط مستقیم نظر آئیگا تمام ضروری حوالے جمع کر دئے گئے ہیں ۸ر قیمت ہے ۔ اور منشی فخر الدین صاحب ملتانی قادیان سے مل سکتا ہے یا تشحیذ سے منگوا لیجئے ۔

وی پی واپس کرنیوالے غور فرمائیں

اے حضرات! آپ سے ہمارے دُہرے تعلقات بھائی پھر دوست۔ باوجود بار بار اطلاع دینے کے آپ نے وی پی واپس کردے۔ اُمید تھی امداد کی۔ پہنچادیا نقصان ہم سے زیادہ اصحاب نے وی پی واپس کردئے۔ اور لطف یہ کہ اپنے منشاء سے بھی اطلاع نہیں فرمائی۔ تاہم ہمارا ارادہ ہے کہ رسالہ آپ صاحبان کے نام جاری رکھیں کیونکہ حسن ظن کا یہی تقاضا ہے کہ کسی معذوری سے وی پی واپس ہوئے ہونگے۔ میرے معزز بھائیو! اس وقت رسالہ تشحیذ کی امداد کی اشد ضرورت ہے۔ کم از کم پانسو خریدار اسکے اور ہونے چاہییں۔ چہ جائیکہ پُرانے مہربان بھی ایک ایسے رسالہ سے جدائی اختیار کریں۔ جو انہیں ہر مہینے ان کے علمی معلومات بڑھانے والا اور دین اسلام پر یقین دلانے والا لٹریچر بہم پہنچاتا ہے۔ شیعہ۔ عیسائی۔ آریہ پر حجت ملزمہ قائم کرتا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ چند خیر خواہان ملت اُٹھ کھڑے ہونگے۔ اور اس نازک موقعہ پر تشحیذ کے لئے نہ صرف خود خریدار رہینگے۔ بلکہ دوسروں کو بھی بنائینگے۔ اور زر اعانت بھجوائینگے۔ تاکہ پچھلے سالوں کا قرض جو "پانسو روپے" ہے اتارا جاسکے اور آئندہ فنڈ کو استحکام ہو۔

براہین العقائد

احمدی جماعت کے لئے مژدہ جانفزا

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ تشحیذ کے اسی صفحے پر چند مہینے گذرے۔ جو خواہش میں نے ظاہر کی تھی (اور اسی ہفتے کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح نے جس بات کا ارشاد فرمایا تھا) وہ پوری ہوئی یعنی ایک ایسی کتاب مرتب ہو کر چھپ بھی گئی۔ جسمیں ہستی باری تعالےٰ۔ ملائکہ۔ قرآن مجید الہامی و کامل ہے۔ قرآنمجید کے بعد بھی سلسلہ الہام جاری ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے و کامل رسول ہیں۔ تقدیر۔ قیامت پر وہ تمام دلائل عقلیہ جمع کردئے گئے ہیں جو قرآن مجید نے دئے ہیں۔ یہ مضامین اپنی نظیر آپ ہیں۔ اور ہر احمدی بچے بلکہ ہر احمدی کو چاہیئے کہ یہ کتاب پڑھکر اپنے ایمان کو تازہ کرلے۔ قیمت ۱۰ / ... ۱۵ / فروری تک ...

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

(مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل)

نمبر ۳	بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء مطابق جمادی الاول ۱۳۳۷ھ	جلد ۱۴

فہرست مضامین

قیمت سالانہ - عوام سے عہ - غیر ممالک سے ۳ - طلبا سے عار

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا۔
اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شایع کیا۔

مضامین خادم حسین دربارۂ مذہب شیعہ

جن رسالوں میں منشی خادم حسین صاحب کے مضامین چھپتے ہیں۔ وہ الگ کر لیئے گئے ہیں
اور قیمت میں خاص رعایت۔ احباب جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فائدہ اٹھاویں ۔ مینجر

نام کتاب	اصلی	رعایتی	نام کتاب	اصلی	رعایتی
تحقیق واقعات کربلا۔ دسمبر سنہ ۱۱ء	۰۳/	۰۲/			
واقعات کربلا۔ دسمبر سنہ ۱۲ء	۰۳/	۰۲/	اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفرقین فروری سنہ ۱۹۱۶ء	۰۳/	۰۲/
شیعان قدیم۔ نومبر سنہ ۱۲ء	۰۳/	۰۲/	" " " اپریل سنہ ۱۷ء	۰۳/	۰۲/
اعلام ۔ دسمبر سنہ ۱۲ء	۰۳/	۰۲/	تحقیق امام آخر الزمان جنوری سنہ ۱۵ء	۰۳/	۰۲/
خواص الائمہ۔ جولائی سنہ ۱۲ء	۰۳/	۰۲/			
علامات شیعہ (جون سنہ ۱۲ء	۰۳/	۰۲/	صحابہ رسول و صحابہ امام حسین (مئی سنہ ۱۹۱۶ء)	۰۳/	۰۲/
عبداللہ بن سبا۔ مئی سنہ ۱۲ء	۰۳/	۰۲/			
شیعہ مذہب۔ مارچ سنہ ۱۲ء	۰۳/	۰۲/	اختلافات کثیر فی المرویات تطہیر (جون سنہ ۱۹۱۶ء)	۰۳/	۰۲/
سلمان منا اہل البیت جنوری سنہ ۱۳ء	۰۳/	۰۲/			
تعزیہ داری ایران دسمبر سنہ ۱۳ء	۰۳/	۰۲/	ہر امام کے پیروان کے مختصر حالات (نومبر سنہ ۱۶ء)	۰۳/	۰۲/
یزید کی مدح خوانی۔ نومبر سنہ ۱۳ء	۰۳/	۰۲/	مکالمہ شیعہ و احمدی بارہ نمبروں میں	۸/	۶
عقاید نصاریٰ و عقائد شیعہ اکتوبر سنہ ۱۳ء	۰۳/	۰۲/	ایک شیعہ مجتہد کی کارگذاری	۶/	۴/
شمائل مرتضوی جولائی سنہ ۱۳ء	۰۳/	۰۲/	ابوبکر و عمر سید الکہول اہل الجنۃ	۴/	۲
جوابات اعتراضات شیعہ مارچ سنہ ۱۳ء	۰۳/	۰۲/	[illegible]		
واقعات کربلا جنوری سنہ ۱۳ء	۰۳/	۰۲/			
خلفائے راشدین اور یزید کا مقابلہ جنوری سنہ ۱۴ء	۰۳/	۰۲/			

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۹ء

ہدیۂ احمدی مہاجر بہ یادگارِ آریہ مسافر

ہمارے آریہ سماجی بھائی ہر سال اپنے شہید شری پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر کی یاد تازہ کرنے کے لئے ۶ مارچ کے دن کچھ نہ کچھ ضرور عمل میں لاتے ہیں۔ جہاں جہاں آریہ سماجیں قائم ہیں۔ وہاں وہاں اس دن جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ اور کئی ایک آریہ اخبارات و رسائل خاص شہید نمبر بڑی دہوم دھام سے نکالکر شہید کی یادگار مناتے ہیں ؀

اس کو دیکھتے ہوئے ہمارا بھی ارادہ ہوا کہ اپنے سماجی بھائیوں کا اس کام میں کچھ نہ کچھ ضرور ہاتھ بٹائیں۔ بنا بریں مناسب سمجھا گیا کہ شری پنڈت لیکھرام جی سرسوتی کی کلیات سے کچھ جواہر ریزے قارئین کرام کے علمی دسترخوان پر چنیں۔ جس سے صحیح طور پر پنڈت صاحب موصوف کی مذہبی یادگار منائی جاسکتی ہے۔ کیونکہ پنڈت صاحب کی آخری وصیت بھی

یہی تھی کہ میرے پیچھے تحریر کا کام بند نہ ہوگا۔ سو ہم بھی یہ یادگار تحریر کے ذریعہ ہی منانا پسند کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ ہمارے سماجی دوست بھی اس وصیت کے ماتحت ہمارے اس فعل کو دلچسپی اور خوشنودی کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ آریہ مسافر کی آخری وصیت پر احمدی مہاجر انشاء اللہ تا مرگ قائم رہتا ہوا تحریر کے ذریعہ سماجی دوستوں کو صراط مستقیم پر لانے کی سعی کرتا رہیگا وما توفیقی اِلّا باللہ

(۱) سب سے اول ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ شری پنڈت لیکھرام جی اپنے سوامی صاحب کے متعلق لکھتے رہے ہیں :-

"سوامی دیانند کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اول تو وہ ایت پرش تھے یعنی نجات سے واپس آمدہ شخص تھے۔ کیونکہ جو یوگیوں اور رشیوں کے گن ہوتے ہیں وہ بہت سے انمیں موجود تھے۔ تھوڑی سی محنت میں اسقدر عظیم الشان ناپیداکنار بحر زخار سنسکرت کے پار ہو جانا یوگی جن کے سوا ہرگز نہیں ہو سکتا ہیں وہ دھرم اور قوم پر جان نثار کرکے صداقت کا راستہ بتلا کر دہارمک شہید ہو کر ضرور نجات پا گئے ہیں"

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۶۶۵ کالم ۲)

ہم نے رسالہ تشحیذ الاذہان جلد نمبر میں اس عبارت کے برخلاف ثابت کیا تھا کہ سوامی دیانند کو اگر ڈھونڈھنا ہو تو وہ کبھی کسی کو مکتی خانہ میں نظر نہ آئینگے۔ بلکہ وہ بموجب قاعدہ تناسخ و مطابق تعزیرات منو دھرم شاستر کے اپنے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے فلاں فلاں جنم کی سیر کر رہے ہونگے۔

مگر آج یہاں بتلانا چاہتے ہیں کہ خود سوامی دیانند جی اپنے چیلے کی تحریر کو غلط اور حقیقت سے دور بتلاتے ہیں۔ جس سے ناظرین پر منکشف ہو جائیگا کہ چیلے اور گورو میں کس قدر اختلاف ہے۔ پس ہر دو بیانات کی تطبیق کس طرح ہو۔ اور کس کے بیان کو صحیح و راستی پر مبنی تصور کیا جائے ملاحظہ ہو سوانح عمری دیانند اردو کلاں صفحہ ۸۶۷

"جودھپور جاتے وقت سوامی جی فرماتے تھے کہ شریر (جسم) کا اب کوئی بھروسہ نہیں۔ نہ جانے کس وقت چھوٹ جائے۔ اور میں اس کام کے لئے پھر دوبارہ بھی جنم لونگا۔ اور

اس وقت جو میرے ازو دھو زمو لفظ ہوئے ہیں۔ وہ سب ثابت ہو جائینگے۔ (بڑی خوش قسمتی ہوگی ہماری کہ سوامی جی دوبارہ جنم لیں تاکہ ہم جو آریہ سماجی تعلیم پڑھتے دن اپنے شکوک کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ جن سے کوئی بھی سماجی پنڈت آج تک عہدہ برآ نہیں ہو سکا۔ ان کا ازالہ خود کر دیں گے۔ مگر ع این خیال است و محال است و جنون۔ راقم مضمون ہذا) آریہ سماجوں کی ترقی سے بھی بڑی بھاری امید ہے (کیونکہ احمدیہ جماعت سے بھی تقویت ہوگی) میں اُس وقت وید کا بقیہ بھاش کر دوں گا۔"

معزز ناظرین! چپنجھ ادرگود ہر دو صاحبان کی عبارات کو ملاحظہ فرمائیے۔ اوّل تو دونوں ہی پایہ صداقت سے کوسوں دور ہیں۔ دوم باہمی اختلاف ہی ایک محقق کو کسی نتیجہ پر پہنچا نہیں سکتا۔ کیونکہ پنڈت لیکھرام جی۔ سوامی صاحب کو مکتی خانہ میں بتلاتے ہیں۔ جہاں حسب حوالہ ستیارتھ پرکاش کبھی عمریں دنیا کی گذرنے کے بعد پھر واپسی ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مکتی میں رُوح کے رہنے کا زمانہ:

”مکت جیو (نجات یافتہ ارواح) مکتی پاکر برہم میں آنند کو مہا کلپ تک بھوگتے ہیں۔ اور پھر مکتی کے سکھ کو چھوڑ کر دنیا میں آتے ہیں۔

اس کی گنتی اس طرح پر ہے کہ تینتالیس لاکھ بیس ہزار برس کی ایک چتر یُگی۔ دو ہزار چتر یُگیوں کا ایک دن رات۔ ایسے تیس دن رات کا ایک مہینہ۔ ایسے بارہ مہینوں کا ایک برس۔ ایسے سو برسوں کا ایک پرانت کال (یعنی مہا کلپ) ہوتا ہے۔ اسکو حساب کے قاعدہ سے ٹھیک ٹھیک سمجھ لیجئے۔ اتنا عرصہ مکتی میں سکھ بھوگنے کا ہے۔“ اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۵

اس گورکھ دھندے کا حل اُردو ستیارتھ نے فٹ نوٹ میں ہندسوں میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ ”پرانت کال کا نام مہا کلپ بھی ہے جس کی تعداد (۳۱۱۰۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰) برس ہے۔“ اور سوامی جی فرماتے ہیں کہ ابھی آریہ سماجوں کی ترقی آ دیکھوں گا۔ اور بقیہ وید بھاش کروں گا۔

اب اس باہمی اختلاف کو یہیں چھوڑ کر آگے ملاحظہ ہو کہ کیا کیا گل کھل رہے ہیں اور ہر دو صاحبان کی متناقض تحریرات کو پڑھ کر راستی پسند اور حق کے جویا کیونکر کسی صحیح اصول

یا نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں۔

اختلاف دوم

"پیدائش کے بعد بچہ اور اس کی ماں کو کسی دوسری جگہ میں جہاں کی ہوا پاکیزہ ہو رکھیں۔ نیز خوشبودار اور خوشنما اشیاء وہاں رکھیں۔ اور ایسے مقام کی سیر کرانا مناسب ہے کہ جہاں کی ہوا صاف ہو"

جہاں دایہ۔ گائے۔ بکری وغیرہ کا دودھ نہ مل سکے وہاں جیسا مناسب سمجھیں ویسا عمل کریں چونکہ بچہ کا جسم جننے والی عورت کے جسمانی اجزا سے بنا ہوتا ہے۔ اسوجہ سے عورت بچہ جننے کے وقت کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لئے زچہ دودھ نہ پلائے۔ دودھ روکنے کے لئے پستان کے منہ پر ایسی دوا لگادیں جس سے دودھ نکلنا بند ہو جائے" ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۳۴

معزز ناظرین! آپنے آریوں کے مہرشی کی اس انوکھی فلاسفی کو ملاحظہ کیا۔ جس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جناب عالی ڈاکٹری میں بھی پوری پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ اب ذرا مہاراج ادہیراج کے چیلے شری سوامی پنڈت لیکھرام جی آریوں کے شہید اکبر کے اپنے رد جنم نامچہ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۱۹۶ کالم ۱ کو ملاحظہ کیجئے۔

"یہ امر تصدیق ہو چکا ہے کہ دو چند بچے ضائع ہوتے ہیں جبکہ دائی کو وہ دیئے جاتے ہیں۔ بہ نسبت اسکے کہ ان کو خود دودھ پلایا جائے یا اپنے ہاتھ سے پرورش کرے ہمیشہ بچوں کو بہت جلد جبکہ ماں اپنی تکلیف اور محنت سے جننے سے ہوش وحواس میں آوے۔ تو بچہ کو دودھ پلانا شروع کرے۔ یہ شروع کا دودھ بچہ کو بہت صاف کریگا۔ بہ نسبت کسی دوا کے یہ قدرتی جلاب ہے"

دیکھئے گورو جی مہاراج اپنی پوتھی میں جو ارقام فرماتے ہیں اسپر ان کے شاگرد رشید پنڈت لیکھرام جی ربڑ چلاتے ہیں۔ پیارے ناظرین اس پر بس نہیں ہو گئی اور بھی ملاحظہ کرنا چاہیئے

اختلاف سوم

"(جو شخص) بدکام کرتا ہے اس کا جنم درخت وغیرہ نہ چلنے والے جسموں میں ہوتا ہے"
(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۹ و ستیارتھ صفحہ ۵۰۵)

ان الفاظ سے (جو اوپر تحریر کئے گئے ہیں) سوامی جی کا یہ عقیدہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ نباتات میں ارواح کا ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ مگر پنڈت لیکھرام جی کا عقیدہ سوامی جی کے اس سدھانت (اُصول) کے بالکل خلاف ہے۔ یعنی وہ اپنا عقیدہ یہی ظاہر کیا کرتے تھے جسے آریہ سماج کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ "نباتات میں روح نہیں"

حوالہ دیکھئے:۔ "ہم ناواقف نہیں ہم جمادات اور نباتات کو جڑھ غیر مدرک مانتے ہیں۔ اور ان میں رُوح کا پردیش (دخول) جائز نہیں مانتے" کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۲ کالم ۱

تیسرے اختلاف کے بعد اب چوتھا اختلاف ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:۔

اختلاف چہارم

شری سوامی دیانند فرماتے ہیں:۔ "کیونکہ یہ منوسمرتی جو دنیا کے ابتدا میں ہوئی ہے" ستیارتھ پرکاش اُردو سمولاس ۱۱ صفحہ ۳۱۷

اب کلیات آریہ مسافر کو دیکھئے کہ اس کا مُصنف کس طرح اپنے سوامی نہیں نہیں بلکہ مہرشی کی بات کو جھٹلانے کی ناروا کوشش کے درپے نظر آتا ہے۔

"پس منوسمرتی کو بنے ہوئے "۱۲۰۵۲۹۸۰" سال گذرے ہیں جیسا کہ شلوک ہائے ذیل سے ثابت کیا گیا ہے" کلیات صفحہ ۹ کالم ۲

سماجی دوستوں کا فرض ہے کہ وہ بتلائیں۔ان ہر دو متناقض اقوال میں سے کونسا راستی پر مبنی اور کونسا غلط اور تاریخی واقعات کے خلاف ہے۔

اختلاف پنجم

سوامی جی اپنی پستک میں یوں لکھتے ہیں:۔ "قربان گاہ کے بنانے اور سوختنی قربانیاں چڑھانے کا ذکر ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں ویدوں سے بائبل میں گئی ہیں"

اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲۳

آریہ سماجی بھائیو! کہاں ہو۔ ادھر دیکھو تمہارے مایہ ناز قابل فخر بزرگ ملت شری سوامی دیانند اپنی زبان فیض ترجمان سے کیا گوہر افشانی فرما رہے ہیں۔ دیکھو یہاں اسبات کی اقبالی ڈگری موجود ہے کہ ویدوں میں قربانیوں کا ذکر موجود ہے۔ ہمارا یہ خطاب سبزی خور پارٹی سے

ہے۔ مانس خور پارٹی کے احباب اس بلاوے سے باہر ہیں۔ اب پنڈت لیکھرام کا قول بھی اسکے خلاف دیکھئے:۔

جانور مار کر ہوم کرنا وید و غیرہ ست شاستروں میں کہیں نہیں لکھا۔ اور جو مانس کھاتا ہے یہ بھی انہیں وام مارگی ٹیکا کاروں (مفسروں) کی لیلا ہے۔ اس لئے ان کو راکشس کہنا مناسب ہے۔ مگر ویدوں میں کہیں مانس کا کھانا نہیں لکھا۔" کلیات مسافر صفحہ ۳۱ کالم ۲

اب سماجی دوست ہی ان ہر دو متناقض بیانات کی باہمی تطبیق کر کے ہمیں دکھلائیں۔ ہماری طاقت سے تو ضرور باہر ہے کہ ہم ان کی مطابقت کر سکیں۔

اختلاف ششم

دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن (تردید) پر لیکچر دیا۔ اس میں محمود غزنوی کا آنا اور اسکے حملوں سے دیش کے دھن (ملک کی دولت) کی ہانی (نقصان) کا مفصل برنن (بیان) کیا۔ اور مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی درد شا (بری حالت) کا بیان فرمایا۔ جسمیں کسی شخص نے مکان کی چھت پر جانب مغرب سے یہ سوال کیا کہ آپ نے فرمایا کہ استری (عورت) کو اچیت (مناسب) ہے کہ ایک ہی بار اپنے پتی (خاوند) کے پاس جائے یعنی دیبھچار (زنا) نہ کرے۔ مگر جس کا پتی (خاوند) طوائف کے پاس جائے۔ اس کی عورت کیا کرے۔ انہوں نے (یعنی سوامی جی نے) کہا کہ اسکی عورت بھی ایک اور مضبوط سا آدمی رکھ لے۔"

(سوانح عمری دیانند اردو کلاں صفحہ ۳۵۵)

قارئین کرام! آریہ سماج کے بانی اور ہمارے ملکی آریہ بھائیوں کے رشی بلکہ مہرشی ہاں یوگی بلکہ مہایوگی کے قول کو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کسقدر اس میں تہذیب و شرافت و تقویٰ اور طہارت کی تعلیم دیگئی ہے۔ واقعی انصاف اسی کو کہتے ہیں۔ بہت عمدہ فیصلہ فرمایا۔ اب اس پاک فرمان کے خلاف پنڈت لیکھرام جو کچھ لکھ گئے ہیں۔ وہ بہت ہی افسوسناک ہے۔ افسوسناک اسلئے کہ اپنے گورو کے اس قول کی تکذیب میں ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"جب لوگوں کا دل وبھچار (زنا) کو چاہتا ہے۔ تو بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں۔"

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۱۴۵ کالم ۳)

اگر اس قول کو اسلامی نقطہ خیال سے دیکھا جائے۔ تو یہ عین اسلام کی تعلیم ہے (ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبیلا) اور یہ حرف زر و سونے کے پانی سے حیطۂ تحریر میں لانے کے قابل ہیں۔ اور بر خلاف اسکے آریہ سماجی بھائیوں کی نظر سے دیکھا جائے کہ ایک شاگرد اپنے استاد کے خلاف لکھ رہا ہے۔ یا ایک چیلا اپنے گورو مہاراج کے کلام کی تکذیب کر کے اسلامی تعلیم کے آگے سر جھکا رہا ہے۔ تو ضرور قابل افسوس ہے۔

اختلاف ہفتم

اس زمانہ میں تمام ادیان باطلہ پر اسلام کو عظیم الشان فتح دلانیوالے ہمارے سید و مولا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب لاجواب انعامی دسہزار (جسکے انعام حاصل کرنے میں کوئی کامیاب نہ ہوسکا اور سب بے نیل و مرام رہے) اور دوسری کتاب سرمہ چشم آریہ میں آریہ سماج کے اس عقیدہ پر ایک زبردست ولاجواب اعتراض کیا تھا کہ سماج کا عقیدہ وید چار ہیں۔ حالانکہ محققین وید کا دعویٰ ہے کہ وید تین ہیں۔ چوتھا بہت بعد کی تصنیف ہے اس کا جواب دو۔ اور جواب تین ویدوں سے دو۔ یعنی چوتھے اتھروید نامی کا نام و نشان رگ۔ یجر۔ سام تینوں ویدوں سے دکھلاؤ۔ مگر کون تھا۔ جو اس ناقابل تردید اعتراض کا جواب دیتا۔ اور ویدوں کی پوزیشن کو دنیا کے سامنے اس اعتراض کو دور کر کے صاف دکھلاتا۔

ہاں ایک شخص اس اعتراض کے جواب کیلئے اٹھا۔ مگر ناکام رہا۔ اور ناکامی کے ساتھ ہی اپنے گورو کی مخالفت کر کے دامن سعادت کو پاک نہ رکھ سکا۔ وہ شخص کون تھا۔ وہ آریہ سماج کا شہید لیکھرام۔ یعنی اس شخص نے ایک حق بات کو غلط قرار دینے کیلئے اپنے سوامی کی مخالفت بھی کی۔ اور باوجود اسکے بے نیل مرام رہا۔

دیکھئے۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"اگرچہ ہم چاروں ویدوں کا ایشوری گیان ہونا تکذیب براہین احمدیہ میں اچھی طرح سے ثابت کر چکے ہیں (وہاں تو خاک بھی ثابت نہیں کیا۔ راقم مضمون) اور معقول دلائل سے بتلا چکے ہیں (دریں چہ شک۔ راقم) کہ اس قسم کے بے بنیاد الزام ناکارہ ہی نہیں (پنڈت صاحب جس کو بے بنیاد و ناکارہ کہہ رہے ہو۔ اس کی قدر و عافیت ابھی معلوم ہو جاتی ہے۔ راقم)

بلکہ بات بات میں ناکام ہیں۔ مگر اس جگہ ہم ایک اور وید منتر یجروید کا درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ یجروید ادھیائے ۱۹ منتر ۵۰۔

" ترجمہ۔ جو برہمانڈ (تمام جگت) کی زمین وغیرہ حصوں کے ودیاؤں (علوم) کے جاننے والے اور علم کو پڑھ کر ان سے انیک پرکار (کئی قسم) کے نئے نئے فائدہ حاصل کرنیوالے پراوپکاری (فائدہ رساں) اتھروَن وید کے عالم۔ گیان وان اُپاسنا میں شانت ہوں" الخ

معزز ناظرین! پنڈت جی نے یہاں اتھروید کا ذکر خواہ مخواہ ہی کر دیا۔ حاشا و کلا۔ اصل منتر میں اتھروید کہیں بھی نہیں لکھا۔ چنانچہ بانی آریہ سماج کا ارتھ جو انہوں نے اپنی تفسیر یجروید کے صفحہ ۲۵۶ جلد اول پر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ جس سے عیاں ہو جائیگا کہ پنڈت لیکھرام نے ناحق کو حق ثابت کرنے کے لئے کیا کیا حیلے ایجاد کئے۔ اور اپنے رشی کے مخالف بھی قلم چلانے میں دریغ نہ کیا۔

(صرف اُردو ترجمہ)

" ہے انسانوں جو ہمارے سب علوم کے اُصولات کو جاننے اور نئے نئے گیان کے مواعظ کے کرنیوالے اہنسک (بے ضرر انسان) مضبوط علم و معرفت سے متصف دولت پلنے لائق باپ وغیرہ عالم لوگ ہیں۔ اُن عمدہ کاروبار کرنے والوں کی عمدہ عقل اور فائدہ رسان حاصل ہوئے علم میں ہم لوگ مشغول ہوویں ویسے تم لوگ بھی ہووَو" (اس ترجمہ میں اتھر وید کا نام و نشان تک نہیں)

معزز ناظرین! دیکھئے کس قدر پنڈت صاحب موصوف نے حق سے پردہ پوشی اختیار کرنی چاہی۔ اور ساتھ ہی اُسکے اپنے مہرشی کے ارتھ کو بھی پسِ پُشت پھینکدیا۔

راست بازوں کے مقابلہ میں آنا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ بھلا پنڈت صاحب اس مقابلہ میں کیا جوہر دکھلا سکتے تھے۔ اعتراض کا جواب کیا دیا اُلٹے اپنے دامن پر گورو کی مخالفت سے دھبہ لگا لیا۔ اور بھی بہت سے اختلافات اُستاد اور شاگرد یا گورو چیلے کی تحریرات میں موجود ہیں۔ جن کا یہاں اعادہ کرنا گنجایش اور فرصت کو چاہتا ہے۔ اسلئے سر دست انہی اختلافات پر بس کرتے ہوئے چند ایک اور شگوفے پنڈت جی کی کتب سے دکھلاتے

ہیں۔ اُمید ہے کہ ہمارے سماجی مِتر اگر ان کی طاقت میں ہوگا۔ تو مذکورہ بالا متناقض اقوال میں تطبیق کرکے دکھلائینگے۔ مگر جب یہ مضمون آریہ دوستوں کی نظر سے گذریگا۔ تو پنڈت لیکھرام صاحب کی تصویر کو سامنے رکھ کے اس شعر کے پڑھنے پر ہی اکتفا کرینگے؎

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم ؎ تیرے سینے میں بہت کام رفو کا نکلا

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ تردید تناسخ میں ابطال تناسخ پر ایک نہایت ہی لطیف اور زوردار دلیل ارقام فرمائی تھی۔ جس کا آج تک جواب کسی سماجی یا تناسخ کے پیرو سے نہیں بن پڑا۔ شامت اعمال سے پنڈت لیکھرام جی اس دلیل کو بغرض جواب اپنی کلیات میں نقل کرکے جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر کامیابی و بامرادی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی دلیل یہ تھی کہ اگر تناسخ کو صحیح مان لیا جائے۔ تو اس کے ذریعہ سوشل تعلقات پر بہت بڑی زد آتی ہے۔ وہ یہ کہ آج جو باپ ہے۔ وہ تناسخ کی رُو سے کل خاوند بن کے اپنی لڑکی سے بیاہ کرے یا ایک بیوی ہے۔ وہ کل دوسرے جنم میں اپنے پہلے خاوند کی ماں بنجائے یا اس جنم میں ایک بھائی ہے۔ وہ دوسرے جنم میں اپنی ہمشیرہ سے نکاح کرے۔ تو یہ عقیدہ مانکر دنیا کے اندر کسقدر فتور پڑ جائیگا۔ جس کی تلافی ہونی امر محالات سے ہے۔

یہ ہے خلاصہ حضرت مولوی صاحب کی دلیل لطیف کا۔ اسکے جواب میں پنڈت صاحب موصوف یہ گلفشانی فرماتے ہیں کہ:۔

"ہم آپ کو سمجھاتے ہیں کہ رُوح ہمارا ماں باپ کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوا۔ پس ہمارے ماں باپ رُوح کے ماں باپ نہیں ہیں۔ ان کا جسم ہی ہمارا باپ ہے۔ جب جسم یہاں جل گیا یا خاک درخاک ہوا تو وہ سلسلہ بھی ٹوٹ گیا" (کُلیات صـ۲۷ کالم ۲)

پنڈت صاحب نے یہاں اس ناقابل تردید اعتراض سے بچنے کی بے طرح کوشش کی ہے مگر جواب کیا دیا اُلٹے اور بھی گرفت میں آگئے۔ اس موقع پر کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں ؎ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ہمارے سماجی مِتر اس جواب کو پڑھ کر پھولے نہ سماتے ہونگے۔ مگر ابھی اُن کو معلوم ہو جائیگا

کہ پنڈت صاحب نے جو حیلہ اعتراض سے محفوظ رہنے کے لئے اختیار کیا تھا۔ وہی حیلہ اُلٹا وبال جان ثابت ہو رہا ہے۔

قبل اسکے کہ ہم اس جواب کی لغویت کو یہاں بیان کریں۔ پنڈت صاحب ہی کی ایک عبارت کلیات سے نقل کر دیتے ہیں۔ جس سے ہم اس ڈیوٹی (لغویت کے اظہار سے) سے بھی ایک حد تک سبکدوش ہو جائینگے۔ اور ساتھ ہی اسکے مندرجہ بالا شعر کا مضمون بھی سمجھ میں آ جائیگا۔

"کیونکہ علم حکمت سے صاف طور پر ثابت ہے کہ ۷ برس میں خصوصاً تمام جسمانی حصہ بدل جاتا ہے۔ اور ہر ایک پرمانو (ایٹم) یا ذرہ کی جگہ دوسرے پرمانو آ جاتے ہیں۔ گویا اسّی برس کی عمر تک گیارہ دفعہ جسم بدل گیا۔ پس وہ اجزاء جنکو یاد تھا تحلیل ہو گئے۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ گیارہ مرتبہ" (کلیات آریہ مسافر صہ ۳۸ کالم ۱)

ہمارے سماجی بھائیو! آریہ فلاسفرو!! گوروکل کالج کے لائق اور قابل پروفیسرو!!! اور پرتی ندھی سبھا کے ممبرو!!!! اب ذرا صاحب موصوف کے ان الفاظ کو کہ:۔

"یہ جسم ہی ہمارا ماں باپ ہے۔ جب جسم جل گیا یا خاک در خاک ہو گیا تو وہ سلسلہ بھی ٹوٹ گیا" اس "علم حکمت" والی عبارت کے ساتھ مقابلہ کرو۔ اور دیکھو کہ کیسا عمدہ اور نیک نتیجہ نکلتا ہے۔ دیکھو اور غور و تدبر سے کام لو کہ کس طرح پنڈت صاحب نے ایک عالمانہ اعتراض کا یہ بودا جواب دیا۔ اگر پہلی عبارت اور دوسری عبارت ہر دو کو ملا کر پڑھا جائے۔ تو یہ نتیجہ نکلیگا کہ مثلاً آج ۶ مارچ ۱۹۱۹ء کو لالہ رلیا رام جی کے مسمی موہن پیدا ہوا۔ اور جب وہ ۶ مارچ ۱۹۲۵ء تک پہونچا۔ یعنی اس کی عمر سات سال ہو گئی۔ تو وہ اسکے بعد رلیا رام صاحب سماجی کا فرزند نہ رہا۔ بقول پنڈت لیکھرام یہ رشتہ منقطع ہو گیا۔ کیونکہ سات سال کے بعد وہ پرمانو ہی نہ رہے۔ جو وہ (موہن) اپنی والدہ کے بطن سے لیکر پیدا ہوا تھا۔ پس سات سال کے بعد نہ موہن بیٹا رہا نہ رلیا رام صاحب باپ۔ اسی طرح شریمتی درگا دیوی کا بیاہ رتی سے دواہ سماج مندر میں مہاشہ دھن پرشاد سے مورخہ ۷ رجولائی ۱۹۱۹ء کو ہوا۔ اور دونوں برہمچاری گرہستی بن گئے۔ اسکے بعد جب ۷ سال گذرے۔ تو کیا بموجب فرمان واجب الاذعان سکے وہ دونوں استری پُرش جائز طور پر میاں بیوی کہلانے

کے حقدار سمجھے جائینگے؟ اس کا یہی جواب ملیگا کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ سات سال کے بعد ان کا وہ جسم ہی بدل گیا ہے۔ اب جبکہ وہ جسم ہی نہ رہا۔ تو میاں بیوی کا رشتہ کیسے قائم رہ سکتا ہے کیونکہ پنڈت صاحب موصوف فرما گئے ہیں۔ کہ سات سال کے بعد سب پرمانو بدل جاتے ہیں۔ اور جب وہ جسم ہی نہ رہا۔ تو وہ سلسلہ ہی ٹوٹ گیا۔ ہاں سماجی بھائیو! اس مشکل اور پیچیدہ عقدہ کا حل کر کے دکھلاؤ۔

اس طرح دو توام بھائی بہن ایک والدہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور سات سات سال کے دونوں ہو گئے۔ تو بتلاؤ عرصہ سات سال کے بعد ان دونوں کی باہمی شادی بروئے اصول سماج ہو سکتی ہے یا نہیں۔ "نہیں" تو کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ سات سال کے بعد ان کا وہ جسم ہی نہ رہا۔ جو اپنی ماں کے بطن سے لیکر آئے تھے۔ اور اگر "ہاں" میں جواب دیں تو وہ اعتراض جو حضرت خلیفہ اول رضؓ نے تناسخ کے ابطال میں فرمایا ہے۔ اور بھی قوی و مضبوط ہو گیا۔ یعنی تناسخ کی رُو سے انہوں نے بتلایا تھا کہ اس جنم میں جو بیٹی اور باپ ہے۔ وہ دوسرے جنم میں میاں بیوی بن جائینگے۔ جس سے سوشل تعلقات پر نہایت مہیب اثرات وارد ہونگے۔ مگر اس جواب کو غلط ثابت کرنے کے لئے یا اس کی زد سے بچنے کے لئے پنڈت صاحب نے یہ طریق اختیار کیا کہ رشتہ روحوں میں نہیں۔ بلکہ محض جسم کے لحاظ سے ہے۔ مگر اب اس طریق سے اور بھی آپ پر مشکل آ پڑی۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس بحث کو پڑھتے ہوئے آپ ضرور اس شعر کا ورد کرتے ہوئے پائے جائینگے کہ :-

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا ☆ پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

پس اگر پنڈت لیکھرام جی کا جواب غلط کہو۔ تو بموجب اعتراض مولوی صاحب تناسخ باطل ثابت ہوا

پنڈت لیکھرام کلیات صہ ۵۲ کالم ۲ پر رقمطراز ہیں :-

"یہ انادی کال (ازلی زمانہ) سے اننت کال (ابد تک) اور ہر وقت تمام پرکرتی و روح پرمیشور کے آسرے اور ماتحت ہیں کبھی باہر نہیں"

یہاں روح اور مادہ کو خدا تعالیٰ کے سہارے ٹھہرے ہوئے تسلیم کیا گیا ہے۔ جس سے کبھی نہ تو نہ مادہ اور نہ روح کوئی بھی ازلی و ابدی غیر مخلوق نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ واجب الوجود کی تعریف

یہ ہے کہ وہ اپنے آپ میں خود قائم و دائم کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ یہ اسلئے کہ اگر وہ کسی دوسری ہستی کے سہارے سے قائم ہو گا۔ تو بجائے واجب الوجود ہونے کے ممکن الوجود ٹھہریگا پس اس لحاظ سے روح اور مادہ واجب الوجود نہ رہے۔ بلکہ ممکن الوجود ثابت ہوئے کیونکہ یہ ہر دو پرمیشور کے "سہارے" قائم ہیں۔ پس جب ممکن الوجود ہونا ان کا پایہ ثبوت کو پنڈت لیکھرام کے ہی فرمان کے ماتحت پہونچ گیا تو حادث ہوئے نہ کہ ازلی۔ اور آریہ سماج کا خام دعویٰ کہ روح مادہ پرمیشور کی طرح ازلی و ابدی ہیں۔ غت ربود ہو گیا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ہمارا بھی ارادہ ہو گیا ہے کہ آریہ سماج کے شہید کی یادگار ہر سال ۶ مارچ کو منایا کریں پس اس مضمون کو اسی جگہ ختم کرنے کے بعد باقی کو آیندہ سال پر چھوڑتے ہوئے اپنے سماجی دوستوں سے یہ پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ اپنے دل کو پیدائشی و نسلی قومی و مذہبی تعصب سے صاف کر کے اس ہدیہ احقر کو شرف قبولیت بخشینگے۔

(فضل حسین احمدی مہاجر قادیان)

خاکسار الحکم کا نیاز نامہ

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کی بارگاہ معلیٰ میں

جناب مولوی صاحب مکرم معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نہایت ادب و اخلاص کے ساتھ یہ عریضہ نیاز خدمت والا میں گذرانے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔ اور امیدوار ہوں کہ اس کا جواب عنایت کیا جاویگا۔ میں اس خدائے واحد شاہد کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ جس کی نگاہ جذر قلب تک پہنچتی ہے کہ میں حقیقی تڑپ اور سچی خواہش رکھتا ہوں کہ حق ظاہر ہو۔

۲۸۔ نومبر کے الحکم میں ایک کھلی چٹھی میں نے مولوی عبد الرحمٰن صاحب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ شملہ کی خدمت میں لکھی تھی۔ اس میں دو حوالے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کو

تھے۔ جن کا نتیجہ میرے نزدیک سوا اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ آپؑ کو نبی مانا جائے ایسا نبی جو باعتبار نفس نبوت انبیاء سابقین کے زمرے میں شامل ہے۔

ایک حوالہ تو حقیقۃ الوحی کا تھا۔ جو صفحہ ۱۴۹ سے نقل کیا تھا۔

"اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اسنے مجھے اس عقیدہ پر قایم نہ رہنے دیا۔

یہ جزئی فضیلت قرار دینے کا زمانہ کب تک ہے۔ اسکا جواب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ پر ہے جہاں آپ فرماتے ہیں:-

"گو آدم صفی اللہ کے لئے کئی بروزات تھے۔ جنمیں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے لیکن یہ آخری بروز اکمل اور اتم ہے۔ اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"

اور اسی عبارت کو پیش کر کے ایک شخص نے آپ سے سوال کیا ہے کہ پہلے تو آپ جزئی فضیلت بتاتے تھے۔ اور اب آپ ریویو جلد ا نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ پر لکھتے ہیں کہ "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"

تو اس کا جواب حضرت اقدس نے وہ دیا۔ جو میں نے اوپر نقل کیا۔ گویا تبدیلی عقیدہ دربارہ مسئلہ فضیلت تریاق القلوب کی تصنیف کے بعد ہوئی۔ میرا استدلال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود مسیح بن مریم (علیہ السلام) سے افضل ہونے کے مدعی ہیں۔ اور حضرت اقدس کا اور جمہور اہل اسلام کا اور خود آپؑ کا مذہب ہے۔ کہ غیر نبی۔ کو نبی پر فضیلت نہیں ہو سکتی۔ پس اگر مسیح موعود۔ اپنے اس دعوی میں (کہ میں مسیح بن مریم سے افضل ہوں) سچے ہیں۔ اور میرا ایمان ہے کہ سچے ہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑیگا۔ کہ آپ نبی تھے۔

اس استدلال پر جو جرح کی جاتی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہے:-

(۱) حضرت نے فضیلت کلی کا دعویٰ نہیں فرمایا۔

(ب) صرف کارناموں کی وجہ سے اپنے آپ کو افضل لکھا۔

(ج) غیور ہی خدا بسرش کرد ہمسرم۔ تو ابتدا میں بھی فرما چکے ہیں۔ جب اپنے آپ کو "غیر نبی" سمجھتے

(د) "اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے" کے بعد پھر فرمایا کہ مجھے مسیح بن مریم پر جزئی فضیلت ہے

(ھ) "اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے۔" یہاں اوائل سے مُراد وہ زمانہ ہے۔ جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہ کیا تھا۔

اِن عذرات کا جواب عرض کرتا ہوں :۔

(ا) فضیلت کلی کے دعوی کے لئے اگر کلی کا لفظ ضروری ہے تو آپ مہربانی فرما کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ لفظ دکھایئے۔ جن کے متعلق میں اور آپ افضل الانبیاء ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں (۲) "اپنی تمام میں شان میں بڑھ کر ہے" "یہ تمام شان" کیا کلی کا مترادف نہیں ضرور ہے (۳) حضرت اقدس حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں۔ اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں ..... اُسنے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ یہ عبارت کسی منصف کے سامنے پیش کیجئے۔ وہ کیا فیصلہ دیتا ہے۔ کیا اس سے صاف ظاہر نہیں کہ اب آپ اس تحریر کے لکھنے کے وقت (کم از کم) "فضیلت" کو "جزئی فضیلت" نہیں قرار دیتے ہیں۔ بلکہ کلی فضیلت سمجھتے ہیں :۔

(ب) کارناموں کی وجہ سے فضیلت ہے۔ اسلئے یہ فضیلت جزوی ہے، یہ آپکی زبردستی ہے۔ آپ اپنی تصنیف حقیقۃ المسیح میں خود یہی وجہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے کی لکھ چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو :۔

"اگر مقابلہ ہی کرنا ہو تو مقابلہ ہمیشہ کام سے ہوا کرتا ہے۔ کسی شخص نے دنیا میں ایسا کام کیا۔ جو دوسرا نہیں کر سکا۔ (صفحہ ۴ حقیقۃ المسیح)

پھر کارناموں کے علاوہ اور باتیں بھی وجوہ فضیلت میں لکھی ہیں۔ اسی حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں :۔

ا۔ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں لکھی ہیں

ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے (صفحہ ۱۵۰)

(۲) مجھے وہ قوتیں اور طاقتیں بھی دیگئی ہیں۔ جو اس بوجھ کے اُٹھانے کے لیے ضروری تھیں۔ اور وہ معارف اور نشان بھی دیئے گئے۔ جن کا دیا جانا اتمام حجت کے لیے مناسب وقت تھا۔ مگر ضروری نہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کو وہ معارف اور نشان دئے جاتے۔ (صد ۱۵۱)

(۳) حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دیگئیں۔ جو مجھے دیگئیں (صد ۱۵۳)

(۴) آنیوالا مسیح جو آخری زمانہ میں آئیگا۔ اپنے جلال اور قوی نشانوں کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے۔ (صد ۱۵۵) (۵) میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کا فضل اس مسیح سے مجھ پر زیادہ ہے۔ جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے۔ میرے آئینہ میں اس کا چہرہ زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا۔ جو اس کے آئینہ میں ہوا تھا (خط بنام ڈوئی)

اب فرمائیے یہ فضیلت جزوی کیونکر ہو سکتی ہے۔ آپ کلی فضیلت کے لئے کس کس بات میں فضیلت چاہتے ہیں۔ بیان فرمائیں تا میں وہی باتیں جو مسیح ابن مریم میں آپکے خیال کے رو سے تھیں۔ مسیح موعود میں دکھا دوں۔

(ج) غیوری خدا بسرش گر دیہمسر ہم ہیں تو ہمسری کا دعوے ہے۔ مگر تریاق القلوب کا جو حوالہ مینے نقل کیا۔ اس میں اکمل اور اتم کا لفظ ہے۔ باایں ہمہ آپ اسی صفحہ اسی سطر سے دوسری سطر میں فرماتے ہیں کہ یہ جزوی فضیلت ہے۔ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پس جب اس قول کا قائل اپنی عبارت کے ایک معنی قرار دیتا ہے۔ تو ہمیں حق نہیں کوئی اور معنی کریں۔ اور ہم اس کے بعد کی ایسی عبارتوں کے بھی یہ معنی لے سکتے تھے۔ لیکن آپنے فرما دیا کہ اب خدا نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ پس یہ جرح بھی باطل ہوئی۔

(د) "تمام شان میں بڑھ کر" کا دعوے کرنے کے بعد[1] جزئی فضیلت کا لفظ جہاں آپنے لکھا۔ وہ ریویو جلد اول نمبر ۵ بابت جنی سنہ ۱۹۰۲ء میں ہے۔ اوّل تو اثبات کا ثبوت درکار ہے کہ یہ تحریر اس پہلی تحریر (تمام شان میں بڑھ کر) سے بعد کی ہے۔ محض بعد میں چھپنے سے بعدیت ثابت نہیں ہوتی۔ دوم۔ عبارت یوں ہے:۔

[1] یہ "بعد" کا لفظ میں نے اسلئے لکھا ہے کہ "تمام شان میں بڑھ کر" دافع البلاء میں ہے۔ جو اپریل سنہ ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ گو ریویو جون سنہ ۱۹۰۲ء میں نقل ہوا۔

"اور جس طرح مثیل موسیٰ بہت سی باتوں میں موسیٰ سے بڑھ کر ہے۔ ایسا ہی مثیل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے"

اس میں جیسے مثیل موسیٰ (محمد مصطفےٰ) کی موسیٰ پر بہت سی باتوں میں فضیلت بتائی ہے، اسی طرح مثیل عیسیٰ (مسیح موعود) کی فضیلت بہت سی باتوں میں ابن مریم پر بتائی ہے۔ پس جیسی نبی کریم صلعم کی فضیلت موسیٰ پر مانی جاتی ہے۔ ایسے ہی مسیح موعود کی فضیلت مسیح ناصری پر ماننی پڑیگی۔

(۲) اس خصوص میں ایک حوالہ خطبہ الہامیہ کا بھی دیا جاتا ہے۔ جو یہ ہے:-

"جعل هذا الفتح على يد المسيح المحمدی ليری الناس انه اكمل من المسيح الاسرائيلی فی بعض شيونه"

سو واضح ہو کہ اسی تحریر کے اخیر پر جو اسی صفحے پر دو تین سطروں کے بعد ختم ہوتی ہے۔ لکھا ہے "الراقم میرزا غلام احمد من مقام القادیان الفنجاب لخمس وعشرین من اغسطس ۱۹۰۱ء"

"اور تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے" یہ عبارت ریویو جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ پر ہے۔ جو ماہ جون ۱۹۰۲ء کا مطبوعہ ہے۔ پس اسکے معارض نہیں ہو سکتی۔ اور پھر حقیقۃ الوحی سنہ ۱۹۰۷ء میں چھپی ہے اور یہ امر اپنے محل پر بدلائل قویہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ تریاق القلوب کا ٹائیٹل صرف سنہ ۱۹۰۲ء میں چھپا اور باقی وہ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء میں چھپ چکی تھی۔

(ھ) اوائل سے مراد آپ مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کرنے سے پہلے کا زمانہ لے لیں۔ مگر اس زمانہ کا اختتام تریاق القلوب کے زمانہ تصنیف سے پہلے آپ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس میں صاف یہ اقرار موجود ہے کہ میری فضیلت مسیح بن مریم پر جزئی ہے۔ پھر اسی عبارت "تریاق القلوب" کو سامنے رکھ کر حضور نے سائل کو جواب دینا شروع کیا۔ پس یہ کہنا کہ صرف سرسری طور پر جواب دیا گیا ہے۔ نہایت بعید از انصاف ہے۔ اگر یہ حوالہ سامنے نہ ہوتا تو بھی یہ نہ کہہ سکتے تھے، چہ جائیکہ حوالہ موجود ہو۔

یہاں تک تو میں نے اس کوشش ناکام کا ذکر کیا۔ جو مسیح موعود کا منشاء بدلنے کے بارہ میں ہے

اب مَیں وہ جوابات پیش کرتا ہوں - جو "فضیلت کلی" ثابت کرنے کے لئے آپکے گروہ کی طرف سے دی جاتی ہیں

(۱) حضرت مسیح موعود کی فضیلت مسیح بن مریم پر باعتبار محمدؐ و احمدؐ ہونے کے ہے یعنی فنافی الرسُول کی حیثیت میں ۔

(۲) "حضرت نے تحفہ گولڑویہ میں حضرت ابوبکر کو یوشع بن نون سے کروڑ درجہ بڑھ کر افضل بتایا ہے" (نقل مطابق اصل پیغام ۲ر فروری ۱۹۱۶ء) اس میں یہ دکھایا ہے کہ اگر ابوبکر غیر نبی ہو کر یوشع نبی سے افضل ہو سکتا ہے۔ تو مرزا صاحب بھی باوجود غیر نبی کے ایک نبی سے افضل ہو سکتے ہیں ۔

(۳) چشمۂ معرفت صفحہ ۲۹۹ پر ہزاروں بزرگ جو اُمت محمدیہ میں ہوئے - اور مسیح سے افضل - اگر انسان فضیلت سے نبی بنتا ہے - تو وہ نبی کیوں نہیں (پیغام ۲ - فروری ۱۹۱۶ء)

(۱) پہلا جواب تو جناب سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب نے دیا ہے اس کے متعلق میری یہ گذارش ہے کہ آپ حقیقۃ الوحی کو صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۵ ملاحظہ فرمائیں - اور ایمان سے بتائیں - کہ مسیح موعود جو اپنے نفس کو مسیح بن مریم پر فضیلت دے رہے ہیں تو باعتبار محمدؐ و احمدؐ ہونے کے - یا مسیح موعود ہونے کے؟ آپ تو اس امت کا مسیح ہونے کے اعتبار سے اپنے آپکو مسیح بن مریم سے افضل فرما رہے ہیں - چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ۔

(۱) مسیح بن مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کرکے وہ میرے پر رحمت اور عنایت کی گئی - جو اسپر نہیں کیگئی - (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

(۲) "اسلام نے بھی آخری مسیح کا نام حَکم رکھا ہے × × × × × خدا نے اور اسکے رسُول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانے کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے" (صفحہ ۱۵۵)

دوم یہ کہ محمدؐ و احمدؐ کا نام تو اور اولیاء اُمت پر بھی بولا گیا - مگر بروز کامل اور کلی طور پر محمدؐ و احمدؐ ایک ہی ہوا ہے - پس وہی باعتبار کامل محمدؐ و احمدؐ ہونے کے مسیح پر افضل ہو سکتا ہے - اور وہی نبی بھی - غلطی کا ازالہ ملاحظہ ہو ۔

"وہ (مسیح موعود) فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا - اس کے نام کا وارث اسکے

خلق کا وارث اسکے علم کا وارث۔ اس کی روحانیت کا وارث۔ اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اسکی تصویر دکھلائیگا۔ اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لیگا۔ اور اسمیں فنا ہو کر اس کے چہرے کو دکھلائیگا۔ پس جیسا کہ ظلی طور پر اس کا نام لیگا۔ اس کا خلق لیگا اس کا علم لیگا۔ ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لیگا۔ کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔

اس حوالہ نے کیا ثابت کیا؟ یہی کہ جیسے آپ باعتبار بروز کامل ہونے کے محمدؐ و احمدؐ کہینگے اسے لامحالہ نبی بھی مانینگے۔ اب میں یہ دکھاتا ہوں کہ محمدؐ و احمدؐ بروز کامل ایک ہی ہوا۔

(پہلا حوالہ) ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔ سو وہ ظاہر ہو گیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲) وآخرین منھم × × × × بہرحال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۶۷)

(۳) اس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روکدیا تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہو گا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔ (حقیقۃ الوحی صـ۳۹۱)

ایسے اور حوالے بھی بہت ہیں کہ ایک ہی شخص جامع جمیع کمالات محمدیہ امت میں ہو گا۔ اور وہ نبی بھی ہو گا۔ پس اگر فضیلت باعتبار محمدؐ و احمدؐ ہونے کے ہے۔ تو ساتھ ہی نبی بھی ماننا پڑیگا اور یہی میں کہہ رہا ہوں کہ یہ فضیلت مسیح بن مریم پر باعتبار نبی ہونے کے ہے۔ آئینہ کمالات اسلام میں جو لکھا ہے کہ بعد ہا ظلی طور پر محمد و احمد ہو گئے۔ یہ عبارت حضور کی نظر بہ حوالہ ہائے مندرجہ بالا یہ معنے رکھتی ہے کہ انہیں محمدؐ و احمدؐ بہ ادنیٰ ملابست و مشابہت کہا گیا نہ باعتبار مشابہت کاملہ و مماثلت تامہ۔ دیکھو پہلی رات کا چاند بھی چاند ہی کہلاتا ہے۔ اور چھٹی کا چاند بھی چاند۔ اور چودھویں کا چاند بھی

چاند۔ لیکن آفتاب کی پوری تصویر چودھویں کے چاند ہی میں اُتریگی۔ اسی طرح اولیاء امّت نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق محمدی نور کو اپنے آئینہ ظلیت میں منعکس کیا۔ لیکن پورا انعکاس نبوت مسیح موعود کے آئینہ قلب پر ہُوا۔

(۲) دوسرا حوالہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ابوبکرؓ کو یوشع نبی سے کروڑ درجہ بڑھ کر مانا ہے تحفہ گولڑویہ میں دکھایئے ؂

(۳) تیسرا حوالہ۔ چشمہ معرفت صفحہ ۲۹۶ پر ہزاروں بزرگ جو اُمّت محمدیہؐ میں ہوئے۔ ان سے مسیح افضل۔ یہ بھی دکھایا جائے + جناب مولوی صاحب! آپکی خدمت میں یہ عریضہ نیاز لکھنے کی تحریک ہی مجھے پیغام صلح میں ان دو باتوں کا حوالہ پڑھ کر ہوئی کہ میں نہایت ادب کے ساتھ جناب والا کو اپنے ہادی و منجی حضرت اقدس مسیح موعود کی صحبت کا واسطہ دیکر پوچھوں کہ آپ خدا کے لئے اپنے اور اپنے رفقاء کا یہ طرز عمل دیکھیں۔ کیا مذہب جھوٹ اور فریب سکھاتا ہے۔ کیا ہم نے احمدیت کو اس لئے اختیار کیا کہ دن دہاڑے لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکیں۔ اور ہماری بیباکی یہاں تک بڑھ جائے کہ واقف کاروں کے سامنے کتاب کا نام ہی لے دیں۔ بلکہ صفحہ تک بتا دیں اور وہ عبارت اس میں نہ ہو جس کا حوالہ دیا گیا ہے۔

پہلا مطالبہ | سب سے پہلے میں نے جناب کو اس طرف متوجہ کیا۔ اور کوئی پانچ چھ بار خدا کے واسطے دے دے کر پوچھا کہ یہ فقرہ جو آپنے پیغام صلح ۷ ستمبر ۱۹۱۶ء میں حضرت اقدس کی طرف منسوب کیا۔ "جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شکم آمنہ عفیفہ میں تھے۔ تب فرشتے نے ظاہر ہو کر کہا کہ اے آمنہ تو بیٹا جنیگی۔ اس کا نام احمد رکھنا × × × میاں صاحب غور کیجئے کس کی بنائی ہوئی بات ہے۔ مسیح موعود کی" یہ عبارت مسیح موعود کی کس کتاب یا اشتہار میں ہے تو آپنے مجھے جواب سے سرفراز نہ فرمایا۔ پھر آپکے بزرگ اور رشتہ کے لحاظ سے بجائے باپ

دوسرا مطالبہ | مکرم معظم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ۱۴۔ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء کے پیغام میں لکھا ہے۔

"خود مسیح موعود بھی یہی فرماتے ہیں کہ کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اسلام کے لئے یہ مُصیبت کا دن دیکھنا باقی ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی ایسا نبی بھی ہوگا"۔

مولوی صاحب! آپنے حضرت میاں صاحب کو کتب مسیح موعود سے ناواقف قرار دیا۔ اور حال یہ ہے کہ آپکے پیغام ۲۶ فروری سنہ ۱۹۱۶ء میں مسیح موعود کی آزمایش انبیاء کی آزمایش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے ... اس عبارت کو تقریر اور تقریر سنہ ۱۹۰۳ء کی قرار دیا ہے حالانکہ یہ تحریر ... ایک مکتوب ۲ ہم دسمبر سنہ ۱۸۹۲ء سے لیگئی ہے جو آئینہ کمالات اسلام میں چھپ چکا ہے کسقدر شرم کی بات ہے ۲۱

اس کا حوالہ بھی میں نے پوچھا۔ مگر ندائے برنخواست۔ پھر ان بزرگوں کو دیکھ کر جناب کے دوسرے رفقاء نے جو کچھ کیا۔ اس کی فہرست تو بہت طویل ہے۔ اور جناب حکیم محمد حسین صاحب کا نام نامی اس عام فہرست میں لانا ان کے حق میں لائبل ہے۔ صرف دو نام لیتا ہوں۔ جناب صادق علی صاحب پٹیالہ جو اپنے نام کی رعایت سے نہایت احتیاط سے حوالہ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مرزا محمود احمدؓ صاحب نے لکھا۔

"میں خود مرزا صاحب کو نبی کہنا پسند نہیں کرتا۔ ہاں اسوقت مصلحتاً ایسا کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔" (پیغام ۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۸ء)

تیسرا مطالبہ لیکن مہربانی فرماکر صادق صاحب پٹیالوی حضرت خلیفۃ المسیح کی اس عبارت کا صحیح حوالہ مجھے دکھائینگے۔ اور اپنے نام کی لاج رکھ لینگے۔ جس عبارت کے نیچے مفہوم بالفاظ راقم لکھا ہو۔ اس کے الفاظ میں فرق ہو۔ مگر معنے نہیں بدلا کرتے۔ پھر دیکھو

چوتھا مطالبہ جناب مولوی محمد یمین صاحب داتوی نے ۱۲ر نومبر ۱۹۱۸ء کے پیغام میں لکھا کہ میاں صاحب نے حسن نظامی کے مقابلہ میں

"گھبرا کر کانوں پر ہاتھ رکھ کر یہ لکھدیا کہ میں کسی امر کا مدعی نہیں ہوں۔"

حالانکہ اصل عبارت الفضل جلد ۵ نمبر ۹۴ میں یوں ہے:۔

"میں تو حضرت مسیح موعود کا خلیفہ ہونے کے سوا کسی امر کا مدعی نہیں۔"

اسی طرح پانچویں سواروں میں یہ آپ کا شلوی سکرٹری انجمن احمدیہ عبدالحق نام ہے۔ ایک حوالہ تحفہ گولڑویہ کا دیا ہے۔ میں اسپر کچھ عرض کروں گا۔ جب وہ بتائینگے۔ کہ کس صفحہ پر لکھا ہے ہاں چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۹ کا جو حوالہ دیا ہے۔ وہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ کتاب کھول کر دیکھیں۔ اور اپنے رفیق کی صداقت کی داد دیں۔ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ وہاں یہ لکھا ہے ہزاروں بزرگ جو اُمت محمدیہ میں ہوئے اور مسیح سے افضل۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہاں صد ۲۹۹ پر یہ عبارت ہے:۔

"اگر چاہے تو ایک دم میں ہزار مسیح ابن مریم بلکہ اس سے بہتر پیدا کردے۔ چنانچہ اس نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرکے ایسا ہی کیا۔"

اس شخص کو اپنی امارت پر خوش نہ ہونا چاہیئے۔ جس کی حمایت کا دم بھرنے والے ایسے لوگ ہوں۔ جو مذہب میں اسقدر صریح زور ودغا کو عملی طور پر روا رکھتے ہوں۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میں اپنے دلی کو اس فقرے میں جناب کے ادب کی وجہ سے ظاہر نہیں کر سکا۔ ورنہ مجھے سخت دکھ پہنچا ہے کہ احمدی کہلانے والے اپنا یہ طریق رکھیں کہ وہ کسی اہم مسئلہ کا تصفیہ کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود کی طرف وہ بات منسوب کریں۔ جسکے آپ قائل نہیں۔ اور پھر یہ دیدہ دلیری یہاں تک بڑھ جائے۔ کہ کتابوں کے نام لیں صفحات کے حوالے دیں۔ حالانکہ ان میں اسکے خلاف لکھا ہو۔ جو پیش کرتے ہیں:۔

یہ تو فضیلت کے بارہ میں میں نے عرض کیا۔ دوسرا حوالہ جو مینے پیش کیا تھا۔ وہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کا تھا۔

"نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔"

میرا استدلال یہ تھا کہ نبی کے کچھ بھی آپ معنی لیں۔ مگر جن معنوں میں آپ مسیح موعود کے لئے یہ لفظ استعمال کرینگے۔ ان معنوں میں دوسرے علماء امت میں سے کسی کے لئے یہ لفظ نہیں لے سکتے۔ کیونکہ خدا کے مسیح نے صاف فرمادیا کہ دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں پس جب وہ مستحق نہیں تو آپ کس طرح ان کو نبی کہہ سکتے ہیں۔ البتہ مسیح موعود اس نام کا مستحق ہے۔ جیساکہ اسی صفحہ پر حقیقۃ الوحی کے حوالہ سے اور پھر تذکرۃ الشہادتین سے ثابت ہے۔

"مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پر ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے" (ص۴۳)

پس کیا وجہ ہے کہ آپنے اس لفظ کا استعمال حضرت مسیح موعود کے لئے چھوڑ دیا ہے اگر آپ کہیں کہ احتیاط کرتے ہیں تو فرمائیے! خداوند عالم نے اپنے الہامات میں اس خطاب سے اپنے مسیح کو کیوں مخاطب کیا۔ پھر نبی کریمؐ نے نبی اللہ فرمایا (احادیث صحیحہ میں) پھر خود مسیح موعود نے اپنے لئے یہ لفظ کیوں بار بار استعمال کیا۔ اگر آپ فرمائیں کہ اس کی تشریح بھی کر دی۔ میں کہتا ہوں آپ بھی وہی تشریح کر دیا کریں۔ لیکن اس کے ساتھ جو آپ یہ فرماتے ہیں کہ جن معنوں

ہیں ہم مسیح موعود کو نبی کہتے ہیں۔ ان معنوں میں دوسرے مجددین کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ حضرت کے مندرجہ بالا الفاظ کی موجودگی میں۔ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جب کہ حضور کا ارشاد ہے کہ دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں؟ اگر نبی کے معنے محدث کے ہیں تو پھر دوسرے مجددین اس نام کے کیوں مستحق نہیں۔ یہ دو باتیں ہیں۔ جو میں آپ کی خدمت میں نہایت ادب سے پیش کر کے ملتجی ہوں کہ آپ اپنے قلم سے ان پر روشنی ڈالیں۔ اور یہ یقین فرمالیں کہ میں آپ کی تمام تحریرات کو نہایت شوق و محنت کے ساتھ پڑھ چکا ہوں۔ اور ان میں مجھے ان کا حل نہیں ملا۔ اور میں ان کو لاجواب اور حضرت مسیح موعود کی نبوت پر دلائل قاطعہ سمجھتا ہوں۔ اگر کسی کو زعم ہے۔ تو اپنا قلم اُٹھائے۔ مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جو ذہن رسا رکھتے ہیں۔ اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جو اپنے مذہبی جوش اور صداقت پسند طبیعت کی وجہ سے مشہور ہیں۔ غور فرمائیں۔ اِدھر اُدھر کی باتوں میں نہ ٹالیں نہ الزامی جوابات کی طرح ڈالیں۔ بلکہ محض احقاق حق کی خاطر لکھیں جو کچھ لکھیں۔ تا اپنے خیال کے مطابق اللہ کے نزدیک تو سرخرو ہو جائینگے۔ واللہ المستعان علیٰ ما تصفون۔ (الفضل ۱۸ار فروری ۱۹ء)

یہود نے تو عیسیٰ بھی آگیا۔

چوں شمارا شد یہود اندر کتاب پاک نام
پس خدا عیسیٰ مرا کرد است از بہر یہود

گر نبودندے شمارا نبودے ہم اثر
از شما شد ہم ظہورم پس زغوغا ہا چہ سود

”بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا نہیں۔ صرف خدا ہی کی قوت اور زبردست طاقت تھی۔ جس نے ان نافرمانوں کو معقولیت سے سزا دی۔ اور دنیاوی سلطنت کو ان کے ہاتھ سے نکال دیا۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ آج کل مسلمانوں کی نافرمانیاں بھی بنی اسرائیل کی نافرمانیوں سے بڑھ گئی ہیں۔ صرف اس لئے ہم پر عذاب نہیں ہوتا کہ ہم کسی پیغمبر کو نہیں جھٹلاتے۔ اور کسی پیغمبر کو ستانا ہماری دسترس سے باہر ہے۔ کونسی ایسی دنیا کی برائی ہے۔ جو ہم میں نہیں“ (مشرق ۲ر جنوری ۱۹ء)

مندرجہ بالاسطور (جو مسلمانوں کے اخبار مشرق میں ذمہ وار قلم سے لکھی گئی ہیں) میں نہایت صفائی سے مان لیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اُمت محمدیہ میں کے اکثر افراد یہود بن چکے۔ بلکہ ان سے بڑھ گئے۔ اس لئے ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب حالت ایسی نازک ہے۔ تو مسیح موعود کس وقت آئیگا۔ دوا کی ضرورت تو بیماری کے وقت ہوتی ہے۔

سوچنا چاہیئے کہ بنی اسرائیل سے دنیاوی سلطنت کس وقت چھینی گئی۔ جب مسیح آ چکا۔ اور وہ اس برگزیدہ کا انکار کر کے مغضوب علیہم ہوئے۔ اسی طرح اب جو ہی نقشہ نظر آرہا ہے۔ تو یہی ماننا پڑیگا کہ وعدے کا رسول خدا کا مسیح نازل ہو چکا۔ جس کا نہایت سختی سے انکار کیا گیا۔ نیز ہم اینجا یہود بدگہر پیدا شدند۔ تا بیا زارند عیسیٰ را چو آں قومے کہ بود۔ اس کی پاداش میں ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کا دن دیکھنا پڑا۔ تعجب ہے کہ ہمارے مکرم ایڈیٹر صاحب مشرق فرماتے ہیں کہ ہم کسی پیغمبر کو نہیں جھٹلاتے۔ جھٹلا تو رہے ہیں۔ بلکہ اس کا نتیجہ بھی پا رہے ہیں۔ کیا طاعون عذاب نہیں؟ کیا قحط عذاب نہیں کیا انفلوائنزا (عالمگیر وبائی نزلہ پراسرار بخار) عذاب نہیں؟ کیا تمام دنیا کی خونریز جنگ عذاب نہیں؟ جو لکھا جاتا ہے۔ کہ ہم پہ عذاب نہیں ہوتا۔ پچھلی قوموں میں تو یہی عذاب سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ اس کا ثبوت قرآن مجید سے دیا جاسکتا ہے۔ بنی اسرائیل پر رجز کا آنا لکھا ہے (فارسلنا علیہم رجزاً من السماء بما کانوا یظلمون۔ اور مفسرین نے رجز سے مراد طاعون لیا ہے۔ پھر قحط کو بھی عذاب ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ولقد اخذنا آل فرعون بالسنین ونقص من الثمرات لعلھم یذکرون۔ یعنی فرعونیوں پر قحط مسلط کیا۔ اور پیداوار کی کمی تا وہ نصیحت پکڑیں۔ اسی طرح جنگ بھی عذاب ہے۔ کفار مکہ کو پہلے سنایا گیا کہ تم پر یوم (حسب محاورہ کتب الہٰیہ ایک سال) کے بعد عذاب آتا ہے (ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین قل لکم میعاد یوم (السباء النصف) چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ جانے پر جنگ شروع ہوگئی۔ اور قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی۔ قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم

ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مؤمنین التوبہ ۲۲ لڑو ان سے خدا انہیں اے مسلمانو! تمہارے ہاتھوں سے عذاب دیگا۔ اور رسوا کریگا۔ اسی طرح وبائی نزلہ کا ذکر سورہ الدخان میں ہے۔ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ھذا عذاب الیم۔ دخان مبین سے مفسرین نے قحط بھی مراد لیا ہے۔ سو وہ بھی عالمگیر موجود ہے۔ اور اس کی نظیر پہلے نہیں پائی جاتی۔ اور گولہ باری سے جو آسمان دھواں دھار ہو گیا۔ اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اور حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۲ میں اسی دخان مبین کے متعلق لکھا ہے۔ ویعم الارض ویاخذ بانفاس الکفار ویاخذ المؤمن کھیئۃ الزکام وانما یکون قریباً من قیام الساعۃ۔ کہ وہ دخان زمین پر چھا جائیگا۔ اور وہ کفار کی جانوں پر بنا دے گا۔ اور مومنوں کو زکام کی صورت پیدا کر دیگا۔ ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان صاحب بھی ملاحظہ ہو۔ پس ایڈیٹر صاحب مشرق غور فرماویں۔ کہ عذاب ہو رہا ہے۔ اور وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا کے مطابق وہ رسول یعنی مسیح موعود بھی مبعوث ہو چکا ہے۔

بعد ازیں رو تافتن از مقتضائے شقوت است ورنہ ایں گفتار ما ہر شک و شبہت بلا رود یہ صحیح ہے کہ دنیا کی کونسی ایسی برائی ہے۔ جو مسلمانوں میں موجود نہیں مگر اب ان کا علاج اسی صادق کے ساتھ وابستگی ہے ورنہ

یہود بن کر خراب ہونگے غم و الم سے کباب ہونگے
کہ ہر طرف سے عذاب ہونگے یہ بات بھی بتا چکے ہیں۔

مکالمہ شیعہ و احمدی

(تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے)

شیعہ:۔ سنی لوگ سب و تبرا و لعنت سے کیوں گھبراتے ہیں خود خدا بھی قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون۔

احمدی:۔ دیکھئے خدا فرماتا ہے:۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۲۱/پ۱۹ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔ جناب علی علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے۔ وقد کان فی رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کاف لک فی الاسوۃ۔ نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر جزو اول صـ۳۱۱ یعنی اے مومن تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نمونہ کافی ہے۔

سنی کتب سے لعنت کی ممانعت

اب دیکھنا چاہیئے کہ اس خاص مسئلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ کیا تھا۔

عن ابی ھریرۃ رض قیل یا رسول اللہ ادع علے المشرکین قال انی لم ابعث لعاناً و انما بعثت رحمۃ۔ رواہ مسلم فی اخلاقہ۔ مشکوۃ مترجم غزنویہ امرتسر جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۰ یعنی ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ان مشرکوں کے حق میں بددعا کریں تو فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے لعنت کرنیوالا مبعوث نہیں ہوا۔ بلکہ میں تو رحمۃ للعالمین ہو کر آیا ہوں۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

پھر آیا ہے۔ لم یکن رسول اللہ فاحشاً و لا لعاناً و لا سباباً کان یقول عند المعتبۃ مالہ ترب جبینہ۔ رواہ بخاری مشکوۃ مترجم جلد صـ۲۵۰۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی کو فحش کہتے تھے نہ کسی پر لعنت فرماتے تھے۔ نہ سب کہتے۔ بلکہ معمول آپکا یہ تھا کہ جب کسی پر عتاب فرماتے تو یہ کہتے کہ کیا ہوا ہے اسکو اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو جائے اور لیس ایک شیعہ کہہ سکتا ہے کہ یہ مسلم بخاری کی روایات ہمارے لئے حجت نہیں ہیں۔ ہماری کتب

کو حوالہ دینا چاہیئے۔ یہ درست ہے۔ مگر اعتراض کو مکرر بغور دیکھنا چاہیئے۔ دریافت یہ کیا گیا ہے کہ سُنی کیوں سب وتبرا ولعن سے بُرا مانتے ہیں۔ اس لیے اہل سنت کی کتب معتبرہ سے ثابت کرنا مقدم تھا کہ ایسا کرنا اسکے نزدیک خلاف سنت نبوی ہے۔

شیعہ کتب سے سب ولعن کی ممانعت۔

انشاء اللہ اب لیجئے کتب شیعہ سے بھی اس فعل کی مذمت عرض کرتا ہوں۔ خدا شیعہ صاحبان کو عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ شیعوں کے فخر المحدثین اور شیخ الطائفہ محقق ابن بابویہ کی کتاب میں سب کی مذمت میں ایک خاص باب ہے۔ اس میں ایک حدیث ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبّوا السلطان فانہ امین اللہ فی ارضہ ولا تسبّوا الاموات فتوذوا الاحیاء ولا تسبوا الامرات فتوذوا الاحیاء ولا تسبّوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا۔ جامع الاخبار ب ۱۲۵ فی السب۔ یعنے بُرا نہ کہو بادشاہ وقت کو کہ وہ خدا کا امانت دار ہے اسکے ملک میں اور مرے ہوؤں کو بُرا نہ کہو کہ اس سے اپنے دوستوں کو ایذا دوگے۔ اور بُرا نہ کہو مُردوں کو کیونکہ انہوں نے اپنے کیفر کردار کو پالیا ہے یہ حکم ممانعت تو ہوا عام لوگوں کے سب ولعن وتبرا کے بارہ میں لیکن اہلسنت جو زیادہ گھبراتے ہیں تو اس لئے کہ شیعہ صحابۂ رسول کو خاص کر کے برا بھلا کہتے ہیں۔

صحابہ کو بُرا کہنا کتب فریقین میں منع ہے۔

حالانکہ اس بارہ میں کتب فریقین میں بکمال صراحت ووضاحت خاص ممانعت ثابت ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:۔

(۱) عن ابی سعید الخدریؓ۔ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تسبّوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبًا ما بلغ مُدّ احدھم ولا نصفیہ۔ بخاری مولوی احمد علی صاحب والی ص ۵۱۸ و مسلم نووی ص ۳۱۰۔ یعنے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کو سب نہ کرو۔ اگر تم لوگوں میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کردے۔ تو بھی ان کے ایک مُد بلکہ اس کے نصف کے برابر خرچ کے برابر ثواب میں برابر نہیں ہوسکتا۔

(۲) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ لا تسبوا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلمقام احدھم ساعۃ خیر من عمل احدکم عمرہ۔ ابن ماجہ ص ۲۵۔
یعنے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو برا نہ کہو۔ ان کی ایک گھڑی کا ثواب تمہاری عمر کے عمل سے بہتر ہے۔

(۳) شیعوں کے فخر المحدثین ابو جعفر قمی نے ایک حدیث لکھی ہے۔ وقال من سبنی فاقتلوہ ومن سب اصحابی فقد کفر و فی خبر اٰخر ومن سب اصحابی فاجلدوہ۔ جامع الاخبار ص ۲۵ فی السب۔ یعنی فرمایا آنحضرت نے جو مجھ کو سب کرے اس کو قتل کر دو۔ اور جو میرے احباب کو کرے۔ تحقیق اس نے کفر کیا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو سب کرے اسکے کوڑے لگاؤ۔

(۴) شیعہ جن کو جناب علی علیہ السلام کی سیرت پر چلنے کا دعویٰ ہے۔ ان کو معلوم ہو کہ جب لشکر شام سے آنجناب کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ تو بعض جلد باز شیعوں نے اہل شام کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ لیکن آپ کو اپنے جان نثاروں کا یہ فعل ناگوار ہوا۔ چنانچہ آپ نے ان کو منع فرماتے ہوئے ارشاد کیا۔ انی اکرہ ان تکونوا سبابین الخ نہج البلاغۃ حصہ اول مطبوعہ مصر ص ۴۴۶۔ میں اس امر کو ناپسند رکھتا ہوں کہ تم سب کرنیوالے بنو۔

مذکورہ بالا احادیث سے انشاء اللہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ سب و لعن کرنا قرآن اور سنت رسول و سیر جناب علیؓ کے سراسر خلاف ہے۔ اور پھر خاص کر صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں تو منتج کفر و قابل تعزیر ہے۔ چہ جائیکہ موجب ثواب ہو۔

یلعنہم اللاعنون کے کیا معنے

باقی آپ نے جو اس آیہ یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون سے لعنت کا جواز نکالا ہے۔ اس کا مطلب بھی آپ نہیں سمجھے۔ میں عرض کر دوں کہ جو شخص اپنے اعمال ناسزا سے خدا اور ملائکہ کی لعنت کا مستوجب ہو جاتا ہے۔ اس کی حالت زار کبھی مخفی اور نامعلوم رہ نہیں سکتی۔ بلکہ اس کی خاص علامت خود خداوند کریم نے قرآن میں ہی دوسری جگہ ظاہر فرما دی ہے۔ جیسے کہ فرمایا ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا۔ پ ۵

یعنے جس پر خدا لعنت کرتا ہے۔ تو اس کا کوئی مددگار نہیں پائے گا۔ اس ارشاد باری کی تصدیق کے لیۓ ہمارے پیش نظر یہود مردود کی نظیر موجود ہے۔ جن کی نسبت قرآن مجید کی متعدد آیات میں لعنت کا ذکر آیا ہے۔ اور یہ آیت یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون بھی بلحاظ سباق و سیاق اس کے ان ہی کے حق میں وارد ہے۔ دو ہزار برس کی گذشتہ تاریخ شاہد ہے کہ خدائی لعنت ان پر برابر برس رہی ہے۔ اور دنیا کی بے شمار قوموں میں سے کسی نے کبھی ان کی نصرت وحمایت پر آمادگی نہیں دکھلائی۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ واقعی یہ قوم خدا کے نزدیک بھی ملعون ہے۔ یہ تو خدا کی لعنت اور اس کی علامت کا بیان ہے۔ باقی رہا لاعنون۔ سو اس کے معانی ذوات الارض وھوام الارض یعنے حشرات الارض کے ہیں۔ دیکھو تفسیر صافی زیر آیت مذکورہ و کتاب ابن ماجہ باب العقوبات مطبوعہ دہلی صہ ۲۰۷ یعنے ایسے ملعونوں پر زمین کے جانور حشرات الارض بھی لعنت کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ خدا کے نبی اور جناب علیؑ کی تو سیرت کا بیان آپنے دیکھ لیا کہ لعنت کرنا ان کی شان سے بعید ہے۔ البتہ حشرات الارض کی سیرت یہ ضرور ثابت ہو گئی ہے۔ اگر شیعوں کو یہ از بس مرغوب ہے۔ تو مبارک رہے بزرگان دین میں تو اس کو کار ثواب کسی نے نہیں جانا مانا۔

شیعہ:۔ تمام صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبرا اور لعنت کرنے کے تو شیعہ بھی عموماً قائل نہیں۔ لیکن ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں خاص طور پر ممانعت ثابت کرنا آپ کے ذمہ ہے۔ اگر یہ بھی ثابت کر دیں تو پھر کیا ہی کہنے ہیں ؛

احمدی:۔ جس قدر میں نے اعتراض بالا کے جواب میں عرض کر دیا ہے۔ سلیم الفطرت ایماندار کے لئے کافی ہے۔ لیکن چونکہ آپ کو جناب شیخینؓ کے بارہ میں خصوصاً اثبات ممانعت تبرا پر اصرار ہے۔ اسواسطے بفضلہ تعالیٰ میں اسکے ثابت کرنے کے لئے بھی حاضر ہوں۔ آگے ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے ؛

ابوبکرؓ و عمرؓ کو سب کتب شیعہ میں بھی منع ہے

(۱) قاضی نور اللہ شوستری مذہب شیعہ کی تعریف یوں ارشاد فرماتے ہیں وہ مفہوم تشیع آنست کہ در صد صحیفہ معلوم شد و سب و لعن در او معتبر نیست۔ مبگنجد کہ نام خلفائے ثلث

مطلقاً بر زبان شیعہ جاری نشود و لعن ایشاں واجب نیست۔ اگر جاہلاں شیعہ حکم بوجوب لعن کنند سخن ایشاں معتبر نیست۔ (مجالس المومنین مجلس اول صفحہ ۴۸)

یعنے شیعہ ہونے کا مطلب وہی ہے۔ جو شروع کتاب میں ظاہر کیا گیا (جناب علی علیہ السلام کو افضل الصحابہ و خلیفہ بلا فصل ماننا) اور سب و لعنت کرنا اس مذہب میں معتبر نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کا نام بھی شیعہ کی زبان پر آنے نہ پائے۔ اور ان پر لعنت کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر جاہل شیعہ ان پر لعنت کرنے کو واجب قرار دیں۔ تو ان کی بات قابل اعتبار نہیں ہے۔

رفقاء حضرت علی کے تمائندے کا مذہب درباره سب شیخین۔

(۲) جناب علی علیہ السلام نے عبداللہ ابن ابی عقب کو خوارج کے پاس اتمام حجت کے لئے بطور ایلچی خاص کے روانہ فرمایا۔ ان کے اور حرقوص رئیس خوارج کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے۔ اس کا ملخص شاہ ایران کے وزیر خاص میرزا محمد تقی جس کو بلحاظ کمال فراست و فضل و تبحر علمی کے لسان الملک کا قابل فخر خطاب شاہی دیا گیا تھا اپنی مایۂ ناز تاریخ میں بیان کیا ہے۔ جسکو ناظرین کی دلچسپی کے لئے اصل فارسی عبارت کے ساتھ مع ترجمہ عرض کرتا ہوں۔ اور جو کہ اس موضوع کی توضیح کے لئے از بس مفید ہے۔

لے این وقت حرقوص بسخن آمد و گفت۔ اے پسر ابی عقب من از تو سوالے چند خواہم کرد۔ نہ ازاں جنس کہ ابن وہب کرد با من بگوئے ترا از جملہ اصحاب رضی رسول خدا تولا بکدام جماعت است؟ گفت تولائے من با ولیائے خداوند است۔ مانند ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عمار یاسر و مقداد اسود و سلمان و ابوذر و صہیب و بلال۔ گفت از کدام جماعت تبرا داری؟ عبداللہ ابن ابی عقب گفت من از ہیچ کس تبرا نجویم و ہمگناں را در شاہراہ شریعت و طریق مستقیم دانم۔ تلك أمة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم۔ گفت چہ گوئی در حق علی ابوطالب؟ گفت چہ گوئم در حق کسے کہ در پیش روئے او جہاں کنم و در رضائے او ترک جان گوئم گفت در حق عثمان و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمرو عاص و ابوموسی اشعری و حکمین چہ گوئی؟ گفت عثمان پسر عمہ مصطفی بود۔ و داماد او بود بدو دختر در حق او جزنیکوئی

سخن نہ کنم۔ اما طلحہ وزبیر حواری رسولؐ خدا بودند۔ ودر حق ایشان از امیر المومنین علیہ السلام جز سخن نیکو نہ شنیدم ومن ہماں گویم کہ امیر المومنین گوید۔ اما معویہ وکمین کار برآں تقریر یافت کہ بروفق کتاب خدائے حکمے براندند وما قدلعیت عمرو بن العاص راچیزے نہ شمردیم بداں سریم کہ بودیم از پائے نہ خواہیم نشست۔ واز معویہ واہل شام دست باز نخواہیم داشت بجانب شام کوچ میدہیم ورزم مے زنیم۔ حرقوس گفت تاکنوں نیکو سخن کردی۔ واکنوں بدیں کلمات برخون خویش فتوئے ہمیدہی۔ وقتل خویش راواجب سازی زیراکہ تو آں عیسی جستی۔ کہ پس از مسلمانی کافر شدند۔ عبداللہ بن ابی عقب گفت تو را بدانچا علم ودانش نیست کہ از علم امام بے نیاز باشی۔ ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران جلد سوم از کتاب دوم صفحہ ۱۸۷

ترجمہ۔ اب حرقوس کی بات کی نوبت آئی۔ اس نے کہا۔ اے ابی عقب کے بیٹے۔ میں تم سے چند سوال کروں گا۔ مگر اس قسم کے نہیں جیسے ابن وہب نے کئے۔ مجھ کو بتلاؤ کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے دوست کن لوگوں کو رکھتے ہو۔ اس نے کہا میری دوستی خدا کے پیاروں کے ساتھ ہے۔ جیسے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ وعمارؓ یاسرؓ ومقدادؓ اسود وسلمانؓ و ابوذرؓ وصہیبؓ وبلالؓ۔ حرقوس نے کہا کہ تیرا کن لوگوں سے ہے۔ عبداللہ بن ابی عقب نے کہا۔ میں کسی سے تبرا یعنی بیزاری نہیں رکھتا۔ اور سب کو صراط المستقیم پر قائم مانتا ہوں (خدا نے فرمایا ہے) یہ لوگ تحقیق گذر گئے۔ اور جیسے عمل کئے۔ ان کی جزاو سزا ان کے ساتھ ہے۔ اور اسی طرح جیسا تم کروگے ویسا بھروگے۔ حرقوس نے پھر کہا۔ علی ابن ابو طالب کے حق میں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا میں اس کے حق میں کیا کہوں۔ جس کی طرف سے ہوکر میں جنگ کرتا ہوں۔ اور اس کی رضامندی کی خاطر جان قربان کرنے سے عذر نہیں۔ حرقوس نے کہا کہ عثمان وطلحہ وزبیر ومعویہ وعمرو عاص وابو موسیٰ اشعری اور دو ثالثوں کے حق میں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ عثمانؓ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عمہ کے بیٹے اور دو صاحبزادیوں کے شوہر ہوکر داماد ہیں۔ ان کے حق میں سوا بھلائی کے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ رہا ہے طلحہؓ وزبیرؓ سو وہ رسول خدا کے حواری ہیں۔ اور ان کے حق میں جناب علی علیہ السلام کی زبان مبارک

سے سوائے بھلائی کے میں نے کچھ سنا نہیں۔ اور میں بھی وہی کہتا ہوں جو میرے امیر المومنین کہتے ہیں۔ باقی معویہ اور دونوں ثالثوں کی بابت یہ بات ٹھہری تھی کہ کتاب خدا کے مطابق فیصلہ دیں۔ سو فیصلہ ہو گیا۔ اور ہم نے عمرو بن العاص کے مکر و فریب کی کچھ پروا نہیں کی۔ ہم اپنے ارادہ پر بدستور قائم ہیں۔ اس سے باز نہیں آئینگے۔ اور معویہ اور اہل شام سے دست بردار ہونے کے نہیں۔ شام کی طرف ہم کوچ کرینگے۔ اور معرکہ آرائی کرینگے۔ حرقوص نے کہا بیشتر تم نے ٹھیک باتیں کہی تھیں۔ لیکن اب کلمات کو منہ سے نکالکر تم اپنے قتل کا فتویٰ آپ دینے لگے ہو۔ اور اپنی خونریزی کو واجب کر رہے ہو۔ کیونکہ تم اس جماعت کو بھی دوست رکھتے ہو۔ جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی عقب نے کہا: تمہارا علم اور سمجھ اس حد تک نہیں ہے۔ کہ امام کے علم سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ فقط

میرے خیال میں عبداللہ بن ابی عقب کی مذکورہ بالا گفت گو سے بڑھ کر شیعہ و سنی کے مسائل اختلافی کے بارہ میں شاید ہی کوئی واقعہ یا روایت فیصلہ کن یا تسلی بخش ہوگی۔ بشرطیکہ ہمارے شیعہ معترضین محض زبانی نہیں۔ بلکہ عملاً بھی اپنے ائمہ معصومین کی سیرت پر چلنا گوارا کریں۔ اور خوارج کی طرح ضد پروری اور اپنے مزعومات و قیاسات کو دخل نہ دیں۔ جیسے کہ مضمون روایت سے ظاہر ہے۔ کوئی سمجھدار انسان یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ عبداللہ بن ابی عقب جیسا جان نثار علی اور مومن مخلص ایک ایلچی اور نمائندہ جناب مرتضوی کی حیثیت میں ہو کر خوارج جیسے گروہ کے سامنے جو پہلے شیعیان علی ہی تھے۔ اور یہ سب واقعات جن کے سامنے یا تھوڑا ہی عرصہ ماقبل ہو چکے تھے۔ اتمام حجت جیسے مہتم بالشان فرض کو ادا کرتے ہوئے رئیس خوارج کے شبہات کی تردید میں علی وجہ البصیرت وہ باتیں پیش کرے۔ جن کے ساتھ اسکے امام ہمام کا اتفاق تام نہ ہو۔ نہیں ہرگز نہیں۔ خود ان جوابات کی معقولیت اس امر کی کافی شہادت ہے۔ کہ وہ کسی معمولی دماغ سے نہیں۔ بلکہ کسی اعلیٰ محقق یا امام حکم و عادل کی تعلیم کا نتیجہ ہیں :

خلفاء ثلثہ کے متعلق امام حسن کا مذہب

امام حسن علیہ السلام نے بوقت مصالحت امیر معاویہ سے جو عہد نامہ لکھوایا۔ منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط اس میں یہ بھی تھی کہ وہ سیرت

خلفائے راشدین پر عمل کرے۔ اس عہد نامہ اور اس کی شرائط کا ذکر اکثر کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ منجملہ شیعوں کے خاتم المحدثین ملا باقر مجلسی نے بھی اسکو اپنی کتاب جلاء العیون میں امام حسن علیہ السلام کے حالات میں بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ اس شرط میں ابوبکر و عمر و عثمان کا نام نہیں لیکن حالات و واقعات زبان حال سے باآواز بلند پکار رہے ہیں کہ اسوقت سوائے ان بزرگان دین کے خلفائے راشدین کا اطلاق کسی دوسرے گروہ پر عائد ہو ہی نہیں سکتا۔ اور تاریخ اسلام میں یہ قابل فخر اور جامع مانع لقب اصطلاحاً نہ صرف زمانہ امام حسن و امیر معاویہ سے پیشتر بلکہ مابعد بھی ان کے لئے ہی مخصوص قرار پاچکا ہے پس جو بزرگ بفضلہ تعالیٰ راشدین میں ہیں وہ کبھی مستحق لعنت و نفرین ارباب بغض و کین نہیں ہوسکتے۔

جناب علی و حسنین نے اپنے جگر گوشوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان رکھے۔

(۴) جناب علی علیہ السلام اور حسنین علیہم السلام نے یکے بعد دیگرے اپنے جگر گوشوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان رکھے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے۔

"از امام باقر و صادق روایت کردہ اند کہ مادر عباس و جعفر و عمر و عثمان اولاد امیر المومنین کہ در صحرائے کربلا شہید شدند۔ ام البنین دختر حزام کلابیہ بود۔ و در ابوبکر اختلاف کردہ اند" جلاء العیون مطبوعہ ایران ص ۱۴۲/۲ فہرست شہدائے کربلا

اسیطرح اس فہرست میں عمر بن حسین و ابوبکر و عمر از فرزندان امام حسن کا اندراج ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ زمین کربلا جس کی مٹی خاک شفا ہے۔ اور خاک شفا کی ٹکیہ جو شیعوں کی سجدہ گاہ بنی ہے۔ ابوبکر و عمر و عثمان کے خون کی آمیزش سے وہ بھی خالی نہیں رہی۔ مقام غور ہے۔ وہ انتہا درجہ کا تباغض و تحاسد باہمی جو شیعہ حضرات ثلاثہ اور جناب علی علیہ السلام کے متعلق تیرہ سو برس سے بیان کررہے ہیں۔ بھلا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی عقلمند باور کرسکتا ہے؟ کہ غصب خلافت و فدک و ام کلثوم و خمس جیسے دلخراش و جگر دوز واقعات کے دیکھ لینے کے بعد بزرگان آل عبا نے اپنے صاحبزادوں کو پے در پے ایسے معاندین کے ناموں سے موسوم کرنا گوارا فرمایا ہو۔ بلکہ جو دردناک داستانیں مظالم ثلاثہ کی تبرا بازوں

سے بنی جاتی ہیں۔ ان کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیئے کہ بقول فاضل شوستری وہ نام خلفائے ثلاث مطلقاً بر زبان شیعہ جاری نہ شدہ۔ بھر بھر بھولے بھی ان کا نام نہ لیا جاتا۔ چہ جائیکہ ایک نہیں دو نہیں۔ تینوں ائمہ معصومین اہل بیت تینوں دشمنان دین و غاصبان حقوق کے ناموں سے اپنی اولاد کو نامزد کریں۔ ان کی ناموری اور رونق افزائی میں حصہ لیتے ہیں۔ اور وہ معدوم ان سے کے ذکر خیر کو ترک کر دیتے ہیں جو ایسا امر تو ایک جاہل سے جاہل انسان سے بھی سرزد ہونا محال و ناممکن ہے۔ چہ جائیکہ باب مدینۃ العلم اور رسول پاک کے نواسوں سے ظہور پذیر ہو۔ جو دوست دشمن کی نگاہ میں مورد ہزاراں ہزار استعجاب بلکہ استہزا کا موجب ہے۔ اولیاء اللہ کے سوانح زندگی کو بغور مطالعہ کرنے والوں سے یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ وہ اپنی اولاد کے نام عوام الناس کی طرح بلا سوچے سمجھے نہیں رکھ لیتے۔ بلکہ خاص احتیاط برتتے ہیں۔ آیۃ یا اخت ھارون کی تفسیر میں تفسیر صافی۔ اور اسی طرح صحاح ستہ اہلسنت میں وارد ہے۔ کہ بنی اسرائیل اپنے انبیاء و صلحاء کے ناموں پر نام رکھنا مبارک جانتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کو عبداللہ و عبدالرحمٰن کے نام پسندیدہ ہیں۔ اسی طرح بارہ اماموں میں بھی محمدؐ و علیؑ کے نام زیادہ تر رکھے گئے۔ اس بناء پر جناب علیؑ اور حضرت حسین رضی کا یہ اسمائے خلفائے راشدین تجویز کرنا خاص قابل غور ہے۔ شیعوں کے ہمسایہ اور ان کی سوسائٹی میں آمد و رفت رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ یہ لوگ گدھوں، کتوں یا جب کبھی کسی پر بہت غضبناک ہوتے ہیں تو عمر کر کے پکارتے ہیں۔ چہ جائیکہ اپنے بچوں کے نام بہ تقلید جناب علی و حسنین علیہم السلام ابوبکر و عمر و عثمان رکھیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان حضرات میں اپنے نام لیواؤں کے برابر بھی دینی غیرت و جوش حمیت نہ تھا؟ یا کیا پیروی ائمہ اطہارؑ کا یہی تقاضا ہے کہ جن بزرگواروں کو وہ اس قدر عزیز رکھیں کہ بطور تفاؤل اپنی اولاد کو ان کے ناموں سے موسوم کریں۔ تم لوگ پانی پی پی کر شب و روز ان کو کوسو۔ اور ان پر لعنت کرنا داخل عبادت سمجھو۔ اور ان پر تبرا کرنے کے بغیر تمہارے اصول دین کی تکمیل ہی نہ ہو۔ افسوس ہزار افسوس!

حضرت زید شہید کا تبرا سے انکار

حضرت زید شہید جو امام زین العابدین علیہ السلام کے صاحبزادے

اور شیعہ زیدیہ کے پیشوا اور امام ہیں۔ اُن کی نسبت مذکور ہے کہ جب بنی اُمیہ کے خلاف خروج فرمایا۔ تو جیسے کہ فاضل شوستری نے لکھا ہے۔ چالیس ہزار شیعوں نے بیعت کرکے ان کی امداد و نصرت کا عہد کرلیا تھا۔ مجالس المومنین ص۳۰۴۔ لیکن قبل از جنگ اُن سے استدعا کی کہ شیخین رضؓ سے تبرا کریں۔ مگر آپ نے بکمال جوانمردی اس فعل بد سے صاف انکار فرمایا۔ اور ایسے نازک وقت میں اس قدر جم غفیر اور تعداد کثیر کے علیحدہ ہو جانے کی آپ کو ذرا پروا نہیں ہوئی۔ تاریخ اسلام میں زید شہید کے حالات اور لفظ رفض اور رافضی کی وجہ تسمیہ اور تشریح میں تمام کتب لغت عربیہ میں یہ واقعہ موجود ہے۔ مثال کے طور پر ذیل میں دو حوالے عرض کردیتا ہوں:۔

روافض: لشکرے کہ سردار خود را بگذارند۔ و رافضہ گروہے ازاں و فرقہ از شیعہ کہ بہ زید بن علیؓ بیعت کردند۔ بعد ازاں گفتند کہ از شیخینؓ تبرا کن تا با تو ہمراہی کنم۔ زیدؓ ابا نمود و گفت چگونہ تبرا کنم ازیشاں کہ وزیر و معاون جدّ من بودند۔ پس ایشاں او را رفض کردند۔ و گذاشتند تا آنکہ عم حجاج ایشاں را شہید کرد۔ منتخب اللغات ص۱۹۰ زیر لفظ روافض:۔

یعنی روافض اس لشکر کو کہتے ہیں جو اپنے سردار کو بائیکاٹ کردے۔ اور رافضہ اُسی کا ایک گروہ مراد اور شیعوں کا ایک فرقہ ہے۔ جنھوں نے زیدؓ بن علیؓ سے بیعت کی تھی پھر اُن سے کہا کہ شیخین سے تبرا کرو۔ پھر ہم آپ کا ساتھ دینگے۔ زید نے انکار کردیا۔ اور فرمایا اُن لوگوں سے کس طرح تبرا کروں۔ جو میرے جدّ بزرگوار (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وزیر اور مددگار تھے۔ پس اُنہوں نے آپ کو ترک کردیا اور (بیکس) چھوڑ دیا۔ آخر کار حجاج کے چچا نے آپ کو شہید کیا۔ شیعوں کی معتبر ترین کتاب جو مجمع البحار کی طرح حدیث شیعہ کی لغت ہے۔ اسمیں لکھا ہے:۔

فی الحدیث ذکر الرافضۃ والروافض وھم فرقۃ من الشیعۃ رفضوا ای ترکوا زید بن علی حین نھاھم عن الطعن فی الصحابۃ فلما عرفوا مقالہ وانہ لا یبری من الشیخین رفضوا ثم استعمل ھذا اللقب فی کل من غلا فی ھذا المذھب و

اجازالطعن فی الصحابۃ۔ مجمع البحرین ومطلع النیرین مطبوعہ طہران صـ۳۵۲ ۔ زیر لفظ رفض

یعنے حدیث میں رافضہ اور روافض کا ذکر آیا ہے۔ اور وہ شیعہ میں سے ایک گروہ ہے جنھوں نے زید بن علی سے رفض کیا۔ یعنی چھوڑ دیا تھا۔ جب کہ آپ نے ان کو صحابہؓ کی شان میں طعن کرنے سے روکا تھا۔ جب ان کو یہ امر معلوم ہو گیا۔ اور یہ کہ وہ شیخین سے تبرا نہیں کرتے تو ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جب سے یہ لقب ہر ایک شخص کے لئے مستعمل ہونے لگ گیا۔ جو اس بارہ میں غلو کرتا اور صحابہ کے حق میں طعن کرنے کو جائز قرار دیتا۔

شیعہ وسنی میں زیادہ وجہ نزاع یہی صحابہ کے حق میں برا بھلا کہنا ہے۔ ورنہ محبت اہل بیت سے کوئی فریق روگرداں نہیں ہے۔ اب یہ امر کہ کون فریق حق پر ہے اور کون ناحق پر قرآن وحدیث وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بے شمار تائیدی دلائل کے علاوہ خود بزرگان اہلبیت میں سے حضرت زید شہید کا معتقد فضیلت شیخین ہونا۔ فرقہ حقہ اہلسنت والجماعت کے حق بجانب ہونے کا ایک بین ثبوت ہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است

چھٹی شہادت

فاضل شوستری فرماتے ہیں :۔ وہم چنیں معتزلہ بلکہ اکثر فرق شیعہ زیدیہ خلفائے ثلاث را دشمن نمے دارند۔ مجالس المومنین مجلس ششم صـ۲۹۶

یعنے اسی طرح معتزلہ بلکہ شیعہ زیدیہ کے اکثر فرقے خلفائے ثلاثہ کو دشمن نہیں رکھتے

ساتویں شہادت

ملا عبدالرزاق لاہجی مصنف گوہر مراد شیعوں میں ایک محقق اور فلاسفر فاضل ہو گذرے ہیں۔ ان کی نسبت زمانہ حال کے ایک بہت بڑے دقیق النظر شیعہ مصنف نے لکھا ہے۔ یوجد فی کلماتہ من مدیح الخلفاء و تعظیمھم۔ دیکھو کتاب روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات مطبوعہ ایران صـ۳۵۳ یعنے محقق مذکور کی تصانیف میں خلفاء کی تعریف وتعظیم پائی جاتی ہے۔

آٹھویں شہادت

شیخ جمال الدین حسن بن المطہر الحلی کی بابت بھی جن کی تصانیف میں سے کتاب منہاج الکرامہ ہے۔ اور جس کے جواب باصواب میں محقق ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب مستطاب منہاج السنۃ لکھی ہے۔ فاضل شوستری نے تحریر فرمایا ہے۔ وشیخ جمال الدین ہرگز بر طریق تعصب بحث نہ کردے و در تعظیم وتوقیر

صحابہ مبالغہ نمودے۔ واگر کسے در حق صحابہ کلمہ بد گفتے۔ منع تمام فرمودے و رنجش کردے وسلطان (خدا بندہ الملقب بالجائیتو) را بر محبت صحابہ و تعظیم ایشاں تحریص فرمودے۔

مجالس المومنین مجلس ہشتم صفحہ ۴۰۳

یعنے شیخ جمال الدین کبھی متعصبانہ طریق پر بحث نہ فرماتے تھے۔ اور صحابہ کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ کرتے۔ اور اگر کوئی شخص صحابہ کے حق میں برا کلمہ کہتا تو سرزنش فرماتے۔ اور رنجیدہ ہو جاتے۔ اور سلطان کو صحابہؓ کی محبت و ان کی تعظیم کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

نویں شہادت

سید مرتضیٰ ملقب بہ علم الہدیٰ اور سید الشریف الرضی آپس میں سگے بھائی تھے۔ دونوں بھائی کمال علم و فضل میں بے نظیر ہونے کے علاوہ شیعہ مذہب کے بڑے حامی گذرے ہیں۔ سید مرتضیٰ کی نسبت صاحب کتاب روضات الجنات نے بحوالہ ابن خلکان ابن برہان نحوی کی زبانی ایک عبرتناک حکایت لکھی ہے۔ نحوی مذکور کہتا ہے کہ میں نے سید مرتضیٰ کو ایک دیوار کے پیچھے سُنا۔

یعاتب نفسہ ویقول ابی بکر و عمر ولیا فعدلا واستر حما فرحما افانا اقول ارتدا

بعد ان اسلما الخ روضات الجنات صفحہ ۳۸۷

کہ اپنے نفس کو ملامت کر رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ اور دونوں نے عدل کیا۔ اور رحم کیا مظلوموں پر۔ کیا ایسوں کے لئے مجھ کو یہ کہنے کا حق ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ مسلمان ہوئے۔ اور بعد اس کے مرتد ہو گئے؟ پھر ابن برہان کہتے ہیں کہ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور باہر نکل آیا۔ ابھی دروازہ کی چوکھٹ تک نہیں پہونچا تھا کہ میں نے ایک چیخ کی آواز سُنی۔ اور ابن برہان اُسوقت انکے پاس رہ گئے تھے۔ جب وہ مرض الموت میں مُبتلا تھے۔

دسویں شہادت امام جعفر کی

شیعہ اپنے آپ کو جعفری کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پیرو ہیں۔ ذیل میں امام موصوف کی ایک حدیث مبسوط جو اس موضوع پر برہان قاطع کا حکم رکھتی ہے۔ عرض کی جاتی ہے۔ جس میں بالعموم صحابہ کی شان میں ہمیشہ حسن ظن رکھنے کی ہدایت ہے۔ چہ جائیکہ کوئی گستاخی یا بے ادبی کا لفظ زبان سے نکالنا داخل ثواب سمجھا جائے۔ اور جو لوگ صحابہ کے خلاف

باتیں کہتے سنتے ہیں۔ ان کو اہل بدعت کہا گیا ہے۔ اور ان کی مجالس سے بچنے کا ارشاد ہے۔ اگرچہ اس میں ابوبکر و عمر کا نام مذکور نہیں۔ تاہم چونکہ بالعموم جملہ صحابہ رسول کے حق میں حسن ظن رکھنے کی تاکید ہے۔ اور تمام صحابہ میں سے عموماً ان ہی حضرات کو نشانہ مطاعن و سبّ و لعن بنایا جاتا ہے۔ اسواسطے ہم اس حدیث سے ان کے حق میں ممانعت سبّ و لعن و تبرا کا استدلال خصوصاً کر سکتے ہیں۔ اور بوجہ اولیٰ کر سکتے ہیں۔ حدیث مذکور یہ ہے:۔

قال الصادق علیہ السلام لا تدع الیقین بالشك والمکشوف بالخفی ولا تحکم علی مالم تره بما تروی عنه قد عظم الله عز و جل امر الغیبة وسوء الظن باخوانك من المؤمنین فکیف الجرأة علی اطلاق قوله واعتقاد زور و بهتان فی اصحٰب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله عز و جل اذ تلقونه بالسنتکم و تقولون بافواهکم مالیس لکم به علم و تحسبونه هینا و هو عند الله عظیم و مادمت تجد الی تحسین القول والفعل فی غیبتك و حضرتك سبیلا فلا تتخذ غیره قال الله تعالیٰ و قولوا للناس حسناً واعلم ان الله تعالیٰ اختار لنبیه من اصحابه طائفة اکرمهم باجل الکرامة و حلاهم بحلیة التائید والنصر والاستقامة لصحبته علی المحبوب والمکروه وانطق لسان نبیه محمد صلی الله علیه وسلم بفضائلهم و مناقبهم و کراماتهم واعتقد محبتهم واذکر فضلهم واحذر مجالسة اهل البدع فانها تنبت فی القلب کفراً و ضلالاً وان اشتبه علیك فضیلة بعضهم فکلهم الی عالم الغیب وقل اللهم انی محب لمن احببته انت و رسولك و مبغض لمن ابغضته انت و رسولك فانه لم یکلفك فوق ذلك ۔ کتاب مصباح الشریعة باب السبعون فی معرفة الصحابة مطبوعہ ایران

ترجمہ:۔ فرمایا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے نہ چھوڑ یقین کو باعث شک کے۔ اور کھلی بات کو باعث کسی مخفی امر کے۔ اور جس چیز کو تو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھے محض اس کی بابت سُنی سنائی بات پر فیصلہ نہ دے۔ اور بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بہت بُرا بتلایا ہے۔ غیبت کو۔ اور بدگمانی مومن بھائیوں کے معاملات میں۔ پس اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بارہ میں بے ساختہ بکواس اور جھوٹے بہتان پر مبنی اعتقادات کی جرأت کیسی؟

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ۔جب تم اس کو زبان پر لاتے ۔اور منہ سے کہتے اس بات کو جس کا تم کو علم نہیں ۔ اور اس کو ایک معمولی بات جانتے ۔ حالانکہ وہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے (یہ آیت سورہ نور کی ان آیات میں سے ہے ۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ پر بہتان باندھنے والوں کی سرزنش میں نازل ہوئی تھیں) جو قول یا فعل تیرے سامنے سرزد ہو یا تیرے پیچھے ۔ جہاں تک اس کی تحسین کی صورت ممکن ہو اسے ملحوظ رکھ ۔ اور اسکے سوا مذمت کا خیال نہ کر ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں سے اچھی بات کہو ۔ اور جان تو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک گروہ کو پسندیدہ فرما کر ان کو اعلیٰ درجہ کی بزرگی سے ممتاز کیا ہے ۔ اور ان کو رسول کی صحبت میں راحت و رنج کے وقت استقامت و نصرت و تائید کی توفیق عطا فرمائی ہے ۔ اور اپنے پیارے نبی محمد صلے اللہ علیہ و آلہ کی زبان مبارک سے ان کے فضائل و مناقب و کرامات بیان کرائے ۔ پس تم بھی ان کو محبوب رکھو ۔ اور ان کی بزرگی کا چرچا کرو ۔ اور اہل بدعت کی مجالس سے پرہیز رکھو ۔ کیونکہ وہ دل میں کفر اور گمراہی کو پیدا کرتے ہیں ۔ اور اگر کسی صحابی کی فضیلت پر تم کو شبہ پیدا ہو جائے ۔ تو اس کو عالم الغیب کے سپرد کر دے ۔ اور کہہ تو یہ کہ اے اللہ میں دوست رکھتا ہوں اس کو جس کو تو اور تیرا رسول دوست رکھتے ہیں ۔ اور دشمن رکھتا ہوں ۔ اس کو جس کو تو اور تیرا رسول دشمن رکھتے ہیں ۔ پس اس سے زیادہ کے لئے وہ تجھ کو مکلف نہیں کرے گا ۔

گیارہویں شہادت

ایک صالحہ عورت ام خالد کا ذکر ہے ۔ جسکے یوسف بن عمر نے ہاتھ کاٹ دیئے تھے ۔ یہی یوسف بن عمر ہے ۔ جس نے حضرت زید شہید کو قتل کیا تھا ۔ اس کی نسبت کشی نے لکھا ہے ۔ جو شیعوں میں نہایت معتبر ہے ۔ ھی امراۃ صالحۃ علی التشیع وکانت مائلۃ الی زید بن علی ۔ کہ وہ نیکو کار عورت شیعہ مذہب تھی ۔ اور زید بن علی کی طرف مائل تھی ۔ اس کی نسبت ابی بصیر سے مروی ہے کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئی ۔ تو راوی کہتا ہے کہ امام نے مجھ کو فرمایا کیا تم ام خالد کی باتیں سنکر خوش ہو گے ۔ اس نے عرض کیا کہ ہاں ۔ امام نے فرمایا کہ نزدیک ہو جاؤ ۔ مجھے امام نے ایک بوریا پر بٹھا دیا ۔

ثم دخلت فتکلمت فاذا امراۃ بلیغۃ فسالتہ عن فلان و فلان فقال لہما تولیہما فقالت فاقول لربی اذا لقیتہ انک امرتنی بولایتہما قال نعم۔ (دیکھو کتاب رجال کشی مطبوعہ بمبئی صہ ۱۵۷ ترجمہ ام خالد) یعنے پس وہ داخل ہوئی اور باتیں کیں جس سے اس کا فصیحہ بلیغہ عورت ہونا ثابت ہوتا تھا۔ پس اس نے ابوبکر و عمر کے بارہ میں سوال کیا۔ تو امام نے فرمایا کہ ان دونوں سے محبت رکھا کر۔ اس نے عرض کیا کہ میں پھر اپنے پروردگار سے قیامت کے دن کہدونگی۔ کہ آپنے ہی مجھ کو ان دونوں کی دوستی کا حکم فرمایا تھا۔ امام نے فرمایا کہ ہاں (بیشک)

بارھویں شہادت

یہ تو اگلے وقتوں کی باتیں ہیں۔ ایک میں اپنے وقت کی سرگذشت و شہادت چشم دید عرض کرتا ہوں کہ جناب سفیر صاحب کابل کے بعض کاموں کی انجام دہی کے لیئے مجھ کو بارہا کلکتہ جانے اور وہاں کئی کئی مہینے قیام پذیر ہونے کا اتفاق ہوتا رہا ہے۔ تحقیق مسائل شیعہ و سنی کے لیئے میں اکثر جناب شیخ محمود صاحب گیلانی مجتہد شیعہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اب وہ فوت ہو گئے ہیں۔ ان کا خدا شاہد ہے اور دیکھتا ہے۔ انشاء اللہ میں کوئی جھوٹ بات ان کی طرف منسوب کر کے اپنا ایمان خراب نہ کروں گا۔ آپ کئی دفعہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ شیعہ مذہب میں تبرا ہرگز جائز نہیں ہے اور یہ امر ناحق سنی و شیعہ میں نفاق و منافرت کا باعث بنا ہوا ہے۔ اور اسپر ایک اپنا واقعہ سنایا کرتے تھے۔ کہ بمبئی میں ایک مسجد میں شیعہ طریق پر نماز پڑھ رہا تھا۔ مسجد اہلسنت کی تھی۔ وہ مجھ کو دیکھتے ہی بگڑے اور مارنے پیٹنے پر آمادہ ہو گئے۔ میں بہت حیران تھا۔ آخر بعد فراغت نماز دریافت کیا کہ آخر اسقدر غصہ و غضب کس بنا پر ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ تم لوگ شیعہ ہو۔ اور صحابہ رسول کو تبرا کہتے ہو۔ اسواسطے ہم تم کو اپنی مسجد نماز نہیں پڑھنے دینگے جسپر میں نے انکو اصل حقیقت سے آگاہ کیا کہ یہ جاہل شیعوں کا کام ہے۔ اور دراصل مذہب شیعہ میں تبرا کرنے کا کہیں حکم نہیں ہے۔ غرض بڑی مشکلوں سے ان کی تشفی کرائی۔ اور انکو راضی کر کے پیچھا چھڑایا ٭

پھر فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان میں علمائے دہلی و لکھنو نے جمعیت اسلام پر بڑا غضب ڈھایا ہے۔ اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں مباحثات کو اسقدر طول دیا ہے۔ کہ پناہ بخدا

افسوس اِن باتوں نے فریقین کے دلوں میں وہ آتش فتنہ و فساد بھڑکا دی۔ ہے کہ کبھی بجھنے کی امید نہیں۔ پھر مینے جب پہلی دفعہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جو منجملہ اصول اربعہ شیعہ کے ہے دیکھا کہ اشھد ان علیاً ولی اللہ فضول اذان میں داخل نہیں۔ بلکہ اہل بدعت نے اس کو داخل کر لیا ہے۔ اور ان سے ذکر کیا تو فرمایا کہ دیکھو میں کئی دفعہ ان .. .. شیعوں کو اس سے منع کرتا ہوں۔ کیونکہ اس طرح کی اذان سے اُمت میں فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے مگر میری نہیں مانتے۔ خلفائے راشدین کے حق میں انکی رائے تھی۔ کہ بے شک وہ محافظ بیضہ اسلام تھے۔ جناب علی علیہ السلام کی خلافت روحانی تھی۔ جسکو نہ کسی نے غصب کیا نہ کر سکتا تھا۔ وہ آپس میں مل جل کر کام کرتے تھے۔ جسطرح جناب علی علیہ السلام کے مفید مشوروں سے وہ مستغنی نہ تھے۔ جناب بھی بکمال خورسندی خاطر انکے مددگار و معاون و زور و بازو تھے باہمی کوئی پرخاش و تباغض نہ تھا۔ اگر تھا بھی تو فوری جو وقت گذشت ہو گیا۔ ازواج مطہرات کے حق میں کوئی کلمہ بے ادبی کا منہ سے نکالنا گناہ جانتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی علو شان کے ضمن میں سب سے پہلے مینے ان ہی کی زبان سے بحوالہ نہج البلاغۃ سُنا تھا کہ جناب علی علیہ السلام نے بعد از واقعہ جمل فرمایا کہ ولہا حرمتہا الاولی کہ ایں ہمہ ان کی حرمت ویسی ہی ہے جیسے کہ قبل اس کے تھی ؛

یہ بارہ ۱۲ دلائل یعنی بارہ اماموں کے شیعوں کے لئے جمع کر دیئے ہیں۔ خدا کرے وہ تعصب کی عینک کو اُتار بغور و خوض تمام ان کو مطالعہ فرمائیں اور ہدایت پائیں۔ میرے پیارے دوستو! اہلبیت نبوی کے مذہب اور سیرۃ کو تازہ رکھو۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ لیکن رافضی نہ ہو۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا مت کہو۔ یہی ایک بات ہے۔ جس نے تمہارے مذہب کی ترقی کو ہمیشہ سے روک رکھا ہے۔ اور سب کی نظر میں تم حقیر بن گئے ہو۔ اصل شیعہ مذہب کا کوئی مخالف نہیں نبیؐ و علیؓ کا کوئی دشمن نہیں۔ حسنین کا کوئی بد خواہ نہیں۔ بارہ اماموں سے کسی کو کد نہیں ہے بانی فساد صرف عقیدہ رفض اور تبرا ہے جو تم لوگوں نے بارہ اماموں سے نہیں بلکہ رافضیوں سے لیکر اپنے عقاید میں داخل کر لیا۔ اسلام نے بہت مصائب اٹھائے۔ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب۔ آؤ اب تو باز آجاؤ۔ اور اس مایہ فتنہ و فساد اعتقاد سے تبرا کرو۔ والسلام (خادم حسین)

۴ار سے لیکر ۹ ار اپریل تک خاص رعایت

احباب کرام کو جلسہ کے موقعہ پر تمام کتابیں دفتر تشحیذ سے مل سکینگی۔ بیرونجات کے احباب بھی ان دنوں میں اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مینجر

نام کتاب	اصلی	رعایتی	نام کتاب	اصلی	رعایتی
البرق ۔ رد شیعہ	۴ر	ار	نغمہ اکمل حصہ سوم	ار	؎ر
مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی حصہ دوم	۰ر	ـہ ر	״ ״ ״ چہارم	۲۰ر	۲ر
قبولیت دعا کے گر	ا٠ر	ار	نشان رحمت	ار	؎ر
ترجمۃ القرآن پارہ ۲۷ تا ۲۹	عہ ر	۴ر	الاسماء الحسنیٰ	۰۲ر	
برائی دُرِّ ثمین اردو	۳ر	۰۲ر	الوصیت پر نظر	۳ر	ـہ ر
واقعہ صلیب	عہ ر	۱۴ر	تکفیر اہل قبلہ	۳ر	ـہ ر
صداقت مریمیہ	عہ	۱۴ر	حل چیستان مرزا کا جواب	ار	؎ر
انوار خلافت	۱۰ر	۹ر	بیوی کی تعلیم	؎ر	۰ر
مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸ر	۴ر	کار آمد حوالے	؎ر	۰ر
مجموعہ الہامات مسیح موعود مکمل	عیر	عہ ر	قدامت روح و مادہ	۴ہر	۳ر
الموعظۃ الحسنہ	۲ر	ار	اسلام	۰۲ر	۲ر
معیار حق	؎ر	۰ر	ضرورت نبی	۰۱ر	ار
روحانی طبیب (روحانی مرضوں کا علاج)	۰۱ر	ار	مباحثہ شملہ (دربارہ نبوت مسیح موعود)	۰۳ر	۳ر
ادعیۃ القرآن۔ (مترجم و منظوم)	۲ر	لـہ ر	پیغام حق (تائید سلسلہ عالیہ احمدیہ)	۴ہر	۰۳ر
القاء ربانی	۶ر	۴ہر	مباحثہ امرتسر (ثناء اللہ سے)	۲ر	لـہ ر
نغمہ اکمل حصہ اول ختم شدہ			القول المحمود	۸ر	۷ر
״ ״ ״ دوم	۴ہر	۲ر	وفات نامہ	ار	؎ر

ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں بھی موجود ہیں۔ فہرست مفت طلب کریں۔ منگوا کر دیکھیں ٭

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

تشحیذ الاذہان

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بتمام خط و کتابت بنام مینیجر

جلد ۱۴ نمبر ۴

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء مطابق رجب المرجب سنہ ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے ۲ غیر ممالک سے ۳ طلباء سے ۱

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو

چونکہ ہر مہینہ ایک ہی رونا رویا جاتا ہے اس لئے تشحیذ کے ناظرین میری ضروری سے ضروری گزارش کو بھی معمولی ہی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ میں جو لکھتا ہوں خریداران تشحیذ کے فائدہ کے لئے۔ جب تشحیذ بلحاظ مضامین آپ کے لئے بہت مفید ہے تو آئندہ اس کے جاری رہنے کا بھی بندوبست کیجئے۔ جس کے لئے آپ کو کچھ زیادہ تکلیف نہیں کرنی پڑیگی۔ اور نہ میرا مطالبہ کچھ ایسا بڑا مطالبہ ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں۔ کہ تشحیذ کے خریدار کم از کم ایک ہزار ضرور ہوں۔ دوم اس پر آپ صاحبوں کی بے توجہی سے پانچسو روپیہ قرض ہو گیا ہے۔ اس کے اتارنے کا بندوبست کیا جائے۔ جو صاحب اس خصوص میں مجھے کوئی مشورہ دینگے میں بڑی خوشی سے اس پر غور کرونگا۔ اگر مضامین میں خاص نوعیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے تو بھی نمونہ کے طور پہ کوئی مضمون بھجوائیں۔ خدا کے فضل سے باقاعدہ وقت پہ تو گیارہ سال سے نکل رہا ہے۔

دلاویز مجموعہ

احباب کرام اپنی توسیع معلومات اور تبلیغ سلسلہ کے لئے مفصلہ ذیل ٹریکٹوں کا مجموعہ منگوا کر خود پڑھیں اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی حصہ دوم۔ قبولیت دعا کے چھ ماہی گر۔ روحانی طبیب و روحانی مریضوں کا علاج۔ الوصیت پر نظر۔ تکفیر اہل قبلہ۔ حل چیستان مرزا کا جواب۔ بیوی کی تعلیم۔ کار آمد خوابے۔ تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے۔ یہ مجموعہ صرف ۸ر میں دیا جائیگا

مہتمم تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء

امام مہدی کا غلام احمد نام معتبر کتاب شیعہ میں

دلیل العرفان میں مولوی احمد علی صاحب نے اعلان کیا کہ غلام احمد نام کتب شیعہ سے دکھلائیں تو لاکھ انعام پائیں۔

ہر چند کہ الہامی پیشگوئیوں پر نظر کرتے ہوئے اس مطالبہ کا پورا کرنا ضروری نہ تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے خصم پر اتمام حجت کا ہمیں موقعہ دیا ہے۔ اسلئے مندرجہ ذیل سطور لکھی جاتی ہیں۔ سعید روحیں فائدہ اٹھائیں۔ مولوی احمد علی صاحب اور ان کی حمایت کا دم بھرنیوالے مجتہد سید علی صاحب الحائری سے تو تسلیم کی امید نہیں۔ دیکھیے بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۷۔

جعفر بن محمد الفزاری معنعنا عن ابی جعفر فی قولہ تعالیٰ و من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا قال الحسین فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا۔ قال سمی اللہ المھدی المنصور کما سمی احمد و محمد و محمود و کما سمی عیسیٰ المسیح

اللہ نے مہدی کا نام منصور رکھا۔ جیسے اس کا نام احمد، محمد، محمود

اور جیسا کہ اس کا نام عیسیٰ مسیح بھی ہے۔

اس حوالہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو مہدی کا نام احمدؐ بھی ہے۔ دوم وہ عیسیٰ مسیح بھی کہلائیگا۔ یہ زبردست حجت ہے شیعہ پر کہ آنیوالا مہدی ہی عیسیٰ مسیح ہوگا۔

پھر ملاحظہ ہو اسی بحار الانوار کا صفحہ ۹

"عن ابی جعفر انہ قال صاحب ھذا الامر اصغرنا سنا و احملنا شخصا
قلت متی یکون قال اذا سارت الرکبان ببیعۃ الغلام فعند ذلک
یرفع کل ذی صیصۃ لواء بیان اصغرنا سنا ای عند الامامۃ
قولہ سارت الرکبان ای انتشر الخبر فی الآفاق بان بویع الغلام
ای قائم"

اس حوالہ میں بتایا گیا ہے کہ مہدی کا نام غلام بھی ہوگا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ کہ اطراف میں یہ خبر مشہور ہوجائیگی کہ غلام یعنے امام قائم مہدی کی بیعت کرلی گئی۔ احمدؐ جو اصل نام ہے وہ پہلے بتا دیا۔ اب اس کے دوسرے جزء کو بھی دکھادیا جو لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔ دیکھئے غلام احمدؐ پورا نام امام قائم مہدی الزمان عیسیٰ المسیح کا ہم نے دکھادیا۔ اب یہ آپ کا اختیار ہے کہ اپنی معتبر کتاب اور معصوم امام کے قول پر عمل کریں یا نہ کریں۔ ہمنے آپ لوگوں کا مطالبہ پورا کردیا۔ اور یہ بھی دکھادیا کہ مسیح مہدی سے الگ نہیں ہے۔

اگر اصغرنا سنا کو رہنے دیں اور نہ مانیں کہ یہ امر نسبتی ہے۔ اور غلام کے معنے ہی لڑکا ہی کریں تو اس سے آپ انکار نہیں کرسکتے کہ حضرت مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی اپنے مسیحی نفس بیٹے کی نسبت ہے۔ جو حسن و احسان میں آپ کا نظیر ہوگا۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اس موعود بیٹے کا نام حسب تحریر بحار الانوار محمود و احمدؐ ہے۔ اور چھوٹی سی عمر یعنی پچیس سال کی عمر میں خدا نے اسے مصلح موعود کی حیثیت میں کھڑا کیا یعنی وہ امام تسلیم کیا گیا۔ اور انتشر الخبر فی الآفاق بان بویع الغلام کا مضمون صادق آیا یعنی شور پڑگیا کہ لڑکے کی بیعت کرلی گئی۔ پس بہر دو صورت حجت ملزم قائم ہے۔

مکالمہ شیعہ و احمدی

نمبر ۱۴

شیعہ :- اچھا پھر تبرائے صحابہ جیسے مکروہ عقیدہ کا بانی و مبانی کون ہوا ہے؟ کیا جناب علی علیہ السلام نے حکم دیا تھا یا شیعوں نے خود ہی اسکو تجویز کر کے داخل عقائد کر لیا ہے؟

احمدی :- آپ نے نہایت عجیب سوال کیا ہے۔ بے شک یہ معلوم کرنا بھی ضروری تھا کہ یہ مکروہ و مذموم عقیدہ تبرا جو اس قدر قرآن و حدیث و سیرۃ ائمہ و بزرگان اہلبیت کرام کے برخلاف ہے۔ تو پھر اس کا بانی و مبانی کون ہوا ہے۔ اس راز کی حقیقت بھی خداوند کریم کے فضل و کرم سے ایسی معتبر کتاب شیعہ سے معلوم ہوئی ہے۔ کہ منصف مزاج کو دیکھ سنکر پسینہ آجائے۔

سنئے جناب اس عقیدہ کا بانی بھی وہی غالیوں کا قبلہ و کعبہ ابن سبا ہوا ہے جس نے غلو محبت میں نصاریٰ کی طرح جناب علی علیہ السلام کو اوصاف الوہیت سے موصوف کر دیا۔ اور آنجناب کی رجعت کا عقیدہ تجویز کیا۔ اور اس سے عقیدہ رجعت شیعہ مذہب کا اصل اصول بنا۔ چنانچہ ایک مشہور حدیث امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ جو کوئی ہماری رجعت کا قائل نہ ہو۔ وہ ہمارا شیعہ ہی نہیں ہے۔

قال الصادق لیس منا من لم یومن برجعتنا۔ ٹائٹل پیج رسالہ رجعت فارسی علیسی مطبوعہ لکھنؤ

اب میں اصل عبارت کتاب سے عرض کرتا ہوں :-

" ذکر بعض اھل العلم ان عبد اللہ بن سبا کان یھودیا فاسلم و والی علیا علیہ السلام وکان یقول وھو علی یھودیتہ فی یوشع بن نون وصی موسی بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ فی علی علیہ السلام مثل ذلک وکان اول من اشھر بالقول بفرض امامۃ علیؑ واظھر البرائۃ

من اعدائہ وکاشف مخالفیہ واکفرھم فمن ھھنا قال من خالف الشیعۃ

اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیھودیۃ ۔ دیکھو کتاب رجال شیخ ابو عمر الکشی

مطبوعہ بمبئی صلہ ترجمہ عبداللہ ابن سبا۔

ترجمہ۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ عبداللہ ابن سبا پہلے یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا۔ اور جناب علی علیہ السلام کو دوست رکھتا تھا۔ اور جب وہ یہودی تھا۔ تو یوشع بن نون جو حضرت موسیٰ کے خلیفہ تھے۔ ان کے حق میں غلو کیا کرتا تھا۔ اور جب مسلمان ہوا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جناب علی علیہ السلام کے حق میں ویسا ہی کہنے لگا۔ اور وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے جناب علی علیہ السلام کی امامت کو فرض قرار دیا۔ اور پہلا شخص ہے۔ جس نے انجناب کے دشمنوں سے تبرا کرنا بتایا۔ اور آپ کے مخالفین کی عیب جوئی و تکفیر کرتا تھا (مخالفوہ فسق۔ محاربوہ کفرۃ۔ محقق طوسی) اسی بنار پر جو لوگ شیعہ کے مخالف ہیں۔ کہنے لگ گئے۔ شیعہ مذہب اور رفض سب یہودیوں سے نکلا ہوا ہے۔

بقول شخصے ؎ اے ابن سبا ایں ہمہ آوردۂ تست

شیعہ:۔ اچھا عبداللہ ابن سبا کے متعلق کچھ اور بھی سنائیے۔ مگر شیعوں کی کتابوں سے ہو؟

احمدی:۔ لیجئے میں کتاب رجال کشی سے ہی ایک اور حوالہ عرض کر دیتا ہوں:۔

قال ابو عبداللہ علیہ السلام انا اھل البیت صدیقون لا نخلو من کذاب یکذب علینا ویسقط صدقنا بکذبہ علینا عند الناس لھجتہ واصدق البریۃ کلھا وکان مسیلمۃ کذاب یکذب علیہ وکان امیر المؤمنین علیہ السلام اصدق من براہ اللہ بعد رسول اللہ وکان الذی یکذب علیہ ویعمل فی تکذیب صدقہ ویفتری علی اللہ الکذب عبداللہ بن سبا۔ رجال کشی صہ

ترجمہ:۔ فرمایا جناب امام صادق علیہ السلام نے کہ ہم لوگ تو صدیق خاندان سے ہیں لیکن ایسے کذابوں سے خالی نہیں ہیں۔ جو ہم پر جھوٹ باندھتے۔ اور ہم پر جھوٹ باندھ کر لوگوں کے دلوں سے ہمارے صدق کو زائل کرتے ہیں (جھوٹی روایات

ہمارے نام سے بنا کر لوگوں کو سناتے ہیں۔جن کو مارے تعجب کے وہ ہماری صداقت سے بدگمان ہو جاتے ہیں) دیکھو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بات کرنے میں سارے جہان کے لوگوں میں سے زیادہ سچے تھے۔لیکن مسیلمہ کذاب آپ کی طرف سے جھوٹ موٹ باتیں بنا کر مشہور کرتا۔اور اسی طرح جناب علی علیہ السلام جو بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب ابرار میں بہت ہی صادق تھے۔لیکن جو شخص کہ ایسے اخلاق پر بھی جھوٹ باندھتا اور آنجناب کے صدق کی تکذیب میں لگا رہتا اور اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا۔وہ عبداللہ بن سبا تھا۔

اور سنیئے۔زندیقوں کا گروہ تاریخ اسلام میں بدترین معاند و مخالف اسلام مانا گیا ہے۔اور ان کے اعتراضات و شبہات کے تذکرے بزرگان دین و متکلمین کی کتابوں میں اب تک موجود ہیں۔مثلاً مجھ کو یاد پڑتا ہے۔مولانا شبلی صاحب کی کتاب تاریخ علم کلام میں جب وہ تازہ تازہ ہی چھپ کر شائع ہوئی تھی۔زندیقوں کا یہ اعتراض معہ جواب کے دیکھا تھا۔کہ آیت ولکن شبہ لہم میں جو ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے بجائے عیسیٰ علیہ السلام کے ایک اور بے گناہ شخص کو مصلوب کر دیا۔اس سے تو ظلم و بے انصافی باری تعالیٰ کی معلوم ہوتی ہے۔پھر یہ کیسے خدا کا کلام ہو سکتا ہے۔تو اس کا جواب علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ دیا گیا۔کہ معترضین نے اس آیت کے معانی میں غلطی کھائی ہے۔دراصل یہ معنی کہ ایک دوسرے شخص پر مسیح کی شکل ڈالی گئی۔درست ہی نہیں ہیں۔یعنی شبہ سے مراد القائے شبہ شخصی نہیں بلکہ اشتباہ حقیقت ہے۔تو مطلب یہ ہے کہ زندیقوں کا فرقہ قرآن مجید پر مخالفانہ حملہ کر کے مسلمانوں کو بد اعتقاد بنانے میں مشہور رہا ہے۔آپ کو معلوم کر کے کس قدر تعجب ہوگا کہ بقول بعض محققین اس کے گرو گھنٹال بھی یہی ابن سبا ہی ہوئے ہیں۔جیسے کہ شیعوں کی نہایت ہی مستند اور معتبر کتاب مجمع البحرین میں زندیق کی وجہ تسمیہ میں لکھا ہے۔

وقیل ھم قوم من السبائیۃ اصحاب عبداللہ بن سبا اظہر الاسلام

ابتغاء الفتنۃ وتضلیلاً للاسلام فسعی اولاً باثارۃ الفتنۃ علی عثمان ثم انضوی الی الشیعۃ واخذ فی تضلیل جھالھم حتی اعتقدوا فی علی العبودیۃ (الالوہیۃ)

فاستتابھم علیؓ فلم یتوبوا فاحرقھم مبالغۃ فی النکایۃ ۔ مجمع البحرین صـ ۴۳۵ ۔ زیر لفظ زندق۔

ترجمہ:۔ اور کہا گیا ہے ۔ کہ زندیق سبائیون یعنے عبداللہ بن سبا کے ساتھی ہیں ۔ جو کہ محض فتنہ پردازی اور اہل اسلام کو گمراہ کرنے کی غرض سے مسلمان ہو گیا تھا تو پہلے تو اس نے عثمان کے برخلاف فتنہ کی آگ بھڑکائی ۔ پھر شیعہ کی طرف متوجہ ہو کر ان کے جہلا کو خراب کیا ۔ یہاں تک کہ وہ جناب علی علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہو گئے ۔ اس پر جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کرو ۔ لیکن انہوں نے اس عقیدہ سے توبہ نہ کی ۔ جس پر علی علیہ السلام نے سخت عبرت دلانے کی خاطر ان کو جلوا ہی دیا۔

ایک اور حوالہ کتاب ناسخ التواریخ سے عرض کرنا رہ گیا ۔ اگرچہ وہ اپنے محل سے پیچھے آپڑا ہے تاہم چونکہ مجھ ہیچمدان کو اپنی قابلیت انشا پردازی دکھلانا مدنظر نہیں بلکہ مدنظر محض ہدایت عامہ برادران اسلامی ہے ۔ اسجگہ بھی اس کا بیان کر دینا چنداں غیر موزوں نہیں ہے ۔ معزز ناظرین! آپ کو یاد ہو گا ۔ قبل ازیں کسی جگہ میں نے جناب علی علیہ السلام کے ایلچی کی زبانی اس مکالمہ سے جو اس کا ہمراہ حرقوص رئیس خوارج ہوا تھا ۔ مسئلہ تبرا کے خلاف استدلال کیا تھا ۔ اب جو واقعہ میں عرض کرتا ہوں ۔ یہ بھی اسی قسم کا مکالمہ ہے ۔ جو ایک دوسرے ایلچی کی زبانی خوارج سے واقعہ ماسبق سے بھی پیشتر ہو چکا تھا گویا یک نہ شد دو شد ۔ میرے دعوی کی دوچند تائید و تصدیق ہو گئی والحمد للہ علی ذالک ۔

واضح ہو کہ اس ایلچی کا نام نامی عبداللہ بن خباب ہے ۔ جو جناب علی علیہ السلام کے عامل تھے ۔ اور جب خوارج نہروان کی طرف روانہ ہوئے ۔ تو ان سے ان کی مڈبھیڑ ہو گئی ۔ اور اثنائے ملاقات میں کچھ سوال و جواب ہوئے ۔ مثلاً یہ کہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ

کے حق میں کیا کہتا ہے۔ عبداللہ نے تعریف کی۔ پھر انہوں نے کہا عثمان کے حق میں اور جو فعل کہ عہد خلافت میں ان سے سرزد ہوا کیا کہتا ہے۔ عبداللہ نے ان کی بھی تعریف کی پھر پوچھا کہ جناب علی علیہ السلام کے حق میں بعد اس کے کہ انھوں نے معاویہ کے حق میں ثالثی کا فیصلہ منظور کیا۔ کیا کہتا ہے۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ آنجناب تم سے زیادہ دانا و بینا اور محافظ دین تھے۔ جب یہاں تک بات چیت ہولی۔ تو خوارج عبداللہ کو نہر کے کنارے لے گئے۔ اور زمین پر سلا کر ان کا سر تن سے جدا کر دیا (اناللہ وانا الیہ راجعون) اور ان کا خون نہر میں بہا دیا۔ لیکن وہ پانی میں آمیختہ نہ ہوا۔ بلکہ مثل رسہ کے سطح آب پر بہتا چلا گیا۔ جناب علی علیہ السلام کو اس سفاکانہ قتل کی جب خبر پہنچی۔ تو آپ کو سخت قلق ہوا۔ اور خوارج کے حق میں بد دعا فرمائی۔ اور ایک خطبہ بلیغ پڑھ کر اصحاب کو خوارج کے قتل پر آمادہ اور نہروان کی طرف کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اصل الفاظ موقعہ مطلوبہ کے بزبان مورخ یہ ہیں:۔

"گفتند در حق ابوبکر و عمر چہ گوئی؟ ایشاں را ثنا گفت۔ گفتند در حق عثمان و کردار او در شش خلافت او چہ گوئی عبداللہ نیز او را بستود" دیکھو ناسخ التواریخ جلد سیم از کتاب دویم کتاب خوارج مطبوعہ ایران۔

ایک اور حدیث بھی جاتے جاتے سُن لو جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ناجی فرقہ کی علامت یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رسول کی سیرت پر ہو۔ وفی الحدیث قیل یا رسول اللّٰہ وما الفرقۃ الناجیۃ قال ھو ما نحن علیہ واصحابی۔ دیکھو مجمع البحرین زیر لفظ نجا۔ صہ ۸۲۔ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جس گروہ پاک کی پیروی اور اسوۂ حسنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موجب نجات بیان فرمائیں۔ شیعیان علی اسی گروہ کے اَلٰہی دشمن ہیں۔ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ میں نے بمشکل کسی شیعہ عالم کی زبانی مہاجرین و انصار یا صحابہ کی تعریف میں کوئی کلمہ سنا ہے۔ اور ایسا ہی حال انکی کتابوں کا ہے کہ اس ذکر خیر سے معرّا ہیں۔ حالانکہ بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے از روئے قرآن مجید اگر کوئی گروہ واجب الاتباع اور مفترض الطاعت ثابت ہو سکتا ہے۔ تو میں ڈنکے کی چوٹ ببانگ بلند عرض کرتا ہوں کہ

وہ مہاجرین و انصار کا گروہ ہے نہ ماسوا ان کے۔ اور صحابہ سے مراد بھی یہی خدا کے پیارے مہاجرین و انصار ہیں۔ جنہوں نے دین کی خاطر اپنے وطن و خانمان وغیرہ کی پرواہ نہ کی۔ اور خدا کا نام لے کر دین سے جدا کرنیوالی سب چیزوں سے جدا ہو گئے۔ اور مکہ کو چھوڑ کر مدینۃ الرسول کو جا کر اپنا مسکن و مدفن بنا لیا۔ اور اسی طرح انصار جنہوں نے اپنے نئے بھائیوں کی خاطر و مدارات میں بلا کسی قسم کے دریغ کے وہ بے نظیر ایثار دکھایا ہے۔ جس کی نظیر مہذب سے مہذب اقوام میں پائی جانی مشکل ہے۔ اور پھر جنکی تعریف نہ ایک دو جگہ بلکہ متعدد آیات میں موجود ہے۔ آیۃ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا ذالک الفوز العظیم۔ سورہ توبہ پ ۱۱ ع ۱۳ کو بغور مطالعہ فرماؤ۔ اور بتاؤ کہ اب بھی مجمع البحرین والی مذکورہ بالا حدیث کی تصدیق کرتے ہوئے صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عموماً اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ خصوصاً جن سے بڑھ کر ہجرت و نصرت دین میں کسی نے حصہ نہیں لیا۔ بجائے تبرا کے تولا رکھو گے یا نہ؟ ورنہ خدا کے واسطے بتلاؤ کہ ازیں بعد مسلمانوں کے ۷۲ فرقوں میں سے شیعوں کا اپنے ہی فرقہ کو فرقہ ناجیہ قرار دینا اور اپنے آپ کو تابع قرآن و سنت رسول ظاہر کرنا کہاں تک قرین انصاف ہے۔ اور کن سے دلائل بینہ پر مبنی ہے۔ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اس باطل عقیدہ تبرا صحابہ کرام کو شیعہ برادران سے مثل حرف غلط نسیاً منسیاً کر دے۔ اور ان کو اصل سیرت اہل بیت کرام پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

بحرمت حضرت سید المرسلین واصحابہ وآلہ الطیبین المطہرین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ہوا خواہ فریقین

حاجی خادم حسین از مقام کوئٹہ

۲۶ فروری سنہ ۱۹۱۹ء

اطلاع ضروری

[illegible] اس رسالہ [illegible] مضمون

[illegible] صاحب [illegible]

درس الحدیث

از حضرت اولوالعزم - ۷ جولائی ۱۹۱۴ء

حدیث - ابراہیم بن موسیٰ -

نبی کریم صلعم کو رؤیا میں شراب اور ایک دودھ کا پیالہ دکھلائے گئے - آپؐ نے دودھ لے لیا اور اسے پیا - آپؐ سے کہا گیا - کہ آپؐ فطرت کی طرف ہدایت کئے گئے ہیں -

رؤیا میں شراب کا دیکھنا - جہالت اور عقل پر پردہ پڑنے پر دال ہے - اس لئے اسلام کے پہلے زمانہ کو زمانہ جاہلیت کہتے ہیں - اور دودھ سے مراد علم ہوتا ہے - جو اس خواب کے دیکھنے والے کو عطا کیا جاتا ہے - شراب بہت بری چیز ہے - جسے اس کی لت پڑ جائے اسے چھوڑنا محال ہو جاتا ہے - ایسے شخص کی عقل پر بالکل پردہ پڑ جاتا ہے - اور وہ کسی بدی سے اجتناب نہیں کرتا - اور کسی گناہ سے نہیں بچتا -

مجھے ایک دفعہ رؤیا میں خدا تعالیٰ نے دودھ کا پیالہ دیا - جسے میں نے پی لیا - پھر میں نے کہا - اب میری امت گمراہ نہیں ہوگی؟ وہ امت نبی کریم صلعم کی ہی امت ہے - جو آپؐ کی امت ہے وہی ہماری امت ہے - نبی کریم صلعم کی فطرت نیک تھی - اس لئے آپؐ نے دودھ کو لیکر پی لیا - آپؐ کو یہ بتایا گیا کہ آپؐ کی امت میں علم ہوگا اور جہالت نہیں ہوگی

حدیث - ابراہیم بن منذر -

طائفہ - ابھری ہوئی - یا سے ذرا آنکھ - نبی کریم صلعم کو دو عیسے دکھلائے گئے تعجب کی بات ہے - اس سے تو صریح پتہ لگتا ہے کہ ایک عیسے جو آپ سے پہلے گزر چکا - ایک بعد میں آنے والا ہے - یہاں اس کا ذکر ہے جو آپؐ کے بعد آنے والا تھا -

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ معلوم ہوتا تھا - وہ رؤیا یا الہام کے ذریعہ ہی معلوم ہوتا تھا - یہاں صریح منام کا لفظ ہے اور منام کی ہر ایک چیز تعبیر طلب ہوتی ہے

تعبیریں بھی مختلف ہوا کرتی ہیں - جو اس کے ظہور کے وقت پتہ لگتی ہیں - حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا ذکر فرمایا ہے - کہ اکثر خوابیں ویسی ہوتی ہیں - بعض میں کچھ فرق ہوتا ہے - بعض خوابیں بڑی ہوتی ہیں - لیکن ان کی تعبیر چھوٹی سی نکلتی ہے - بعض خوابیں چھوٹی اور ان کی تعبیر بڑی نکلتی ہے - بعض خوابوں کی تعبیر بالکل الٹ نکلتی ہے - لیکن اب لوگ کہتے ہیں کہ عیسےٰ کے متعلق جو رؤیا تھا - اس کی تعبیر عین اصل کے مطابق ہونی چاہیئے - مگر نبی کریم صلعم نے کڑوں کی تعبیر "دو جھوٹے" کرکے بتلا دیا ہے کہ تعبیر ویسی ہی نہیں ہو سکتی - عزیز کے خواب کی جو تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے کی - اسی کو دیکھ لو - کہاں بالیاں اور گائیں - اور کہاں قحط - یہ ایک رؤیا ہے جو نبی کریم صلعم کو دکھلایا گیا - خواب کی تعبیر اسی وقت کھلتی ہے جب وہ پوری ہو - یہ کہنے والے غلطی پر ہیں - کہ خواب کی تعبیر ویسی ہی ہونی چاہیئے - بعض لوگ یہ جواب دیتے ہیں - کہ عام لوگوں کے رؤیا و خواب تعبیر طلب ہوتے ہیں - نبی کے رؤیا کی تعبیر نہیں ہوتی - لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی رؤیا کی تعبیر کرکے بتلا دیا - کہ نبی کی رؤیا و خواب بھی تعبیر طلب ہوتی ہیں -

حدیث - احمد بن محمد المکی -

لا واللہ ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعیسیٰ احمر - خدا کی قسم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسےٰ احمر (سرخ) نہیں کہا - نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دونو مسیحوں کا رنگ اور صورت الگ الگ فرمائے ہیں - لیکن معلوم ہوتا ہے انہوں نے عیسےٰ اول کا رنگ نبی کریم صلعم سے نہیں سنا صرف اس مسیح کا رنگ سنا ہے جو بعد میں آنے والا تھا - اس لئے قسم کھالی - عیسےٰ مسیح اول کا رنگ آنحضرت نے سرخ بیان فرمایا ہے - اور مسیح ثانی کا گندم گون - حضرت اقدس فرماتے ہیں - سید جدا کند ز مسیحائے احمرم - چونکہ مسیح ثانی چھٹے ہزار کا آدم تھا - اس لئے اس کا رنگ بھی آدم ہی رکھا - یہ جو قسم کھا کر راوی نے کہا ہے - اس لئے کہ آنیوالے مسیح کا رنگ نبی کریم صلعم نے سرخ نہیں بلکہ گندم گون فرمایا ہے -

حدیث - ابو الیمان -

اولاد علات - ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ دین کے اصول ایک ہی ہیں اگرچہ فروعات میں کچھ اختلاف ہی ہو۔

حدیث۔ عبداللہ بن محمدؒ۔

رأی عیسی ابن مریم رجلا یسرق فقال له اسرقت قال کلا۔ والذی لا الٰہ الا ھو فقال عیسیٰ امنت باللہ وکذبت عینی

حضرت عیسےٰ نے ایک آدمی کو چوری کرتے دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ تو نے چوری کی اس نے خدا کی قسم کھائی کہ میں نے چوری نہیں کی حضرت عیسےٰ نے کہا میں نے اللہ کی قسم مان لی اور اپنی آنکھ کو جھٹلایا۔ چور ایسا کیا کرتے ہیں۔ کہ ان کو کوئی سیندھ لگاتے ہوئے ہی پکڑے۔ تو انکار کر جاتے ہیں۔ اور عین وقت پر پکڑے جانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہاں اپنا مال ہو گا۔ لیکن جس کے پاس تھا۔ اسے دیتا نہ تھا۔ اس لیے اس نے اس ترکیب سے نکالنا چاہا۔ خیر کچھ ہو۔ مگر انبیاءؑ کی احتیاط کو دیکھو۔

حسن ظنی جو حضرت عیسےٰ نے کی۔ یہ اس لئے کہ وہ حاکم تو نہ تھے۔ یہ بے تعلق لوگوں کے لئے طرز عمل ہے حاکم تو ایسا نہیں کرتے نہ انہیں کرنا چاہیئے۔ حاکم اگر دیکھتا تو وہ تفتیش کرتا۔ یہ نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایک ذرا سی بات کو دیکھ کر کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔

حدیث۔ حمیدی۔

لاتطرونی - میری حد سے زیادہ تعریف مت کرو۔ یہ آپ نے کیا لطیف بات فرمائی ہے۔ بعض ناسمجھوں نے اس بارہ پر اعتراض کیا ہے۔ کہ کلمہ شہادت میں نبی کریم صلعم نے اپنا نام کیوں ساتھ لگا دیا۔ وہ سمجھتے نہیں۔ آپ نے تو شرک کی بیخ کنی کر دی اور ایک لطیف پیرائے میں فرما دیا۔ کہ دیکھو پچھلے بعض نبیوں کو ان کی امت نے خدا بنا دیا تھا۔ اب تم نہ کرنا میں بندہ ہوں۔ خدا نہیں ہوں۔ مجھے کہیں خدا نہ سمجھ لینا۔ اس لئے توحید کے ساتھ اپنی عبودیت کی گواہی حضورؐ نے لازمی فرمائی۔

خصوصیاتِ اسلام

(۱)

ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ اسلام کی مسلّمہ الہامی کتاب (قرآن مجید) میں کوئی ایسا قول نہیں۔ جو خدا کے فعل کے مخالف ہو۔ بلکہ قول و فعل میں پوری پوری مطابقت ہے۔ جس طرح خدا تعالیٰ تمام دنیا کی جسمانی ربوبیت فرما رہا ہے اسی طرح روحانی ربوبیت کے بارہ میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ الہام الٰہی کسی خاص قوم یا خاص خطے سے مخصوص نہیں بلکہ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (کوئی قوم نہیں جس میں رسول مبعوث نہ ہوا ہو) اور پھر اسی اصول کے مطابق ارشاد ہے کہ مومن متقی وہ ہے جو اس پر بھی ایمان لائے جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا اور اس پر بھی جو ان سے پہلے نازل ہوا اور اس پر بھی جو آپ کے بعد نازل ہوگا۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ سوا اسلام کے اور کسی مذہب میں یہ تعلیم ربانی نہیں۔ چنانچہ آریہ صرف آریہ ورت والوں ہی کو الہام الٰہی سے مخصوص سمجھتے ہیں اور اہل کتاب یہود و عیسائی بنی اسرائیل کو اور پھر کوئی بھی ان میں سے نہیں جو تمام مسلّمہ راستبازوں پر ایمان لانا ضروری بتائے۔ البتہ اسلام کی تعلیم کی رُو سے ہم انجیل۔ توریت۔ اور وید کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔ اور تمام نبیوں اور رشیوں کی عزت کرتے ہیں۔ البتہ یہ کہتے ہیں کہ امتداد و انقلاب زمانہ سے ان کتابوں میں تحریف ہوگئی۔ ان راستبازوں کی تعلیم حق باطل سے متلبس ہوگئی۔ اس لئے قرآن مجید پر عمل کافی ہے وَفِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔ کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو اور یہ کتاب ہر طرح سے محفوظ ہے اور رہیگی لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط

(۲)

جس طرح ایک باغ۔ باغبان اور آبپاشی کے بغیر تباہ اور برباد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مذہب بغیر انبیاء مجددین امت اور کلام الٰہی کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ سو اس معیار پر ہم تمام مذاہب عالم کو دیکھتے ہیں۔ ویدوں کے بعد آریہ سماج کے عقاید کے مطابق کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جس نے دعویٰ کیا ہو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس باغ کی آبیاری وحفاظت کے لئے مامور ہوا ہوں۔ ایسا ہی اہل کتاب یہودی اور پھر ان کے بعد عیسائی۔ مسیح بن مریم (علیہ السلام) پر یہ سلسلہ ختم کر دیتے ہیں۔ گویا وہ اپنی زبان سے شہادت دیتے ہیں کہ اب ہمارے مذہب میں زندگی نہیں۔ جسمانی تربیت کے لئے تو بیشک ہر زمانہ میں آسمان سے پانی برسنے کی ضرورت ہو لیکن روحانی تربیت کیلئے وہی پانی کافی سمجھ لیا جائے جسے مختلف لوگوں کے دستبرد نے مصفا نہیں رہنے دیا کیسی خوفناک غلطی ہے۔ الحمدللہ۔ اسلام ایسی غلطیوں سے پاک ہے۔ اس میں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ میں بشارت دی کہ ہمیشہ اس میں ایسے پاک انسان پیدا ہوتے رہینگے۔ جو اس تعلیم پر چل کر خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرینگے۔ اور گلشن اسلام کی آبیاری کر کے اسے سرسبز و شاداب رکھینگے چنانچہ انّ اللہ یبعث علیٰ رأس کلّ مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا کے مطابق ہر صدی میں جب کہ ایک نسل کے آدمی رخصت ہوئے تو دوسری نسل کی رہنمائی کے لئے خدا کا ایک مجدد آگیا جس نے اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھایا بدعات کا قلع قمع کیا۔ اور مسلمانوں کو حقیقی اسلام پر قائم کر دیا اسی وعدے کے مطابق اس صدی میں حضرت مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود مبعوث ہوئے۔

(۳)

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اسلام کی الہامی کتاب قرآن مجید نہ صرف اپنی تعلیم کے لحاظ ہی سے بے مثل ہے بلکہ فصاحت و بلاغت دلآویز طرز بیان میں بھی نظیر نہیں رکھتی۔ چنانچہ اس کا بڑی تحدی سے یہ دعویٰ ہے۔ کہ قل لئن اجتمعت

الانس* بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا

یعنی اگر تمام جہان کے لوگ بھی مل کر کوشش کریں تو ایسی کتاب بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یعنی یہ کتاب خود زندہ ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ ایک انسان تو کیا انسانوں کی مجموعی طاقت بھی اس کا جواب نہیں لا سکتے ۔

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
بھلا کیوں کر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے

(۴)

چوتھی خصوصیت اسلام کی یہ ہے کہ جو الہامی کتاب اس مذہب کو پیش کرتی ہے۔ اس کی زبان زندہ ہے اور قوموں میں بولی جاتی ہے۔ بخلاف اس کے نہ ژند وستا کی زبان اب باقی ہے نہ ویدوں کی۔ نہ توریت و انجیل کی اصل زبان عبرانی زندہ ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کا یہ فعل کھلی کھلی شہادت نہیں دیتا کہ وہ قادر و توانا چاہتا ہے کہ اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے سب لوگ اسے قبول کریں دوسرے مذاہب پر اب کوئی شخص عمل پیرا نہ ہو۔ کیونکہ جب الہامی کتاب کی اصل زبان ہی سمجھنے والا کوئی نہ رہا یا النادر کالمعدوم رہ گئے تو اس اصل مذہب کی اشاعت کیا ہوگی۔ یہ اور بات ہے کہ اپنے خیالات و خواہشات کے مطابق مذہب کے نام سے چند باتیں لے کر اسے پھیلاتے پھریں۔ اصل مذہب تو الہامی کتاب میں دیکھا جائیگا۔ اور اس الہامی کتاب کی زندگی زبان کی زندگی پر موقوف ہے۔

(۵)

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ صرف اسلام ہی کا دعویٰ ہے کہ وہ عالمگیر مذہب ہے اور تمام جہان کے لئے ہے چنانچہ اس میں ارشاد ہے۔ قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (اے دنیا کے تمام لوگو میں تم سب کی طرف رسول ہوں) اسی کے مطابق رسول پاک نے فرمایا کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً پھر صرف قول ہی پر اکتفا نہیں بلکہ نبی کریم صلعم

*و الجن علی ان یاتوا

نے دنیا کے بادشاہوں کی طرف دعوتی خط لکھکر اور پھر یہودی عیسائی مجوسی۔ رومی ایرانی۔ مصری شامی غرض ہر مذہب ہر طبقے ہر علاقہ کے انسان کی بیعت لیکر ثابت کردیا کہ انکا مشن تمام عالم کے لیئے ہے۔ پھر اسلامی احکام بھی ایسے ہی ہیں جنمیں یاایہا الناس سے تمام نوع انسان کو مخاطب کیا گیا ہے۔ برخلاف اس کے نہ وید و ژند وستا کو دعوے ہے۔ نہ توریت و انجیل کو کہ وہ تمام دنیا کیلئے ہے اور نہ تعلیم ہی ان کی ایسی ہے جو ہر زمانہ ہر ملک کے لوگوں کے لئے کافی ہو۔ حتے کہ خود ان کے پیروؤں کو۔ اپنے اپنے مذہب پر عمل چھوڑنا پڑا۔ آئے دن ترمیمیں ہوتی رہتی ہیں

(۶)

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ صرف اسلام ہی کے بانی کو یہ شرف حاصل ہے کہ جس اصلاح کے لئے آواز اٹھائی وہ قوم میں کرکے دکھا دی۔ اور آپ اس وقت خدا کے حضور بلائے گئے جب کہ تمام عرب مسلمان ہو چکا تھا۔ آپ کے مقابل میں اور کسی مصلح کو یہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ پس اسی کے دامن سے وابستگی ہونی چاہیئے جو تمام راستبازوں کی مجموعی قوت قدسیہ اپنے اندر رکھتا ہے۔

(۷)

مذہب کی اصل غرض یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے واصل ہوں اور یہ موقوف ہے۔ اس کی ذات وصفات و افعال کی معرفت پر۔ تمام مذاہب کی تعلیم پر نظر کرکے دیکھ لو۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس سے خدا کا حقیقی عرفان حاصل ہو۔ کیا اس خدا پر ایمان لائیں۔ جسے صرف جوڑنے توڑنے کا منصب دیا گیا ہے۔ اور روح و مادہ اس کی ازلیت میں شریک ہیں اور جب یہ چیزیں اس کی پیدا کی ہوئی نہیں تو بلاوجہ کیوں احسانمند ہوں اور اسکی عبادت کریں۔ ایسا ہی عیسائی مذہب تین برابر ایک کا مسئلہ پیش کرتا ہے۔ جو خلاف عقل ہے اور پھر جسے خدا مانتا ہے اس کی نسبت یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ صلیب پر فوت ہوا۔ اور اسے قیامت کا علم نہیں۔ غرض حقیقی خدا کا پتہ اسلام ہی دیتا

ہے جو خالق کل شئے اور لاتدرکہ الابصار اور عندہ علم الساعۃ کے مطابق جسے قیامت کی گھڑی کا خوب علم ہے اور جو الحی القیوم۔ تمام جہان کو فنا کرنے اور پھر دوبارہ منصۂ شہود میں لانے پر قادر ہے۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔

(۸)

ہر مذہب کی طرف سے اس کے پیروؤں کے لئے کچھ وعدے خوشحالی اور ترقی کے کئے گئے ہیں جو وفات کے بعد اخروی زندگی کے متعلق ہیں۔ مگر ان وعدوں کے ایفاء کا یقین اسی پر مبنی ہے۔ کہ کچھ وعدے اسی دنیا کی زندگی کے بارہ میں ہوں۔ یعنی یہ کہ اس مذہب پر عمل کرنے والوں کو سکھ ملیگا۔ اور وہ ہر قسم کی ترقی حاصل کر کے اپنے ہم جنسوں پر فوقیت حاصل کرینگے۔ اس معیار کے مطابق جب ہم مشہور مذاہب عالم کے پیروؤں کی حالت دیکھتے ہیں تو صاف نمایاں ہوتا ہے کہ اہل عرب نے جو جہالت اور گمراہی میں گرفتار تھے اور جو کسی قسم کی فوقیت نہیں رکھتے تھے۔ اسلام کی پیروی کر کے اپنی زندگیوں میں نمایاں تبدیلی پائی اور وہ ایک بڑی سلطنت کے مالک بن گئے۔ عزت ملی حکومت ملی۔ حکمت سیکھی بلکہ سکھائی۔ ان ظاہری وعدوں کے ایفاء نے ثابت کر دیا کہ اخروی زندگی کے متعلق جو وعدے ہیں وہ بھی پورے ہونگے دیگر مذاہب میں ثبات نہیں۔ نہ تو وید کوئی ایسی قوم پیش کر سکتا ہے۔ جس نے اس کے اخلاق سنوارے۔ پستی سے عروج تک پہنچایا۔ نہ انجیل نے جسمیں بارہ حواریوں سے بارہ تختوں کا وعدہ ہے۔ یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ کہ اس کی تعلیم پر چل کر انسان دنیوی و اخروی برکات حاصل کر سکتا ہے۔ اور ہر صدی میں اس کا ثبوت ملتا رہتا ہے۔ فالحمد للہ الذی ھدٰنا للاسلام۔ والسلام و بہٖ تم الکلام۔

حضرت یسوع مسیح میں جملہ انبیاء سے بڑھ کر کوئی خصوصیت نہیں ہے

بحولہ و قوتہ تعالیٰ اس مختصر رسالہ میں ہم اہل انصاف کے لئے یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت یسوع مسیح ناصری میں دیگر انبیاء کرام سے بڑھ کر الوہیت کے ثبوت کے لئے کوئی خاص خصوصیت نہیں ہے۔ جس سے انہیں الگ کر کے خدا مانا جائے۔ مثلاً عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کو انجیل میں خدا کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے وہ خدا ہے۔ حالانکہ یہ القاب دوسروں کو بھی عطا کیا گیا ہے چنانچہ انجیل لوقا باب ۳ آیت ۳۸ "آدم خدا کا بیٹا ہے"، شیث نبی خدا کا بیٹا ہے۔ دیکھو پیدائش ۶/۲۔ پھر بنی اسرائیل خدا کے بیٹے ہیں۔ دیکھو خروج ۴/۲۲۔ پھر افرائیم خدا کا پلوٹھا بیٹا ہے دیکھو یرمیاہ ۳۱/۹۔ پھر داؤد خدا کا بڑا بیٹا ہے۔ دیکھو زبور ۸۹/۲۶، ۲۷۔ پھر سلیمان خدا کا بیٹا ہے دیکھو تواریخ اول ۲۲/۱۰ و ۲۸/۶۔ پھر تمام حواری یسوع مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ دیکھو یوحنا ۲۰/۱۷ نیز تمام عیسائی اور مومن لوگ خدا کے بیٹے ہیں دیکھو یوحنا ۱/۱۲۔ پھر سب خاص و عام خدا کے بیٹے ہیں۔ دیکھو پیدائش ۶/۲، اور یسوع مسیح کو تو انجیل میں بکثرت ابن آدم ہی فرمایا گیا ہے۔ اور نیز ابن داؤد بھی۔ متی ۱/۱ اور جو ابن آدم ہے وہ ابن اللہ نہیں ہوتا۔ اور یسوع مسیح خود کہتا ہے کہ میں ابن آدم ہوں۔ دیکھو متی ۱۲/۲۶۔ انسان کا بیٹا یسوع کھاتا پیتا آیا۔ متی باب ۱۱ آیۃ ۱۹ کیا یہ سب جن کو ابن خدا کہا گیا ہے۔ خدا ہی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ایک کی خصوصیت کیسی؟

(۲)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کو ہم اس لئے خدا کہتے ہیں کہ اس کے حق میں یہ لکھا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتا تھا اس لئے خدا ہے۔ حالانکہ بائیبل میں لکھا ہے۔ کہ حضرت الیاس نے بھی مردے زندہ کئے۔ دیکھو اول سلاطین ۱۷/۲۲۔ اور الیسع نبی نے بھی مردہ زندہ کئے تھے۔ دیکھو ۲ سلاطین ۴/۳۴۔ حضرت الیسع کی لاش ہی نے ایک مردہ زندہ کر دیا۔ اور حزقیل نبی نے یسوع مسیح سے بڑھ کر پرانے مردے جن کو مرے ہوئے مدت ہو گئی زندہ کر دیئے۔ جو ہزاروں تھے۔ دیکھو کتاب حزقیل ۳۷/۱۰۔ کیا یہ بھی خدا تھے؟ یا تم انہیں بھی خدا مانتے

ہو؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ انصاف چاہیئے۔

(۳)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح بیماروں کو اچھا کرنے کے سبب خدا ہے۔ یہ بھی کوئی خصوصیت خاصہ نہیں ہے۔ جبکہ الیسع نبی نے بھی مسمےٰ نعمان سپاہ سالار کوڑھی کو اچھا کیا ہے۔ دیکھو ۲ سلاطین باب ۵ آیت ۱۴۔ کیا یہ بھی خدا مانا گیا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۴)

پادری صاحب کہتے ہیں کہ یسوع مسیح اندھوں کو اچھا کیا کرتا تھا۔ اس لئے وہ خدا تھا۔ حالانکہ حضرت یوسف نے بھی اپنے باپ کو بینا کیا ہے۔ دیکھو پیدائش ۴۶/۴۵۔ پس یوسف کیوں خدا نہیں؟

(۵)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح اندک طعام کو برکت دیکر بہت کیا کرتا تھا۔ اس لئے وہ خدا تھا سو یہ بھی غلط ہے۔ حالانکہ دیگر انبیاء نے بھی ایسا کیا ہے۔ دیکھو حوالجات ذیل:۔

اسلاط ۱۶/۱۷۔ ۲ اسلاط ۴/۴۴ کیا یہ بھی خدا تھے؟

(۶)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح میں خدا داخل ہوا اس وہ خدا ہو گیا۔ بموجب انجیل یوحنا ۱۷/۲۱۔ سو یہ بھی باطل و وہم ہے۔ کیونکہ اوروں میں بھی خدا کا داخل ہونا لکھا ہے دیکھو یوحنا ۲۳/۱۴ و ۱۶/۱۳ اور اول قرنتی ۶/۱۶ و ۲ قرنتی ۱۶/۶ و افسیوں ۶/۴ و ۴/۱۲ و یوحنا ۲۱/۱۷۔ کیا یہ بھی خدا بن سکے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۷)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کسی آدمی گنہگار کا بیٹا نہ تھا۔ اس لئے وہ ابن خدا ہو کر خدا ہے۔ مگر یہ بھی خیال ناقص ہے۔ کیونکہ آدم اول بھی کسی انسان کا فرزند یا نطفہ سے نہ تھا۔ کیا وہ بھی خدا تھا۔ نیز ملک صدق کاہن کا کوئی باپ اور ماں بھی نہ

تھی۔ اور نہ اس کی زندگی کا ابتدا اور انتہا ہے۔ دیکھو خط عبرانیاں ۷/۵ تا ۹ کیا ایسے
بھی کسی آدم کے فرزند نہ ہونے کی وجہ سے خدا مانتے ہو؟ اور یسوع مسیح کی تو ماں بھی
دیکھو لوقا ۳/۲۳ تا ۳۸ اور متی کا نسب نامہ۔

(۸)

عیسائی کہتے ہیں کہ تمام ابن آدم ناپاک اور گنہگار ہیں اور انسانوں میں سے
کوئی نیک اور کامل نہیں ہے۔ اور نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ فقط ایک یسوع مسیح ہی ہے۔
اس لئے وہ خدا ہے۔

یہ بھی محض وہم و خیال ہی ہے کیونکہ خود لوقا ۱/۶ میں مندرج ہے۔ کہ حضرت زکریا اور
اس کی بیوی الیشبع ہر دو خدا کے سارے حکموں کو ماننے والے اور راستباز نیکوکار ہیں۔ کیا یہ بھی
نیکوکار ہونے کے باعث خدا ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ بھی ابن آدم ہی ہیں۔ جو بیگناہ ثابت ہوئے ہیں
اور بہت سے ابن آدم ہوئے۔ جن پر خدا کا کلام اترا۔ اور ان کو خود خدا ہی نے الٰہ بیگناہ
پاک ثابت کیا ہے۔ زبور ۸۲/۶ اور یوحنا ۱۰/۳۴۔ اور اناجیل سے تمام نبی پاک ثابت ہوتے
ہیں۔ دیکھو لوقا ۱/۷۰ اور اعمال ۳/۲۱ اور دانی ایل نبی پاک از گناہ تھا۔ دیکھو دانیل ۶/۲۲
اور ہارون نبی خدا کا مقدس بندہ ہے دیکھو زبور ۱۰۶/۱۶ اور غیر انبیاء دوسرے لوگ بھی معصوم
اور بیگناہ ہو سکتے ہیں دیکھو گنتی ۲۳/۸ و ۲۳/۲۱ اور ۲ پطرس ۲/۱ اور ۲ سلاطین ۲۰/۳ پھر متی
۹/۱۲۔ بھلے چنگوں کے لئے حکیم درکار نہیں یعنی نیکوں کے لئے نبی نہیں آیا کرتا بلکہ ان کے لئے آتا ہے جو
گناہ کی مہلک بیماری میں ماخوذ ہیں۔

پھر حضرت داؤد خدا کا سچا فرمانبردار رہا جبتک وہ جیتا رہا بیگناہ رہا دیکھو ۱ سلاطین ۱۴/۸
و ۱۵/۵ اور حضرت ایوب خدا کا پاک بندہ بیگناہ بدی سے دور رہنے والا تھا دیکھو ایوب
۱/۱ و ۱/۸ و ۲/۳ و حزقیل ۱۴/۱۴۔ اسی میں نبیوں کے نام لیکر اللہ تعالیٰ ان کو بیگناہ فرماتا
اور نجات پانے کے مستحق بتاتا ہے۔ غور سے دیکھو۔ اور حزقیا بادشاہ بیگناہ تھا جس کی ۱۵ برس کی
عمر بڑھائی گئی تھی یسعیا ۳۸/۳۔ اور حضرت داؤد کا قول آخری عمر کے ایام میں یہ تھا کہ خدا
نے میری روح کو ہر ایک آفت سے رہائی دی ہے۔ یعنی گناہ سے پاک رکھا دیکھو ۱ سلاطین ۱/۲۹

اس قسم کے حوالجات بائبل میں بکثرت ہیں مگر ہم بخوف طوالت انہیں پر اکتفا کرتے ہیں۔

اور بائبل میں موسیٰ کو خدا یعنی خدا کی مانند پاک اور خطا فرمایا گیا ہے دیکھو خروج ۷/۱ اور موسےٰ خدا کے حضور میں نظر منظور شدہ تھا۔ دیکھو خروج ۳۳/۱۲ تا ۱۹ و ۳۴/۹

کیا یہ سب بے گناہ لوگ جو مذکور ہوئے خدا بن سکتے ہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور یسوع مسیح کا خود اپنا قول تو یہ ہے کہ مجھ کو نیک کیوں کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں سوا ایک خدا کے دیکھو مرقس ۱۰/۱۸۔

(۹)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح نے خود فرمایا ہے کہ میں اوپر سے ہوں اور تم نیچے سے ہو۔ تم اس جہان سے ہو میں اس جہان کا نہیں ہوں۔ اس واسطے آپ خدا ہیں۔ یہ بھی ایک غلطی کا نتیجہ ہے۔ یہ تو ہر ایک تارک الدنیا کے لئے محاورہ ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ اس دنیا کا نہیں ہے چنانچہ یسوع مسیح نے اپنے بزرگ حواریوں کو فرمایا کہ اگر تم دنیا کے ہوتے تو دنیا تم سے پیار کرتی لیکن تم دنیا کے نہیں ہو۔ دیکھو یوحنا ۱۵/۱۹ پھر فرمایا جیسا کہ میں دنیا کا نہیں ہوں وہ بھی (حواری) دنیا کے نہیں ہیں یوحنا ۱۷/۱۶۔ کیا یہ بھی اتنا کہنے سے خدا بن گئے تھے۔ اگر نہیں تو کیوں؟

(۱۰)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح نے بڑے زور سے فرمایا ہے کہ میں اور باپ ایک ہی ہیں۔ یوحنا ۱۰/۳۰ اسلئے ہم یسوع مسیح کو الوہیت دیتے ہیں سو یہ بھی ایک بین غلطی ہے ہر ایک کامل مومن باللہ کے حق میں یہی کہا جاتا تھا دیکھو انجیل یوحنا ۱۷/۲۱،۲۲ کہ وے ہماری طرح ایک ہو جاویں جیسا کہ تو اے باپ مجھ میں اور وے بھی ہم میں ایک ہوں پھر یوحنا ۱۷/۱۱ میں فرمایا کہ وے ہماری طرح ایک ہو جاویں پھر خط اول یوحنا ۴/۱۶ خدا نور ہے پر ہم اگر نور میں چلیں جس طرح وہ نور میں ہے تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ شراکت رکھتے ہیں کیا یہ سب خدا ہی ہو جاوینگے؟

(۱۱)

پادری کہتے ہیں کہ بموجب یوحنا ۱۴/۹ یسوع مسیح نے خود فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے

خدا باپ کو دیکھا کیونکہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے اس لئے حضرت یسوع مسیح خدا ماننے کے قابل ہیں یہ خصوصیت بھی قابل پذیرائی نہیں ہے کیونکہ یہ محاورہ ہر ایک نیک بزرگ کے حق میں بولا جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھو ا قرنتی ۳/۱۶ کہ تم زندہ خدا کی ہیکل ہو اور خدا نے فرمایا کہ میں ان میں بسونگا۔ اور چلونگا۔ پھر خط یوحنا ۳/۲۴ جو اس کے حکموں پر عمل کرتا ہے وہ اس میں اور یہ اس میں رہتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ خدا ہم میں رہتا ہے۔ پھر خط اول یوحنا ۴/۱۳ ہم اس میں رہتے ہیں اور وہ ہم میں رہتا ہے۔ پس اگر بقول آپ کے یسوع مسیح میں خدا اور خدا میں یسوع مسیح اور دونو ایک ہونے کے سبب یسوع مسیح خدا ہے تو یہ لوگ بھی جن کا ذکر اوپر کے حوالجات میں گزرا خدا ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں ہو سکتے تو فرمائیے کیوں؟

(۱۲)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح ازروئے لوقا آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں۔ اس لئے وہ خدائی کا مستحق ہے اور خدا کے پاس موجود ہے۔

یہ دلیل بھی ایک طفل تسلی ہے کہ بجز یسوع مسیح کے کوئی آسمان پر نہیں گیا ہے۔ کیونکہ ازروئے بائبل حضرت الیاس یا ایلیا نبی بھی مجسم زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں دیکھو ۲ سلاطین ۲/۱۱۔ پھر حضرت حنوق نبی بھی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ دیکھو پیدائش ۵/۲۴ و عبرانیاں ۱۱/۵۔ کیا یہ بھی خدائی کے حق دار مانے گئے ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

(۱۳)

کہا جاتا ہے کہ یسوع مسیح پیدا ہوتے ہی بولتا تھا۔ اس لئے وہ خدا تھا۔

یہ خصوصیت بھی انوکھی نہیں ہے۔ حضرت یرمیاہ نبی بھی بوقت ولادت بولتا تھا۔ دیکھو یرمیاہ ۱/۵ کیا یرمیاہ نبی خدائی کا حقدار ہو سکتا ہے؟

(۱۴)

کہتے ہیں کہ یسوع مسیح پر روح القدس نازل ہوئی اس واسطے وہ الوہیت کے حقدار سمجھے جاتے ہیں۔

یہ وہم بھی بائبل کی کم توجہی سے پیدا ہوا ہے۔ روح القدس کے معنی پاک روح۔ یعنی خداوند قدوس کی روح۔ سو یہ روح جو خدا کی پاک روح ہے حضرت موسیٰ پر بھی اتری تھی دیکھو یسعیاہ ۶۳/۱۱

پھر حضرت سموئیل پر خدا کی روح نازل ہوئی دیکھو سموئیل ۱۰/۱۰ پھر حضرت داؤد پر خدا کی روح اتری کو سموئیل ۱۹/۱۳

یوحنا ابن زکریاہ پر شکم مادر میں ہی روح القدس اتری لوقا ۱/۱۵ - پھر وہ انبیاء جن پر خدا کا کلام اترا - خدا نے ان کو الہٰ کا خطاب دیا - یوحنا ۱۰/۳۴ - پھر یروشلم میں ایک مرد مسمی شمعون راستباز دیندار تھا اس پر روح القدس اتری تھی لوقا ۲/۲۵-۲۶ پھر ستر بزرگوں پر روح اللہ اتری تھی - دیکھو خروج ۳۱/۳ و ۳۵/۳۱ - پھر ساؤل بادشاہ کے ہرکاروں پر روح اللہ اتری تھی اسموئیل ۱۹/۲۰-۲۳ و ۲۳/۲ و ۱۱/۲۷ پھر دانیئیل نبی پر روح اللہ اتری تھی دیکھو دانیل ۴/۸ و ۵/۱۱، ۱۴ و امثال ۱/۲۳ پھر سمسون پر خدا کی روح اتری تھی - قاضیون ۱۳/۲۵ و ۱۴/۶، ۱۵/۱۴ - پھر حبقی ایل پر بھی اتری تھی - اور یشوع پر - کیا یہ بھی خدا تھے ؟

(۱۵)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح نے بڑے بڑے نادر معجزات دکھائے اس لیے وہ خدا تھا

خصوصیت ہذا کو خود یسوع مسیح نے ہی باطل قرار دیا ہے - جہاں فرمایا ہے کہ جھوٹے نبی بھی معجزے دکھائینگے اور برگزیدوں کو گمراہ کرینگے ۲۴/۲۴ - پس جبکہ حضرت یسوع مسیح کی گواہی ہی سے معجزات نبوت کی خصوصیت و علامت خاصہ نہیں تو پھر وہ خدائی کے کیسے نشان بخصوصیت ہو سکتے ہیں اور ہم دکھا چکے ہیں کہ بہت انبیاء نے معجزات دکھائے ہیں کیا وہ بھی خدا کر کے مانے گئے تھے - یا ماننے کے لئے عیسائی تیار ہیں ؟

(۱۶)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کی حکومت پانیوں پر بھی تھی کہ وہ تیر کر ان سے گزر جاتا تھا - اس لئے وہ خدا تھا -

خصوصیت بھی یسوع مسیح میں بعدم تدبر و تفکر کا موجب ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے اپنا عصا مار کر دریا کو پھاڑ دیا تھا اور اس میں سے ہزاروں کو پار اتارا (اور اس کے اعدا کو پانی نے غرق کیا) خروج ۱۴/۱۶ - پھر حضرت یشوع بن نون نے جو موسیٰ کا خلیفہ ہوا ایسا ہی کیا تھا دیکھو یشوع ۴/۲۳ - پھر الیسع نبی نے بھی دریا کو دو ٹکڑے کر دیا ۲ سلاطین ۲/۱۴ - پھر یسوع مسیح خود فرماتے ہیں کہ یہ کلام جو میں کرتا ہوں (اے حواریو) تم بھی کرو گے بلکہ اس سے بڑھ کر کرو گے - دیکھو یوحنا ۱۴/۱۲

پھر ایسے کام کس کس کو خدا بنا سکینگے ؟

(۱۷)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح منجی گنہگاران تھا اس لیئے خدا تھا۔ بموجب یوحنا ۱۷/۹
اول تو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ یسوع مسیح کن لوگوں کے لیئے دنیا میں منجی ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ اس نے اندھوں۔ بہروں۔ اور گونگوں وغیرہ کو اچھا کیا۔ تو ہم دکھا چکے ہیں کہ یہ کوئی خصوصیت یسوع مسیح نہیں ہے۔ بس دنیا میں یسوع مسیح کا منجی ہونا ثابت کرو۔ یسوع مسیح سے بڑھ کر حضرت موسیٰ منجی تھے۔ جن کو خود فرماتا ہے کہ میں نے تیری دعاؤں کی اور تیرے کہنے سے یہودی گنہگاروں کو بخش دیا۔ دیکھو گنتی ۱۴/۲۲ ایسا ثبوت دینا ہی اسے شفیع اور منجی بناتا ہے۔ اپنے تابعداروں کو عذابوں سے رہائی دلائی اور اپنے دشمنوں کو اپنے سامنے تباہ ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ یہی کامل منجی ہے۔ پھر موسیٰ کی شفاعت سے قوم پر سے عذاب ٹل گیا دیکھو خروج ۳۲/۱۴ و ۹/۲۸ پھر گنتی ۱۴/۲۰ کہ اے موسیٰ میں نے تیرے کہنے سے گنہگار بخشدیا ہے۔ ایسے مقام بائبل میں بکثرت ہیں جہاں پاکبازوں کی شفاعت دنیا میں ہی قبول ہوئی۔ اور امت نے عذابوں سے نجات پائی۔ کیا یہ بھی خدا مانے گئے ہیں ؟

(۱۸)

کہتے ہیں کہ یسوع مسیح شیطان سے بہکایا نہیں گیا بلکہ اس پر فتح پائی۔ بموجب متی ۴/۱۱
سو یہ خصوصیت بھی قابل پذیرائی نہیں کیونکہ حضرت ایوب نبی بھی شیطان سے بہکایا نہیں گیا۔ بلکہ شیطان پر اس نے فتح پائی۔ دیکھو کتاب ایوب باب اول تمام کیا۔ ایوب بھی خدا ہو گیا تھا ؟ اگر نہیں تو کیوں ؟

(۱۹)

کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کے سوائے خود بخود کوئی دنیا بھر میں سے اپنی قبر میں سے تین دن کے بعد نہیں جی اٹھا۔ اس لیئے وہ قادر خدا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے۔ کہ یسوع مسیح صلیب پر مرا تھا۔ البتہ غشی کی سی حالت ہو گئی تھی صلیب پر مرنا تو اس کی عصمت اور بزرگی کے لئے ایک بھاری دھبہ تھا بموجب

توریت استثنا ۲۱/۲۳ و گلتیوں ۳/۱۳ -

پھر یسوع مسیح نے اس حادثہ کے وقوع کے پیشتر ہی بطور پیشگوئی کے صاف فیصلہ کر دیا کہ میں قبر میں رہوں گا تو مر کر نہ رہوں گا بلکہ یونس نبی کی مانند وہ زندہ مچھلی کے پیٹ میں رہا تھا۔ ایسا ہی میں بھی زمین کے اندر تین دن رات (زندہ) رہوں گا دیکھو متی ۱۲/۴۰ -

پس یہ خصوصیت بھی یسوع مسیح کی خدائی کے لیے سہارا نہیں دے سکتی ہے۔ کیونکہ یسوع مسیح کے مر جانے کے بعد خود انجیل متی نے لکھا ہے۔ کہ بہت سی قبریں کھل گئیں۔ اور مقدس لوگوں کی بہت سی لاشیں زندہ ہو کر شہر یروشلم میں آئیں۔ اور لوگوں کو دکھائی دیں دیکھو متی ۲۷/۵۲-۵۳ - اس آیت کے نیچے پادری عماد الدین نے اپنی تفسیر انجیل متی میں لکھا ہے کہ لاشیں مقدس جو زندہ ہوئیں۔ بادلوں میں ہو کر آسمان میں چلی گئیں تھیں اور یسوع مسیح سے پہلے بھی کئی مقدس لوگ قبروں سے یا مرنے کے بعد زندہ ہو گئے تھے دیکھو حوالہ مکاشفات ۱۱/۱۱-۱۲ کیا یہ لوگ بھی خدا تھے؟ یا عیسائی ان کو خدا مانتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۲۰)

عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کو علم غیب تھا اس لیئے وہ خدا تھا۔

یہ خاصہ بھی صرف آپ کا ہی نہ تھا بلکہ از روئے بائیبل تمام انبیاء کو جتنی خبریں بتا دیں اتنی ہی انہوں نے آگے لوگوں کو بتلا بتلا دیں اور پوری ہوئیں۔ حقیقت میں یہ خبریں ان کے لئے غیب سے نہ تھیں۔ بلکہ ان کو خدا نے بتا دی تھیں۔ اور بتلانے سے پہلے وہ ہرگز نہ جانتے تھے چنانچہ اناجیل اربعہ سے معلوم ہوتا کہ یسوع مسیح کو خاصہ علم غیب کا ہرگز نہ تھا دیکھو متی ۱۹/۲۸ — ۲۲/۳۰ کہ اے بارہ حواریو تم عدالت کے دن بارہ تختوں پر بیٹھ کر عدالت کرو گے۔ (نوٹ) حالانکہ ان میں سے ایک یہودہ اسکریوتی مرتد ہو گیا۔ پھر متی ۲۰/۲۳ یسوع مسیح کسی کو اپنے بائیں بٹھانا میرا کام نہیں (میرا اختیار نہیں ہے) پھر متی ۲۱/۱۸-۱۹-۲۰ ایک وقت یسوع مسیح بھوکا تھا ایک انجیر کے درخت کی طرف گیا۔ تاکہ اس سے پھل کھائے۔ لیکن موسم پھل نہ تھا۔ انجیر سے پھل نہ پایا اور اس پر لعنت کی اور وہ سوکھ گیا۔ ثابت ہوا کہ یسوع مسیح کو اس کے بے پھل ہونے کی پہلے کوئی خبر نہ تھی۔

پھر متی ۳۶/۲۴ اور مرقس ۳۲/۱۳ - اس خاص گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا - نہ آسمان کے فرشتے اور نہ بیٹا یسوع مسیح - پھر متی ۳۹ - ۴۲/۲۶ اے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ (موت) کا ٹل جاوے - معلوم ہوا کہ حقیقی علم نہ تھا کہ انجام یوں ہوگا - ورنہ دعا کیوں کرتا ؟

پھر مرقس ۲۷ تا ۳۰/۵ ایک عورت نے آپ کو چھوا اور اس چھونے سے یسوع مسیح بے خبر تھا اور کہتا ہے کہ بتاؤ کس نے مجھے چھوا ہے ؟

پھر مرقس ۱۶/۹ یسوع مسیح پوچھتا ہے کہ تم یہودیوں سے کیوں بحث کر رہے ہو ؟ ثابت ہوا کہ آپ اس بحث سے بیخبر تھے - پھر مرقس ۲۰ - ۲۱/۹ یسوع مسیح گھر والوں کو پوچھتا ہے - کہ اس کو کتنی مدت کی یہ بیماری ہے - یعنے خود یسوع مسیح بے خبر تھا -

اسطرح کی مثالیں بکثرت انجیل میں مل سکتی ہیں مگر ہم بخوف طوالت اتنے پر ہی کفایت کرتے ہیں کہ یسوع مسیح کو علم غیب نہ تھا -

(۳۱)

عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح کا نام یسوع ہے یعنی نجات دینے والا جہان کا اس لئے وہ خدا ہے یہ بھی ایک غلط دعویٰ ہے - اور بائبل سے ناواقفی یا دیدہ دانستہ مغالطہ دینے کے لئے ہے - کیونکہ حضرت موسیٰ کے خلیفہ کا نام یشوع تھا جس کے معنی نجات دہندہ ہیں - پھر حضرت یسعیاہ کا نام جو ہے اس کے معنی خدا کے نجات دہندہ ہیں - اور حضرت مسیح ناصری کا نام یونانی میں یسوع ہے - یعنی حرف ش کی بجائے وہاں س ہی استعمال کیا جاتا ہے پھر اسی نام کا ایک بندہ پولوس رسول کی کلیسیا میں بھی تھا - جسے یسوع مسیح جو یوستس کہتے تھے - دیکھو قلسیون ۱۱/۴ - ایک ساحر جادوگر کا نام بھی بریسوع تھا - جس کو پولوس نے خود دیکھا تھا دیکھو اعمال ۶/۱۳ - اور مسیح اسے کہتے ہیں جسے بادشاہ بنایا جاتا ہے اس کے سر پر تیل ڈال کر ممسوح کرتے دیکھو ۲ سموئیل ۴/۲ -

اور حضرت یسعیاہ نبی خورس بادشاہ فارس کو خدا کا مسیح کہتے ہیں دیکھو یسعیاہ ۱/۴۵ کیا یہ سب خدا تھے اگر نہیں تو کیوں ؟

حقیقت قدامتِ وید

آریہ سماج کی طرف سے ہر وقت یہی صدا اٹھتی ہوئی کانوں میں پڑیگی کہ دنیا میں وید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو ازلی و ابدی ہے جب جب دنیا بنتی ہے تب تب ہی پرماتما انسانوں کی ہدایت کے لئے چار رشیوں کے دلوں میں ان (ویدوں) کا پرکاش کرتا ہے اور جس وقت پرلے کا زمانہ آتا ہے۔ تب یہ وید پرمیشر کے گیان (علم) میں چلے جاتے ہیں ضائع نہیں ہوتے۔ وید اور دنیا ہمیشہ ہمیشہ سے ہمعصر چلے آتے اور چلے جاینگے ان میں باہمی تقدم اور تاخر کسی صورت میں نہیں۔ جیسا کہ بانیٔ آریہ سماج بھی اپنی کتاب رگوید آدمی بھاش بھومکا اردو صفحہ ۱۳ پر رقمطراز ہیں۔

"سوال۔ ویدوں کے ظہور کو کتنے سال گذرے ہیں؟

جواب۔ ایک ارب چھیانوے کروڑ آٹھ لاکھ باون ہزار ۹ سو چھہتر برس گزر گئے ہیں۔ اور اب یہ ۱۹۶۰۸۵۲۹۷۷واں برس گزر رہا ہے۔ اور اتنے ہی سال اس موجودہ کلپ کی دنیا کو ہوتے ہیں۔"

اس منگھڑت تعدادوالی عبارت سے معلوم ہؤا کہ وید اور دنیا کی پیدائش کا وقت ایک ہی ہے۔ اب ذرا پنڈت لیکھرام کا بے دلیل دعوے سن لیجئے فرماتے ہیں:۔

"اس واسطے آریوں کی طرف سے دعویٰ اظہر من الشمس ہے کہ وید فقط الہامی ہی نہیں بلکہ انادی و (ازلی) بھی ہیں۔ کیا وجہ؟ کہ پرمیشر انادی ہے اور چونکہ کوئی ایسا وقت نہ تھا اور نہ ہوگا جن میں وہ گیان (علم) سے خالی تھا جس سے صاف واضح طور پر نتیجہ ظاہر ہے کہ کوئی ایسا زمانہ نہ تھا۔ کہ جس میں وید (گیان) موجود نہ ہو۔ بنا براں ثابت ہؤا کہ وید الہامی ہیں اور انادی ہیں۔ اور یہی ہمارا دعوے تھا" کلیات لیکھرام صفحہ ۱۳۲ کالم ۲

یہ وہ لاطائل دعاوی ہیں جو مت سے ہمارے کانوں میں ڈالے جارہے ہیں۔ دعوے معقول وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھ کچھ دلائل قویہ رکھے۔ اگر بے دلیل بات کو

دعوے بنالیا جائے تو اس طرح تو ہر ایک شخص مجاز ہے۔ کہ اٹھ کر ایک دعوے کرے کہ فلاں بات اس طرح ہے۔ مگر عقلمند کب ایسے فضول دعاوی کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ یہی حال آریہ سماجک دعاوی کا ہے جو آگے چل کے ہویدا ہو جائیگا۔

جب بیماری ہو تو عقل تجویز کریگی۔ کہ اس وقت حکیم کی ضرورت ہے۔ جب جرم پیدا ہونگے تو انسان کہیگا۔ کہ قانون کی ضرورت ہے۔ جب نہ بیماری نہ جرم تو خود کہہ دیتا کہ اس وقت ڈاکٹر اور مقنن کی ضرورت ہے محض بیہودہ اور لغو ہے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ جب انسان پیدا ہوئے تو ان کے ساتھ ہی خدا نے مکمل الہام بھیجدیا یہ ایک لایعنی خیال ہے کیونکہ اس وقت وہ پاک صاف اور معصوم ارواح تھیں ان کو زنا اور شراب نوشی۔ جوا وغیرہ افعال سے باز رہنے کا حکم فضول تھا جب وہ جانتی ہی نہیں۔ کہ جوا۔ زنا۔ شراب نوشی کیا بلا ہے۔ انہیں منع کرنا ترغیب دینا ہے +

ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچے کو کسی امر سے روکا جائے تو وہ اور بھی اس پر مصر ہوگا اسی طرح ان پہلے انسانوں پر قیاس کر لو۔ پس مکمل الہام شروع دنیا میں باعث ہدایت نہ ہوگا۔ بلکہ باعث گمراہی وضلالت۔ مکمل الہام کا فتوے عقل سلیم اسی وقت دیگی۔ جب معاصی کا دور دورہ ہو۔ دنیا فسق وفجور سے بھر جائے۔ روحانی بیماریاں دلوں میں گھر کر جائیں۔ تقوے وطہارت کی راہیں مسدود اور گم ہو جائیں۔ نہ کہ اس وقت جب انسان گناہوں سے ہی بیخبر محض ہوں۔ پس اس عقلی دلیل سے یہی ثابت ہؤا کہ وید جو مکمل کہے جاتے ہیں ان کا شروع دنیا میں آنا سراسر خلاف از عقل ہے اور ایک عقلمند انسان ایسے لاطائل دلائل کسی وقت بھی ماننے کو تیار نہیں ہوگا۔ یہ بحث تو تھی شروع الہام ہونے کی کہ بفرض محال وید ایسے وقت نازل ہوتے تو ان خرابیوں کی زد میں آتے۔ اب عقلی دلائل چھوڑ کر نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ وید جن کو مکمل الہام کہا جاتا ہے ازل یا شروع دنیا سے نہیں۔ بلکہ اس وقت کی تصنیف ہیں جب کہ انسانی آبادی میں تہذیب وتمدن کا دور دورہ تھا اور وہ ہر طرح کے قوانین سے واقف تھے (یہ باتیں ان کو کسی پہلی تعلیم سے ملی ہونگی)۔

سب سے اول سوامی دیانند جی کا ہی بیان ملاحظہ ہو:۔

"جس طرح ماں باپ اپنی اولاد پر مہربانی کی نظر کر کے ان کی بہتری چاہتے ہیں اسی طرح پرماتما نے سب آدمیوں پر مہربانی کر کے ویدوں کو ظاہر کیا جس سے انسان جہالت کی تاریکی اور توہمات کے پھندے سے چھوٹ کر علم و معرفت کے آفتاب کو پا کر اعلیٰ درجہ کی راحت میں رہیں اور ودیا (علم) اور سکھوں کو بڑھاتے جائیں۔"

(اردو ستیارتھ صفحہ ۲۳۸)

معزز ناظرین۔ سوامی کی عبارت کے جلی الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ ویدوں کی ازلیت کے متعلق یہ کس قسم کی رائے کا اظہار کر رہے ہیں۔ یعنی جب انسان جہالت اور تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ تب ہی خدایتعالیٰ نے انکی ہدایت کے لئے ویدوں کا گیان دیا۔ پہلے نہیں۔ پس ثابت ہوگا کہ وید اس وقت کی نازل کردہ کتب ہیں جب انسان بقول سوامی صاحب تاریکی و ضلالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اگر یہ بات شروع دنیا کے متعلق مانی جائے تو بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس وقت انسان معصوم تھے۔ اور بروئے سانکھ درشن و اقوال سوامی جی وہ مکتی سے لوٹے ہوئے رشی منی تھے۔ پس اس عبارت کے ہوتے ہوئے ویدوں کی قدامت کا خانہ ساز دعویٰ بھس کی طرح اڑ گیا۔

اسی قسم کی اور شہادت ایک فاضل آریہ کی پیش کرتے ہیں:۔

"ابتدا میں بھولوک۔ بھوہ لوک۔ سوہ لوک کی نسبت کچھ علم نہ تھا۔ جب ویدوں کا ظہور ہوا اس وقت سے ان تینوں لوکوں (کرتوں) کے پدارتھوں (اشیاء) کو لوگ جاننے لگے اس سے پہلے یہ تینوں لوک گویا نامعلوم تھے...... ویدوں کے ظہور کے بعد ہی خلقت کے باب میں لوگوں کو علم ہوا۔" (حوالہ کے لئے دیکھو اونکار تیرتھ مصنفہ کاویہ تیرتھ پنڈت شو شنکر صاحب)

اس شہادت سے بھی وہی بات منکشف ہوتی۔ کہ وید پیچھے وقت میں نازل ہوئے۔ جب انسان پہلے موجود تھے۔ اس عبارت کے جلی الفاظ غور سے دیکھنے کے لائق ہیں۔ ویدوں کی ازلیت کے دعاوی کا بہت عمدگی سے تار پود ادھیڑا گیا ہے۔ جزاہم اللہ۔ کیا ہی خوب فرمایا کہ

کہ لوگوں کو فلاں فلاں کرہ پہلے پہل کوئی علم نہ تھا۔ جب ویدوں کا نزول ہوا تبھی ان سے واقف ہوئے پھر فرمایا کہ "ویدوں کے ظہور کے بعد ہی خلقت کے باب میں لوگوں کو علم ہوا" ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔ بہت ہی خوب فرمایا جس کو ہر عقلمند صحیح و راست سمجھیگا۔ اب دو قوی شہادتیں دو کے ہوتے ہوئے اور مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک شہادت ویدوں سے بھی لکھ دینا مناسب سمجھتے ہیں کیونکہ جب وہ خود ہی ازلی ہونے کا ادعا نہیں کرتے تو غیر کا کیا حق ہے کہ ازلی ازلی کہہ کر دوسروں کا مغز چاٹے۔

پہلے زمانہ میں جو عالم اور گیان والے معصوم (گناہ سے خالی) **تھے**۔ وے بہت جلد مسکینی و فروتنی سے تعلیم کو قائم رکھنے کے لئے اپنی اولادوں کی حفاظت کے لئے طلوع آفتاب کی شفق کو دیکھ کر **اپنے یگیہ وغیرہ فرائض کو شروع کرتے تھے** "(یعنی علے الصبح) رگوید منڈل ۳ سکت ۹۱ منتر ۱ +

اس منتر میں دو جگہ لفظ **تھے** آیا ہے جس کے آگے ازلیت وید کا قائم رہنا کوئی برقرار نہیں رہ سکتا۔ **تھے** کہہ رہا ہے کہ ویدوں سے پہلے ایسے انسان ہو گزرے ہیں جو علم و معرفت والے اور فرائض کے پابند اولاد کی تعلیم و تربیت کرنے والے وغیرہ **تھے**

پس یہاں اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ان تین شہادتوں پر اکتفا کی ارادہ ہے۔ کہ اس مضمون کو نہایت تفصیل سے لکھا جائے۔ مگر یہ کام بہت وقت کو چاہتا ہے اس لئے اس کو اور وقت پر اٹھا رکھتے ہوئے آریہ صاحبان کی خدمت میں ملتمس ہیں کہ وہ خدارا ان ہر سہ شہادتوں کو انصاف کی نگاہ سے غور و تدبر کرتے ہوئے دیکھیں اور ایسے بے دلیل دعاوی و بے ثبوت عقاید سے باز آئیں جنکے ذریعہ جگ ہنسائی ہو۔

فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

تشحیذ بک ایجنسی قادیان میں عزیز احباب کی توجہ تشحیذ بک ایجنسی کی طرف مبذول کرتا ہوں۔ آپ کو سلسلہ کی جس کتاب کی ضرورت ہو اسی ایجنسی کی معرفت طلب فرمایا کریں۔

مہتمم +

بشارت القرآن ۹۰

سلسلہ کیلئے دیکھو تشحیذ ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء

اعراف۔ ع ۱۵۔ ۱۶۔ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (۲) وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَاءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ ط یعنے کہا موسےٰ نے عنقریب رب تمہارا ہلاک کر دیگا۔ تمہارے اعداء فرعونیوں کو اور خلیفہ زمین کا بنائیگا تم کو۔ اور پھر دیکھیگا کیونکر اعمال کرتے ہو تم۔ پھر وارث بنا دیا ہم نے قوم مومنین ضعیفوں کو زمین مشرق و مغرب کا وہ جو برکت[1] رکھی ہم نے اس میں۔ پس پوری ہو گئی بات تیرے رب کی (جو اوپر کہی تھی) ساتھ فتح کے بنی اسرائیل پر بسبب اس کے کہ صبر کیا انہوں نے فرعون کے مصائب میں۔ اور ہلاک کیا ہم نے فرعونیوں کو اور جو تدبیریں بناتے تھے۔

ان آیات میں دو پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ اول۔ یہ کہ خدا تعالیٰ انہیں فرعونیوں کی مانند تمہیں بھی ہلاک کریگا۔ بشرطیکہ تم نے بھی نبی اللہ کی تکذیب کی۔ اور ثانی ان مسلمانوں کو خلیفۃ الارض بادشاہ بنا دیگا۔ وہ مشارق الارض و مغارب کے فاتح بنائے جائیں گے۔ اور جس طرح فرعون معہ لشکر کے دریا میں غرق کیا گیا تھا۔ اسی طرح محمد صلعم کا فرعون ابوجہل وغیرہ معہ اپنے رفقاء کے خشکی میں غرق کیا جائیگا۔ یہ ترقی برکات تقوے کا موجب ہے۔ سو خدا کی باتیں اسی طرح پوری ہوئیں۔ جس طرح موسےٰ کے حق میں پوری ہوئیں۔ اور تمام دشمن ہلاک ہوئے۔ اور فتح ہو گئی ؎

(۹۰)

---

[1] یہ ارض مقدس شام کی نسبت پیشگوئی ہے جو حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر پوری ہوئی۔ منہ

فالذین امنوا بہٖ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی
انزل معہٗ اولٓئک ھم المفلحون ط

ترجمہ۔ وہ لوگ جو ایمان لے آئے اس قرآن پر اور نبی پر اور امداد کی اس کی۔ اور پیروی کی اس نور کی جو اتر اساتھ اس کے۔ پس یہی لوگ مظفر و منصور ہونیوالے ہیں۔

آیت ہذا میں بھی ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ کہ قرآن اور رسول اللہ صلعم کے ماننے والوں ہی کو فاتح بنادیا جائیگا۔ اگرچہ آج وہ سب سے اضعف اور ناتواں نظر آتے ہیں۔ اور ان بڑے بڑے پہاڑوں کو چکنا چور کردیا جائیگا۔ سو خدا نے مسلمانوں کو تھوڑے ہی دنوں میں سلاطین الممالک بنادیا۔ (۹۱)

اعراف ع۔ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ط اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ط

ترجمہ۔ معبود بنالیا موسیٰ کی قوم نے پیچھے اس کے زیورات سے بچھڑا اور دھڑ والے اس کے آواز بھی۔ کیا دیکھا انہوں نے یہ کہ وہ نہیں کلام کرتا ان سے کچھ۔ اور نہ وہ کامیابی کی راہ دکھا سکتا ہے۔

آیت ہذا میں بطور پیشگوئی کے یہ اہل مکہ وغیرہ مذاہب کو خوب بتادیا کہ سچا معبود اپنے پرستاروں سے بولا کرتا ہے۔ اور کوئی معبود نہیں بولیگا۔ مگر وہ اسلام کا سچا خدا اپنے پرستاروں سے بولتا رہیگا۔ سو یہ پیشگوئی بھی اسلام ہی میں نظر آتی ہے کہ پوری ہوئی اور وہی خدا بولتا ہے۔ اور اپنا نشان کلام کرکے دیتا ہے۔

(۹۲) اعراف ع۔ وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ط وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ط

ترجمہ۔ اے نبی اہل مکہ سے یہ تاریخ بیان کردے اوسکی جسے بہت سے نشان ہم نے عطا کئے ہوئے تھے۔ اور نکل گیا ان سے۔ پس ہوگیا وہ باغیوں سے

اور اگر چاہتے ہم بلند کرتے ہم اس کو۔ لیکن وہ جھک گیا طرف زمین کے۔ اور پیروی ہوا اپنی ہی خواہش کا۔ پس وہ کتے کی مانند ہو گیا۔

اس میں اہل مکہ کیلئے ایک بڑی پیشگوئی سنادی ہے۔ کہ دیکھو بلعم باعور ایک مقبول بندہ تھا۔ جب اس نے اللہ کے رسول موسٰے کی مخالفت اختیار کی۔ تب اس کو اپنی درگاہ سے ملعون کرکے بے تعلق بیگانہ ناآشنا کر دیا اور کتے کا خطاب پاکر انسانیت سے دور پھینکا گیا۔ پھر تم باوجود نامقبول بت پرست مشرک ہونیکے اس کے رسول کی عداوت میں کیونکر بچ سکتے ہو۔ یاد رکھو کہ تمہیں بدتر بنا کر داخل جہنم کریگا۔

اور دوسری پیشگوئی اس میں مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔ کہ اپنے امام الوقت کی مخالفت کرکے کوئی مقبول مقبول نہیں رہیگا۔ بلکہ آیت ہذا میں جو پیشگوئی ہے اسکا مصداق ہوگا۔

(۹۳) اعراف ع ۲۳۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ

ترجمہ۔ پوچھتے ہیں تجھ سے اس گھڑی موعود عذاب کی بابت کہ کب قائم ہوگی۔ اسے نبی کہدے علم اس کا نزدیک اللہ کے ہے۔ اور نہیں ظاہر وقت مقرر اسکا مگر خدا پر۔ بوجھ ہے آسمانوں اور زمین میں۔ نہیں آویگی تمہارے پاس وہ گھڑی مگر اچانک ناگہاں۔

سو یہ پیشگوئی اہل مکہ پر ناگہانی طور پر ہی پوری ہوئی۔ کب ان کو امید تھی۔ کہ بدر میں اور فتح مکہ کے دن۔ ان کی جڑ کاٹی جائیگی۔ مگر خدا کی بات پوری ہوئی۔

(۹۴) اعراف ع ۲۴۔ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ؕ اِنَّ وَلِيِّ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ؕ

ترجمہ۔ اے نبی اہل مکہ کو زور سے سنادے۔ اور پکار دے۔ کہ آؤ اور اور بلالو اپنے معبودوں کو۔ پھر ہر قسم کی تدبیریں اور منصوبے کرلو۔ اور پھر مجھے کوئی ڈھیل دو۔ میرا اللہ ہی دوست و مددگار ہے۔ آخر ایک دنیا نے دیکھا کہ کفار منصوبوں میں ناکام رہے۔

جماعت احمدیہ کا دار الافتاء

حضرت خلیفۃ المسیح نے موجودہ انتظام کے سلسلہ میں کچھ مفتی مقرر فرمائے ہیں۔
میں نے دو استفتاء کئے جو مع جواب درج ذیل ہیں۔ (ایڈیٹر)

استفتاء (۱) ولیمۂ نکاح کا مسنون طریق کیا ہے؟

(ب) آیا یہ جائز ہے کہ کھانا پکا کر بعض لوگوں کو گھر میں بلا لیا جائے؟ اور کئی لوگوں کے گھروں میں ایک ایک یا دو دو آدمیوں کا کھانا بھجوا دیں۔ اور بعض رشتہ داروں اور قریبیوں اور دوستوں کے گھروں میں ان کے تمام افراد کا کھانا بھیج دیں۔ یہ تینوں باتیں انفراداً یا مجموعاً جائز اور مسنون ہیں؟ اور کیا عورتوں کو بلا کر یا گھروں میں ولیمہ کا کھانا دینا طریق مسنون ہے یا ناجائز ہے؟

جواب

فتویٰ ولیمہ ھو الجمع لان الزوجین یجتمعان۔ قال ابن الاعرابی اصلہا تمام الشیٔ واجتماعہ و تقع علی کل طعام یتخذ لسرور و تستعمل فی ولیمۃ الاعراس بلا تقیید و فی غیرہا مع التقیید فیقال مثلاً ولیمۃ مأدبۃ۔ وعن الخلیل الولیمۃ ھی الطعام فی العرس خاصۃ و فی القاموس۔ الولیمۃ طعام العرس او کل طعام صنع لدعوۃ و غیرہا اولم صنعہا وقال صاحب المحکم الولیمۃ طعام العرس والاملاک۔

ولیمہ اس کھانے کو کہتے ہیں جو شادی میں پکایا جائے۔ نبی کریم صلعم نے اس کو فرمایا۔ اولم ولو بشاۃ۔ ان ادعو من لقیت بلاؤ جس کو پاؤ۔ من عام ہے جو مذکر و مؤنث سب پر استعمال ہوتا ہے۔

باقی گھروں میں ہدیہ دینا تہادوا تحابوا کے ماتحت مستحب اور گھروں میں دینے

سے وہ ولیمہ کے نام سے خارج نہیں ہوتا۔ کیونکہ ولیمہ تو کھانے کا نام ہے۔ جو شادی کے موقعہ پر پکایا جائے۔ کھانے کے لئے مسنون گھر میں بلانا ہی ہے۔ ہدیہ کے طور گھروں میں دیا جا سکتا ہے۔ (حافظ روشن علی۔ ۳۱ جنوری ۱۹۱۹ء)

استفتاء ۱۔ کیا فرماتے ہیں آپ دربارہ کھانے گوشت چمگادڑ کے؟ مشہور ہے کہ وہ شکار نہیں کرتا بلکہ پھل کھاتا ہے۔ رات کو نکلتا ہے؟

۲۔ کیا فرماتے ہیں دربارۂ نگرمچھ (تمساح) کے گوشت کے؟ کہ آیا وہ صید البحر کی تعریف میں آکر حلال ہے یا نہیں؟

جواب

احل لکم صید البحر الخ

المراد بالصید المصید وجملۃ ما یصاد من البحر ثلاثۃ اجناس الحیتان وجمیع انواعھا حلال والضفادع وجمیع انواعھا حرام واختلفوا فیما سوی ھذین فقال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ حرام وقال ابن ابی لیلیٰ والاکثرون انہ حلال وتمسکوا بعموم الآیۃ۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ سورہ مائدہ صد۶)

چونکہ تمساح کے متعلق اقوال کا تعارض ہے اس سے احتراز اولیٰ ہے۔ اور خفاش حلال ہے۔ مگر کراہت کے ساتھ۔ قرآن اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

وسکت عن اشیاء من غیر نسیان رحمۃ لکم فلا تبحثوا عنھا الحدیث۔ (حافظ روشن علی فتویٰ ۲۱)

خصوصیات اسلام سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل نے ایک سلسلہ مضامین لکھا تھا جس میں دکھایا تھا کہ اسلام میں وہ کونسی خصوصیات ہیں جو اسے دیگر مذاہب سے ممتاز کرتی ہیں۔ یہ عجیب و مفید مجموعہ رسالہ کی صورت میں برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے چھاپ کر شائع کیا ہے قیمت۔ ناظرین منگوا کر خود بھی فائدہ اٹھائیں اور احباب میں بھی تحریک کریں۔

ڈاکٹر لوئی کوہنی کا قدرتی طریق علاج

(۱) سٹیم باتھ - سن باتھ - فرکشن سٹرباتھ - ونگٹن ہپ باتھ -

(۲) ان سب میں سے عام طور پر آخر الذکر سہل ذو اثر اور مقبول عام ہے -

اصول

(۳) جو بیماری پیدا ہوتی ہے - ہاضمے کی خرابی سے - اور ہاضمہ اس لئے خراب ہوتا ہے - کہ خلاف قدرت زندگی بسر کی جاوے - اور تیز مصالحہ دار - ہاضمہ میں خرابی پیدا کرنے والی - اشیاء کا استعمال زیادہ کیا جاوے - اور ہاضمہ کی خرابی کی وجہ سے جسم میں مادہ فاسد جمع ہو جاتا ہے - اور جسم میں جب مادہ فاسد کے خارج کرنے کی طاقت نہیں رہتی تو طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور ادویات مادہ فاسد اور بیماری کی دوسری وجوہات کو جسم کے اندر دبا دیتی ہیں مگر خارج نہیں کر سکتیں - اور آدمی ادویات سے عارضی صحت ضرور حاصل کر لیتا ہے - مگر مرض جڑ سے تب ہی جاتا ہے جب مادہ فاسد خارج ہو جائے - اور آئندہ پیدا نہ ہو - یہ بات ہپ باتھ اور اس کے متعلق پرہیز اور آئندہ قانون قدرت کے بموجب زندگی بسر کرنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے -

طریقہ ہپ باتھ

(۱) ایک ٹب لیکر اس میں مریض کے حسب پسند یعنی جس میں اسے بےچینی نہ محسوس ہو پانی بھر دادیں - عام طور پر تازہ پانی کوئیں سے کھینچا ہوا ہر موسم میں بہتر ہوتا ہے - ٹب سرما میں دھوپ میں اور سخت گرمی میں چھاؤں میں رکھ لیں - اس میں پیچھے کو سہارا دیکر اس طرح بیٹھیں - کہ پانی ناف سے نیچے اور جانگھوں یعنی گھٹنوں سے اوپر رہے - اور تولیہ پانی میں خوب تر کر لیں - اور ہاتھ میں لیکر پانی کے اندر ہی پیڑو پر ملیں - دائیں سے بائیں - اور بائیں سے دائیں - اور نیچے سے اوپر ناف سے نیچے

پیڑو پر ملیں اور جب شروع کریں بڑا ٹھیر سے ملتے جاویں۔ اول اول پانچ منٹ۔ بعد میں دو چار دن تک دس منٹ۔ اور دو ہفتہ بعد ۱۵ منٹ۔ اگر مریض جسم کا طاقتور ہو تو ۲۰ منٹ بلکہ آدھ گھنٹے تک بھی کرنا چاہیئے۔ سوا ناف اور جانگھوں کے درمیان کے اور کسی حصہ جسم پر پانی نہ ڈالیں ملتے وقت جو چھینٹے اڑ کر یا پانی کی لہر سے کوئی حصہ جسم بھیگ جائے تو کوئی حرج نہیں اگر نہانا ہو تو کچھ دیر پہلے۔ یا تین گھنٹہ بعد نہا سکتے ہیں کھانا کھانے کے تین گھنٹہ بعد باتھ کریں۔ پہلے نہ کریں۔ اور باتھ کے بعد جب تک جسم اپنی باتھ سے پہلی حرارت نہ اختیار کرے کھانا نہ کھانا چاہیئے۔ باتھ کے بعد کپڑے پہن کر کمبل اوڑھ کر کمزور مریض گرم بستر یا دھوپ میں لیٹ جاوے۔ اور طاقتور مریض چہل قدمی کرے۔ کھلے میدان میں بہتر ہے۔ اتنی دیر نہ ٹہلے کہ تھکان محسوس ہو۔ مطلب یہ کہ جسم جلدی جلدی اپنی اصلی حرارت اختیار کرے۔ اگر پسینہ آجاوے۔ تو صحت جلدی حاصل ہوگی۔ بعد ازاں کھانا کھا کر اپنا کام کاج کر سکتے ہیں۔ باتھ عموماً صبح کو ہونا چاہیئے۔ جبکہ سردی دور ہو چکی ہو۔ طاقتور مریض دوسرا باتھ بعد از دوپہر بھی لے سکتا ہے۔ دوران علاج میں ہرگز کوئی دوائی استعمال نہ کریں ورنہ باتھ بیفائدہ ہوگا۔)

فائدہ

(۵) پیڑو کل اندرونی اجزا کا مرکز ہے۔ یہاں سے کل جسم کو ٹھنڈ پہنچنے سے ہاضمہ کو ترقی ہوتی اور مادۂ فاسد پسینہ اور پاخانہ کے رستے خارج ہو کر جسم ہلکا پھلکا اور بیماریوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ پہلے ہی روز سے مایوس مریضوں کو ڈھارس بندھ جاتی ہے۔

دوران علاج کے آثار

(۶) جب مادۂ فاسد منتشر اور خارج ہونا شروع ہوتا ہے تو دوران سر۔ سر درد شدید کا ظہور ہوتا ہے۔ اور پرانی بیماریاں جو پہلے ادویات سے دب جاتی ہیں پھر نئے سر سے جوش سے ظاہر ہوتی ہیں۔ مگر باتھ میں ناغہ نہ کیا جاوے تو کبھی تکلیف دہ نہیں ہوتیں اور موجودہ بیماری تو کئی بار زور شور سے ظاہر ہوتی ہے۔ مگر آخر کار سب نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ بعض مریض کے بار بار زور دینے کی وجہ سے علاج چھوڑ دیتے ہیں مگر ایسا نہ کرنا چاہیئے۔

پیڈو پر پھنسیاں ہوتی ہیں رگڑ سے زخم ہو جاتے ہیں مگر ہرگز نہ ڈریں اور ہاتھ کرتے جاویں - خود بخود ہی اچھے ہو جاوینگے اور ابھرتے رہینگے -

پرہیز خوراک

(۷) کمزور مریض بغیر چھنے آٹے کی روٹی گیہوں، کا نمکین دلیہ - اور ہر قسم کی سبزی ترکاری تھوڑا سا نمک اور گھی ملا کر اتنے پانی میں پکاویں جو ان میں جذب ہو جاوے - شوربہ والی ترکاری ہرگز نہ کھاویں، ناشتہ کے وقت روٹی کے ساتھ موسمی میوہ جات ضرور استعمال کریں نہ ملیں تو لازمی نہیں جو کام شوربہ روٹی کے ساتھ دیتا ہے بخشک غذا ہونے سے دانتوں سے پینا چاہیئے، خوب چبا چبا کر کھانے سے لعاب دہن شامل ہو کر ہاضمہ میں ترقی ہوتی ہے - مرچیں چھوڑنے سے عموماً مریض بےچینی ظاہر کرتے - اور عادت جلدی نہیں بدل سکتی مگر آہستہ آہستہ مرچیں کم کرتے جاویں - گھی بہت تھوڑا ڈالیں - گوشت بالکل نہ کھاویں - علاج کے بعد بھی اگر گوشت نہ کھاویں تو صحت خراب نہ ہوگی - سبزی دال وغیرہ اس طرح پکاویں کہ ان کی اصلی حالت قائم رہے یعنی گھٹی ہوئی دال اور گھٹی ہوئی سبزی مضر صحت ہے بعض لوگ آلو یا شلجم ابال کر پانی پھینک دیتے ہیں ایسا کبھی نہ کریں اتنا پانی ڈالیں جو جذب ہو جاوے - میوہ جات اور دال بھنا کر چباویں - صحت اچھی رہیگی کمزور مریض گندم کا نمکین دلیہ کھاویں تو بہت مفید ہے - دودھ کی عادت ہو تو تازہ اور کچا پئیں باسی اور کڑھا ہوا دیر ہضم ہوتا ہے - ہرگز نہ پئیں - جملہ گرم اشیاء مثل چاء وغیرہ سے پرہیز کریں - پیاس لگنے پر ٹھنڈا یا تازہ پانی پئیں - شروع علاج میں پیاس بہت لگتی ہے - ٹھنڈے پانی سے۔

رسالہ الاحمدی کا اجراء - یہ رسالہ نمبر ثانی کے نام سے شائع ہوا ہے جس میں ڈاکٹر عبد الحکیم خان کی پیشگوئی کے متعلق نہایت مدلل بحث ہے جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے مرزا کی پیشگوئی پر نہایت ہی عمدہ اور ڈاکٹر کا کاذب ہونا ثابت کیا ہے اور ٹریکٹ کی بحث کو اس خوبی سے نبھایا ہے کہ بے اختیار زبان سے تحسین و مرحبا نکلتا ہے میر صاحب نے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے جو پیشگوئی کی میعاد ۳ سال ۲ ماہ بتائی پھر ۱۴ ماہ سے ۴ اگست تک اپنی پیشگوئی بھی منسوخ قرار دیکر اپنے ... کو ۱۴ تاریخ سنائی جو خدا نے جھوٹ کر دی قیمت ۸ دفتر فاروق قادیان سے طلب کریں ؎

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۱۷

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند یا آدھ سیر دوا کے فائدہ دیتے ہیں اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں اور آسانی سے پی سکتے ہیں :-

(۱) روغن صندل۔ سوزش بول کیلئے نہایت درجہ مفید ہے قیمت ۶؍ محصول ۵؍

(۲) اجوائن کا تیل۔ قے بدہضمی کی ایک ہی دوا۔ " ۶؍ " " ۵؍

(۳) روغن سونٹھ۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے۔ " ۸؍ " ۵؍

(۴) روغن سونف سر پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کیلئے مفید ثابت ہوا ہے۔ " ۸؍ " ۵؍

(۵) روغن دارچینی۔ یہ دارچینی کے ملائم چھلکوں سے بنا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے قیمت ۸؍ محصول ۵؍

(۶) روغن لونگ۔ متلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے اور درد شکم و بدہضمی کو مفید ہے قیمت ۸؍ محصول ۵؍

(۷) روغن لیمو۔ ہرے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیمو کا خوشبو دیتا ہے قیمت ۸؍ ۵؍

(۸) روغن پیپرمنٹ پیٹ کے درد بدہضمی و ریاح کے خارج کرنے میں یہ ایک بہت مشہور دوا ہے قیمت ۸؍ محصول ۵؍

(۹) روغن الائچی۔ متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے۔ قیمت ۶؍ محصول ۵؍

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو؟

سوا اور سب بیمار ہونے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آج تک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہو گئے شہر کے شہر تباہ ہوئے اس وجہ سے اسکے نام ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونیکے پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بنظر حفظ ما تقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر حفاظت رکھیں ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے ٹھہر سکتے ہیں اور نہ زہر اثر کر سکتا ہے وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں آپ بھی غافل نہیں ہیں۔ ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ نگل جانا چاہیئے۔ بچوں کو نصف یا چوتھائی۔ قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸؍ ۶۰ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲؍ محصول علاوہ ۵؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام مینیجر

جلد ۱۴ نمبر ۵

بابت ماہ مئی ۱۹۱۹ء مطابق شعبان ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ

عوام سے عہ غیر ممالک سے ۳؍ طلباء سے عہ

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا۔ اور عبد السلام پبلشر نے شائع کیا۔

تشحیذ کی قسمت کا فیصلہ

آخر کار انجمن تشحیذ الاذہان نے تشحیذ کی بہتری اسی میں دیکھی کہ تشحیذ کو محکمہ نظارت تالیف واشاعت کی نگرانی میں دے دیا جائے سو اب وہ ترقی اسلام کے ماتحت ہے لیکن یہ کاغذی تبادلہ میرے ان مطالبات پر جو میں ناظرین سے کرتا رہا ہوں کچھ اثر انداز نہیں۔ اس بات کی اب بھی ضرورت ہے بلکہ پہلے سے بڑھ کر۔ کہ **تشحیذ کے خریدار کم از کم ایک ہزار ضرور ہوں** +

دوم اسپر آپ صاحبوں کی بے توجہی سے پانچسو روپیہ قرض ہوگیا ہے۔ اس کے اُتارنے کا بندوبست کیا جائے۔ جو صاحب اس خصوص میں مجھے کوئی مشورہ دینگے میں بڑی خوشی سے اِس پر غور کرونگا۔ اگر مضامین میں خاص نوعیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ تو بھی نمونہ کے طور پر کوئی مضمون بھجوائیں۔ خدا کے فضل سے باقاعدہ وقت پر تو گیارہ سال سے نکل رہا ہے +

دِلاویز مجموعہ

احباب کرام اپنی توسیع معلومات اور تبلیغ سلسلہ کے لئے مفصلہ ذیل ٹریکٹوں کا مجموعہ منگوا کر ضرور پڑھیں اور اپنے اپنے حلقہ میں تقسیم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی حصہ دوم	۲/	حل چیستان مرزا کا جواب	۱/
قبولیت دعا کے چھیاسی گر	۱/	بیوی کی تعلیم	۲/
روحانی طبیب دوسرے روحانی مرضوں کا علاج	۱/	کار آمد حوالے	۲/
الوصیت پر نظر	۲/	تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے	۱/
تکفیر اہل قبلہ	۲/	(یہ مجموعہ صرف ۸/ آنے میں دیا جاتا ہے)	

مینیجر تشحیذ الاذہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۹ء

دنیا کے مذہب کے دو بڑے پیشوا

اس زمانہ میں جہاں تک میں دیکھتا ہوں دو مذہب ایسے ہیں جو تمام جہان میں پھیلے ہوئے ہیں اور جن کا باہمی مقابلہ ہو سکتا ہے۔ ایک اسلام دوسرا عیسائیت تیسرا مذہب اگر اسے مذہب کہنا درست ہو تو آریہ سماج کی تحریک ہے مگر وہ زیادہ تر ہندوستان ہی میں ہے اور ابھی انھیں بہت کچھ کام کرنا باقی ہے نیز اس تحریک کے بانی کو ان راستبازوں کے قدم بقدم آنے کا دعوے نہیں ہے جو اپنی بعثت خداوند زمین و آسمان کے حکم سے بتاتے ہیں۔ پس ایک طالب حق کے لئے جو اپنی نجات کسی راستباز کے دامن سے وابستگی میں دیکھتا ہے۔ یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ ان دونو مذاہب کے پیشواؤں میں افضل و اعلیٰ کون ہے۔ اور کس نے تمام جہان کے لوگوں کو پیغام اصلاح دیا۔ اور فرمایا کہ میرے پاس آؤ تا میں تمہیں گناہوں سے نجات اور ہمیشہ کی زندگی دلاؤں +

حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے

آپ انجیل متی کھولکر دیکھیں۔ حضرت مسیح کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے ثابت ہوتی ہے یا تمام جہان کے لوگوں کی طرف ÷

"تب یسوع وہاں سے روانہ ہوکر صور اور صیدا کی طرف میں گیا۔ اور دیکھو ایک کنعانی عورت وہاں کی سرزمین سے نکل کے اسے پکارتی ہوئی چلی آئی۔ کہ اے خداوند داؤد کے بیٹے مجھ پہ رحم کر۔ کہ میری بیٹی ایک دیو کے غلبہ سے بے حال ہے۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا تب اس کے شاگردوں نے پاس آکر اس کی منت کی کہ اسے رخصت کرو کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔ اس نے جواب میں کہا میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا۔ پر وہ آئی اور اسے سجدہ کرکے کہا اے خداوند میری مدد کر۔ اس نے جواب دیا مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لیکر کتوں کو پھینک دیں۔ (متی باب ۱۵۔ آیت ۲۱۔ ۲۷)

آپ اس کنعانی عورت کا عجز و الحاح دیکھئے۔ اور یسوع مسیح کا جواب سنئے معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی سخت مجبوری ہے جو وہ باوجود اصرار کے انکار کئے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مناسب نہیں جو بچوں کی روٹی۔ کتوں کو پھینک دیں۔ گویا بنی اسرائیل کے سوا دوسری قومیں باوجود قرابت ملکی و نسلی کے انسانیت کا مرتبہ بھی نہیں رکھتیں اور مسیح ان کے درد کے درمان کے لئے نہیں آیا۔ پھر لطف یہ کہ اس کی درخواست کسی دیو کے نکالنے کے بارے میں ہے اور ہم عام طور سے دیکھتے ہیں کہ حکماء و اطباء ایسے امور میں تفریق مذہبی و قومی کا لحاظ نہیں کرتے چنانچہ اسی واسطے آخر مسیح کو قائل ہونا پڑا۔ لیکن با ایں ہمہ یہ کہنا کہ "میں بنی اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا" صاف ظاہر کرتا ہے کہ مسیح کا پیغام بنی اسرائیل کے سوا

دُنیا کی دوسری قوموں کے لئے قطعاً نہ تھا۔ اگر صرف یہ ہوتا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں تو کچھ تاویل کی گنجایش ہو سکتی تھی یعنی یہ سمجھ لیا جاتا کہ ان کی اصلاح مقدم سمجھی۔ مگر یہاں تو صاف لکھا ہے۔ اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ یہ فقرہ نص قطعی ہے اس بات پر کہ قرآن مجید میں جو آیا ہے رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ یہ بالکل صحیح ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسیح نے اخیر میں یہ بھی کہا کہ سب قوموں کو شاگرد کرو۔ مگر ہم بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا کی موجودگی میں سب قوموں کے معنے بنی اسرائیل کے مختلف فرقوں کے سوا اور کچھ نہیں لینگے

دوسرا حوالہ بھی ملاحظہ ہو:۔

”پھر اس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بُلا کے انھیں قدرت بخشی کہ ناپاک رُوحوں کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور دُکھ درد کو دُور کریں ۔۔۔ ان بارہوں کو یسوع نے فرما کے بھیجا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ پہلے اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو۔ اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔

(متی باب ۱۰۔ آیت ۱-۶)

غیر قوموں کی طرف نہ جانا یہ ممانعت بتاتی ہے کہ مسیح کی بعثت صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی:

حضرت محمد مصطفےٰ کی دعوت تمام جہان کے لئے

اب آپ سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ کا دعویٰ پڑھیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(عن جابر قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت خمسا لم یعطھن احدٌ قبلی ۔۔۔ وکان النبیّ تبعث الی قومہ خاصّۃ و

بُعِثْتُ الی الناس عامۃً (متفق علیہ)

جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے پانچ باتیں ایسی دیگئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ××× پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ نبی صرف اپنی قوم کی طرف خاص کر کے بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف (بلا تفریق قومی) بھیجا گیا ہوں +

(۲) وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال فُضِّلتُ الانبیاء ×× وارسِلتُ الی الخلق کافۃً (رواہ مسلم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا مجھے تمام نبیوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم)

ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ آپ دونو پیشواؤں کا دعویٰ ان کے اپنے الفاظ میں دیکھ لیجئے اور جو مابہ الامتیاز و فرق ہے۔ وہ صاف نظر آرہا ہے ہر ایک شخص اپنی استعداد فطرتی اور ہمت قلبی کے لحاظ سے کوئی کام اپنے ذمے لے سکتا ہے ایک وہ ہے جو ایک خاص قوم کی اصلاح کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور ایک وہ جو تمام جہان کے واسطے اپنا پیغام ہدایت بتاتا ہے۔ اور اسی کا اعلان بار بار بزبان خداوندی ہوتا ہے۔

پہلی آیت:۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (السباء ۲۲ رکوع ۴) ہم نے تجھے (اے محمدؐ) تمام لوگوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بھیجا۔ لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے +

دوسری آیت۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (پارہ ۹ رکوع ۱۰) اعلان کردے اے محمدؐ اے لوگو میں تم سب کیطرف اللہ کا رسول ہوں۔

تیسری آیت۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (پارہ ۱۷ انصفہ) اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر عالموں کے لئے رحمت کر کے۔

چوتھی آیت۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (پارہ ۳۰ رکوع ۷) یہ کتاب تمام

جہانوں کے لئے نصیحت ہے +

یہ آیات بتاتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام جہانوں اور سب انسانوں کے لئے تھی۔ عالمین کا لفظ ایسا وسیع ہے کہ اگر مریخ ستارہ میں کوئی آبادی ثابت ہو اور اس سے پیغام رسانی کا طریق نکل آئے تو اُمّت محمّدیہ کا فرض ہے کہ پیغام اسلام ان تک پہنچائیں +

اب ان دونو پیشواؤں کے مرتبہ میں نمایاں فرق ہے جس مدعیٔ ہدایت کا پیغام ہی تمام دُنیا قوموں کے لئے نہیں۔ کیونکر روا ہے کہ اس کے نام لیوا دوسروں کو اس کے جھنڈے تلے جمع ہونے کے لئے کہیں۔ پھر غور کرو۔ کتنا بلند مقام ہے اس مقدس رسولؐ کا۔ جو تن تنہا سب لوگوں کو دعوت اسلام دیتا اور ان کی اصلاح کا ذمّہ لیتا ہے۔ اور پھر زبانی دعویٰ ہی نہیں۔ بلکہ جو کہتا ہے وہ کر کے دکھا دیتا ہے +

حضرت مسیحؑ کی کامیابی

پہلے آپ مسیح کے آخری الفاظ پڑھیں اور دیکھیں کہ وہ کس حالت میں اس دُنیا کو چھوڑتے ہیں۔

"اے یروسلم اے یروسلم جو نبیوں کو مار ڈالتی اور انھیں جو تجھ پاس بھیجے گئے پتھراؤ کرتی ہے میں نے کتنی بار چاہا کہ تیرے لڑکوں کو جس طرح مُرغی اپنے بچّوں کو پروں تلے اکٹھے کرتی ہے جمع کروں۔ پر تم نے نہ چاہا۔ دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ جب تک کہ کہو گے مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے (متی باب ۲۳)

یہ اس پیغام دعوت کا انجام ہے جو مسیح نے بنی اسرائیل کی قوم کو اسکے مرکز میں دیا۔

حضرت نبی کریمؐ کی کامیابی

اب دوسری جانب حضرت محمّد رسول کے پیغام ہدایت القیام کا نتیجہ دیکھئے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۙ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ جب اللہ کی نصرت اور فتح آگئی اور تُو نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو خدا کی تسبیح و تحمید کر اور اسی سے حفاظت طلب کر۔ وہ رجوع برحمت کرنے والا ہے۔ کہاں وہ دن کہ آپ غارِ حرا میں اکیلے تھے اور کہاں یہ دن کہ فوج در فوج لوگ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ پھر آپ مرکز عرب یعنی مکہ میں کس شان سے داخل ہوتے ہیں اس کی تفصیل کتب سیرت میں پڑھیں میں یہاں **حجۃ الوداع** کے خطبہ کا کچھ حصہ دیتا ہوں تاکہ اس طاقت و جبروت کا علم ہو جائے جو حضور کو بافضال ایزدی حاصل ہوگئی تھی ارشاد ہوتا ہے۔

جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ صلعم مکث بالمدینۃ تسع سنین لم یحج ثم اذن فی الناس بالحج فی العاشرۃ ان رسول اللہ حاجٌ فقدم المدینۃ بشر کثیر (باب قصۃ حجۃ الوداع) جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم مدینہ منورہ میں ۹ سال رہے حج نہیں کیا پھر اعلان کیا گیا لوگوں میں کہ حج کو چلیں اس پر بہت سے لوگ مدینہ میں جمع ہوئے۔ ان لوگوں کی تعداد کے متعلق محشی لکھتا ہے۔ ویروی مائۃ واربعۃ عشر الفا وفی الروایۃ مائۃ واربعۃ وعشرون الفا (ایک لاکھ چودہ ہزار یا ایک لاکھ چوبیس ہزار) یہ صرف وہ لوگ ہیں جو حج کو آئے باقی جو نہ آسکے یا ان آنیوالوں کے اہل و عیال وہ الگ ہیں آپ نے ان سب میں ایک خطبہ پڑھا جس کے بعض الفاظ یہ ہیں:۔

ان دماءکم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا الا کل شیء من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ ××× وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ وانتم تسئلون عنی فما انتم قائلون قالوا نشھد انک قد بلغت وادیت ونصحت فقال باصبعہ السبابۃ یرفعھا الی السماء وینکتھا الی الناس اللھم اشھد اللھم اشھد

تلاش مراد (رواہ مسلم) +

تمہاری جان و مال کے حقوق کی نگہداشت آپس میں فرض ہے جیسے کہ اس دن (عرفہ) اس مہینے (ذوالحجہ) اس شہر (مکہ معظمہ) کے حقوق کی نگہداشت تم فرض سمجھتے ہو۔ سنو! جاہلیت کے ہر رسم و رواج کو منسوخ کرتا ہوں اور جاہلیت کے خون معاف کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور میں تم میں کتاب اللہ چھوڑتا ہوں جب تک تم اس سے تمسک کرتے رہو گے گمراہ نہو گے اور تم میری تبلیغ کے متعلق پوچھے جاؤ گے تو کیا جواب دو گے انہوں نے کہا ہم کہینگے آپ نے ہمیں خوب اچھی طرح تبلیغ کردی اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اسپر نبی کریم صلعم نے شہادت کی انگلی اٹھائی اور لوگوں کی طرف اٹھا کر کہا کہ اے خدا گواہ رہ (تین بار)۔

ایک طرف یہ آیت قرآن اور یہ حدیث سید الانس والجان رکھئے اور دوسری طرف وہ پُرحسرت کلمات کہ "میں نے کتنی بار چاہا کہ تیرے لڑکوں کو جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے اکٹھے کرتی ہے جمع کروں پر تم نے نہ چاہا" تا آپ پر ان دونو پیشواؤں کے مرتبہ کا فرق ظاہر ہو جائے +

پیغام ہدایت کی تکمیل

پھر آپ یہ بھی دیکھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کرتے ہیں میں تم میں ایک مکمل کتاب ہدایت چھوڑتا ہوں جب تک تم اسپر عمل پیرا رہو گے گمراہ نہیں ہوگے اور لوگوں سے شہادت طلب کرتے ہیں کہ آیا میں نے الٰہی پیغام تم سب کو پہنچا دیا یا نہیں تو وہ کہتے ہیں قد بلغت وادیت ونصحت۔ آپ نے پہنچا دیا۔ پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ اور دوسری جانب جناب مسیح ہیں کہ وہ خود ہی فرماتے ہیں:۔

"لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئے گا۔ ××××

میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی

کی راہ بتائے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سُنے گی

سو کہے گی اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گی (یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۴)

یعنی آپ کسی دوسرے پیغامبر حق کی خبر دیتے ہیں جو ساری سچائی کی راہ بتائے گی اور مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى کا مصداق ہو گی۔ پس دُنیا والوں کے لئے جس پیغام ہدایت کا ماننا فرض ہے وہ اسی پیغمبر اعظم کے پاس ہے جس کو دُنیا سے اُٹھایا جانے سے اوّل یہ وحی ہوئی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (پارہ ۶ رکوع ۱۴) آج کے دن میں نے تمہارا دین پایۂ تکمیل کو پُہنچا دیا۔ تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔ گویا آپ کے بعد آخر دُنیا تک کوئی پیغام شریعت نہیں۔ یہی وہ ہدایت ہے جسپر تمام لوگوں کو قیامت تک کاربند ہونا ہے۔ مسیح جب خود فرماتے ہیں کہ ابھی اور بہت سی باتیں ہیں جو میں نہیں کہہ سکا۔ تو پھر ہم کس طرح ان کے پیغام کو کامل سمجھ لیں اور دوسرے داعیانِ حق کی طرف متوجہ نہ ہوں +

اخیر میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دونو پیشوایانِ مذاہب کے ان کلمات پر بھی غور کر لیجئے جو جان کندنی کی حالت میں انکی زبانوں سے نکلے کہ اس سے بہت کچھ اس تعلق یگانگت و قرب خاصہ پر روشنی پڑتی ہے۔ جو دونو کو بارگاہ الٰہی میں حاصل تھا

مسیح کے آخری کلمات

جناب یسوع مسیح جب صلیب پر دیئے گئے اور وہ سمجھے کہ میری رُوح اب جسم سے جُدا ہونے لگی ہے تو انکی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا۔

نویں گھنٹے کے قریب یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا۔ ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا تُو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا ××× اور یسوع نے بڑے شور سے چلا کر جان دی (متی باب ۲۷ آیت ۴۵-۵۰)

نبی کریمؐ کے آخری کلمات

ادھر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات وفات میں یہ لکھا ہے:-

قالت عائشة فكان آخر كلمة تكلم بها النبي صلى الله عليه وسلم قوله

اللهم الرفيق الاعلىٰ (متفق علیہ)

عائشہ صدیقہ زوج النبی کی روایت ہے کہ آخری بات رسول اللہ کی یہ تھی کہ اے اللہ رفیق اعلیٰ کیساتھ میں اس پر کسی قسم کی رائے زنی نہیں کرنا چاہتا۔ دونو کلمات آپ کے سامنے ہیں آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مقرب بارگاہِ صمدی کون تھا۔ اب صرف یہ دیکھنا باقی رہ گیا کہ حضرت مسیح کے فیض صحبت نے جو آدمی پیدا کئے وہ کیسے تھے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ نے کیسے انسان بنائے دونوں کی نسبت فریقین کی مسلمہ الہامی کتب سے حوالے پیش کرتا ہوں:۔

مسیح کے حواری

"تب ان بارہ میں سے ایک نے جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا سردار کاہنوں کے پاس جاکر کہا جو میں اسے پکڑوا دوں تو مجھے کیا دو گے۔ تب انھوں نے اسے تیس روپے کا اقرار کیا اور وہ اس وقت سے اسکے پکڑوانے کیلئے قابو ڈھونڈتا تھا × × × یسوع نے ان (حواریوں) سے کہا تم سب اسی رات میرے سبب ٹھوکر کھاؤ گے۔ × × پطرس نے جواب میں اس سے کہا اگرچہ سب تیری بابت ٹھوکر کھائیں پر میں کبھی ٹھوکر نہ کھاؤنگا یسوع نے اس سے کہا میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ تو اسی رات مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تین بار میرا انکار کریگا × × × وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہودا جو ان بارہوں میں سے ایک تھا آیا اور اس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آپہنچی اس کے پکڑوانے والے نے انھیں یہ کہہ کے پتہ دیا تھا کہ جسے میں چوموں وہی ہے اسے پکڑ لینا۔ اس نے (یسوع) کے پاس آکر کہا اے ربی سلام اور چوم لیا × × × جب پطرس باہر دالان میں بیٹھا تھا ایک لونڈی نے اس پاس آکر کہا تو بھی یسوع جلیلی کے

ساتھ تھا۔ پر اس نے سب کے سامنے انکار کر کے کہا میں نہیں جانتا کہ تو کیا کہتی ہے۔ پھر جب وہ اسارہ کی طرف باہر گیا ایک دوسرے نے اسے دیکھ کر ان سے جو وہاں تھے کہا کہ یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا تب اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے جو وہاں کھڑے تھے پطرس پاس آ کے کہا بیشک تو بھی ان میں ہے کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے تب اس نے لعنت بھیجکر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص (مسیح) کو نہیں جانتا۔ (باب ۲۶ متی)

(۳) تب یسوع نے دیو کو دھمکایا وہ اس سے نکل گیا اور وہ چھوکرا اسی گھڑی چنگا ہو گیا تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آ کے کہا ہم کیوں اسکو نکال نہ سکے۔ یسوع نے انھیں کہا۔ اپنی بے ایمانی کے سبب۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوتی۔ (متی باب ۱۷)

حضرت محمد مصطفٰے کے اصحاب

وَلَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا

(پارہ ۲۶ سورۂ فتح) اور البتہ راضی ہوا اللہ مومنوں سے جب وہ اس شجرہ کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ اور ظاہر ہوا جو انکے دلوں میں تھا اور ان پر سکینت اتاری اور انھیں ایک قریب کی فتح عنایت فرمائی۔

(۲) فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا

(پارہ ۲۶) اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول اور مومنوں پر اُتاری۔ اور انکو پرہیزگاری

کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس عنایت کے زیادہ حق دار اور اسکے لائق بھی تھے۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے +

(۳) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (پارہ ۲۶ سورہ فتح)

محمد اللہ کے رسول اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر مضبوط ہیں ان کا اثر نہیں لیتے آپس میں ایک دوسرے سے الفت رکھنے والے تو انھیں دیکھے گا کہ خدا کے حضور میں جھکے رہتے اور اسی کے آستانے پر پڑے رہتے ہیں اس کا فضل اور اسکی رضا چاہتے رہتے ہیں۔ اور انکی پیشانیوں پر فرمانبرداری کے نشانات ہیں یعنی ان کا بشرہ بتلا دیتا ہے کہ یہ خدا کے خدمتگذار بندے ہیں +

(۴) مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (پارہ ۲۱ سورہ احزاب) مومنوں میں سے وہ مردان خدا ہیں جنھوں نے سچ کر دکھایا وہ عہد جو انھوں نے اللہ سے کیا۔ بعض وہ ہیں جو اپنا کام پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں اور اس عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی +

(۵) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (پارہ ۱۱ ع ۱)

مہاجرین اور انصار سے سبقت کرنیوالے اور جو لوگ نیکی میں انکے تابع ہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی + یہ وہ قابل فخر سرٹیفکیٹ ہے جو جناب الٰہی سے سیدنا محمد رسول اللہ کے صحابہ کرام کو ملا + اب آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کس کی قوت قدسیہ زبردست اور کون نوع انسان کے لئے ابر رحمت بنکر آیا اور کس نے انسانی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کر کے انھیں وحشی سے انسان اور انسان سے باخدا انسان بنا دیا۔ اور کون یہ حق رکھتا ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے اور کس کی اطاعت میں بنی نوع انسان کی نجات ہے +

درس الحدیث

از حضرت اولوالعزم جولائی ۱۴ سنہ ۱۹ء

حدیث - محمد بن مقاتل - اذا آمن بعیسیٰ ثم آمن بی - فلہ اجران

پچھلے ایک نبی کی امت جو دوسرے نبی پر ایمان لے آئے وہ زیادہ ثواب کی مستحق ہے پھر خصوصاً مسیح کی امت جو نبی کریم پر ایمان لائے - ان کے لئے نبی کریم صلعم کو ماننا مشکل ہے کیونکہ وہ مال اور حکومت کے مالک ہیں - ان کو اپنا مال چھوڑ کر آنا مشکل ہوتا ہے - حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے - کہ ہندو اگر مسلمان ہو تو وہ زیادہ مخلص ہوتا ہے بہ نسبت ایک عیسائی کے ؛

والعبد اذا اتقی اللہ واطاع موالیہ فلہ اجران -

انسان کو اپنے آقا کا حکم بھی ماننا چاہیئے - اور خدا تعالےٰ کے احکام کو بھی بجا لانا چاہیئے بعض لوگ اپنے آقا کا کام ہی کرتے ہیں - اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں - اور بعض اللہ تعالےٰ کے حکم کے بہانے میں اپنے آقاؤں کا کہا نہیں مانتے - اور جو وہ کہیں بہانہ کر کے ٹال دیتے ہیں - یہاں ایک آدمی کا ملازم تھا - اسے جب کوئی کام بتلایا جاتا تو وہ کہہ دیتا - کیا میں قرآن نہ پڑھوں - اور اس طرح سے ان کا کہا نہ مانتا تھا - فرمایا ایسا نہیں چاہیئے بلکہ اپنے آقا اور خداوند تعالےٰ دونو کے کام کرو ؛

حدیث محمد یوسف - فاقول کما قال العبد الصالح -

کیا صاف صاف بات ہے - مسیح نبی کریم صلعم کے زمانہ سے پہلے یہ کہہ چکا ہے - ھم المرتدون - یہ مرتد خلافت کے منکرین ہیں - خلافت کا انکار کوئی معمولی بات نہیں ہے - خلافت کے منکرین کا نام ہی آپ نے مرتد رکھا ہے ؛

کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا - کہ کسی مسلمان نے ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں یہ کہا ہو کہ میں اسلام کو سچا نہیں مانتا یا میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں - بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے - کہ بعض نے یہ کہا تھا کہ ہم تمہیں نہیں مانتے کیونکہ تم زکوٰۃ لیتے ہو -

اللہ زکوٰۃ لینے کے لئے تو حضرت نبی کریم صلعم کو ارشاد ہے خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ پس اب نبی کریمؐ کے بعد کسی کو حق نہیں کہ وہ زکوٰۃ وصول کرے اسنے انکار پر ان کو مرتد کہا ہے ÷

حفاۃً عراۃً غرلاً۔ ایک دوسری حدیث میں ذکر ہے کہ لوگ اس لباس میں اُٹھائے جاوینگے جس میں اُن کو دفن کیا گیا۔ دونو حدیثوں کی تطبیق کے لئے یہ صورت ہے کہ وہ لباس جس میں وہ اُٹھائے جاوینگے وہ تو معمولی کپڑے ہونگے۔ اور جو کپڑے پھر پہنائے جاوینگے۔ وہ اعلےٰ درجہ کے ہونگے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکی شکلوں میں بھی کچھ تغیر کیا جاوے گا ÷

باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلامؑ

حدیث ابی ہریرۃ - لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم

ابن مریم کے نزول کا ذکر فرمایا۔ لیکن من السماء کہیں نہیں فرمایا۔ لغت میں دیکھو۔ نزول کے معنے بہت وسیع ہیں۔ نزول زمین سے نکلنے کو بھی کہتے ہیں جیسے نزل السماء۔ خروج النبات۔ یہاں نزول بمعنے خروج اور السماء بمعنے النبات لیا ہے عموماً اوپر سے آنا۔ زمین سے نکلنا۔ ہر عمدہ چیز کا آنا۔ اسکے لئے نزل بولا جاتا ہے وہ چونکہ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ اس لئے ان پر نزول کا لفظ فرمادیا ÷

حَکَماً - وہ حکم ہوگا۔

ایک شخص نے لکھا۔ کہ ہم نے مرزا صاحب کو اس لئے مانا۔ کہ ہم قرآن کو مانتے تھے میں اسے بیوقوف کہتا ہوں میرا عقیدہ یہ ہے۔ کہ کوئی شخص قرآن مجید کو نہیں مانتا جب تک کہ حضرت صاحب کو نہ مان لے۔ نبی کریم صلعم نے تو فرمایا ہے کہ ایمان ثریا پر چلا جاوے گا لیکن مسیح اسے اتار کر لائے گا۔ اس لئے یہ کہنا چاہیئے کہ ہم نے قرآن کو احادیث کو اس لئے مانا کہ حضرت مرزا صاحب نے ہمیں کہا۔ ویسے قرآن و حدیث غیر احمدیوں کے پاس بھی ہیں لیکن وہ عمل نہیں کرتے ÷

نبی کریمؐ نے حکم فرمایا ہے۔ اب یہ نہیں ہوگا۔ کہ جو کچھ اس نے کہا ہے اسے قرآن و حدیث* کے ماتحت لاویں۔ نہیں! بلکہ جو کچھ اس نے کہا ہے وہ مانیں گے۔ خاتم النبیین کے وہی معنے کرینگے جو مسیح موعودؑ نے کئے۔ اور اسی کی تقریروں اور تحریروں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کریں گے +

فیکسر الصلیب۔ صلیب کی کسر کرے گا۔ یعنی عیسائیت کے زور کو توڑیگا قسطلانی اور فتح الباری۔ دونو نے یہی معنے کئے ہیں +

یقتل الخنزیر۔ وہ خنزیر کو قتل کرے گا۔ بعض نے اس کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس زمانے میں ان کا کھانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس لئے انہیں قتل کرے گا۔ یہ نہایت ہی لغو خیال ہے۔ اس طرح تو دنیا جہان کی چیزیں جنہیں لوگ نہیں کھاتے کیا مسیح انھیں مارتا رہے گا؟ پھر وہ دین کا کام کب کرے گا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ مسیح ایسی اقوام کو جو خنزیر والی ہیں۔ اور خنزیر کے خصائل جن اقوام میں پائے جاتے ہیں بے حیا تو ہیں۔ انھیں دعاؤں کے حربہ سے تباہ کرے گا +

یضع الجزیۃ۔ تعجب کی بات ہے کہ اس کے معنے کرتے ہیں کہ عیسیٰ آئیگا اور وہ لوگوں سے جزیہ قبول نہیں کرے گا بلکہ وہ کہے گا کہ یا تو قتل ہونا قبول کرو یا مسلمان بن جاؤ۔ لیکن یہ بات غلط ہے اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں تو آتا ہے۔ ویعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون کہ کفار جو مسلمانوں کی حکومت کے ماتحت ہوں وہ جزیہ دیں۔ اور حدیث میں دوسری جگہ آتا ہے ویضع الحرب کہ وہ لڑائی کو موقوف کر دے گا۔ جب لڑائی نہ ہوئی تو قتل کیسا۔ اس وجہ سے اب یضع الجزیۃ کے ایسے معنے کرنے چاہئیں جو قرآن کے خلاف نہوں اور ہوں بھی ٹھیک۔ اور وہ یہ ہیں کہ اسکے زمانہ میں جنگیں موقوف ہو جائینگی۔ پس جب جنگ نہ ہوئی تو جزیہ خود جاتا رہا۔ چنانچہ دیکھ لو کہ مسلمان تباہ ہو گئے۔ انکی سلطنت باقی نہ رہی اور جزیہ بھی ساتھ ہی باطل ہو گیا۔ اور جو ایک دو سلطنتیں برائے نام باقی ہیں۔ وہ بھی غیر اقوام سے جزیہ نہیں لے سکتیں۔ قسطنطنیہ میں عیسائیوں کو مسلمانوں کی نسبت

* [illegible] اور

زیادہ مراعات ملی ہوئی ہیں +

ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد + اس کے معنے یہ گئے ہیں کہ وہ اتنا مال بانٹے گا کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہ بہت لغو خیال ہے۔ اگر کسی کو دنیا بھر میں مال کی ضرورت ہوئی تب دنیا تو بہت جلد تباہ ہو جائے گی کیونکہ کوئی بھی ایک دوسرے کا محتاج نہ رہا تو دوسرے کا کام کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہوتی ہے مزدور مزدوری نہ کریں۔ لوہار لوہے کا کام چھوڑ دیں۔ موچی جوتے بنانا چھوڑ دیں۔ ہر ایک حرفہ والا اور پیشے والا اپنا اپنا کام ترک کر دے۔ تو ایسے ذرہ تصور کر کے دیکھو۔ پھر دنیا کی کیا حالت ہو +

اس سے اگلا لفظ دیکھو۔ وہ اگلی تفسیر کر دیتا ہے۔ فتکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیہا۔ وہ مال دینی ہوگا۔ نہ کہ دنیوی۔ یعنی کہ وہ دینی مال اتنا تقسیم کرے گا کہ لوگ اسے لینگے نہیں۔ اس زمانے میں پھر چھوٹے چھوٹے اعمال بھی قبول کئے جاوینگے۔ کیونکہ لوگوں کو دنیا کے مال کی حرص دین کی طرف مائل ہونے دیگی

ثم یقول ابوھریرۃ واقرأوا ان شئتم ۔ یہ ابوہریرہؓ کا اپنا قول ہے +

باب ما ذکر عن بنی اسرائیل

حدیث۔ موسیٰ بن اسمٰعیل

ان مع الدجال اذا خرج ماء ونار۔

یہ بھی دجال کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ اسکے پاس پانی اور آگ ہوگی۔ جسے لوگ آگ سمجھینگے وہ پانی ہوگا۔ اور جسے پانی سمجھیں گے وہ دراصل آگ ہوگی + پانی یہ کہ اسکے دین کو قبول کریں۔ تو بس دنیاوی طور سے آرام اور ہر طرح کی آسائش میں ہو گئے لیکن ان کے دین کو برا سمجھنا اور چھوڑنا دنیاوی لحاظ سے یہ آگ ہی ہے لیکن نتیجہ اس کا عمدہ اور اعلےٰ ہے۔ تعجب ہے ہماری جماعت سے بعض لوگ* کہتے ہیں کہ ہم بھی وہی کریں جو دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ تو وہی کرتے ہیں جو یورپ والے کرتے

* پیغامی مراد ہیں

ہیں (یا پالٹیکس اور سیاست میں) لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا وہ اگرچہ آگ معلوم ہوتا ہے۔ اور جو یورپ والے یا دیگر اقوام کریں وہ ٹھنڈا معلوم ہوتا ہے لیکن باعتبار انجام اور حقیقت وہی ٹھنڈا پانی ہے جو حضرت صاحب نے تعلیم دی ٭

ان رجلا کان فیمن قبلکم اتاہ ملک لیقبض روحہ۔

اس میں اللہ تعالیٰ کا رحم بتلایا ہے۔ آریہ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا عدل نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رحمتی وسعت کل شیٔ۔ میری رحمت ہر ایک چیز پر ہے بعض صوفیاء نے تو اسے اتنا بڑھا دیا ہے کہ خدا شیطان کو بھی معاف کرے گا۔ رحمت کو کتنا وسیع کیا ہے۔ یہاں بھی عملت من خیر فرمایا ہے۔ اسکی بدی کا ذکر تک نہیں کیا۔ (اسے شرمندہ نہیں کیا) ٭

ان رجلاً حضرہ الموت فلما یئس من الحیوۃ اوحی اھلہ

اگر کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہو۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور انیوں کو معاف کر دیگا اور ان کے لئے ان کے مرنے سے پہلے ضرور ایسا سامان کر دیتا ہے کہ انہیں اللہ پر ایمان ہو جاتا ہے ٭

کوئی اگر کہے کہ جلانے کا حکم نہیں ہے !۔ تو دفن کرنے کا مسئلہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے۔ مختلف شرائع میں مختلف صورتوں کے لحاظ سے انکے احکام بھی مختلف ہونگے مثلاً ایک ایسی جگہ ہے جہاں درندے مردوں کو نکال کر کھا جاتے ہیں۔ اور لوگوں کو مردوں کی حفاظت کرنا مشکل ہے تو انکے لئے ضروری نہیں کہ وہ ضرور دفن ہی کریں۔ اس شخص کا یہ کہنا۔ خدا تعالیٰ سے خشیت کے باعث تھا۔ خدا نے اسے معاف فرما دیا ٭

حدیث بشر بن محمدؐ۔

کتنا جھوٹ ثابت ہوتا ہے یہاں ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم کو اپنی بڑائی کا خیال تھا۔ نبی کریمؐ کو اپنی وفات کے وقت بھی اگر کوئی خیال تھا تو یہی کہ خدا کی بڑائی ہے اسکا کوئی شریک نہ ہو یہ خیال آپؐ کو پیدائش سے ہی تھا۔ پھر جب نبوت ملی تو آپکو ہر وقت یہی خیال دامنگیر رہتا تھا چنانچہ آپکو وفات کے وقت بھی یہی خیال تھا۔ آپ اپنی امت کے غم میں [illegible] اور گھبراہٹ کیوجہ سے بار بار منہ پر

ایک مسیحی دوست کے خط کا جواب

مفصلہ ذیل مضمون ہمیں دفتر تالیف و اشاعت محکمہ نظارت سے وصول ہوا ہے اس میں فاضل مضمون نویس نے ایک معترض صاحب کو یہ سمجھایا ہے کہ جو اعتراض آپ غیر مذاہب کے ماننے والے پر کرتے ہیں پہلے یہ تو دیکھ لیں کہ وہی اعتراض آپ کی مسلمہ الہامی کتاب پر تو نہیں پڑتا۔ اگر اعتراض پڑتا ہے تو پھر دوسرے مذہب پر حملہ نہیں کرنا چاہئے اس تمام مضمون کو اسی سپرٹ میں لکھا ہوا سمجھنا چاہئے۔ اور ہرگز یہ خیال نہ ہو کہ کسی دوسرے کے مذہب پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ یا اس کی الہامی کتاب کے عیوب دکھلانے مقصود ہیں۔ بلکہ محض معترض کے عقیدہ سے اپیل کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنی الہامی کتاب کی روشنی میں اپنے اس اعتراض کو پڑھے جو اس نے بڑے زور شور سے اسلام پر کیا ہے۔ (ایڈیٹر)

اے بسا عیب کہ بینی و رکساں چو خوئے تو باشد و پریشاں اے فلاں

ہمارے ایک دوست جو مسیحی ہیں۔ گاہے ماہے ایک آدھ والا نامہ بندہ کی جانب ارسال فرماتے رہتے ہیں۔ چونکہ آپ فطرتاً مذہب مسیحی سے دلچسپی لیکر پیدا ہوئے ہیں اس لئے اپنے خطوط میں اسلام پر ضرور حملہ کرتے ہیں۔ لیکن جب اس طرف سے جواب مفصل بذریعہ اخبار سلسلہ دیا جاتا ہے۔ تو پھر چار پانچ ماہ آپ خاموشی کے کوچہ میں جا بسر کرتے ہیں۔ حسب عادت آپ کا ایک خط ۷ ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء کو بھی موصول ہوا تھا۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یوں تو مرزائی صاحبان فطرتاً ہر ایک مذہب پر نکتہ چین طبائع لیکر پیدا ہوئے ہیں۔ مگر اپنے حضرت مسیح قادیانی سے نہیں پوچھتے۔ کہ "حضرت اقدس" آپ جو فرماتے

ہیں۔ کہ طاعون ہمارا مددگار ہے۔ ہمارے مخالفین کو مار ڈالیگا۔ اور نابود کر دیگا" پھر لکھو کھا معصوم بچے۔ جو آپ کے معاندین کے زمرہ سے خارج ہیں۔ ان پر آپ نے طاعون نازل کیوں کرایا۔ کیا نازل کرانے والا اور کرنے والا ہر دو ظالم نہیں۔ یہ کیا؟ زید کے گناہ کے عوض بکر کو ہلاک کیا جاتا ہے"

نمبر ۲۔ شق القمر کی نسبت بجز عرب کے مورخین کے دیگر ممالک کے کن کن مورخین نے تذکرہ کیا ہے۔

نمبر ۳۔ ایک اور بات آپ میرزائی صاحبان سے دریافت کر کے تحریر فرما دیں۔ اور وہ یہ کہ جب بموجب مسلمات ایمانیات اہل اسلام خدا تعالیٰ نیکی اور بدی کا خالق ہے۔ تو پھر جزا سزا کیسی۔ کیا یہ وہی خدا ٹھٹھا باز نہیں جو ٹھٹھے مخول کے بدلے ہنسی مذاق سے دلچسپی لیا کرتا ہے"۔

یہ چند سطور جن میں آپ نے بظاہر عیسائیت کی حمایت کی ہے۔ اور اسلام پر اعتراضات کئے ہیں درحصل اسلام کی حمایت ہے۔ اور مذہب مسیحی کی مخالفت بقول ؎

یکے بر سر شاخ و بن مے برید ❊ خداوند بستاں نگہ کرد و دید

بگفتا گریں شخص بد میکند ❊ نہ با من کہ با نفس خود میکند

کیونکہ یہ تمام اعتراضات در پردہ آپ نے مسیحیت پر کئے ہیں۔ اسلام پر ایسا کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ذیل میں اس امر کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ نگر کیا ہی مناسب ہے کہ آپ اس مضمون کو متعدد بار مطالعہ فرما دیں۔ اور غور سے سوچیں تا آپ کو کچھ فائدہ ہو۔ میں نے متواتر ایک ہفتہ محنت و مشقت کر کے اس کو تحریر کیا ہے۔ فقط۔

اول "طاعون میں صدہا معصوم بے گناہ بچے" کتاب پیدائش ۱۱ تا ۱۳ کے مطابق نوح کے وقت میں طوفان بھیجکر سب جانداروں کو جن میں کروڑہا معصوم بچے اور بے شمار جاندار انسان کے سوا تھے بے خطا تھے۔ آپ کے خداوند نے ہلاک کئے۔ بھلا کیا یہ ظلم اور خلاف عدل نہیں کیونکہ اگر کفار بالغ کی خطا تھی۔ تو ان کروڑہا بچوں اور بے شمار دیگر جانداروں کا کیا گناہ تھا۔ پس اگر اسی وجہ سے آپ اسلام سے متنفر ہیں۔ تو مسیحی مذہب سے ضرور ہاتھ دھو بیٹھیں۔

شق القمر کی نسبت انہیں مورخین نے ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے نوح کے طوفان کا ذکر اپنی اپنی کتب میں لکھا ہے۔ کیونکہ توریت کی یہ گواہی ساری کتب تواریخ اور علوم حکمیہ کے خلاف ہے۔ اور ہندیوں اور چینیوں اور خطا والوں اور مجوسیوں اور اگلے ترکوں کی کتب تواریخ میں کہیں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ اور وے لوگ اس کے منکر ہیں۔ اور پنڈت لوگ اور اہل ہنود کے فاضل اور آپ کے راہنماؤں کے وے سب ہموطنی جن کو آپ کے پادری ملحد کہتے ہیں۔ اس پر بہت ہی استہزا کرتے ہیں۔ اور جان کلارک اپنی کتاب کے تیسرے اور چھٹے باب میں اس پر بہت استہزا کرتا ہے۔ جو اس جگہ بوجہ تالیف قلوب کی وجہ سے مرفوع القلم ہے۔ پس کیا آپ کے نزدیک یہ ناانصافی نہیں۔ کہ جہان کی ساری تاریخوں اور تمام فلسفہ کو غلط کہیں اور فقط توریت کی شہادت کو معتبر تسلیم کریں۔

اور اگر شق القمر کے معجزے کی نسبت یہ خیال ہو کہ محال عقلی ہے۔ تو اس کا جواب بھی اسی مضمون میں پیش کیا جاویگا۔

مثال دوم۔ توریت کتاب پیدائش $\frac{19}{\text{ا تمام}}$ کے مطابق لوط کے زمانہ میں سدوم اور عمورا اور ان کے نواح کے سید نوں پر گندھک اور آگ برسا کر خدا نے لکھوکھا آدمیوں کو جن میں ہزارہا معصوم بچے بھی تھے۔ اور لکھوکھا بے خطا جانداروں کو مار ڈالا۔ بھلا ان بچوں اور ان جانداروں کی نسبت کیا یہ ظلم اور خلاف عدل نہیں۔

مثال سوم کتاب استثنا کے ساتویں اور بیسویں باب کے موافق بڑی بڑی سات اقوام کے حق میں حکم تھا کہ ان کو یکلخت نیست و نابود کیجیو۔ اور ان پر رحم نہ کریو اور وہاں کی کسی چیز کو جو سانس لیتی ہے زندہ نہ چھوڑیو۔ اور ان پر رحم نہ کریو۔ بلکہ سب جانداروں کو یکلخت نیست و نابود کیجیئو۔ اب یہ اقوام جو بنی اسرائیل سے بہت قوی اور بہت بڑی تھیں تو یقیناً ان کے افراد کا شمار کروڑوں سے کچھ زائد ہوگا۔ اور اور جانداروں کا تو کیا حساب اور ان انسانوں میں بھی لکھوکھا بچے معصوم تھے۔ بھلا ایسے بچوں اور ان جانداروں کی نسبت ایسا حکم دینا اور انہیں یکلخت نابود کر دینا کیا عدل کے خلاف نہیں ہے

مثال چہارم ۔ توریت کی کتاب خروج باب ۱۱ کے موافق خدا نے موسیٰ کو حکم دیا۔ اور باب بارھویں کے موافق اس حکم پر حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا۔ اور بنی اسرائیل نے ہر دو احکام کے موافق مصریوں سے روپے سونے کے برتن اور کپڑے وغیرہ عاریت کے بہانے سے کر ہضم کر لئے۔ جناب من کہئے کیا خدا کا یہ حکم خلاف عدل و انصاف نہیں

مثال پنجم ۔ کتاب خروج ۱۲/۲۹ میں یوں لکھا ہے "اور یوں ہوا کہ خداوند نے آدھی رات کو مصر کی زمین میں سارے پلوٹھے۔ فرعون کے پلوٹھے سے لے کر جو اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس قیدی کے پلوٹھے تک جو قید خانے میں تھا چارپایوں کے پلوٹھوں سمیت ہلاک کیے" دیکھو مصر کی زمین کے پلوٹھوں میں ہزارہا بچے معصوم اور لاکھوں چارپائے بیگناہ تھے پس سب کو ہلاک کرنا اور بیگناہ اور گناہ گار کو یکساں ٹھہرا کر سزا دینا کیا عدل کے خلاف نہیں۔

مثال ششم ۔ توریت میں کئی مقامات پر حکم ہے کہ جو کوئی غیر خدا کی نذر مانے یا بت پرستی کرے۔ یا بت پرستی کی ترغیب دے اسے مار ڈالو۔ چنانچہ خروج ۲۲/۲۰ و استثناء باب ۱۳۔ اور اسی کتاب کے سترہویں باب میں مصرح ہے۔ بھلا آپ کے نزدیک ایسے اشخاص کو ایسے گناہوں پر بدون فہمائش اور انتظاری توبہ کے مار ڈالنا انصاف ہے۔ یا صریح ظلم۔

مثال ہفتم ۔ جب قورح نے حضرت موسیٰ کا مقابلہ کیا۔ تو اس بارے میں گنتی ۱۶/۲ میں یوں لکھا ہے۔ "اور یہوواہ نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا۔ "تم آپ کو اس گروہ میں سے جدا کر دو تا کہ میں انہیں ایک پل میں ہلاک کروں۔ تب وے اوندھے گرے اور بولے اے خدا سارے جسموں کی جانوں کے خدا! گناہ ایک کرے اور تو سارے گروہ پر غصہ ہووے۔ کیا یہ انصاف ہے۔ کہ ایک کے گناہ پر ساری قوم کی ہلاکت کا ارادہ کرنا کہ جس پر موسیٰ اور ہارون یوں چلائے۔ کہ گناہ کرے ایک اور تو سارے گروہ پر غصہ ہووے۔

مثال ہشتم ۔ کتاب استثناء ۳۲/۲۵ میں یوں ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ یوں فرماتا ہے "اور شیر خوار اور سر سفید کو بھی ہلاک کرونگا۔ بھلا شیر خوار یعنی معصوم بچوں کو ہلاک کرنا کیا

یہ عدل و انصاف ہے۔

مثال نہم۔ کتاب ایوب کے پہلے اور دوسرے باب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خداوند نے محض شیطان کے کہنے سے پہلے تو ایوب کی بھیڑ بکریوں کو اور ان کے چرواہوں کو بجلی ڈال کر مار ڈالا۔ اور اس کے بیلوں اور گدھوں اور اونٹوں کو قزاقوں کے حوالے کیا۔ کہ وے سب کو لے گئے۔ اور نوکروں کو تلوار سے قتل کر گئے۔ اور بڑی آندھی بھیجکر اس کے مکان کو گرا کر اس کی سب اولاد کو مار ڈالا اور جب ایوب ان مصیبتوں پر صابر رہا تو پھر اسی شیطان کے کہنے سے ایوب کو سر سے پاؤں تک جلتے پھوڑوں میں گرفتار کیا۔ صاحب من کیا یہ عدل کے خلاف نہیں۔ رحم کے منافی نہیں ہے۔ کہ شیطان مردود کے کہنے سے ایسے فرمانبردار بندہ کا یہ حال ہو۔ اور شاید ایسی ہی باتوں کا لحاظ کر کے بعض آپ کے مذہبی علماء نے ایوب کی کتاب کو ایک فسانہ تسلیم کیا ہے۔

مثال دہم۔ یرمیاہ ۱۳/۱۴ میں یوں ہے۔ "خداوند یوں کہتا ہے۔ اس سرزمین کے سارے باشندوں کو۔ اور ان بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت پر بیٹھے اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلم کے سارے باشندوں کو مستی سے لبالب کرونگا۔ اور میں ان میں سے ایک کو دوسرے پر بیٹوں کو اور باپوں کو ایک ساتھ ڈال دونگا۔ خداوند کہتا ہے۔ میں شفقت نہ کرونگا اور ہرگز عنایت نہ کرونگا۔ اور رحم نہ کھاؤنگا۔ بلکہ انھیں ہلاک کرونگا۔"

دیکھو آپ ہی ساری سرزمین کے باشندوں کو مستی سے بھر کر متوالے کرنا۔ پھر بغیر رحم کے ہلاک کرنا کیا انصاف ہے۔

مثال یازدہم۔ کتاب یرمیاہ کے ۷/۲۰ میں ہے "اسی واسطے خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے۔ کہ دیکھ میرا غضب اور میرا قہر اس مکان پر اور انسان پر اور حیوان پر اور میدان کے درختوں پر اور زمین کی پیداوار پر ڈھالا جائیگا۔ اور وہ بھڑکیگا۔ بجھے گا نہیں۔"

دیکھو انسانوں میں بچے معصوم بھی تھے۔ اور چارپائے سب بےخطا تھے۔ ان پر قہر و غضب کا بھڑکنا کیا انصاف ہے۔

مثال دوازدہم۔ کتاب حزقی ایل ۲۱/۳ میں ہے۔ خداوند یوں فرماتا ہے۔ کہ دیکھ

میں تیرا مخالف ہوں۔ اور اپنی تلوار کو میان سے نکالوں گا۔ اور تیرے صادقوں اور تیرے بدکاروں کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا۔ سو اس لئے۔ کہ میں تیرے درمیان سے نیکوں اور بدکاروں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اس لئے میری تلوار اپنی میان سے نکل کے جنوب سے شمال تک سارے جانداروں پر چلیگی۔" بھلا بدکار کو مارنا تو ایک بات ہے۔ لیکن نیک صادق کو مارنا۔ اور سب بشر پر" جن میں لاکھوں بچے معصوم بھی تھے۔ شمال سے جنوب تک تلوار کا نکالنا کیا ظلم نہیں۔

مثال سیزدہم صموئیل کی دوسری کتاب کے چوبیسویں باب میں ہے کہ داؤد نے جب اسرائیل کو شمار کیا۔ تو اس بات پر خدا کا غصہ بھڑکا۔ بنی اسرائیل سے ستر ہزار آدمی وبا بھیج کر مار ڈالے۔ اور داؤد کا بال بھی بیکا نہ کیا۔ اور نہ کوئی ان کے گھر کا آدمی مرا۔ یہ کیا عدل کے خلاف نہیں کہ خطا کریں داؤد اور مارے جاویں۔ اور لوگ اسی لئے حضرت داؤد نے خود ہی یوں عرض کیا۔ جیسا کہ اسی باب کے سترہویں فقرے میں یوں منقول ہے۔ "گناہ تو میں نے کیا۔ اور بدی مجھ سے ہوئی۔ پر ان بھیڑوں کا کیا قصور۔ پس مجھ پر اور میرے باپ کے گھرانے پر ہاتھ چلایئے۔"

مثال چہاردہم۔ کتاب یرمیاہ کے پندرہویں باب میں ہے "آیت ۳ اور میں چار قسم کی آفات کو ان پر بھیجونگا۔ خداوند فرماتا ہے۔ تلوار کو کہ قتل کرے اور کتوں کو کہ پھاڑ ڈالیں۔ اور آسمانی پرندوں کو اور زمین کے درندوں کو کہ نگلیں۔ اور ہلاک کریں۔ اور میں انھیں یہوداہ کے بادشاہ منسی بن حزقیاہ کے سبب اور اس کام کے باعث جو اس نے یروشلم میں کیا چھوڑ دونگا۔ کہ وہ زمین کی ساری مملکتوں میں سنائے جاویں" بھلا منسی بن حزقیاہ کے گناہوں کے باعث سب پر چار طرح کے عذاب مقرر کرنا۔ اور ساری دنیا کی مملکتوں میں انھیں تنگ کرنا کیا انصاف اور عدل و رحم ہے۔

مثال پانزدہم۔ گنتی ۱۴/۳۴ میں یوں خداوند کا قول مندرج ہے "اور تمھارے لڑکے اس دشت میں ۴۰ سال تک بھٹکتے پھریں گے۔ اور تمھاری

حرامکاری کے اُٹھانیوالے ہونگے۔ جب تک کہ تمہاری لاشیں اس دشت میں نیست اور نابود نہ ہوویں" بھلا لڑکوں کو ۴۰ سال تک باپ دادوں کی حرامکاری اُٹھوانی کیا انصاف ہے۔

مثال شانزدہم۔ یشعیاہ ۱۴/۲۱ میں ہے۔ "اس کے فرزندوں کے لئے قتل کے سامان ان کے باپ دادوں کے گناہوں کے سبب تیار کرو۔ تاکہ وہ برپا نہ ہوں۔ اور ملک کے مالک نہ ہو جاویں۔ اور شہر بنا کے دنیا کو آباد نہ کریں" بھلا باپ دادوں کے گناہ کے سبب اولاد کو معتوب مغضوب بنانا۔ اور عذاب دینا کس طرح کا انصاف ہے۔

مثال ہفتدہم۔ یرمیاہ ۳۲/۱۸ میں ہے۔ "تو ہزاروں پر مہربانی کرتا ہے۔ اور باپ دادوں کی بدکاریوں کا بدلہ ان کے بعد ان کے فرزندوں کی گود میں رکھ دیتا ہے" دیکھو باپ دادوں کے گناہوں کا بدلہ ان کے بعد ان کے لڑکوں سے لینا کیسا انصاف ہے۔

مثال نمبر ۱۸۔ نوحہ یرمیاہ کے پانچویں باب کا ساتواں درس یوں ہے "ہمارے باپ دادے گنہگار ہوئے۔ وے جاتے رہے۔ اور ہم ان کا گناہ سہتے ہیں" اس مثال میں وہی خدشہ ہے۔ جو اوپر مذکور ہوا۔

آپ کی کتب مقدسہ میں اور بہت ایسے فقرات ہیں۔ کہ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک کے گناہ پر دوسرے کو۔ اور باپ دادوں کے گناہ پر اولاد کو پکڑتا ہے ہم کہاں تک لکھیں۔ اس لئے ایسے فقروں کو نقل کریں گے۔ کہ جن سے معلوم ہو۔ کہ اولاد بے نصیب کئی پشت تک۔ اپنے باپ دادوں کا گناہ اُٹھاتی ہے۔

مثال نمبر ۱۹۔ خروج ۲۰/۵ میں ہے "میں یہوواہ تیرا خدا غیور خدا ہوں۔ کہ باپ دادوں کی بدکاریوں کی سزا ان کے لڑکوں کو۔ جو مجھ سے کینہ رکھتے ہیں۔ تیسری اور چوتھی نسل تک ان کو دیتا ہوں" انصاف ملاحظہ فرما دیں۔

مثال نمبر ۲۰۔ خروج کے ۳۴/۱۴ میں خدا اپنی تعریف یوں کرتا ہے:

"باپ دادوں کے گناہ ان کے فرزندوں سے تیسری چوتھی پشت تک مطالبہ کرتا ہوں"

مثال نمبر ۲۱ گنتی ۱۴/۱۸ میں ہے "باپ دادوں کے گناہوں کا انکے لڑکوں سے تیسری چوتھی پشت تک (خداوند) مطالبہ کرتا ہے"

مثال ۲۲- کتاب استثناء کے پانچویں باب کے نویں درس میں خداوند کا قول یوں منقول ہے- "میں یہوواہ تیرا خدا غیور ہوں- جو باپ دادوں کی بدکاری کا بدلہ جو مجھ سے کینہ رکھتے ہیں ان کی اولاد سے تیسری اور چوتھی پشت تک لیتا ہوں-

مذکورہ بالا چار امثلہ جات سے- جو نمبر ۱۹ سے نمبر ۲۲ تک کی ہیں- کہ حسب بیان بائیبل خدا باپ دادوں کے گناہ کی سزا ان کے لڑکوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے- بلکہ کتب مقدسہ کے اور مواضع سے معلوم ہوتا ہے- کہ چالیسویں بلکہ پچاسویں پشت تک بھی مطالبہ ہوا کرتا ہے- اور یہ طرفہ پر طرہ ہے- چنانچہ ملاحظہ ہوں ذیل کی مثالیں

مثال ۲۳- سموئیل نمبر ا باب ۱۵- آیت دو کو پڑھو- "رب الافواج یوں کہتا ہے- مجھ کو یاد ہے- جو کچھ کہ عمالیق نے اسرائیل سے کیا- جبکہ وہ مصر سے نکل آئے- کہ وہ کیونکر ان کی راہ پر گھات میں بیٹھا- سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور سب جو کچھ کہ ان کا ہے بیکلخت حرم کر- ان پر رحم مت کر- بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے- اور شیر خوار اور بیل بھیڑ- اور اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر"

دیکھو یہاں چار سو برس کے بعد سموئیل پیغمبر کی وساطت سے ساؤل کو ان عمالیقوں کی اولاد سے جنھوں نے موسیٰ کا مقابلہ کیا تھا اور مصر سے نکلنے کے وقت بنی اسرائیل کی گھات میں بیٹھے تھے بدلہ لینے کا حکم نکلا- اور بمقتضائے عدالت حکم ہوا کہ رحم نہ کرو بلکہ ان کے مرد عورت بالے بچے بیل بھیڑ اونٹ گدھے کو یکلخت قتل کرو- اب اپنا سوال دوہرائیے لڑکوں نے جو شیر خوار تھے- اور اسی طرح جانوروں نے کیا گناہ کیا تھا- اور وہ مرد عورت صدہا سال بعد اپنے باپ دادوں کے گناہ کے عوض کس طرح واجب القتل تھے-

مثال نمبر ۲۴- لوقا کی انجیل کے گیارہویں باب میں آپ کے خداوند یسوع مسیح کا قول یوں درج ہے- "سب نبیوں کے خون کا جو دنیا کے شروع سے بہایا گیا ہے اس زمانہ کے لوگوں سے بدلہ لیا جائیگا- ہابیل کے خون سے لیکر ذکریاہ کے خون تک

جو قربان گاہ اور عبادت گاہ کے بیچ مارا گیا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ اس زمانہ کے لوگوں سے لیا جائیگا" دیکھو باپ نے وہ فرمایا تھا۔ ساؤل عمالیقوں سے چار صد سال بعد موسیٰ کا بدلہ لیوے۔ "بیٹا" یہ فرماتا ہے۔ بھلا ہابیل کے خون کے وقت سے لے کر جتنے خون ہوئے۔ ان سب کا بدلہ جناب عیسیٰ کے ہم عہدوں سے لینا انصاف اور عدل ہے۔

اب چوبیس **مثالوں** کے رو سے میں اُمید کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ طاعون جو مسیح قادیانی کے مخالفوں پر نازل ہوا۔ اس سے صدہا معصوم بچے کیوں مر جاتے ہیں۔ اور میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ آئندہ آپ سوچ سمجھ کر اعتراض کیا کریں گے

(۳)

"شق القمر" آپ کے اس سوال کا جواب کہ شق القمر کے معجزہ کا عرب کے مورخین کے سوائے دیگر ممالک کے مورخین نے ذکر نہیں کیا۔ کچھ جواب تو شریح میں دیا جا چکا ہے کچھ تھوڑا بخوف طوالت دیا جاتا ہے

مثال نمبر ۱ - یوشع کی کتاب کے باب ۱۰ - آیت ۱۲ میں ہے "یشوع نے خداوند کے حضور بنی اسرائیل کے آگے یوں کہا کہ اے آفتاب جبعون پر ٹھہر رہ اور اے ماہتاب تو وادی ایلون کے مقابل۔ تب آفتاب ٹھہر رہا۔ اور ماہتاب تھم گیا جب تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا۔ کیا یہ کتاب ایاشر میں نہیں لکھا ہے اور آفتاب آسمان کے بیچوں بیچ ٹھہر رہا۔ اور قریب دن بھر کے پچھم کی طرف مائل نہ ہوا اور اس سے آگے ایسا دن کبھی نہ ہوا تھا۔ اور نہ اس کے بعد ہوا ۔"

اب دوسری جانب جامعین تفسیر ہنری و سکاٹ کی بھی سن لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یشوع کی دعا سے آٹھ پہر تک آفتاب غروب نہ ہوا تھا۔ دیکھو تفسیر مذکور ذیل آیت ۱۴

اب فرمایئے یشوع کا یہ معجزہ آفتاب کے ساکن ہونیکا جو فلسفہ کے قطعی خلاف ہے۔ شام کے مورخین کے سوا دوسرے ممالک کے مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور لطف یہ کہ سوائے یوشع کی کتاب کے کسی اور کتاب میں اس کا کہیں ذکر نہیں اور جامعین تفسیر ہنری اسکاٹ یوشع ۱۰ ۱۳ سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ یوشع کی

کتاب داؤد کے بسال جلوس سے سات سال پہلے لکھی گئی۔" گویا یوشع سے چار صد سال تخمیناً بعد لکھی گئی۔ جیسا سموئیل ۲ ۱۸/۲ سے معلوم ہوتا ہے۔ پس جبکہ یہ حال ہے۔ تو پھر آپکا اعتراض کیسا۔

مثال نمبر ۲۔ سلاطین نمبر ۲ - ۲۰/۱۱ میں یوں لکھا ہے۔ "تب یشعیاہ نبی نے خداوند سے دعا مانگی۔ سو اس نے سائے کو آحاز کے درجوں میں دس درجے پیچھے پھرایا۔ ان درجوں میں کہ جن سے ڈھل گیا تھا۔" دیکھو مقابلہ کے لئے یسعیاہ ۲۹/۸۔ فرمایئے جناب اس معجزہ کو دیگر ممالک کے کون کون سے مورخین نے اپنی کتب تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

مثال نمبر ۳۔ متی کی انجیل کے دوسرے باب میں مرقوم ہے۔ کہ "مجوسی لوگ حضرت مسیح کی پیدائش کے علامت کے تارے کو دیکھ کر پورب سے یروشلم میں آئے۔ اور وہاں سے بیت اللحم یہودیہ کو چلے اور وہ تارا ان کے آگے چلتا تھا۔ یہانتک کہ اس جگہ پر جہاں جناب مسیح پیدا ہوئے تھے ٹھہر گیا۔"

فرمایئے جناب اس معجزہ کا کس مورخ نے ذکر کیا ہے۔ جوزیفس یہودی مورخ نے تو اپنی مستند کتاب میں ضرور ہی اس کا ذکر کیا ہوگا۔ کیونکہ جناب مسیح کا وہ ہمعصر و ہم عہد تھا لیکن کیا یہ افسوس کا مقام نہیں۔ کہ جوزیفس مورخ نے اس تارے والے معجزہ کا ذکر تو بالائے طاق مسیح کا نام تک اپنی تاریخ میں نہیں لکھا۔ اسی وجہ سے امریکہ میں ایک آپ جیسے اہل دماغوں کی کمیٹی نے جو اپنے آپ کو مسیحی کہتی ہے تحریر فرمایا ہے۔ کہ "مسیح درحقیقت کوئی آدمی نہیں گذرا۔ کوئی شخصیت اس نام کی دنیا پر نہیں ہوئی۔ کیونکہ جوزیفس معتبر مورخ جو عین مسیح کے زمانہ میں گذرا ہے۔ مسیح کا ذکر تک نہیں کرتا۔ اگر یسوع کوئی شخصیت ہوتی۔ تو ضرور جوزیفس اس کا ذکر کرتا۔ مگر اس کا ذکر نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ مسیح والا تمام واقعہ محض فرضی اور وہمی ہے۔" دیکھئے آپ کا یہ کہنا۔ کہ "چونکہ شق القمر کے معجزہ کا غیر ممالک کے مورخین نے ذکر نہیں کیا۔ اس لئے بناوٹی بات ہے۔" کیا رنگ لایا ہے یہاں تو جوزیفس نہ صرف ہم عہد بلکہ ہم مذہب ہم قوم ہم وطن معجزات بالائے طاق یسوع کی شخصیت کا ذکر بھی نہیں کرتا۔

مثال نمبر ۴ متی کی انجیل کے تیسرے باب میں ہے۔ کہ جناب مسیح پر اصطباغ کے بعد آسمان کے دروازے کھل گئے۔ اور خدا کی روح کبوتر کی مانند ان پر اتری۔" اس معجزہ کا شامی مورخین نے کہاں ذکر کیا ہے۔

مثال نمبر ۵۔ لوقا کی انجیل ۲۳/۴۴ میں لکھا ہے۔ "اور چھٹی ساعت کے قریب ساری زمین پر اندھیرا رہا۔ اور نویں ساعت تک رہا۔ اور آفتاب تاریک رہا" فرمایئے اس معجزہ کو تمام اہل عالم نے دیکھا تھا کس کس نے ذکر کیا۔ پس جس طرح آفتاب کا وسط السماء میں چار پہر تک ٹھہرے رہنا۔ اور اس دن کا آٹھ پہر کا دن ہونا۔ بہت بڑا حادثہ ہے۔ اس کا علم بھی سب عالم والوں کو چاہیئے کیونکہ ابر غلیظ بھی اگر کہیں ہوگا۔ تو آٹھ پہر کے دن ہونے کو مانع نہیں ہو سکتا۔ اور جن افقوں میں اختلاف آفاق کے سبب اس وقت رات بھی ہوگی۔ تو وہاں بھی اس کا علم ہونا ضروری ہے۔ کہ ان کی رات آٹھ پہر کی ہوئی ہوگی اور اس حادثہ کو آجتک تخمیناً ۳۳۰۰ سال گذرے۔ اور اسی طرح آفتاب کا دس درجے پیچھے ہٹ آنا حادثہ عظیم ہے۔ اور اس حادثہ کو آجتک ۲۶۰۰ سال گذرے۔ اور ان حادثوں میں سے کسی کا ذکر بھی ہندیوں چینیوں خطاوالوں اور مجوسیوں اور اگلے زمانہ کے تذکروں کی تاریخ میں مندرج نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب ان سب تمام واقعات کا انکار کرتے ہیں۔ اور اہل ہنود لوگ تو سب سب انکار کرتے ہیں خصوصاً نوح کے طوفان پر کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ کنھیا اوتار کو آج تک مدت پانچہزار سال کی گذری ہے۔ اور اس حساب کے موافق تقریباً آٹھ صد سال طوفان نوح سے وہ پہلے گذرے ہیں۔ اور اس وقت سے اب تک سینکڑوں نامور بستیاں اور شہر ہندوستان میں آباد ہیں۔ اور جب سے اب تک اہل ہنود کی تواریخ کی شہادت اور اس طرح ان لوگوں کے تواتر کے موافق ہر وقت میں کروڑوں آدمی انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور اس بات میں اہل ہنود کے مذہب اور اہل ہند کو کوئی شبہ نہیں اور اس طرح سے یقیناً وے بستیاں اور شہر اور سب ہندوستان کے آدمی ایسے طوفان سے غرق نہیں ہوئے تو شق القمر کے معجزہ کی نسبت ایک اور امر بھی قابل غور ہے۔ اور وہ یہ کہ رات کے وقت وقوع پذیر ہوا۔ اور شاید صرف تین منٹ تک رہا ہوگا۔ اور یہ ایک عملی واقعہ

ہے۔ چاند دو ٹکڑے ہو کر جڑ گیا۔ رات کو لوگ آسمان کی طرف نہیں تاکا کرتے۔ اس لئے عوام الناس کو اگر اس کا علم نہ ہوا ہو۔ تو جائے تعجب نہیں۔ کیونکہ رات کا وقت تھا لوگ خواب غفلت میں۔ اور بالعموم اس وقوعہ کی طرف سے غافل تھے۔ روشنی بھی کم نہ ہوئی۔ لیکن برخلاف اس واقعہ کے یوشع بن نون کا معجزہ آفتاب کے ساکن ہونیوالا جبعون پر اس کا ٹھہرنا یسعیاہ کے معجزہ کا ذکر یعنی سائے کا دس درجہ پیچھے ہٹ جانا حضرت مسیح کے تارے کا واقعہ۔ واقعہ صلیب کے وقت سارے عالم پر تاریکی کا چھا جانا وغیرہ ایسے واقعات ہیں۔ جو چھوٹے سے چھوٹے انسان کی نظر سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ لیکن تو بھی ایسے واقعات کا کسی قوم کی کتب تواریخیہ میں نہ پایا جانا۔ آپ کے مقرر کردہ اصول پر کیا کہلانے کا مستحق ہے

دوسرا امر یہ بھی قابل غور ہے۔ کہ یوشع کا معجزہ جیسا کہ ہم نے ہیری واٹس کی زبان و قلم سے آپ کو سنا دیا۔ یشوع کے چار صد سال بعد لکھا گیا۔ ایسا ہی یسعیاہ والا قصہ اناجیل کے واقعات بھی مسیح کے زمانہ سے کم از کم دو صدیاں بعد لکھے گئے۔ پھر اگر اہل عصر ایسے واقعات پر اعتراض کرتے۔ تو کب اور کس طرح۔ کیونکہ وہ تو معدوم ہو گئے ہوئے تھے۔

برخلاف اس کے شق القمر کے معجزہ کا رسول اللہ کے تمام معصروں کے سامنے ذکر کیا گیا۔ پس اگر یہ جھوٹ ہوتا تو مخالفین و معاندین جو رسول اللہ کے ہمعصر تھے۔ اس کی تکذیب کرتے۔ اور ابوجہل جیسے ظاہری دشمن شور سے آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ اور کئی کمزور اشخاص کو مرتد کر دیتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا جو صاف صداقت کی دلیل ہے۔ فقط باقیہ آئندہ

بندہ عبدالخالق نومسلم۔ از تالیف

بشارات القرآن

پیشگوئی ۹۵

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ یعنی اے اہل مکہ جب قرآن پڑھا جاوے تو سنو اس کو چپ چاپ ہو کر تا کہ تم رحم کیے جاؤ۔ آیت ہذا میں بڑی تحدی کے ساتھ پیشگوئی اہل مکہ کو سنائی گئی ہے۔ کہ اگر تم بدستور قرآن کے پڑھنے کے وقت شور ہی مچاتے رہے تو تم بے رحم کے عذاب سخت کیا جائے گا۔ اور اگر تم چپ چاپ سن لیا کرو تو اس کا نتیجہ ضرور رحم ہے۔ یعنی سننے والے اور پھر غور و تدبر کرنیوالے رحمت الٰہی سے حصہ پائینگے۔

پیشگوئی ۹۶

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ انفال ع ۱۔ ترجمہ۔ یہی لوگ مومن ہیں سچے ان کے لئے درجے بلند ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت اور رزق عزت والا۔ آیت ہذا میں جلاوطن۔ مسافر۔ غریب۔ ذلیل۔ بے خان و مان۔ بے سامان مسلمانوں کو ایک زبردست پیشگوئی کی بشارت سنائی گئی۔ کہ عنقریب تمہیں درجے عطا کیے جائینگے اور وارث العرب و عراق و شام وغیرہ کا بنا کر تمہیں شاہانہ عزت اور رزق باکرامت عطا کیا جائے۔ سو خدا کی باتیں تھوڑے ہی دنوں میں پوری ہوئیں۔

پیشگوئی ۹۷

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ

بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ انفال ع ۱۔ ترجمہ۔ اور جب وعدہ کیا اللہ نے تم سے دو جماعتوں میں سے ایک کے ملنے کا۔ اور وہ تمہارے لئے ہوگی۔ اور تم چاہتے تھے کہ تمہارے لئے وہی گروہ ہو جو (لڑائی کا بوتہ نہیں رکھتا) اور اللہ چاہتا ہے کہ حق کو حق موافق اپنے کلمات وعدہ کے ثابت کرکے دکھاوے۔ اور جڑ کاٹ ڈالے آج کفار (مکہ) کی۔ تاکہ واضح ہو حق۔ اور باطل میں امتیاز۔ اگرچہ بڑا مشکل معلوم ہو ان کو جو خدا سے کاٹے گئے ہیں۔

آیت ہذا میں دو جماعتوں میں سے ایک کے بہتر آنے کا اس طرح بیان ہے۔ کہ ابوسفیان شام سے چالیس آدمیوں کے ساتھ مال تجارت لے کر آرہا ہے اور ادھر مکہ سے قریش کا ایک ہزار جنگی سپاہی ابوسفیان کی امداد کے لئے مدینہ کیطرف مقام جنگ بدر پر آپہنچے اور ڈیرے لگا دیئے۔ آنحضرتؐ کو خدا تعالےٰ نے اپنی وحی سے خبر دی کہ دو جماعتوں میں سے ایک کو بہتر پاؤ گے یہ ہمارا وعدہ بطور پیشگوئی کے ہے پس آنحضرتؐ مقام بدر (پانی کی جگہ) پہ آگئے اور ایک خیمہ میں داخل ہوکر آنحضرتؐ نے دعا مانگی کہ اے خدا اگر آج تو نے اسلام کی مدد نہ کی تو پھر تیری پرستش کون کریگا تب حضرت ابوبکرؓ نے چمٹکر کہا۔ یا رسول اللہ آپ کا خدا ضرور اپنا وعدہ پورا کریگا آپ باہر تشریف لائے۔ اور بدر میں موافق وعدہ الٰہی کے جو پہلے ہو چکا تھا۔ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ پورا ہوا۔ اسلام کی فتح عظیم ہوئی۔ اور یہ پہلی فتح تھی۔

پیشگوئی ۹۸

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝ انفال ع ۲۔ ترجمہ۔ یعنے جو کوئی خلاف کرے اللہ کا اور رسول کا۔ پس تحقیق اللہ بعد گناہ کے سخت عذاب

کرنے والا ہے یہ ہے جزو تمہاری سزا پس چکھو اسے۔ اور بیشک منکرین کے لئے عذاب

ہے نار الحرب کا۔ اور پھر حشر میں نار الجہنم کا۔

آیت ہذا میں بھی اہل مکہ کے لئے یہ ایک پیشگوئی تھی جو یہاں بدر میں پوری ہوئی۔ وہ طعمۃ النار الحرب ہوئے۔

پیشگوئی ۹۹

وَاَنَّ اللّٰہَ مُوْھِنُ کَیْدِ الْکٰفِرِیْنَ ۝ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَھُوْا فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا وَّلَوْ کَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ انفال ع ۲۔ ترجمہ۔ بیشک اللہ کفار کے جنگ کی ساری تدبیریں کو بیکار کرنیوالا ہے۔ اور اے منکرو تم ہمیشہ فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے (کہ اے خدا جو گروہ حق پر ہے اسکو فتح عطا کر۔ چنانچہ ابوجہل نے کعبہ کا پردہ پکڑکر یہی دعا مانگی تھی) سو خدا نے تمہارے سامنے فتح کر دی جسکی چاہی۔ اور اگر اب بھی کفر و شرک سے باز آؤ تو بہتر ہو تمہارے لئے۔ اور اگر پھر ایسا ہی کروگے تو ہم بھی ایسا ہی کرینگے اور بیشک اللہ ساتھی مددگار مومنین ہی کا ہے۔

یہ پیشگوئی ہمیشہ پوری ہوتی رہی کہ جب وہ منکر فساد کرتے مفتوح ہوتے۔ اور فتوحات کی بشارات سنکر کہدیتے متٰی ھٰذا الْوَعْدُ (ھٰذا الفتح) سو خدا نے اپنی باتیں پوری کرکے دکھا دیا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

پیشگوئی ۱۰۰

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ۚ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ انفال ع ۴

ترجمہ اے مومنین اگر تم تقوے و طہارت اختیار کرو تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ

تمہارے اور تمہارے اعداء کے درمیان فرقان (فرق مابہ الامتیاز) پیدا کر دے گا اور تمہارے پہلے گناہ دور کر دے گا۔ اور پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور اللہ صاحب افضال کاملہ ہے بڑے بڑے فضل کرے گا۔

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی سنادی گئی تھی کہ اے مسلمانان مدینہ اگر تم متقی رہے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے فرقان کرے گا۔ جیسا کہ اُس نے حضرت موسیٰ کے لئے فرعون کو مع لشکر کے غرق کر کے فرقان حق و باطل میں کر دیا تھا ایسا ہی فرقان تمہارے اور تمہارے اعداء کے درمیان کر دے گا۔ سو خدا نے دنیا کو دکھا دیا کہ اسکے وعدے کیونکر پورے ہوتے ہیں۔

پیشگوئی ۱۰۱

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ انفال ع ۴۔ ترجمہ۔ یعنی اللہ یہ نہیں کہ عذاب کرے انکو در آنحالیکہ تو ہو موجود ان میں۔

یہ ایک زبردست پیشگوئی سنادی کہ اے مکہ والو جبتک محمدؐ اور محمدی تمہارے بیچ بستے ہیں تب تک خدا کے عذاب بھی ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور جب تم مطابق اپنے ارادہ کے آنحضرتؐ کو نکال دو گے تب تم پر عذابوں کے دروازے کھول دیئے جائینگے۔ سو خدا نے موافق اپنے کلمات طیبات کے ایسا ہی کیا۔ اور دنیا اس سے ناواقف نہیں ہے۔

پیشگوئی ۱۰۲

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

انفال ع ۴۔ ترجمہ۔ اور نہیں ہوسکتا اہل مکہ کیلئے کہ خداوند انکو عذاب نکرے۔ بحالیکہ وہ روکتے ہیں لوگوں کو مسجد الحرام کی آنے سے۔ اور نہیں ہیں وہ متولی اسکے۔ بلکہ متولی اسکے متقی ہی ہونگے۔ و لیکن اکثر نہیں جانتے۔ آیت ہذا میں ایک زبردست پیشگوئی ہے کہ اہل مکہ کو جو مکہ میں آنیسے مسلمانوں کو روکتے ہیں انکو معذب کیا جائیگا اور متولی کعبہ متقی لوگ بنائے جائینگے۔ چنانچہ مسجد حرام سے روکنے والوں کا زور توڑا گیا۔ اور انکی بجائے جو خدا کے نزدیک اسکی تقویٰ کی راہوں پر قدم مارنے والے تھے متولی ہوئے۔ شیعہ صاحبان بھی غور فرمادیں۔

جماعت احمدیہ کا دارالافتاء

سوال ۱۔ حضرت عائشہ کی نیت سے نماز جائز ہے یا نہیں۔

جواب ۔حضرت عائشہ کی نیت سے کوئی نماز پڑھنی درست نہیں۔

سوال ۲۔ عورتوں کا مسجد میں نماز کے لئے آنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ عورتوں کا مسجد میں نماز کے لئے اس طور پر آنا کہ پردہ قائم رہے اور ناجائز خلط نہ ہو۔ جائز ہے +

سوال ۳۔ بطور نذر کے کسی مراد کے حصول کے لئے روزہ رکھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔

جواب۔ (یعنی بطور نذر کسی مراد کے حصول پر روزہ رکھنا) جائز ہے۔

سوال ۴۔ عاشوراء کے دن کھانا کھلانا اور شربت پلانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب ۔ عاشوراء کا شربت اور کھانا بدعت ہے جس سے اجتناب چاہیئے۔

سوال ۵ ۔ انبیاء اولیاء کو حاضر ناظر جان کر ان سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں

جواب ۔ انبیاء و اولیاء کو حاضر ناظر جاننا اور ان سے مدد مانگنا جیسا رواج ہے یہ حرام اور ناجائز ہے۔ اور مسلم کی شان سے بعید۔

سوال ۶۔ گیارھویں اور قبور پر ذبح کیا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب ۔ گیارھویں اور قبور پر ذبح کیا ہوا جانور نہ کھایا جاوے۔ اول بدعت اور دوم حرام ہے۔ (سید سرور شاہ)

سوال ۷۔ لونڈی کا مفہوم اسلام میں کیا ہے؟

جواب ۔ اسلام میں لونڈی اس عورت کو کہا جاتا ہے۔ کہ جو دشمنوں کی عورتیں جنگوں میں پکڑی آتی تھیں تو ان کو لونڈیاں کہا جاتا تھا۔ انکے پکڑنے اور لونڈیاں بنانے سے غرض یہ ہوتی تھی۔ تاکہ وہ اسلام سیکھیں۔ اور اسلام کے اخلاق و آداب سے واقف ہوں۔ تاکہ جب وہ آزاد ہوں۔ تو بھی وہ کافروں کی حامی نہ ہوں۔ بلکہ اسلام کی شیدا

اور اسی کو پھیلانیوالی ہوں۔ اور اسی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے
ساتھ حسن سلوک کا ارشاد فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو مارا۔ تو رسول
کریمؐ نے فرمایا کہ اسکو آزاد کر دو۔ پھر اسی طرح کفارات میں بھی غلام کو آزاد کرنا رکھا گیا۔
مثلاً قرآن کریم میں تو اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ
ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا (پارہ ۲۸ سورۃ
مجادلہ رکوع ۱۔ پھر فرمایا۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ
قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ ۔
سورۃ نساء رکوع ۱۳۔ پارہ ۵۔ ترجمہ جو اپنی بیوی سے ظہار کرے یعنی ماں وغیرہ کہدے
تو وہ بھی ایک غلام آزاد کرے۔ اسی طرح جو مومن کو خطاً قتل کر دے تو وہ ایک غلام
آزاد کرے۔ اور پھر اسی طرح نذر وغیرہ کے کفارات میں غلام کا آزاد کرنا رکھا گیا۔ تو
مومنوں کو یہ توجہ دلائی۔ کہ جب وہ کسی غلام میں صلاح و درستی دیکھیں۔ اور دیکھیں کہ اب اسلام
اسکے رگ و ریشہ میں دھس گیا ہے تو وہ اس کو آزاد کر دیں۔ اور پھر ترکیب بھی بتائی۔ کہ
اگر کوئی آزاد نہ کر سکے۔ تو غلام سے کچھ روپے لیکر ہی آزاد کر دے۔ اور ایسے غلام کو جو
کسی معین رقم پر آزاد کر دیا جائے۔ شریعت میں مکاتب کہا جاتا ہے۔ پھر ان کے ساتھ
رسول کریمؐ نے حسن سلوک کا ارشاد فرمایا۔ اور ایسی بات جسکے ساتھ انکی دلشکنی ہو کرنے سے
منع فرمایا۔ تو جب ان سے حسن سلوک کیا جاتا تھا۔ تو اگر ان کو آزاد کیا جاتا۔ تو وہ کب جا
سکتے تھے۔ اور اگر جاتے بھی تو بھی اسلام ہی کو پھیلاتے۔ مثلاً دیکھو کہ رسول کریمؐ نے
پہلے اپنے غلام زید کو آزاد کیا۔ اور پھر اس کے لڑکے اسامہ کو ایک لشکر کا گورنر اور
افسر بنایا۔ اور ان کے ذریعہ سے اسلام کو ترقی ہوئی۔ اور پھر حضرت عمر جب بیت المقدس کو
تشریف لیجاتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ کا غلام بھی ہوتا ہے۔ اور صرف ایک اونٹ ہے اور
نوبت بنوبت سوار ہوتے جاتے ہیں۔ اور پھر جب بیت المقدس میں پہنچتے ہیں۔ تو اس
وقت غلام ہی سوار ہوتا ہے اور آپ پیدل چلتے ہیں۔ تو اگر اس کو آزاد کر دیتے تو کیا ہو
سکتا ہے کہ وہ کافر ہو جاتے۔ اور اسلام کا مخالف ہو۔ جبکہ وہ اسلام کو اچھی طرح جان

چکا ہے کہ اس میں کیسے اخلاق سکھائے جاتے ہیں۔ پھر ہارون رشید کا غلام جس نے کہ جعفر برمکی جیسے شخص کو جس سے بادشاہ بھی کانپتا تھا۔ قتل کیا۔ اور بادشاہ کے پاس وہ وزیروں کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ تو وہ اگر اپنے ملک میں کافر ہی رہتا۔ تو کیا اتنی ترقی وہ کر سکتا تھا۔ ہر گز نہیں۔ تو غلام بنانے سے غرض اسلام میں یہی تھی۔ کہ وہ دشمن جنپر کہ اسلام بار بار پیش کیا گیا۔ اور انھوں نے قبول نہ کیا اور تکلیفیں دیتے رہے۔ اب جبکہ وہ غلام بنکر آئینگے۔ اور اسلام کی خوبیاں دیکھیں گے تو خود ان کو مسلمان بننے کا شوق ہوگا۔ لیکن آجکل اگر پکڑا ہوا قیدی چھوڑا بھی جائے تو وہ اُلٹا انہی کو تکلیف دینے میں کوشاں رہے گا۔ اور بیچنے کا حکم بھی انہی کے لئے ہے جو جنگوں میں پکڑے جاویں۔ آزاد کی بیع تو حرام ہے۔ (المفتی سید سرور شاہ)

سوال ۸ ۔ اگر خطیب کو خود ضرورت حقہ کے ماتحت دینی امور کے سرانجام دینے کے لئے سامعین کو بُلانے کی ضرورت پیش آئے تو سامعین میں سے جواب دیوے یا نہ۔ پھر ایسی حالت میں جبکہ وہ صحیح طور پر جانتا ہو کہ بعد میں موقعہ نہیں ملے گا۔ اور سلام پھیرتے ہی آدھے لوگ بھی نہیں رہیں گے۔

جواب ۔ جمعہ کے خطبہ میں خطیب اگر حاضرین سے کچھ دریافت کرنا چاہے۔ تو وہ کر سکتا ہے جس شخص سے وہ کچھ دریافت کرے۔ صرف اس کو بولنے کی اجازت ہے بقدر دریافت کے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضرت عمرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے تو حضرت عثمانؓ آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ آنے کا کونسا وقت ہے انھوں نے عرض کی۔ کہ اذان سنتے ہی وضو کر کے حاضر ہو گیا ہوں۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ایک آدمی آیا۔ آپ نے دریافت کیا۔ کیا تم نے دو رکعت نماز پڑھی ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دو رکعت پڑھ لو۔ یہاں قادیان میں حضرت خلیفہ ثانی بعض آیات حافظوں سے خطبہ میں دریافت کر لیا کرتے ہیں۔ (حافظ روشن علی)

سوال ۹ ۔ زمین گروی لینی جائز ہے یا نہیں۔ اگر وہی زمین مالک اصلی کو برائے

کاشت دیگر اس کا غلّہ نصف حصّہ لیا جاوے۔ اور معاملہ سرکاری بھی دیا جاوے تو اس کے واسطے کیا حکم ہے۔

جواب۔ زمین کا گروی لینا جائز ہے۔ اس سے نفع وہ شخص اُٹھا سکتا ہے جو اس کے اخراجات کا ذمّہ وار ہو۔ رہن لینے والا اگر اس کے اخراجات ادا کرتا ہے۔ نفع نقصان کا ذمّہ وار ہوتا ہے۔ تو اس کا نفع اُٹھانا جائز ہے۔ کاشت خواہ خود کرے یا کسی سے کرائے۔ جہاں تک ہو سکے۔ اپنے قبضے میں زمین کو لانا چاہیئے۔ یا کسی اور کاشتکار کو دیجاوے۔ کیونکہ جو رہن دینے والا ہے اس کے قبضے میں رہے تو اس میں کراہیت ہے اور نفع منفرد کرنا بھی اس پر جائز نہیں۔ اس بارہ میں حدیث بخاری و مسلم کی یہ ہے۔ الظہر یرکب بنفقتہ ولبن الدر یشرب بنفقتہ جانور پر سوار ہونا جائز ہے۔ اور دودھ والے جانور کا دودھ استعمال کرنا جائز ہے اگر ان کا خرچ دیا جاوے اسی پر حضرتِ مسیح موعودؑ نے زمین کو قیاس فرمایا ہے۔ دیکھو فتاویٰ احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲

(حافظ روشن علی)

سوال ۱۰۱۔ اسلام کی دفاعی جنگوں میں جو لڑکیاں لونڈی ہو کر آتی تھیں۔ کیا وُہ بغیر نکاح کے صحابہ کرام مثل حضرت عمرؓ و علیؓ نے رکھی ہیں کیا تاریخ اسلام اس کا ثبوت دیتی ہے؟

جواب۔ اوّل تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ جو کہ منقوقس بادشاہ اسکندریہ نے بطور تحفہ کے بھیجی تھی۔ بغیر نکاح کے رکھی۔ پھر اس سے آپ کا فرزند ابراہیم پیدا ہوا۔ پھر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۳۶ میں لکھا ہے۔ عن ایاس بن عامر قال سألت علی ابن ابی طالب فقلت ان لی اختین مما ملکت یمینی اتخذت احدٰھما سریۃ وولدت لی اولاداً ثم رغبت فی الاخریٰ فما اصنع فقال تعتق التی کنت تطأ ثم تطأ الاخریٰ پھر صفحہ ۱۳۷ زیر آیت والمحصنٰت من النساء یہ حدیث آئی ہے۔ عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعث یوم حنین جیشاً الی اوطاس فلقوا عدواً فقاتلوھم فظہروا علیہم

وا بواھم سبایا فکان ناسًا من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تحرجوا من غشیانہن من اجل ازواجھن من المشرکین فانزل اللہ فی ذٰلک والمحصنٰت من النساء الا ما ملکت ایمانکم یقول الا ما افاء اللہ علیکم فاستحللنا بذٰلک فروجھن رواہ مسلم وابی داؤد والنسائی و ترمذی

پھر صفحہ ۱۳۸ میں لکھا ہے۔ واخرج الطبرانی عن ابن عباس فی الآیۃ قال نزلت یوم حنین لما فتح اللہ حنینا اصاب المسلمون نساء لھن ازواج وکان الرجل اذا اراد ان یاتی المرأۃ قالت ان لی زوجًا فسئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن ذٰلک فانزلت ھٰذہ الآیۃ والمحصنٰت من النساء الا ما ملکت ایمانکم یعنی السبیۃ من المشرکین تصاب لا بأس بذٰلک

اس میں ما ملکت ایمانکم کی تعریف بھی کردی۔ کہ وہ مشرکین سے جو قید کی جاویں وہ ہیں۔ پھر لکھا ہے۔ واخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن عباس والمحصنٰت من النساء یعنی بذٰلک ذوات الازواج من النساء لا یحل نکاحھن یقول لا تخلب ولا تعد فتنشز علٰی بعلھا وکل امرأۃ لا تنکح الا ببینۃ ومھما فھی من المحصنٰت التی حرم الا ما ملکت ایمانکم یعنی التی احل اللہ من النساء وھو ما احل من حرائر النساء مثنٰی وثلٰث و رباع۔

ان سب مذکورہ بالا حدیثوں سے ثابت ہے کہ لونڈی کس کو کہتے ہیں۔ اور ان سے بغیر نکاح و مہر کے وطی کرنا جائز ہے۔ پھر موطأ امام محمدؒ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی ایک لونڈی اپنے لڑکے عبداللہ کو دی اور کہا۔ کہ اس سے وطی نہ کرنا کیونکہ میری موطوئہ ہے۔ پس لونڈی سے بغیر نکاح کے وطی جائز ہے۔ اور غرض لونڈی بنانے سے یہی ہے کہ وہ اسلام سیکھیں اور مسلمان ہو جاویں +

سید سرور شاہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

دوائیوں کے تیل

مذکورۂ ذیل دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر دوا کے فائدے دیتے ہیں اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں اور آسانی سے پی سکتے ہیں ٭

(۱) روغن صندل - سوزش بول کے لئے نہایت درجہ مفید ہے۔ قیمت ۸/ محصول ۵/

(۲) اجوائن کا تیل - نفخ بدہضمی کی ایک ہی دوا...... " ۶/ " ۵/

(۳) روغن سونٹھ - یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے " ۸/ " ۵/

(۴) روغن سونف - پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کیلئے مفید ثابت ہوا ہے " ۴/ " ۵/

(۵) روغن دارچینی - یہ دارچینی کے ملائم چھلکوں سے بنتا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے " ۶/ " ۵/

(۶) روغن لونگ متلی اور ریاح کو دفع کرتا ہے اور درد شکم و بدہضمی کو مفید ہے " ۴/ " ۵/

(۷) روغن لیمو - ہے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیمو کا خوشبو دیتا ہے۔ " ۴/ " ۵/

(۸) روغن پیپرمنٹ پیٹ کے درد بدہضمی اور ریاح خارج کرتا ہے یہ ایک بہت مشہور دوا ہے " ۴/ " ۵/

(۹) روغن الائچی متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے قیمت ۶/ " ۵/

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو؟

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آج تک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہوگئے شہر کے شہر تباہ ہوئے اسی وجہ سے اسکے نام ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونے کے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بطور حفظ ماتقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے نہ ٹھہر سکتے ہیں اور نہ زہر اثر کر سکتا ہے۔ وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں آپ بھی غافل نہ رہیں۔ ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ نگل جانا چاہیئے۔ بچوں کو نصف یا چوتھائی حصہ گولی

قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸/ - ۶۰ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲/ محصول ڈاک ۵/

ڈاکٹر ایس کے۔ برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان … سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

قادیان دارالامان

رسالہ تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط وکتابت بنام منیجر

جلد ۱۴ نمبر ۶

بابت ماہ جون ۱۹۱۹ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ غیر ممالک سے ۳ روپے طلبا سے عا روپیہ

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ کا مستقبل

خدا کے فضل سے تشحیذ کا مستقبل بہت شاندار معلوم ہوتا ہے۔ اب اس کی کتابت اور کاغذ میں خاص تبدیلی کر دی گئی ہے۔ پہلے کفایت مدنظر تھی مگر اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ کتابت اور کاغذ عمدہ ہو تو اچھے سے اچھا مضمون ردی سمجھا جاتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ زیادتی اخراجات کا سوال محبان تشحیذ کے پیش نظر ہوگا۔ اور وہ نہ صرف اس کا **پانسو روپے قرضہ** ادا کر دینے کے قابل ہو جائینگے بلکہ اسکے خریداروں کی تعداد کم از کم ایک ہزار تک پہنچا دینگے۔ تاکہ رسالہ اپنے اخراجات آپ برداشت کر سکے۔ یہ گذارش تو بہت دفعہ کیجا چکی ہے مگر احباب توجہ نہیں کرتے +

اے کاش جو روح میرے ایک دو دوستوں میں ہے وہ جماعت احمدیہ کے اکثر افراد میں در بارہ امر تشحیذ پیدا ہو جائے۔ منشی خادم حسین صاحب ایسے نوازش فرما ہیں کہ نہ صرف قلمی امداد سے مجھے ہر مہینے مرہون احسان فرماتے ہیں بلکہ تین چار خریدار بھی ایک ہفتہ کے اندر بھیجے ہیں۔ کیا دوسرے دوست اپنے فرض کیطرف متوجہ ہونگے۔ اگر تشحیذ آپکے لیئے کارآمد مضامین شائع نہیں کرتا اور مفید نہیں۔ تو بجائے اسکے جو یوں سسکیاں لیتا رہے بہتر ہے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ مگر میں آپکے ا[illegible] پر نظر رکھتے ہوئے جو آپکو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے لگائے ہوئے پودے سے ہے اور ہونا چاہیئے۔ اسبات کا وہم کرنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ پس میرے معزز بھائیو! تشحیذ کیطرف خاص توجہ دو۔ اسکے خریدار بڑھاؤ لیئے اپنے ذمے کا بقایا ادا کرو۔ جن اصحاب کے نام رسالہ جاری ہے اور قیمت تا حال ادا نہیں کی وہ قیمت ادا کریں اور اسی پر اپنے فرض کو ختم نہ سمجھیں بلکہ دو چار خریدار اور بھی پیدا کریں یہ ہوا کوئی بڑی بات نہیں جس کے معاوضہ میں آپ کو دشمن پر فتح پانے اور خود حفاظتی کے لیئے ایک رسالہ روحانی اسلحہ سے مسلح ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دلوں میں وہ درد ڈالے جو میں چاہتا ہوں کہ پیدا ہو۔ اور میری آرزو بر آئے۔ اب تو ایڈیٹری و منیجری کے علاوہ محرری کے فرائض بھی مجھی پر عائد ہیں تاکہ خرچ اس حد تک گھٹ جائے جس حد تک انسانی عقل حالات موجودہ میں تجویز کر سکتی ہے۔ سو ہم سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ تو کر رہے ہیں۔ آپ بھی کچھ نظر کرم فرمائیے۔

والله الموفق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون ۱۹۱۹ء

ایاک نستعین

(و اذا استعنت فاستعن باللہ)

یوں تو ہر مسلمان دن میں کئی بار خدا کے حضور یہ اقرار کرتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین مگر باینہمہ ان میں سے بعض فرقے ایسے ہیں جو اپنی حاجات غیر اللہ کے پاس لیجاتے ہیں اور ان سے استعانت چاہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ حضرات جو توحید کو اصول دین میں سے بتاتے ہیں۔ وہ بھی اس مرض میں گرفتار اور اپنے معالجوں سے آمادہ پیکار ہیں۔

کل کسی دوست نے مجھے مفصلہ ذیل اشتہار دیا جو شیعہ کی طرف سے شائع شدہ ہے

اطلاع۔ بعض حضرات قبل طلوع صبح صادق شب ہی کو عریضہ دریا میں چھوڑتے ہیں۔ حالانکہ خلاف معمول اصحاب کرام و علمائے فخام ہے۔ پس آنحضرت کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ اگر عریضہ بعد طلوع صبح صادق دیں اور متابعت علما فرمائیں تو بہتر ہے۔

گر مہدی دین کی مہربانی ہوجائے ذرہ بھی خورشید کا ثانی ہوجائے

دریا میں بہا دو جو عریضہ لکھ کر ۔ مشکل ہو اگر سنگ تو پانی ہو جائے

عریضہ ڈالنے کے وقت یہ دعا پڑھے۔

يَا حُسَيْنَ ابْنَ رَوْحٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَشْهَدُ اَنَّ وَفَاتَكَ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَاَنَّكَ حَيٌّ عِنْدَ اللهِ مَرْزُوْقٌ وَقَدْ خَاطَبْتُكَ فِي حَيَاتِكَ الَّتِيْ لَكَ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهٰذِهٖ رُقْعَتِيْ وَحَاجَتِيْ اِلٰى مَوْلَانَا صَاحِبِ الْعَصْرِ وَالزَّمَانِ فَسَلِّمْهَا اِلَيْهِ فَاَنْتَ الثِّقَةُ الْاَمِيْنُ ۝

اب آپ فرمائے کیا کسی مومن کے لئے جائز ہے۔ کہ وہ اپنی حاجت غیر اللہ کی طرف لے جائے اور اپنے مقتدا سید الشہداء سے چٹھی رساں کا کام لے اول تو امام مہدی کا تیرہ سو برس سے زندہ غائب اور پھر حاضر فی الامصار ہونے کا ثبوت ہی دشوار ہے اور پھر ان کو رقعہ پہنچانے کا طریق بھی ایسا عجیب ہے۔ کہ اضحوکۂ اغیار بننے کے لئے کافی ہے۔ یعنی رقعہ لکھ کر دریا میں ڈال دینا۔ اور توقع یہ رکھنا کہ امام مہدی صاحب العصر والزماں کے پاس پہنچ جائے گا۔ لاحول ولاقوۃ خدا ہمارے بھائیوں کو عقل و فہم سے بہرہ وافی دے اور وہ اپنی پوزیشن کو سمجھیں ؏ ہم اگر عرض کرینگے تو شکایت ہوگی

الامراض تشاع والنفوس تضاع

یہ خدا تعالی کی وحی جو موجودہ واقعات سے برسوں پہلے خدا کے پاک بندے پر نازل ہوئی پھر اس کے پورا ہونے کا وقت آیا۔ تو پھر یہی الفاظ نازل ہوئے۔ تا دنیا والے جان لیں کہ ان کلمات الٰہی کے پورا ہونے کا وقت آگیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے نزول کے مطابق قسم قسم کے امراض کا حملہ دنیا والوں پر ہونے لگا۔ اور ان میں سے بعض ایسے نئے نئے مرض ہیں کہ جن کی حقیقت سے لوگ ناواقف ہیں۔ اور ناواقف رہیں گے۔

پھر اتلافِ نفوس کے لئے ہولناک قحط و امراض وبائی کے علاوہ اِذا زُلزِلَت
الزلزلہ (۱۹۱۔ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء) کے مطابق جنگ چھڑ گئی۔ ایسی جنگ جس کی نظیر گذشتہ
ازمنہ میں قطعاً نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ اس کے متعلق ہمدم لکھتا ہے

"گذشتہ مہیب عالمگیر جنگ میں تیرہ مختلف قومیں برسرپیکار تھیں۔ لہٰذا ایک
تازہ تخمینہ سے یہ معلوم کرنا چنداں تعجب انگیز نہیں البتہ بہت ہولناک ہے۔ کہ اس جنگ
نے کم و بیش ۳۰، لاکھ چون ہزار انسانی جانوں کا خاتمہ کیا ہے۔ یہ تعداد امریکہ کے جنرل
مارش نے ترتیب دی ہے۔ اور ان کے شائع کردہ شمار و اعداد کے بموجب مختلف قوموں
کے مقتولین کی تعداد حسب ذیل ہے۔ متحارب قوموں میں سے سب سے زیادہ تعداد روس کے
مقتولین کی ہے جس کا اندازہ ۱۷ لاکھ لگایا گیا ہے مقتولین جرمنی کی تعداد ۱۶ لاکھ ہے۔
مقتولین فرانس کی تعداد ان دونوں قوموں سے کم بتائی جاتی ہے۔ اور جرنیل مارش کے
تخمینہ میں وہ صرف ۱۳ لاکھ ۸۵ ہزار تک پہنچی ہے۔ آسٹریا کے مقتولین کی تعداد ۸ لاکھ
مقتولین برطانیہ کی تعداد ۷ لاکھ ۶ ہزار مقتولین اٹلی کی ۴ لاکھ ۶۰ ہزار اور مقتولین ٹرکی ۲ لاکھ
۵۰ ہزار، بلجیم کی ایک لاکھ ۲ ہزار۔ بلغاریہ و رومانیہ کی ایک ایک لاکھ اور سرویا و مانٹی نگرو کے
مقتولین بحیثیت مجموعی ایک لاکھ بتلائے جاتے ہیں۔ اور ممالک متحدہ امریکہ کے مقتولین کا
اندازہ سب سے کم یعنی ۵۰ ہزار لگایا جاتا ہے۔ جرنیل مارش کے ترتیب دیئے ہوئے
ان اعداد میں ہندوستانی مقتولین کی تعداد کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اور نہیں معلوم کہ ان کو
برطانیہ کے مقتولین کی ۷ لاکھ ۶ ہزار کی تعداد میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یا مذکورہ بالا تعداد
خالص انہی مختلف اقوام کے مقتولین جنگ کی لگائی گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو فرانس
کے مقتولین میں بھی اسکی نوآبادیوں کے مقتول سپاہیوں کی تعداد شامل نہ ہوگی۔ اور اس
حالت میں جنگ کا نقصان اور بڑھ جائیگا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ۳۰، لاکھ ۵۴ ہزار
کے اعداد میں صرف وہ سپاہی شامل کیئے گئے ہیں۔ جو یا تو معرکہ ہائے جنگ میں
ہلاک ہوئے ہیں۔ یا بعد میں زخموں کے صدمہ سے مر گئے ہیں۔ لیکن اسباب جنگ
سے مختلف علاقوں کی سول آبادی کو بھی جانی نقصانات پہنچے ہیں۔ اور بہت سے لوگ

سمندروں میں ہلاک ہوتے ہیں۔ جن کو اگر شامل کیا جائیگا۔ تو شاید اس مہیب جنگ کے نقصانات جان کا شمار ایک کروڑ سے کم نہ رہیگا"

ان حالات کو پڑھیے اور خدا کی وحی میں **لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کر دونگا**

(۲۹-۲-مارچ ۱۹۰۷ء- بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ صفحہ ۳) پر ایمان لایئے۔ اس کے ساتھ انفلوئنزا کے حملہ کا تصور بھی کیجئے۔ جس کی خبر **یوم تاتی السماء بدخان مبین** میں دی گئی تھی۔ اور چند دنوں میں ساٹھ لاکھ نفوس ضائع ہوئے۔ اور طاعون جو قیامت ڈھا رہا ہے۔ وہ تو سب کو معلوم ہی ہے۔ کیا میرے ابناء وطن کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان مصائب و آفات کے اصلی اسباب دریافت کریں۔ آسمانی آواز تو کہتی ہے۔

ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانیکو ن

ازالۂ شبہات

اللہ تعالیٰ نے **او کصیب من السماء** میں ایک ایسے شخص کی مثال دی ہے جس کی حالت یہ ہے۔ کہ اس پر بارش ہو رہی ہے۔ **فیہ ظلمات و رعد و برق** اور طرز عمل یہ کہ **کلما اضاء لھم مشوا فیہ و اذا اظلم علیھم قاموا** جب بجلی چمکی اور روشنی ہوئی ہو تو چل پڑا اور جب اندھیرا ہو گیا۔ تو ٹھہر گیا حالانکہ چاہئے یوں تھا کہ وہ روشنی میں سیدھی راہ تلاش کر لیتا اور پھر اس پر بے کھٹکے چلا جاتا۔ اور مشکلات کی تاریکی میں نہ گھبراتا۔ اس کا قدم آگے پڑتا پیچھے نہ ہٹتا۔ چنانچہ **ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا** میں فرمایا۔ خواہ تمہیں کسی قسم کا شک ہے۔ اس واضح دلیل پر غور کرو کہ

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز۔ تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے

(اور بڑی تحدی سے اعلان کیا **فاتوا بسورۃ من مثلہ** اور ساتھ ہی فرمایا **فان لم تفعلوا ولن تفعلوا** یعنی تم ایسا ہرگز نہ کر سکو گے پس اس حجت باہرہ سے ثابت ہو گیا کہ یہ کلام حق ہی ہے اب خواہ کسقدر شبہات پیش کئے جائیں سعادتمند کا یہ طریق نہیں۔ کہ جب تک تمام شبہات دور نہ ہو جائیں ایمان نہ لائے۔ بلکہ ایک دلیل محکم دیکھ کر مان لینا چاہئے اور شبہات کا ازالہ جوں جوں ایمان بڑھیگا ہوتا جائیگا حضرت مسیح موعود کے معاملہ میں بھی اسی معاملہ پر کاربند ہونا چاہئے

بعض لوگ دانستہ یا نادانستہ عوام کو غلط رستہ پر ڈال کر اور شبہات پیدا کر کے گمراہ کر دیتے ہیں

دیانندی تفاسیر پر سرسری نظر

(نوشتہ از فضل حسین احمدی مہاجر)

صرف اردو ترجمہ

"ہے انسانو! جیسے عالم چھوٹی بڑی اشیاء کو معلوم کر کے حسب لائق کاروبار ٹھیک کرتے ہیں ویسے اور لوگ بھی کریں سب لوگوں کو چاہیئے کہ رعایا کے محافظ ایشور اور (آریہ) راجا کی اطاعت اور اُپاسنا (عبادت و بندگی) ہمیشہ کیا کریں"

(تفسیر دیانندی یجروید جلد دوم صفحہ ۱۰۴۲ ہندی بھاشا بھاوارتھ)

آریہ سماجی دوست یہ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ ویدوں میں سوائے پرمیشور کی اُپاسنا کے کسی دوسرے انسان یا بیجان اشیاء کی اُپاسنا کا حکم نہیں ہے۔ ایسے مدعیوں کو سامنے اگر اس عبارت کو پڑھنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ وید بھگوان جس کے متعلق کہا کرتے ہیں۔ وہ خالص توحید کی تعلیم سے لبریز ہے۔ کیونکر صاف الفاظ میں راجہ کی بندگی کرنے کی آگیا (حکم) دے رہا ہے۔ اسی قسم کا ایک اور منتر رگوید سے بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو

(پدارتھ) "جو عمدہ عزت کرنیوالے لوگ ہون کرتے اور اچھے کاموں سے متصف ہیں وہ اس سے اپنے راجا (یعنی) علم و معرفت والے میر مجلس کو دکی ہی اُپاسنا اور اُس کا اظہار کرتے ہیں۔ وے لوگ ضرر رساں دشمنوں کو اچھے طور جیت کر پار ہو سکتے ہیں"

(بھاوارتھ) "کوئی بھی انسان میر مجلس (راجا) کی اُپاسنا (بندگی و عبادت) کرنے والے ملازم اور ممبروں کے بغیر اپنی سلطنت کی سدھی (قیام) کو حاصل ہو کر دشمنوں سے فتح حاصل نہیں کر سکتا" (جب تک راجا کی عبادت کرنیوالے ملازم وغیرہ نہ ہونگے فتح محال ہے)

(تفسیر دیانندی رگوید حصہ اول صفحہ ۶۸۴-

منڈل ۱ سکت ۳۔ منتر ۷۔

ویدوں میں توحید بتلانے والے سماجی دوستو ان ہر دو وید منتروں کو چشم بصیرت سے دیکھو اور انصاف سے فیصلہ دو کہ شرک کی تعلیم کس کتاب میں ہے۔ وید میں یا قرآن مجید میں۔ جہاں فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ (سورہ نسأ) ترجمہ تحقیق اللہ نہیں معاف کریگا اُسکو جو شرک کرے۔ پس یہ فیصلہ آپ کے ہی انصاف پر چھوڑتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

(۲)

"وہ (سداوردھا) ہمیشہ بڑھنے والا.........آشچریہ روپ (بصورت حیرت انگیز) صفت فعل۔ عادات سے متصف پرمیشور"

(تفسیر ہندی دیانند صفحہ ۱۱۵۵ جلد دوم یجروید ۳۶/۴)

آریہ مترو بتلاؤ اس کتاب پر نازاں ہو جو کہتی ہے۔ کہ پرمیشور ہمیشہ بڑھتا ہے کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ویدک ایشور ناقص ہے۔ کیونکہ وہی چیز بڑھیگی جو بڑھنے سے قبل کم ہو۔ تو جس کی کاملیت کے لئے عرصہ دراز درکار ہے۔ اس کا کلام بھی کامل نہ ہوا۔ پس جب وید ناقص ہے۔ تو الہامی نہ رہا۔ کیونکہ آریہ سماجی سب سے اول شرط الہامی کتاب کے لئے یہ ٹھہرایا کرتے ہیں۔ کہ وہ کامل و اکمل ہو۔ جب وید کامل نہ ہوا تو پھر نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ وہ الہامی بھی نہیں۔

اور تیسری بات یہ ہے۔ کہ جو چیز بڑھنے والی ہوگی۔ وہ ضرور کسی دوسرے کی محتاج ہوگی۔ کیونکہ خود بخود کم و بیش ہونی امر محالات سے ہے۔ جب ویدک ایشور پورے طور پر بڑھا نہیں بلکہ تدریجاً شاہرہ ترقی پر قدم زن ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ اُس کو ترقی دینے والی کوئی اور بالا ہستی ہے۔ کیونکہ جو محدود ہے۔ وہ ایک محدد کو چاہتا ہے پس ویدک ایشور جب بہ سبب کمی کے محدود ہے تو ضرور کسی محدد (حد لگانیوالا) کے زیر اثر ہوگا۔ جو اُسکو آہستہ آہستہ ترقی کے زینہ پر لے جا رہا ہو۔

تو اے دیانندی بھائیو جو کسی دوسرے وجود کا محتاج ہے۔ وہ کس طرح اور

میں کیسے خدا یا پرمیشور مانا جا سکتا ہے۔ پس خدارا ان عقائد باطلہ سے باز آؤ اور ایسے خداؤں کے پرستار نہ بنو جو خود ابھی ناقص الوجود ناقص العلم والعقل بتایا جاتا ہے۔

(۳)

سوامی دیانند بھاؤارتھ میں فرماتے ہیں :

(صرف اردو ترجمہ) "ہے انسانو جو لوگ پرمیشور نے مقرر کی گوکہ دھرم پر چلن کرنا اور ادھرم (بدی) کا چلن ترک کرنا چاہیئے۔ اس حکم سے باہر نہیں ہوئے بے انصافی دوسرے کی اشیاء کو نہیں لیتے وہ تندرست ہو کر سو برس تک زندہ رہ سکتے ہیں ادھر ایشور کے حکم کے مخالف نہیں جو مکمل برہمچریہ سے علم پڑھکر دھرم کا چلن کرتے ہیں انکو موت درمیان (سو برس کے اندر) نہیں دبا تی"

(دیانندی تفسیر یجروید بھاشں صفحہ ۱۴۹ ۳۵/۱۵)

معزز ناظرین مرقومہ بالا عبارت غور سے پڑھیں اور دیکھیں اس سے خود لکھنے والے کے ہی متعلق کیا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور نتیجہ نکالنے سے پہلے آریہ سماجیوں کے اس دعوے کو بھی ملحوظ رکھ لیں کہ "آریہ سماج کے مہرشی شری سوامی دیانند سرسوتی بسبب ویدوں پر حقیقی عمل پیرا ہونے کے نجات پا گئے" اس قسم کا دعویٰ پنڈت لیکھرام نے بھی اپنی کتاب کلیات آریہ مسافر صفحہ ۶۶۵ کالم ۲ میں کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے

"پس وہ (سوامی صاحب) دھرم اور قدم پر جان نثار کر کے صداقت کا راستہ بتلا کر دھارمک (مذہبی) شہید ہو کر ضرور نجات پا گئے"

سماجی بھائیو! وید کے بھاؤارتھ میں جو سوامی نے خود تحریر فرمایا۔ کہ ویدوں اور پکے برہمچاری کی یہی نشانی ہے۔ کہ وہ سو برس تک ضرور زندہ رہے۔ اسکا کیا مطلب ہے۔

(۴)

(صرف اردو ترجمہ) "جب ہنسک سے ہم مخالفت کریں اور جو ہنسک ہم سے مخالفت کرے اس کو ہم لوگ ان بھیڑیئے وغیرہ (خونخوار) پرندوں کے منھ میں ڈالدیں"

(تفسیر دیانند یجروید صفحہ ۱۳۵ جلد اول ۱۵/۱۵ ادھیائے منتر)

ایک طرف تو سوامی جی یہ تعلیم سناتے ہیں۔ دوسری طرف آپ یہ تحریر فرماتے ہیں

"ان کا مذہب غیر مذہب والوں سے سخت ظلم کرنا سکھاتا ہے
ان سے پوچھنا چاہیے۔ کہ کیا چوری کا عوض چوری ہی ہے،
جتنا نقصان چور وغیرہ چوری سے کیا کریں ہم بھی (اُن کا
نقصان) چوری سے ہی کریں۔ یہ بالکل بے انصافی کی بات
ہے۔ کیا کوئی جاہل ہمکو گالیاں دے تو ہم بھی اسکو گالیاں
دیں۔ یہ بات نہ خدا کی نہ خدا کے معتقد عالم کی اور نہ خدا کی
کتاب کی ہو سکتی ہے۔ یہ تو صرف خود غرض لاعلم آدمی کی ہے"

(اردو ستیارتھ صفحہ ۵۷۰ نمبر ۳۵ سمولاس نمبر ۱۴)

اب اس تضاد کا انصاف ناظرین ہی پر چھوڑا جاتا ہے۔

(۵)

(صرف اردو ترجمہ) "جیسے میں دشٹ عادت والے مخالفوں کے سروں
کو بھی چھیدن (پاش پاش) کرتا ہوں۔ ویسے تم بھی
چھیدن کرو" (ہندی تفسیر دیانند یجروید جلد اول صفحہ ۱۲۹ ادھیائے ۱۳ منتر ۲۲)

معزز ناظرین اس منتر کا ترجمہ جو سوامی جی نے ہم تک پہنچایا ہے وہ تو آپ نے
ملاحظہ فرمایا۔ اب اس پر جو ریویو ہونا چاہیے۔ وہ بھی سوامی جی ہی کے الفاظ میں
ملاحظہ ہو۔ صرف اسلام کی بجائے ویدک مذہب کر لینے کی اجازت لے لینی چاہیے
ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۵۹۱ نمبر ۷ سمولاس نمبر ۱۴ ملاحظہ ہو۔ جہاں تحریر فرماتے
ہیں کہ:۔

"واہ جی واہ! خدا اور پیغمبر خوب رحمدل ہیں۔ جو لوگ
مذہب اسلام میں نہیں اُن کافروں کی جڑ کاٹنے اُن کی
گردن مارنے اور اُن کے جوڑوں کو کاٹنے کا خدا حکم دیتا

ہے۔ اور اس کام میں ان کا ممد و معاون بنتا ہے۔ کیا یہ خدا راون سے کچھ کم ہے؟ یہ سب لیلا قرآن کے مصنف کی ہے خدا کی نہیں۔ اگر خدا کی ہو۔ تو ایسا خدا ہم سے دور رہے اور ہم اس سے دور رہیں"۔

(۶)

صرف اردو ترجمہ

"ہے سپہ سالار (امیر فوج) جیسے سب طرف سے ساکن کرہ آفتاب (سورج) غیر ساکن کرنوں سے ننانوے قسم کی اطراف کے حصوں کو پراپت (حاصل) ہوئے جو ہارن کرنیوالی ہوا وغیرہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ ان بادل کے لطیف بطور حصہ پانیوں کو ہنتی (ہلاک کرنا) کرتا ہے ویسے تو بہت سے بیدینوں (ویدک دھرم کے مخالفوں) کو ہلاک کر"

رگوید تفسیر دیانند بھاشا جلد دوم صفحہ ۱۴۲۲۔ منڈل ۱ سوکت ۸۴ منتر ۱۳

اس وید منتر میں دو باتیں معلوم ہوتی ہیں جن پر ریویو کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ اول سورج ساکن ہے۔ دوم دھرم کے مخالفوں کو ہلاک کرنے کا حکم۔ متوخر الذکر کے متعلق تو پہلے بھی سوامی جی کے قلم سے ریویو ہو چکے ہیں اب انکی ضرورت نہیں مگر خیر کچھ اور بھی ہو جائے تو حرج نہیں۔ یہ ریویو بھی سوامی جی کے قلم سے نکلا ہے۔

"ایسی ہیں لہو نہ بہانا اور اپنے ہم مذہبوں کو گھر سے نہ نکالنا۔ اور دوسرے مذہب والوں کا خون بہانا اور گھر سے انہیں نکالنا بھلا کونسی اچھی بات ہے۔ یہ تو بے علمی اور طرفداری سے بھری ہوئی فضول بات ہے"

اردو ستیارتھ صفحہ ۵۷۱ نمبر ۱۷ سمولاس ۱۴

اب اول الذکر امر کہ "سورج ساکن ہے" کے متعلق فلسفیانہ یا سائنٹیفک موشگافیاں بیان کرنیسے بوجہ کمی گنجایش معذور ہیں۔ صرف سوامی جی کے الفاظ نقل کر دیتے ہیں۔

سوال - کتنے ہی لوگ کہتے ہیں کہ سورج گھومتا ہے اور زمین نہیں گھومتی۔ دوسرے کہتے ہیں کہ زمین گھومتی ہے سورج نہیں گھومتا۔ اس میں سچ کیا مانا جائے۔

جواب از سوامی جی "یہ دونوں جھوٹے ہیں۔"

اردو ستیارتھ صـ ۲۶۲ سمولاس ۸ نمبر ۵۳

پھر اسی ستیارتھ صـ ۲۶۳ پر ارقام فرماتے ہیں کہ "جو سورج کو ساکن بتلاتے ہیں وہ بھی علم سیارات کے جاننے والے نہیں" وید بھگوان تو فرماتا ہے کہ سورج ساکن ہے اور سوامی جی اسکی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ایسا کہنے والے جھوٹے ہیں اور علم سیارات سے ناواقف +

(۷)

معزز مضمون نگار مجھے معاف فرمائینگے کہ مینے ان کا نمبر ۷ کاٹ دیا ہے اور چھپنے نہیں دیا۔ کیونکہ اس میں تفسیر دیانند صـ ۲۱ ۷ جلد اول ہندی یجروید $\frac{19}{24}$ کا حوالہ ہے جو میں نقل کرنے سے بھی شرم کرتا ہوں۔ البتہ اسکی موجودگی میں خدا کے پاک کلام والتی احصنت فرجہا فنفخنا فیہا من روحنا پر ان الفاظ میں اعتراض کرنا ناواجب ہے۔

"ایسی فحش باتیں خدا کی کتاب کی تو کیا کسی شائستہ آدمی کی بھی نہیں ہوسکتیں"

کیونکہ عربی زبان کے لحاظ سے اس میں کوئی خلاف تہذیب بات نہیں احصنت فرجہا کے معنے عصمت کی نگہداشت بلکہ تمام قوٰی پر اعلیٰ درجہ کا ضبط رکھنے کے۔ اور نفخ روح سے مراد کلام پاک سے مشرف کرنا + (اڈیٹر)

(۸)

آریہ سماج کے جناب سوامی جی قرآن پاک کے ان الفاظ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً کا ترجمہ کرکے "پکارو پروردگار کو عاجزی سے" اعتراض کرتے ہیں کہ:۔

کیا تمہارا خدا بہرہ ہے جو پکارنے سے سنتا ہے۔ یہ سب باتیں خدا کیطرف سے نہیں ہیں اس سے قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں ہوسکتا"

ستیارتھ اردو صـ ۵۹۰ و صـ ۵۸۹

حالانکہ خود ہی ہمیں یجروید سے سناتے ہیں

"اس لئے آپ کا نجات دلانیوالے دولت کے لئے دھیان کرتے ہیں جو بڑے بڑے گن کرم اور سبھاؤ (صفت فعل عادت) والا برسنے والے بادل کے برابر گرجنے والے بادل کیطرح حمد وثناء کرنیوالے کی حمد وثنا سے بہت بڑی طاقت کے ساتھ روشن ہوتا ہے اس ایشور کو

جانکہ یوگی (عارف) بہت ہی ترقی کو حاصل کرتے ہیں"

(یجر وید تفسیر دیا نندجی جلد اول ہندی صفحہ ۲۱۹ ۲۳ ۷)

یعنی بادلوں کے برابر جو آواز نکال کر حمد و ثنا کرتا ہے اسکی حمد و ثنا سنکر پریشور عارفوں کو اعلےٰ مراتب تک لیجاتا ہے۔ پس سوامی جی کے اعتراضیہ الفاظ کا دہرا دینا کافی ہوگا

مسیحی دوست کے خط کا جواب

قبل ازیں ہم آپکے دو سوالات کی نسبت مفصل جواب نمبر ۲ میں عرض کر چکے ہیں۔ اب تیسرے سوال کا جواب تحریر ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ "جب بموجب مسلمات ایمانیات اہل اسلام نیکی و بدی اللہ تعالےٰ سے ہے تو جزا سزا کیسی" اور اسی سوال کے ضمن میں آپ دریافت فرماتے ہیں کہ "جب بموجب عقیدہ مسلمہ اہل اسلام کے نیکی بدی کا خالق خدا ہے تو پھر نیکی کا اثر تو وجود الٰہی میں ضرور ہے لیکن بدی کا اثر کیوں نہیں قاعدہ کے رو سے تو ہونا چاہیئے"

جواب۔ جناب والا! یہ کس "قاعدہ" کا آپ ذکر فرماتے ہیں۔ بہ تفصیل بتلانا چاہیئے آپ کو معلوم ہو کہ یہ قاعدہ مزعومہ صحیح نہیں۔ آپ ذرا غور کریں۔ بموجب توریت کی کتاب پیدایش کے پہلے ہر دو ابواب کے خدا روشنی اور تاریکی کا بھی خالق ہے۔ اب بموجب آپ کے قاعدے کے چاہیئے۔ کہ خدا میں جس طرح روشنی ہے اسی طرح تاریکی بھی ہو۔ شیطان کو کس نے خلق کیا۔ حیوانات کا کون خالق ہے تو کیا نعوذ باللہ شیطنت اور حیوانیت کا اثر بھی ذات الٰہی میں ضرور ہوگا۔ زنہار نہیں۔ مخلوق کے افعال و صفات کا خواہ وہ ذاتی ہوں یا حاصل کردہ خلق کرنے والی ذات میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ میرے خیال میں ضرورت اسکے خلاف ہے کیونکہ بہر حال مخلوق سے خالق اعلےٰ ہوا کرتا ہے۔ پس اگر ادنی مخلوق والی ادنی صفات ذات اعلےٰ میں ہوں تو وہ بالاتر کیسے ہو سکتا ہے میرا اپنا ذاتی خیال اس بارے میں یہ ہے کہ مخلوق کو خالق کے ساتھ کوئی مماثلت و مشابہت زنہار نہیں بقول شخصے ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

میں آپکو یاد دلاتا ہوں کہ اس بارے میں آپ ڈشمنڈ اوف صاحب کی تفسیر متی کا وہ مقام

پڑھیں۔ جہاں فاضل مسیحی صوفی مسیح کے اس جواب "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر خدا" کی تفسیر فرماتا ہے میں سچ کہتا ہوں۔ اگر آپ توحید الٰہی کے دلدادہ ہونگے تو بڑی حد تک محظوظ ہونگے۔ اس صوفی یعنی ٹشٹڈارف صاحب نے اس مقام پر ایسے تمام اعتراضات کا جواب دیا ہے جیسا آپنے تحریر فرمایا ہے۔ پس آپ ضرور اس تفسیر کو دیکھیں +

اب آپ کے **اصل سوال کا جواب** تحریر کیا جاتا ہے۔ کہ جب نیکی بدی اللہ سے ہے۔ تو جزا سزا کیسی "اپنے خط میں آپ نے اگرچہ تفصیلاً تو نہیں مگر اشارتاً و کنایتاً تقدیر پر بھی لے دے کی ہے مثلاً آپ کا یہ تحریر کرنا۔ کہ "نیکی بدی خدا کیطرف سے۔ اگر کسی قدرتی یا فطرتی بد شخص کو جہنم نصیب ہوا۔ چلو بھائی تقدیر بحوالہ تقدیر اور خلاصی ہوئی"۔ اب میرا خیال ہے کہ میں آپکو بتاؤں کہ یہ سب اعتراضات تحریر کردہ آنجناب اسلام پر تو ہرگز نہیں۔ اِلّا بائبل پر حرف بحرف عائد ہوتے ہیں۔ آپ بغور مطالعہ فرماویں +

دلیل اول۔ موسیٰ کے خطاب میں خدا تعالیٰ کا قول کتاب خروج کے اندر کئی جگہ یوں منقول ہے درس ۲۱ باب ۴ کا میں اسکے (فرعون کے) دل کو سخت کرونگا + اور درس ۱ باب ۱۰ کا۔ میں نے اسکے دلکو (فرعون کے) اور اسکے نوکروں کے دلکو سخت کردیا ہے" اور درس ۱۵ و ۱۹ باب ۸ کا اور درس ۳۵ باب ۹ یوں ہے۔ فرعون کا دل سخت ہوگیا جیسا یہوواہ نے کہا تھا۔ اور درس ۲۰ و ۲۷ باب ۱۰ اور درس ۱۰ باب ۱۱ یوں ہے۔ یہوواہ نے فرعون کے دلکو سخت کردیا" اب آپکو معلوم ہو۔ کہ ان درسوں میں دل کے سخت کرنے کی نسبت خدا کی طرف ہے اور آیت ۳ و ۴ باب ۲۹ استثنا میں یوں ہے۔ "یہوواہ نے تم کو وہ دل جو سمجھے اور وہ آنکھیں جو دیکھیں اور وہ کان جو سنیں آج تک نہیں دیئے"۔ اور اسی درس کا اقتباس پولوس رسول نامہ رومیہ میں یوں درج کرتے ہیں روم ۱۱/۸ آج تک خدا نے انھیں اونگھنے والی روح اور اندھی آنکھیں اور بہرے کان دیئے ہیں"۔

اور یسعیاہ ۶/۹ میں ہے۔ نسخہ فارسیہ ۱۸۳۸ء ہر دو ایں قوم را بگو کہ بشنوید لیکن درک مکنید بہ بینید لیکن دریافت نکنید۔ دل ایں قوم را گندہ گرداں و گوشہائے ایشاں را گراں نما و چشمہائے ایشاں را تیرہ کن۔ مبادا کہ ایشاں از چشماں بہ بینند و بگوشہا بشنوند و بدلہا

بفہمند و توبہ کنند و من ایشانرا شفا بخشم۔ اور انھیں آیات کا اقتباس یوحنا رسول یوں درج کرتے ہیں۔ ۱۲ یوحنا ۴۰ "اس نے ان کی آنکھیں اندھی کیں اور انکے دل سخت کیے ہیں تا نہ ہووے۔ کہ آنکھوں سے دیکھیں اور دل سے سمجھیں اور پھر جاویں اور میں انھیں چنگا کروں اور نسخہ فارسیہ مذکور کتاب یسعیاہ ۲۹ باب ۱۰ یوں ہے۔ خداوند روح خواب گران بر شما ریختہ است وچشمہائے شمارا بستہ است وبر انبیا و سرداران و خواب بیناں حجاب انداختہ است"۔

مذکورہ بالا منقولہ عبارات سے صاف ثابت ہے کہ خدا ہی نے بنی اسرائیل کے دل اور آنکھوں اور کانوں پر پردہ ڈالدیا ہے اسی سبب سے وہ امر حق کو نہیں سمجھتے۔ اور اچھی چیز کو نہیں دیکھتے اور حقانی بات کو کانوں سے نہیں سنتے۔ اور گمراہ کرنیکے معنے اس سے زیادہ اور کیا ہونگے۔ یسعیاہ ۶۳ ۱۷ اے خداوند کیوں تو نے ہمیں اپنی راہوں سے گمراہ کیا۔ اور ہمارے دلکو سخت کیا۔ کہ تجھ سے نہ ڈریں۔ اس میں تو صاف صاف دل کے سخت اور گمراہ کرنے کی نسبت خدا کی طرف ہے۔

حزقی ایل ۱۴ ۹ میں خدا کا قول یوں منقول ہے۔ "اور وہ نبی جو فریفتہ ہووے اور بات بولے تو میں خداوند نے اس نبی کو مست کیا۔" اس میں تو صاف صاف خداوند کھلے طور پر فرماتا ہے کہ جب کوئی بہکے تو میں ہی اسکو بہکاتا ہوں۔ اور کتاب سلاطین ۱ باب بائیسویں میں ہے آیت ۱۹ پھر میکہ نے کہا۔ کہ تم یہواہ کے سخن کو سنو۔ میں نے یہواہ کو اسکی کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ اور سارا آسمانی لشکر اسکے دہنے بائیں ہاتھ کھڑا تھا۔ اسوقت یہواہ نے فرمایا کہ رحاب کو کون ترغیب دیگا۔ کہ وہ چڑھ جاوے اور راموث جلعاد پر جا پڑے۔ تب ایک کچھ بولا اور دوسرا کچھ۔ اسوقت ایک روح نکل کے یہواہ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اور بولی۔ کہ میں اسے ترغیب دونگی پھر یہواہ نے فرمایا۔ کس طرح سے وہ بولی میں جاؤنگی۔ اور جھوٹی روح بن کے اسکے سارے نبیوں کے منہ میں پڑونگی۔ یہواہ بولا تو اسے ترغیب دیگی۔ اور غالب بھی ہوگی۔ جا ایسا کر۔ دیکھ یہواہ نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹی روح ڈالی ہے اور یہواہ نے تیری بابت بری خبر دی ہے"۔

اب جاننا چاہیئے کہ وہ نبی جنکے حق میں میکہ پیغمبر فرماتے ہیں کہ یہواہ نے تیرے ان سب

نبیوں کے مُنہ میں جھوٹی رُوح ڈالی ہے موافق باب مذکور کی آیت ۵ کے چار صَد نفر
کے قریب تھے۔ اور موافق درس مذکور اور درس ۱۲ کے سب نے بالاتفاق اخاب شاہ اسرائیل کو
خبر دی تھی کہ راموث پر چڑھ جا۔ کہ یہواہ اسے بادشاہ کے قبضے میں کر دیگا + اور پولوس رسول
اپنے خط بنام تھسلونیقیوں ۲ کے باب ۲ میں یوں فرماتے ہیں۔ آیت ۱۱ خدا ان پاس فریب
کی روح کو بھیجیگا۔ یہاں تک کہ وہ جھوٹ پر ایمان لاوینگے۔ تاکہ وہ سب جو کلام حق پر ایمان
نہ لاکر جھوٹ سے راضی ہیں سزا پاویں۔" اس میں پولوس مقدس صاف فرماتے ہیں کہ خدا
خود ہی فریب کی تاثیر کو بھیجتا ہے اور پھر اس لئے کہ سزا دیوے۔

اور یسعیاہ ۴۵/۷ یوں ہے نسخہ فارسیہ" سازندۂ نور و آفرینندۂ تاریکی منم صلح دہندہ
وظاہر کنندہ شر منکہ خداوندم این ہمہ اشیا را بوجود مے آرم +

اور مرثیہ یرمیاہ ۳/۳۸ میں ہے۔ آیا خیر و شر از دہان خداوند صادر نمے شود اور میکاہ
۱/۱۲ میں ہے۔ اما ہر بدی بر دروازہ اورشلیم از خداوند نازل مے شود۔" اب ان آیات
میں صریح ظاہر ہوتا ہے کہ شر اور خیر خدا سے صادر ہوتے ہیں۔ اور شر کا خالق خدا ہے۔ اب
آپکی یہ عقلی دلیل۔ کہ "اگر شر خدا سے ہو تو خدا کامل اور منزہ اور پاک اور مقدس نہیں ہو سکتا
اور درآنحالیکہ خدا کی ذات پاک ہے ان صفات کا مٹنا محال ہے پس ظاہر ہے کہ خدا
سے شر کا صادر ہونا کسی طرح ممکن نہیں۔" مردود ہو چکی ہے اور عقلاً و
نقلاً غلط ہے۔ عقلاً اس طرح کہ جیسے خدا کے سفیدی اور سیاہی اور تمام اعراض کے خالق
ہونے سے لازم نہیں آتا۔ کہ وہ سفید اور سیاہ اور مثل انکے ہو۔ اسی طرح اس کے شر کے
خالق ہونیسے لازم نہیں آتا۔ کہ نعوذ باللہ وہ شریر بھی ہو۔ اور اسی طرح شہوت اور حرص کے
پیدا کرنے سے یہ صفات خدا میں ہونی ضروری نہیں ہیں اس میں وہی حکمت ہوگی جو
شیطان کے پیدا کرنے میں ہے +

اور نقلاً جیسے اوپر متعدد حوالہ جات کی رو سے ثابت ہے۔ اور علاوہ ازیں ذیل کے
حوالہ جات بھی اس پر شاہد ہیں۔ انجیل متی ۱۱/۲۵ میں ہے۔ "اسوقت یسوع کہنے لگا۔ اے باپ
آسمان اور زمین کے خالق میں تیرا شکر کرتا ہوں۔ کہ تو نے ان چیزوں کو حکیموں اور عاقلوں

سے چھپایا۔ اور لڑکوں پر کھولا۔ ہاں اے باپ ایسا کرنے میں تیری رضامندی تھی اور لوقا ۲۱/۱۰ میں ہے۔ اس وقت یسوع دل میں بہت خوش ہو کر بولا۔ اے باپ آسمان اور زمین کے مالک میں تیرا شکر کرتا ہوں۔ کہ تو نے ان سب باتوں کو حکیموں اور داناؤں سے چھپایا اور لڑکوں پر ظاہر کیا۔ یونہی ہووے اے باپ کہ تیری نگاہ میں یہی اچھا معلوم ہوا" اب دیکھو خدا تعالیٰ نے اس حقیقت اور حقانیت کو حکماء اور عقلاء سے چھپایا۔ اور جناب مسیح اس پر خوش ہوتے ہیں پس حکماء اور عقلاء کے حق میں یہ امر خدا کی طرف سے اضلال اور گمراہ کرنا ہی ہے اور خداوند کو بھی مرغوب اور اچھا لگا۔

اب ان دلائل کے علاوہ تقدیر کے اور شواہد سنیئے:۔

ایوب ۱۴/۲۳ میں ہے۔ نسخہ فارسیہ۔ "ہر چہ برائے من مقدر شدہ است بوقوع خواہد رسانید"۔

زبور ۹/۱۴۹ میں ہے۔ "تا کہ جو ان کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا۔ انھیں پہنچے"۔

صفنیاہ ۲/۱ میں ہے "تم اپنے کو جمع کرو۔ اور جمع ہو جاؤ۔ اے بے حیا لوگو اس سے آگے کہ تقدیر اسی دن کو جو بھوسے کی مانند جاتا رہے گا۔ وجود میں لاوے"۔

اور جناب مسیح کا قول اپنے حق میں اور یہودا اسکریوطی کی مذمت میں یوں ہے لوقا ۲۲/۲۲ نسخہ فارسیہ۔ "فرزند انسان برحسب تقدیر مے رود لیکن وائے بر آنکس کہ او را تسلیم مے نماید" اس میں اپنی گرفتاری کو بہ حسب تقدیر فرماتے ہیں اور پکڑوانے والے کو مستحق عذاب فرماتے ہیں۔ اور آپ کے نزدیک یقیناً یہودا اسکریوطی جہنمی ہے۔ پس دیکھو ان آیات میں بوجہ احسن تقدیر کے ثبوت موجود ہیں۔

رومیوں ۸/۲۹ میں ہے۔ "جنھیں اس نے (خدا نے) پہلے سے جانا۔ ان کو اپنے بیٹے کے ہم صورت ہونے کے لئے تقدیر کیا۔ اور اس نے جنکی تقدیر کی۔ انھیں بلایا"۔ ان آیات سے واضح ہے کہ ازل ہی سے مقدر تھا کہ کون کون مسیح پر ایمان لاوے گا۔ اور اسی رومیوں کے خط کے ۹/۱۰ میں ہے۔ ربقہ بھی ایک سے یعنی ہمارے باپ اسحاق سے حاملہ ہوئی۔ اور جب اور جب لڑکی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور نہ کچھ نیک یا بد کام کیا تھا تا کہ خدا کی مرضی برگزیدگی میں

جو کاموں سے نہیں بلکہ قبول کرنیوالے سے ہے ثابت رہے۔ اس لئے اسے کہا گیا کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے گا جیسا لکھا ہے کہ مینے یعقوب سے محبت کی اور عیسو سے نفرت کی۔ تو ہم کیا کہیں خدا کے پاس بے انصافی ہے ایسا نہووے کہ وہ موسیٰ سے کہتا ہے میں جس پر چاہوں رحم کرونگا جسپر چاہوں مہر کرونگا۔ پس یہ نہ چاہنے والے سے نہ تلاش کرنے والے سے بلکہ رحیم خدا سے ہے اور کتاب مقدس فرعون سے کہتی ہے کہ میں نے اس لئے تجھے بڑھایا کہ تیرے وسیلے سے اپنی قدرت ظاہر کرو۔ اور میرا نام تمام روئے زمین میں مشہور ہو۔ پس وہ جسپر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سخت کر دیتا ہے۔ پس تو مجھ سے یہ کہے گا۔ پھر وہ کیوں قانت کرتا ہے اسکے ارادہ کو کون رد کرتا ہے اے آدمی تو کون ہے۔ جو خدا سے تکرار کرتا ہے کیا کاریگری کاریگر کو کہہ سکتی ہے تو نے مجھے کیوں ایسا بنایا۔ کیا کمہار کو مٹی پر اختیار نہیں کہ وہ ایک ہی لوندے میں سے ایک برتن عزت والا اور دوسرا بے حرمت بناوے ؛

اب ظاہر ہے کہ اس عبارت درس دسویں سے تیرھویں تک تقدیر کی حقیقت اور درس چودھویں سے اٹھارھویں تک یہ بات کہ خدا فاعل مختار ہے جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے اور جسکو چاہے گمراہ۔ بیان ہوئی ہے۔ اور درس انیسویں میں اس بات کو کہ پھر بندوں کو ان کے افعال پر ملامت کیوں کرتا ہے بطور شبہ کے ذکر کر کے درس بیسویں اور اکیسویں میں اس کا جواب یوں دیا ہے۔ کہ "وہ مالک ہے اور اسکو اپنی ملک میں ہر طرح کا اختیار ہے آدمی کا مقدور نہیں کہ دم مارے۔ کمہار مٹی پر اختیار رکھتا ہے کہ ایک ہی لوندے سے ایک اچھا باسن اور دوسرا برا بنادے مٹی کچھ نہیں کہہ سکتی ؛

آہ کیا خوب رسول پولوس نے فرمایا ہے۔ ایک شاعر نے بھی اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎ گل را چہ مجال است کہ گوید بہ کلال

کز بہر چہ مے سازی و چرا مے شکنی

کیا ہی اچھی بات حضرت یسعیاہ اپنی کتاب کے $\frac{45}{9}$ میں فرماتے ہیں۔ "واویلا اس پر جو اپنے خالق سے جھگڑتا ہے وہ تو ٹھیکرا زمین کے ٹھیکروں میں سے ہے کیا مٹی کمہار

کو کہہ سکتی ہے کہ تو کیا بناتا ہے۔ کیا تیری دستکاری کہہ سکتی ہے کہ تیرے ہاتھ نہیں"+

اور علاوہ ازیں پولوس رسول کرنتھیوں ۲ کے ۷ میں فرماتے ہیں "بلکہ وہ حکمت الٰہی بولتے ہیں۔ جو چھپی ہوئی یعنی وہ پوشیدہ حکمت جسے خدا نے زمانے کے آگے ہماری بزرگی کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور پھر نامہ افسیوں کے پہلے باب میں ہے۔ آیت ۵۔ اس نے اپنی نیک مرضی کے موافق یسوع مسیح کے وسیلے سے ہم کو اپنے لیپالک ہونے کے لئے اور اپنے فضل کی بزرگی کے لئے ہماری تقدیر کی۔ جس سے ہم نے میراث پائی اور اسکی قضا کے موافق جو اپنی مرضی کی صلاح کے موافق سب کچھ کرتا ہے مقرر کئے گئے۔"

اور یہوداہ کے خط میں ہے نسخہ فارسیہ ۴ مردے چند مخفیانہ داخل شدہ اند کہ از قدیم ایں جزا بر آنہا مقدر شدہ بود۔ یہاں تک تو ہم نے صرف یہ امر ثابت کیا ہے۔ کہ آپ کا یہ کہنا کہ "اسلام کے مسلمات کی رو سے جب کہ بدی اللہ سے ہے تو جزا سزا کیسی" یہ اعتراض دراصل آپ پر ہی ہے اسلام پر نہیں ہو سکتا۔ البتہ بائیبل پر بوجہ احسن ہو سکتا ہے جیسا ہم نے اوپر ثابت کر دیا۔ لیکن اب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ یہ فقرہ ہمارا ہے جیسا آپ خود تسلیم کرتے ہیں۔ لہذا اب اسکے معنے بھی ہم خود ہی بیان کرتے ہیں یہ کہ "نیکی و بدی اللہ تعالیٰ سے ہے" اسکے کیا معنے ہیں پس اگر نیکی بدی سے مراد نیک و بد افعال لئے جاویں تو بھی یہ صحیح ہے اور وہ اس طرح پر کہ خدا نے ہی ہمیں بتلایا اور سکھلایا۔ کہ کون سے افعال نیک ہیں اور کونسے برے مثلاً ہم کو کیا معلوم تھا کہ نماز اچھی شے ہے اللہ نے بتلایا کہ نماز اچھی ہے اور مفید کام ہے ہم اسکو اسی وجہ سے نیک کہتے ہیں اور نیکی میں شامل کرتے ہیں۔ اسی طرح زنا کی نسبت کیا علم تھا کہ برائی ہے حیوانات کرتے ہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ مگر خدا نے بتلا دیا۔ کہ یہ برائی ہے اسلئے ہم اسکو برا جانتے ہیں اور بدی میں شامل کرتے ہیں۔ لہذا یہ نیکی بدی اللہ سے ہی ہے ہم اسے تسلیم کرتے ہیں +

اور اگر یہ کہا جائے کہ سکھ دکھ اللہ سے ہے۔ تو واضح ہو کہ کوئی چیز بذاتہ بری نہیں ہم استعمال میں اسکو برا بنا لیتے ہیں حتی کہ لذیذ مقوی کھانا بھی اگر اعتدال سے زیادہ کھا لیا جاوے تو دکھ دیتا ہے۔ پس برخلاف اس کے زہر اگر ایک مجوزہ طریق سے استعمال کیا جاوے تو مفید ہے

بس ثابت ہوا کہ استعمال ہی بُرا ہے - اور اگر یہ کہا جائے کہ نیکی و بدی کا بنانے والا خدا ہے یا کسی کے نیک و بد افعال سے خدا بوجہ علم ازلی کے پہلے ہی سے واقف تھا کہ فلاں شخص فلاں جرائم کا مرتکب ہوگا اور فلاں کس فلاں نیکی کریگا - تو اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں - کہ پھر یہ اعتراض تو تمام روئے زمین کے ایسے مذاہب پر جو ذات الٰہی کے قائل ہیں ہو سکتا ہے اور دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ کسی فعل کے علم ہونیسے یہ لازم نہیں آتا - کہ اس کے کرنے پر کسی کو مجبور کیا جاوے - مثلاً ایک آدمی کی نسبت کسی شخص کو معلوم ہے کہ اس کا ارادہ ہے - کہ فلاں شب کو کسی جگہ نقب زنی کریگا - تو اب جسکو معلوم ہے - اس معلوم کے عالم پر یہ الزام نہیں عائد ہو سکتا کہ اس نے اسکو نقب زنی کرنے پر مجبور کیا - فقط والسلام

بندہ عبد الخالق از قادیان (تالیف و اشاعت)

مسیحی عقیدۂ تثلیث کی تاریخ

سب سے پُرانا خلاصہ تعلیمات

(۱)

کلیسا جامع وہ ہے جو رسولوں کے عقیدے کے نام سے مشہور ہے - یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسولوں نے انجیل کی منادی کے واسطے دنیا کے مختلف حصوں میں جانیسے پہلے اس عقیدہ کو تسلیم کیا جو اُنکے عقیدے کے نام سے مشہور ہوا - اسی عقیدے کی طفیل مسیح کے شاگرد رومیوں اور یونانیوں پر جو بت پرست تھے ممتاز ہوئے - بعضوں کا گمان ہے کہ پولوس اپنے شاگرد تمطاؤس کو اسی عقیدہ کی حفاظت کے واسطے تاکید کرتا ہو (دیکھو پولوس رسول کا خط نمبر ۲ بنام تمطاؤس ۱/۱۳)

مقدس ایرینیس جس کا اُستاد پولیکارپ مسیح کے حواری یوحنا کا شاگرد تھا - اسی عقیدہ کی نسبت کہتا ہے کہ کلیسیا نے جو تمام روئے زمین پر پھیلی ہے - اس ایمان کو جو ایک خدا قادر مطلق پر ہے رسولوں اور اُنکے شاگردوں سے پایا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ یوسی بیس حصہ دوم باب ۸ دفعہ ۳۴) ✣

(۲)

جب بدعتیں پیدا ہوئیں اور مسیح کی الوہیت کے اقراری لوگ آموجود ہوئے تو منکران الوہیت کی مخالفت میں ایک دوسرا عقیدہ مرتب کیا گیا۔ ۳۲۵ء میں ایک کونسل عامہ بمقام نائس منعقد ہوئی جس میں منکران الوہیت مسیح ملزم ٹھہرائے گئے۔ اور وہ عقیدہ تصنیف ہوا جو عقیدہ نائس کہلاتا ہے اس میں پہلے عقیدہ کی ضد میں یہ بڑھایا گیا کہ مسیح الٰہی ذات ہے + اس میں دو خداؤں کی تعلیم دی گئی۔ ایک بڑا خدا جس کا ذکر رسولی عقیدہ میں قادر مطلق کے لفظ سے ہوا ہے اور دوسرا مسیح بہر حال اس میں بھی صرف دو خداؤں کی تعلیم دی گئی ہے۔ تثلیث کا کہیں ذکر نہیں ÷

(۳)

ایتھانسس۔ یہ شخص پہلے انطاقیا کا ڈیکن تھا۔ پھر یہ روم کا بشپ ہو گیا۔ اس عقیدہ میں یہ اضافہ ہوا کہ مسیح کو بوضاحت تمام خدا کہا گیا۔ اور روح القدس زندگی کا بخشنے والا۔ یہ کونسل ۳۸۱ء میں بمقام قسطنطنیہ منعقد ہوئی۔ اس میں روح القدس کو خداوند اور زندگی بخشنے والا جو باپ سے نکلتا ہے کہا گیا ÷

(۴)

۴۴۷ء میں ایک کونسل ملک سپین میں بدیں غرض منعقد ہوئی کہ روح القدس کی نسبت فیصلہ کیا جائے کہ آیا وہ باپ اور بیٹے ہر دو سے متخرج ہے یا صرف اکیلے باپ سے اور نیز تا کہ اسکی الوہیت کا اقبال بتوضیح وتشریح کیا جائے۔ اس کونسل میں فیصلہ کیا گیا کہ روح القدس باپ اور بیٹے ہر دو سے متخرج ہے اور اب پورے تین خداؤں کی تعلیم دی گئی ÷

لیکن ایک نقطہ پر مغربی اور مشرقی کلیسیاؤں کا اس میں اختلاف ہو گیا ہے اول الذکر تو روح القدس کو باپ اور بیٹے دو نو سے متخرج مانتی ہے لیکن مشرقی کلیسیا جسکو یونانی کلیسیا بھی کہتے ہیں۔ برخلاف پہلی کے اس کو صرف باپ سے نکلا ہوا تسلیم کرتی ہے ÷

ہم نے بلاکم وکاست ہر چہار عقیدے انکے ناظرین کے پیش کر دیئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقع میں مسیح نے تثلیث کی تعلیم کہیں نہیں دی اور نہ ہی اسکے متعلق کوئی آیت انجیل میں ملتی ہے۔ کیا کوئی مسیحی دوست جرأت کر کے ہمارے سامنے آئے گا اور ہمیں ایک ہی آیت انجیل میں سے دکھا دیگا جو ان کی خود ساختہ تثلیث کو ثابت کر سکے۔

علاوہ اسکے ہم ایک مسیحی مورخ کا قول بھی اپنی تائید میں پیش کئے دیتے ہیں کہ واقع میں یہ تبدیلیاں مسیحی مذہب میں بعد میں ہوئیں۔ چنانچہ ڈاکٹر موشائن صاحب اپنی کتاب تاریخ کلیسیا کے حصہ دوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ عیسائی مذہب نے اس وقت تک (دوسری صدی مسیحی) اپنے اصلی حسن و سادگی کو بچا رکھا تھا۔ اور اس کے مختصر عقائد رسولوں کے عقیدے میں کھائے جاتے تھے۔ دین کے معلم انکے علاوہ اور کوئی تعلیم نہ دیتے تھے۔

فضل الرحمٰن ۔ دار الفضل قادیان

---

(۱)

مژدہ واکن مسیحا بر زمین است | ہماناں ظل ختم المرسلین است
تجلی جلوہ ریز قادیاں شد | رموز اسمہ احمد عیاں شد

ایک صاحب نے مجھے یہ دو شعر چھاپنے کیلئے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ جناب گرامی ہوشیار پوری کا نتیجہ فکر ہے۔

---

(۲) شکر واجب ہے کہ فضل ایزدی دمساز ہے
احمد محمود میرا دلبر طناز ہے
آتی ہے ہر دم مجھے الہام حق سے یہ ندا
عاشقان احمدی پر باب رحمت باز ہے
میں تصدق ہو رہا ہوں دل سے انکے نام پر
جس کا روح القدس بھی اک عاشق جانباز ہے

یہ بہت پرانے زمانے کے شعر ہیں۔ مگر ہمارے سب حالی ہیں۔

ایک آیت قرآنی کا صحیح مفہوم

اور

منکرانِ وفاتِ مسیح کا عقیدۂ موہوم

قل فمن یملک من اللہ شیئاً ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم و امہ و من فی الارض جمیعاً۔ (پارہ ۶ ع ۷) سے منکرانِ وفات مسیح یہ استدلال کرتے ہیں کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہیں حالانکہ یہ معنی اس آیت کے نہیں ہیں۔ میں اس آیت مذکورہ کا صحیح مفہوم بیان کرتا ہوں جیسے اس آیت کے لئے حسب ذیل تفاسیر پڑھیں اور غور سے پڑھی ہیں:۔

تفسیر سراج منیر۔ تفسیر ابن جریر۔ تاج التفاسیر۔ جمل لابی البقا۔ صاوی۔ درمنثور۔ بغوی۔ جامع البیان۔ اکلیل۔ شہاب علی البیضاوی۔ قنوی علی البیضاوی۔ روح المعانی۔ تفسیر کبیر۔ تبصیر الرحمن۔ لطائف القرآن۔ مراح لبید۔ عرائس البیان۔ ابن عرفہ۔ تفسیر عبد الرحمن ثعالبی۔ تفسیر مسعود۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر محمدی۔ روح البیان۔ انوار التنزیل۔ کشاف۔ خازن۔ جلالین۔ مدارک۔

بعض تفاسیر کے بیان کردہ مضامین اس آیت کے متعلق ذیل میں لکھتا ہوں۔

تفسیر جلالین میں ہے فمن یملک من عذاب اللہ شیئاً یعنی خدا کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے۔ یعنی اگر خدا حضرت مسیح اور انکی ماں اور تمام اہل ارض کو عذاب دینا چاہے تو اس کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے۔ پس اس آیت سے مسیح کی حیات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کیونکہ مسیح اور انکی والدہ باوجود وفات یافتہ ہونے کے جس طرح کا وجود رکھتے ہیں خدا چاہے تو انہیں عذاب دے سکتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا جلالی کلام مسیح اور انکی والدہ کی الوہیت کی تردید میں ہے گو خدا تعالیٰ عذاب دینا چاہتا نہیں لیکن اس میں کیا شک ہے

بالفرض اگر اس کا ارادہ ہو تو کون ہے جو روک سکے ۔

یہی بات تفسیر سراج منیر ص ۳۲۸ میں لکھی ہوئی ہے۔ اسکے علاوہ تفسیر شہاب علی البیضاوی ص ۲۲۷ میں ہے وھو علی فرض حیاتہا فلا یرد انہا ھلکت۔ یعنی حضرت مسیح کی ماں کا ذکر اس آیت میں اس بنا پر ہے کہ انکی حیات فرض کیجائے۔ ایک محقق کہہ سکتا ہے کہ مسیح کا ذکر بھی اسی بنا پر ہے کہ انکی حیات فرض کیجائے۔ یعنی جس طرح اس آیت سے حضرت مریم کی زندگی ثابت نہیں ہوتی اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی بھی ثابت نہیں ہوتی۔ اس سے حیات مسیح سمجھ لینا صرف اک خیال خام ہے ۔

تفسیر کشاف ص ۳۳۵ میں ہے یہلک یعنی یعدم المسیح وامہ۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یہلک کے معنے یہ ہیں کہ خدا چاہے تو مسیح اور انکی والدہ کو معدوم کرے۔ گم کر دے۔ نیست و نابود کر دے۔ گو وہ ایسا چاہتا نہیں ہے لیکن کیا شبہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو کون آڑے آ سکتا ہے۔ بس کشاف نے بھی بتا دیا کہ اس آیت کو حیات مسیح سے اور حیات مسیح کو اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس آیت کا طرز ادا اور رنگ بیان ہی اور ہے جسے حیات مسیح سے کوئی مناسبت نہیں ۔

تفسیر ابن عباس ص ۳۳۸ میں ہے یہلک یعذب۔ یعنی اگر خدا چاہے تو مسیح اور انکی ماں کو اور تمام اہل ارض کو عذاب دے گو خدا ایسا چاہتا نہیں ہے لیکن یہ کلام مسیح اور انکی والدہ کو خدا ماننے والوں کی تنبیہہ اور زجر کے لئے جلالی شان میں صدائے کبریائی ہے حیات مسیح سے اس آیت کو کوئی لگاؤ نہیں۔ مذکورہ بالا معنی کی تاکید کے لئے ہم قرآن کریم کی روشنی میں تھوڑی سی تفتیش و تحقیق اور بھی کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ لفظ یہلک جو اس آیت میں ہے ہمیشہ عذاب دینے برباد کرنے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے چنانچہ وہ آیتیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں جو اس امر کی گواہ ہیں اور ہم صیغہ غائب۔ مخاطب متکلم۔ ماضی۔ مضارع ہر اک طرح کی چند چند مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اھلاک جس سے یہلک بنا ہے۔ ہر جگہ عذاب دینے برباد کرنے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے ۔

بحث ھنی صیغہ متکلم کی مثالیں جن میں فاعل خدا تعالے ہے جس طرح کہ بھلاک ہیں:-

(۱) وکم اھلکنا قبلھم من قرن (مریم) (۲) وکم اھلکنا من قریۃ (قصص) (۳) من بعد ما اھلکنا القرون (قصص) (۴) وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا کتاب معلوم (حجر) (۵) وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون (شعراء) (۶) واھلکنا اشد منھم بطشا (زخرف) (۷) واھلکنا المسرفین (انبیاء) (۸) وکم من قریۃ اھلکناھا (اعراف) (۹) ولوانا اھلکناھم بعذاب (طہ) (۱۰) وما امنت قبلھم من قریۃ اھلکناھا (انبیاء) (۱۱) وحرام علے قریۃ اھلکناھا (انبیاء) (۱۲) فکاین من قریۃ اھلکناھا (حج) (۱۳) وتلک القری اھلکناھم لما ظلموا (کہف) (۱۴) اھلکناھم فلا ناصر لھم (محمد) (۱۵) والذین من قبلھم اھلکناھم (دخان) (۱۶) فاھلکناھم بذنوبھم (انفال) (۱۷) افلم یھد لھم کم اھلکنا قبلھم۔ (طہ) (۱۸) ولقد اھلکنا القرون (یونس) (۱۹) ولقد اھلکنا ما حولکم (احقاف) (۲۰) ولقد اھلکنا اشیاعکم (قمر) (۲۱) الم یروا کم اھلکنا من قبلھم (انعام) (۲۲) افلم یھد لھم کم اھلکنا من قبلھم من القرون (سجدہ)

تمام مذکورہ بالا آیات میں اھلکنا صیغہ متکلم ماضی ہے اور اھلاک سے مراد عذاب دیکر برباد کرنا ہے کیونکہ صرف موت معمولی مراد ہو تو یہ امر ان آیات میں نہ صرف سیاق سباق اور محل وموقع کے خلاف ہے بلکہ ایک لغو بات ہوگی۔ اسواسطے کہ معمولی موت کے ذریعہ تو خدا نے تمام گذشتہ نیک بندوں اور نبیوں کو بھی وفات دی ہے پس یقیناً اہلاک سے مراد عذاب دیکر برباد کرنا ہے۔

اب ہم ایسی مثالیں بتاتے ہیں جن میں صیغہ متکلم مضارع ہے اور اھلاک سے مراد عذاب و برباد کرنا ہے۔

(۱) الم نھلک الاولین ثم نتبعھم الاخرین (مرسلات) (۲) فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظالمین (ابراہیم) (۳) واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا (بنی اسرائیل)۔

وہ مثالیں جن میں مخاطب مضارع ہے اور اھلاک سے مراد عذاب اور برباد کرنا ہے

(۱) اتھلکنا بما فعل السفہاء منّا (اعراف) (۲) اتھلکنا بما فعل المبطلون۔ (اعراف)

وہ مثالیں جنمیں صیغہ اسم فاعل ہے اور مراد اھلاک سے مراد عذاب اور برباد کرنا ہے۔

(۱) ذالک ان لم یکن ربک مھلک القریٰ (انعام) (۲) وما کان ربک مھلک القریٰ (قصص) (۳) وان من قریۃ اِلّا نحن مھلکوھا قبل یوم القیمۃ او معذّبوھا عذابًا شدیدا (بنی اسرائیل) آیت نمبر ۳ میں اھلاک سے مراد بالکل برباد کرنا ہے اسی طرح اس آیت ذیل نمبر ۴ میں

(۴) اللہ مھلکھم او معذّبھم عذابا شدیدًا (اعراف) (۵) وما کنا مھلکی القریٰ (قصص)۔

صیغہ غائب ماضی کی مثالیں:۔

(۱) انّ اللہ قد اھلک (قصص) (۲) وانہ اھلک عادن الاولیٰ (نجم) (۳) قل ارءیتم اِنْ اھلکنی اللہ ومن معی او رحمنا (ملک)

صیغہ مخاطب ماضی کی مثال:۔

(۱) قال لو شئت اھلکتھم من قبل وایّایَ (اعراف)۔

صیغہ متکلم ماضی کی مثال۔

(۱) یقول اھلکت مالا لبدًا۔ (بلد)

صیغہ مجہول کی مثالیں:۔

(۱) واما عادٌ فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ (حاقہ) (۲) فامّا ثمود فاھلکوا بالطاغیۃ

صیغہ مضارع مجہول کی مثالیں:۔

(۱) ھل یھلک الا القوم الظالمون (انعام) (۲) فھل یھلک الا القوم الفاسقون (احقاف)

صیغہ مضارع معلوم کی مثالیں:۔

(۱) ویھلک الحرث والنسل (بقرہ) (۲) وان یھلکون الّا انفسھم (انعام)
(۳) یھلکون انفسھم (توبہ) (۴) ماکان ربک لیھلک القریٰ بظلمھم و

واہلہا مصلحون۔ (ہود) +

اب غور فرمائیے کہ جس قدر آیات مذکور ہوئیں سب میں اہلاک کے معنے عذاب اور برباد کرنا ہیں۔ پس اسی طرح آیت ان اراد ان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعاً میں بھی اہلاک سے مراد عذاب دینا اور برباد کرنا ہے۔ پس حاصل معنی آیت زیر بحث کے یہ ہوئے کہ کون مانع ہو سکتا ہے اگر خدا چاہے مسیح ابن مریم اور انکی والدہ اور تمام اہل ارض کو عذاب سے برباد کرے یعنی جس وجود سے مسیح اور انکی والدہ موجود ہیں (کیونکہ بعد وفات بھی تو ایک برزخی وجود ہوتا ہے) پس اگر خدا چاہے تو انھیں عذاب دے برباد کرے گو خدا ایسا چاہتا نہیں۔ یہ قہری وجلالی کلام مسیح اور انکی والدہ کے خدا ماننے والوں کو سنایا گیا ہے اور رب العزت نے اس میں اپنی کبریائی کی صدا بلند کی ہے جل جلالہ وعم نوالہ۔

بطلان مطاعن البرہان

تمہید۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ رسالہ البرہان جس کے ایڈیٹر سید محمد سبطین صاحب شیعی ہیں چند سال سے لاہور سے نکلتا ہے۔ ایک رسالہ اصلاح کھجوہ ضلع سارن ملک بہار جسکو بلحاظ انکی دلخراش ودل آزار طرز تحریر کے افساد کہنا چاہیئے۔ جمعیت اسلام میں تفرقہ اندازی ومفسدہ پردازی کی تحریک کے لئے ابن سبا دمعز الدولہ دیلمی ووزیر علقمی وطوسی کی ارواح کو خوش کرنے وبرائے نام فرقہ مظلوم کی حمایت وقائمقامی کے لئے کافی تھا۔ اس سے پہلے چودہ پندرہ برس سے جاری تھا۔ اور اب تک جاری ہے۔ رسالہ اصلاح کی موجودگی میں میرے خیال میں کسی دوسرے شیعہ پرچہ یا رسالہ کے اجراء کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ لیکن چونکہ اس کا مقصد زیادہ تر تفضیل صحابہ رسول مقبول صلوات اللہ علیہم اجمعین تھا۔ اور بس۔ اس واسطے بعض شیعہ منصف مزاج اصحاب بھی اس امر سے خوشنود نہ تھے کیونکہ یہ طرز عمل شیعہ قومیت کی تقویت کا موجب تو بیشک ہو سکتا تھا۔ لیکن اخلاق پسندیدہ وعلوم واسرار وحقائق ومعارف مخصوصہ اہلبیت کے اظہار وترویج کی کوئی صورت اس سے

قائم نہ ہوسکتی تھی۔ اور یہی امر روح و روان مذہب اثنا عشری ہے۔ جسکی طرف شیعوں کو مطلق توجہ نہیں ہے۔ اور نہ دوسروں کی عیب چینی و تجسس مطاعن صحابۂ کرام کا شغل شبا روزی انکو اس کار خیر یا اپنی ذاتی اصلاح و تزکیہ نفوس کیطرف متوجہ ہونے دیتا ہے +

غالباً اس فرو گذاشت کو پورا کرنے کے لئے رسالہ البرہان کا اجراء قرار پایا تھا۔ اور فاضل ایڈیٹر نے شروع شروع میں اس مقصد کو ایک حد تک مدنظر بھی رکھا اور اسی لحاظ سے اس کا وجود مسعود مغتنمات سے تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ صدیوں کی جبلت اور شیعیتی تعصب نے اس مقصد کو بحال خود قائم نہ رہنے دیا۔ اور آخر کار آپ تشیع کی کرسی سے اُٹھ کر رفض کے سٹیج پر جا ہی براجے۔ اور اصلاح و البرہان میں کوئی مابہ الامتیاز باقی نہ رہنے دیا۔

اس معترفی کے بعد اب میں اصل مطلب کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ کہ ایک دوست کے ذریعے مجھ کو ایک دو پرچے البرہان کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایڈیٹر صاحب نے ایک سلسل مضمون بعنوان فتنہ آخر الزمن ایک عرصہ سے شروع کر رکھا ہے۔ اور اس میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیم پر نہایت رکیک اور بیجا حملے کرنے شروع کر رکھے ہیں۔ نہ صرف یہیں تک بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بدظن کرنیکی شرمناک کوشش کی ہوئی ہے، اس بنا پر ضروری معلوم ہوا کہ آپ کے بے بنیاد اور غالیانہ مطاعن و اعتراضات کا جواب دیا جائے۔ وما توفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

قولہ۔ صریح آیات کو موڑ توڑ کر مرزا صاحب کی شان میں لگا دیتے ہیں جیسے آیۃ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں بجائے احمد مجتبیٰ نبی عربی مکی مدنی کے اس کا مصداق احمد قادیانی کو بنا دیا۔ ملخصاً از البرہان جمادی الاول ۱۳۳۰ھ +

اقول۔ ایڈیٹر صاحب نے الزام تو اتنا بڑا لگایا مگر ثبوت میں جو آیت پیش کی۔ اسمیں موڑ توڑ ثابت نہیں کر سکے۔ اور نہ کر سکینگے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے احمدؐ کی بشارت دی تھی۔ احمد قادیانی۔ نے بغیر موڑ توڑ کے اپنے آپ کو اس کا مصداق ظاہر کیا۔ اور مسلم ہے کہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام ثابت نہیں۔ بلکہ بالاتفاق صفاتی نام ہے۔ اور صفاتی طور پر خود احمد قادیانی نے بھی اس بشارت کا مصداق محمد صلعم کو مانا ہوا ہے

دیکھو ازالہ اوہام حصہ دوم ایڈیشن سوم ص۲۷۵ پس اس سے نہ انکار حقیقت ہے۔ اور نہ کوئی موڑ توڑ۔ دوسرے احمد قادیانی نے مہدی موعود ہونے کی حیثیت میں نظر بکمال اتحاد روحانی اپنی ذات کو اس آیت کا مصداق ظاہر فرمایا ہے نہ بنظر مخالفت و رقابت ہاں اسی حیثیت سے جیسے کہ شیعوں نے حضرت مہدی موعود کو قسم قسم کے اسماء و القاب شریفہ سے نامزد کیا ہے۔ جن میں آنحضرت صلعم کے ذاتی اسم کو چھوڑا ہے نہ صفاتی اور نہ کنیت کو۔ اور وہ بھی اپنی طرف سے نہ کہ بحکم خدا۔ چنانچہ ایڈیٹر صاحب کی ایک مایۂ ناز کتاب میں ایک خاص باب اس موضوع پر ہے۔ اور اس میں حسب ذیل نمبروار اسماء و القاب قابل غور ہیں:-

(نمبر۱) "احمد" پہلا نام حضرت کا۔ "جو مخفی نام ہے اور ظاہری "وہ محمد" ہے۔ دیکھو کتاب صراط السوی فی احوال المہدی ص۴۴۰

(۷) "ابوالقاسم" ص۴۴۱ (۲۸) "بقیۃ الانبیاء" ص۴۴۵ (۳۹) "حق" ص۴۴۹ (۴۱) "حامد" (۴۲) "حمد" (۴۳) "حاشر" ص۴۴۹ (۵۴) "دابۃ الارض" ص۴۵۳ (۶۵) "الساعۃ" (۹۳) "عصر" ص۴۵۸ (۱۰۹) "فتح و نصر" ص۴۵۹ (۱۳۲) "مہیمن الآخر" ص۴۶۶ (۱۳۳) "مسیح الزمان" یہ نام حضرت کا غزنیکوں کی کتاب میں ہے ص۴۶۶۔

سوال۔ ان اسماء کی تفصیل سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام کو شیعوں نے کسی آیۂ قرآنی کا جو کسی دوسرے کے حق میں وارد تھی مصداق بنالیا ہے۔

جواب۔ اس تفصیل سے اس قدر تو ثابت ہو گیا ہو گا کہ آنحضرت صلعم کے کئی مخصوص اسماء و القاب شریفہ مہدی موعود علیہ السلام پر چسپاں کئے گئے ہیں۔ اب میں ایک دو مثالیں ایسی عرض کروں گا۔ کہ آیۂ قرآنی میں دراصل کسی اور وجود کا ذکر ہے اور موڑ توڑ کر اسکو چسپاں کیا گیا ہے مہدی موعود پر۔

اچھا اسی کتاب میں اسم نمبر ۳۹ کو لیجئے جو حق ہے اسی کی تشریح اور وجہ تسمیہ میں لکھا ہے "کافی میں جناب باقر سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت نے تفسیر میں

آیۃ شریفہ قل جاء الحق الخ کے کہ جب قائم (مہدی) خروج فرمائینگے تو تمام باطل سلطنتیں
زائل ہو جائینگی۔ اور چونکہ وقوع اس امر کا یقینی اور حتمی ہے اسواسطے صیغہ ماضی استعمال
ہوا ہے گویا کہ یہ بات ہو چکی ہے۔ اور حضرت کی زیارت میں ہے السلام علیٰ حق الجدید
دیکھئے یہاں حق کے آنے سے مراد اسلام وجود مسعود نبی برحق صلعم اور قرآن ہے۔ جو آچکے
اور باطل سے مراد کفر ہے جو مکہ اور نواح مکہ سے دُور ہو چکا ہے۔ لیکن خوش اعتقادوں نے
موڑ توڑ کر اسکو اپنے مزعومہ امام پر چسپاں کر دیا ہے۔

اور سنئے۔ نمبر ۴۳ والا اسم حاشر خاص رسول صلعم کے لئے مخصوص ہے۔ آپنے
فرمایا ہے۔ انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی (متفق علیہ مشکوٰۃ باب اسماء النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب ظاہر ہے کہ حاشر تو آچکا۔ چودہ سو برس کے قریب گذر چکے۔ تو
فرمائیے اب سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غیر کو حاشر سے موسوم کرنا حدیث کی موڑ
توڑ ہے یا نہ؟

اور سُنئے۔ دابۃ الارض نمبر ۴۵ والا سب لوگ جانتے ہیں کہ اس کا ذکر قرآن میں
آیا ہوا ہے۔ دیکھو ص۲ خود ایڈیٹر صاحب نے اس میں لکھا ہے کہ (دابۃ الارض کے متعلق)
"مفسرین اہلسنت کا خیال ہے کہ وہ ایک حیوان ہے اور روایت کرتے ہیں کہ اس کے
پر ہیں اور چار ہاتھ پاؤں ہیں × × × لیکن اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ صفات × × مناسب
نہیں مگر واسطے انسان کے" اور (قول ایڈیٹر) بہت سی حدیثوں میں مذکور ہے کہ
مراد اس سے امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہیں۔ (یعنی شیعونکی حدیث)"

اور تفسیر قمی میں ہے جو شیعونکی خاص معتبر تفسیر ہے۔ اس میں اس آیت کے نیچے
امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب علی علیہ السلام ایک دفعہ ریگ کے ڈھیر
پر سو رہے تھے۔ آنحضرت صلعم نے پائے مبارک سے حرکت دے کر فرمایا۔ اے دابۃ
الارض اُٹھ۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ کیا ہم بھی ایک دوسرے کو اس نام سے پکارا کریں
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ واللہ یہ نام خاص طور پر علیؓ ہی کے لئے ہے۔
اور علی ہی وہ دابہ ہے جس کا ذکر خدا تعالے نے اپنی کتاب میں یوں فرمایا ہے۔ کہ اذا وقع

القول علیہم اخرجنا لھم دابۃ من الارض - پھر فرمایا۔ اے علیؑ جب آخری زمانہ آئے گا تو خدا تعالیٰ تم کو نہایت ہی حسین صورت میں ظاہر کرے گا اور تمہارے پاس نشان لگانے کا ایک آلہ ہوگا جس سے تم اپنے دشمنوں کو نشاندار کر دو گے۔ دیکھو ترجمہ قرآن سید مقبول احمد المعروف بہ مقبول ترجمہ۔ حاشیہ ۱ آیۃ مذکور ۲۰/۲۷ صفحہ ۶۱۲۔

غور تو فرمائیے۔ جب خود رسول صلعم نے اپنی زبان مبارک سے جناب علی علیہ السلام کو بالخصوص دابۃ الارض فرما دیا تو پھر مہدی موعود کس طرح دابۃ الارض ہو سکتے ہیں ؟ یا کیا بجائے ایک کے دو دابوں کی پیشگوئی مانی جائے۔ اب خدارا انصاف سے فرمائیے۔ آپ کو اس دابۃ الارض کی قسم کہ صریح آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی یہ کھلی کھلی موڑ توڑ ہے یا نہ ؟ اور آپ نے جو آیت اسمہ احمد کی موڑ توڑ کا الزام حضرت احمد قادیانی پر لگایا تھا مقابلۃً وہ سراسر بے جا اور ناحق تھا یا نہیں ؟ اگر خوف طوالت نہ ہو تو خدا کے فضل سے بلا مبالغہ سینکڑوں موڑ توڑ قرآن و حدیث کے شیعوں کی کتاب سے دکھلا دوں۔ تاہم کم از کم پانچ موڑ توڑ تو ہیں دکھلا کے ہی رہونگا۔ خواہ بھائی اکمل عدم گنجائش کے شاکی ہی ہوں کیونکہ وہ موڑ توڑ بیٹھ کے موڑ توڑ ہیں +

۱۔ دیکھو قرآن میں شیطان کی طرف سے حکایتاً خدا فرماتا ہے کہ اس نے کہا لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین قال ھذا صراط علیّ مستقیم۔ پ ۱۴/۳ + مقبول ترجمہ میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔ کہ "ان میں سے سوائے تیرے خالص بندوں کے میں ضرور سبھی کو بہکاؤں گا۔ فرمایا یہ علیؑ کا سیدھا راستہ ہے (یا یہی وہ سیدھی راہ ہے جسکی رعایت مجھ پر لازم ہے)" بالفاظہٖ

قرآن میں تو آیا ہے صراط علیّ مستقیم۔ جس کا ٹھیک ترجمہ مترجم مذکور نے خطوط وحدانی میں دیا ہے۔ لیکن اپنے بزرگوں کی تقلید میں خطوط سے باہر موڑ توڑ کر ترجمہ کیا ہے صراط علی مستقیم کا۔ اس آیت کے حاشیہ نمبر ۲ مترجم کا ایک جملہ قابل داد ہے فرماتے ہیں "قول مترجم۔ پڑھنے والے کچھ پڑھا کریں مگر تفسیر عباسی میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ صراط مستقیم سے مراد جناب امیر المومنین علیہ السلام ہی ہیں"

مقبول ترجمہ صفحہ ۴۲ + ممکن ہے کہ ایڈیٹر صاحب کہدیں کہ یہ مقبول کا ترجمہ ہم کو مقبول نہیں؟ اس واسطے خاص آپکی کتاب مستطاب خلافت الٰہیہ سے دکھلا دیتا ہوں +

علی صراط مستقیم ہے۔" خدا نے اپنے رسولؐ کو صراط مستقیم پر قرار دیا ہے اور اپنے ولی کو بھی صراط مستقیم پر قرار دیا ہے بلکہ نفس صراط مستقیم قرار دیا ہے۔ فقال ھذا صراط علیؑ مستقیم۔ یہ علیؑ کا سیدھا راستہ ہے" خلافت الٰہیہ حصہ اول صفحہ ۴۱ حالانکہ قرآن نے دوسری جگہ خود بتلا دیا ہے کہ صراط مستقیم سے کیا مراد ہے جیسے کہ فرمایا

ان اللہ ھو ربّی و ربّکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم ۲۵/۱۲ +

۳۔ قرآن میں خداوند کریم نوح علیہ السلام کا ذکر کرتے فرماتا ہے وانّ من شیعتہ لابراھیم ۲۳/۷۔ اور یقیناً ابراہیمؑ بھی انہی کے پیروؤں میں سے تھے (مقبول ترجمہ) لیکن شیعوں کے ہاں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت مفضل مروی ہے کہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ابراہیم جناب علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھے۔ "پس ابراہیم گفت بار خدایا مراز شیعہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب قرار دہ خطاب رسید کہ یا ابراہیم ما تو را از شیعیان علی گردانیدیم۔ پس ازیں جہت حضرت عزت فرو فرستاد در قرآن عظیم در شان ابراہیم ایں آیۃ را کہ وانّ من شیعتہ لابراھیم" کتاب نجم ثاقب میرزا حسین النوری الطبرسی باب پنجم صفحہ ۱۲۶

لطیفہ۔ اصل روایت میں مذکور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالےٰ سے سوال کیا تھا کہ شیعیان علیؑ کی کیا علامت ہے تو خدا نے فرمایا کہ وہ رات دن میں نماز اکیاون ۵۱ رکعات پڑھتے ہیں۔ ابراہیم گفت بچہ چیز شناختہ بیشود شیعہ امیر المومنینؑ حق تعالیٰ فرمود بہ پنجاہ و یک رکعت نماز در شبانہ روز سے گذاردن +

اور اس زمانہ کے شیعہ بجائے ۵۱ رکعات کے صرف ۱۷ رکعات رات دن میں ادا کرتے ہیں ایک دم ۳۴ رکعات کو اڑا دیا ہے جس سے صاف ثابت ہو سکتا ہے کہ سید سے لیکر شیخ تک اور مجتہد سے لیکر مقلد تک۔ یہ لوگ برائے نام شیعہ علیؓ ہیں۔ اور برائے نام پیروان ملت ابراہیمؑ ہیں

۳۔ خدا ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ان ھٰذا لھو البلٰؤُا المبین وفدینٰہ بذبحٍ عظیم ۲۷ بیشک یہ کھلی آزمایش ضرور ہے اور ہم نے اس کا فدیہ ایک بڑی قربانی مقرر کی ہے ۔ مقبول ترجمہ ص۷۱۹

ذبح عظیم سے مراد شیعہ وسنی کی تفاسیر میں بہشت کا دُنبہ لکھا ہوا ہے دیکھو تفسیر صافی وعمدۃ البیان سید عمار علی ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی شیعوں نے ذبح عظیم سے مراد امام حسین علیہ السلام لی ہے ۔ اور ایک طولانی بے سروپا روایت کے آخر میں اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ سنکر اظہار رنج کیا ۔ اور اس رنج پر اپنے بیٹے کے رنج کو فدیہ کر دیا ۔ دیکھو مقبول ترجمہ ص۷۱۹ وکتاب اعجاز التنزیل خلیفہ سید محمد حسن صاحب ۔ وناسخ التواریخ +

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مخالفین کے مکالمہ کی نسبت حکایتاً آیا ہے فنظر نظرۃ فی النجوم ۝ فقال انی سقیمٌ ۝ فتولوا عنہ مدبرین ۲۳ پھر ستاروں کی طرف ایک نظر ڈالی اور یہ فرمایا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں بس یہ لوگ تو پیٹھ پھیر کر ان کے پاس سے (اُدھر) گئے + شیعوں نے بلالحاظ سیاق وسیاق آیۃ صرف انی سقیم کے جملہ پر ایک عجیب وغریب شان نزول بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے امام حسین علیہ السلام کا واقعہ ہائلہ شہادت دکھائے جانے کی درخواست کی تھی + یہ درخواست منظور ہوئی اور انھوں نے وہ مصائب دیکھے بس جس وقت انھوں نے یہ فرمایا انی سقیم تو اس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی مصیبتیں جو میں دیکھ چکا ہوں ۔ ان کے سبب میری طبیعت پر ایسی کوفت ہے کہ میں سقیم ہوں مقبول ترجمہ ص۷۱۸ +

لطیفہ ۔ روایت مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واقعات شہادت کا دردناک مشاہدہ کرنے کے بعد ایسے غمگین ہو گئے کہ فرمایا انی سقیم ۔ اب کون پیرو ملت ابراہیم ان کے اس اظہار ملال کا انکار یا اس میں شک وشبہ کی جسارت کر سکتا ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ اصول کافی کے باب التقیہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم

نے جو اِنّی سقیم فرمایا تھا۔ از راہ تقیہ فرمایا تھا۔ ورنہ واقعی وہ سقیم نہ تھے چہ خوش

۵۔ آیۃ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (توبہ ع ۴) بدیہی ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلعم کے بارہ میں ہے کیونکہ رسول ہدایت و صاحب دین حق وہی ذات بارکات ہے علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ شیعہ اس آیت کا مصداق بھی مہدی موعود کو مانتے ہیں۔ چنانچہ مقبول ترجمہ کے حاشیہ ۳ پر بحوالہ تفسیر قمی لکھا ہے "کہ یہ آیت قائم آل محمد کے بارے میں نازل ہوئی ہے"

ایڈیٹر صاحب بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ نے بھی اپنی کتاب میں جو ایک نہیں دو نہیں بلکہ اکتالیس آیات بحق مہدی موعود علیہ السلام۔ مگر کس طرح؟ موڑ توڑ کر۔ ہاں موڑ توڑ کر اک مستقل باب میں جمع کر دی ہیں۔ آیت مذکورہ کا مصداق بھی انہی کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں "اکثر روایات شاہد ہیں اور خود الفاظ آیت دلالت کرتے ہیں کہ یہ وعدہ ابھی پورا نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ ظہور امام مہدی علیہ السلام اور انہی کے ہاتھ پر ہوگا" صراط السوی ص ۴۲۵

فی الحال میں انہی چند جوڑ توڑ پر اکتفا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ منصف مزاجوں پر خود روشن ہو گیا ہوگا کہ دراصل اس الزام کے مستحق خود شیعہ صاحبان ہیں۔ نہ کہ حضرت احمد قادیانی اور ان کی جماعت۔

یہ تو ہو گیا الزامی جواب۔ اب تحقیقی جواب یہ ہے کہ جیسے کہ آیۃ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ نصاریٰ کا ذکر ہے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم الخ اور بعد میں فرمایا ہے۔ یاایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان اس آیت میں رسول صلعم کو ہدایت و دین الحق کے ساتھ ممتاز کر کے بھیجنے کی علت غائی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ تاکہ تمام ادیان باطلہ پر غالب ہو۔ اور اس سے پایا جاتا ہے کہ رسول صلعم کی ایک بعثت تو اپنے وقت پر ہو چکی ہے۔ جو تکمیل ہدایت کے لئے تھی۔ اور ایک دوسری

بعثت اشاعت تکمیل ہدایت کے لئے ہوگی۔ مگر چونکہ رسول صلعم فوت ہو چکے ہیں۔ اس واسطے اس غرض کی تکمیل کے لئے آپکی امت میں سے ہی کوئی فرد کامل جو بطور آپ کے قائمقام کے ہوگا۔ مبعوث ہونا تھا اور یہ اس وقت ہونا تھا جبکہ دوسرے ادیانِ باطلہ کے ظہور کامل کے ساتھ دین عیسوی کو بھی علی الخصوص غلبہ تامہ حاصل ہو جائے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے مرویات اہلسنت کے رو سے اس کا مصداق مسیح موعود ہے۔ نہ کہ مہدی۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے۔ وقال ابوھریرۃ والضحاک ذٰلک عند نزول عیسی علیہ السلام ××× ویدل علی صحتہ ھذا التاویل ماروی عن ابی ھریرۃ فی حدیث نزول عیسی علیہ السلام قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویھلک فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام۔ اور ساتھ ہی اسی مقام پر مسلمانوں کی حالت زار و غربت اسلام کے بارہ میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ لا یذھب اللیل والنہار فی تعبد اللات والعزی ××× فیرجعون الی دین آبائھم +

اب موجودہ زمانہ وہ ہے جس میں تمام مذاہب میں ایک نمایاں جوش و خروش اور تموج نمودار ہے علی الخصوص مذہب صلیب پرستی میں۔ کہ اس سے زیادہ ممکن و متصور نہیں اس وقت میں اس رسولؐ یا بروز رسولؐ کا ظہور از بس ضروری تھا۔ مگر جمالی رنگ میں نہ جلالی رنگ میں۔ آنحضرت صلعم کا جلالی نام محمدؐ ہے اور یہی ماں باپ کا رکھا ہوا ذاتی نام ہے۔ جلالی رنگ میں تو آپ کی بعثت ہو چکی ہے۔ اس واسطے اب جو بعثت ہونی مقدر تھی وہ جمالی نام احمد کے نام سے ہی ہونی تھی۔ اور اسی لئے اس کے ظہور کی بشارت خود عیسی علیہ السلام کی زبان مبارک سے احمد کے نام سے دیگئی۔ جس کے ذاتی طور پر مصداق ہونے کا حضرت احمد قادیانی نے دعویٰ فرمایا۔ اور بار بار آپ نے فرمادیا ہے کہ میری رسالت یا نبوت خود آنحضرت صلعم کی ہی نبوت ہے نہ آپ سے جداگانہ +

اگر باایں ہمہ تصریحات آپ احمد قادیان کو جس کا دعویٰ کسی جدید اسلام یا جدید دین پر مبنی نہیں ہے بلکہ صرف تجدید دین پر مشتمل ہے۔ خواہ مخواہ "آنحضرتؐ کی نبوت کا منکر یعنی اسلام سے خارج بناتے ہیں اور یہ کہ "ضرور بالضرور مرزائیت اسلام کا نقطہ

متقابل ہے اور اسلام اور مرزائیت کبھی جمع نہیں ہوسکتے"۔ +

تو فرمایئے کہ آپ کے اعتقاد کے مطابق آپ کا مزعومہ مہدی موعود کس طرح جاء الحق وزھق الباطل اور ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ کا مصداق ہوکر مہدیٔ برحق اور رسول بالھدیٰ ودین الحق کا مظہر ہوسکتا ہے؟ کیونکہ آنے والا حق آچکا۔ اور جس رسول کا ذکر اس آیت میں ہے وہ بھی آچکا اور جوادیان باطلہ اس کے مولد پاک ومسکن شریف کے گردوپیش تھے اس کے دست حق پرست پر بکلی مغلوب ومنکوب ہوچکے پس جو شخص بایں ہمہ ظہور حق وغلبہ اسلام اس بات کا قائل ہوکہ ابھی تک نہ حق آیا ہے اور غلبۂ اسلام ظہور پذیر ہوا ہے اس پر بھی آپ کا یہ تحکمانہ فتویٰ جاری ہوسکتا ہے یا نہ؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر اسمہ احمد کا مصداق صرف احمد مجتبیٰ عربی مکی ومدنی احمد ہی ہے تو کیا ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ کا مصداق بھی وہی رسول عربی مکی ومدنی نہیں ہے؟ کیا از روئے معتقدات اسلام احمد اور رسول سے ایک ذات سرور کائنات مراد نہیں؟ کیا رسول واحمد کے اسماء کا مسمی ایک ہی وجود مسعود نہیں؟ +

پھر کیا وجہ ہے کہ احمدیت کے مدعی پر تو منکر نبوت وخارج اسلام کا فتویٰ دیا جائے اور رسول کے مدعی ومصداق کو اس فتویٰ سے مستثنیٰ رکھا جائے؟۔ وتلک اذا قسمۃ ضیزیٰ + باقی دارد۔ خادم حسین

شہادت القرآن

میں حضرت اقدس نے ایک حدیث کے لئے بخاری کا حوالہ دیا ہے اور وہ حدیث صحیح البخاری میں نہیں اس پر بعض مخالفین بہت شور مچاتے ہیں۔ انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ مشکوۃ باب المبعث وبدء الوحی میں الفصل الاول کی پہلی حدیث (جو بروایت ابن عباس قال بعث رسول اللہ صلعم لاربعین سنۃ سے شروع ہوتی ہے) کی نسبت لکھا ہے (متفق علیہ) حالانکہ یہ حدیث صرف مسلم میں ہے۔ بخاری میں نہیں چنانچہ مرقاۃ میں ملاعلی قاری نے اس کا اقرار کیا ہے تو کیا صاحب المشکوۃ پر بھی فتویٰ دوگے جو مسیح موعود پر دیتے ہو +

بشارات القرآن

(سلسلہ کے لئے دیکھو تشحیذ الاذہان ماہ مئی سنہ ۱۹ ۶ء)

پیشگوئی ۱۰۳

سورہ انفال ع ۴۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ط وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۔ لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ

ترجمہ کفار مکہ وغیرہ جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تاکہ روک ہو جائے اللہ کے راستہ میں۔ وہ بہت جلد خرچ کر چکینگے سارے مال (اور ہمتیں۔ اور تدبیریں اور مکر اور فریب اور منصوبے) جو ہوگا ان کے لئے حسرت اور پچھتانے کا موجب۔ تب مغلوب اور ذلیل و معذب کئے جائینگے۔ اور منکر نار الحرب جہنم کیطرف اکٹھے کئے جائینگے۔ تاکہ خبیث اور طیب میں ایک کھلا امتیاز ہو جائے۔ سو یہ پیشگوئی بھی دنیا کے سامنے پوری ہوئی۔ اور کفر و شرک کو بیخ سے اکھاڑ دیا گیا۔

پیشگوئی ۱۰۴

انفال ع ۶۔ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔ یعنے اے مسلمانو! مصائب پر صبر کرتے رہو۔ کہ اللہ تمہارا ہی ساتھی اور مددگار ناصر ہوگا ۔ یہ ایک پیشگوئی کے طور پر فرمایا کہ تمہارے مصائب کے ایام تھوڑے ہی ہیں۔ صبر کرو۔ اللہ تعالےٰ ان تمہارے مصائب کو بادشاہی سے بدل دے گا۔ اور تمہارے اعداء کو تمہاری ہی آنکھوں کے روبرو نیست کر دے گا۔ اور ان کا ناصر۔ ساتھی ہرگز کوئی نہ ہوگا۔ سو ایسا ہی ہوا +

پیشگوئی ۱۰۵

انفال ع ۷ - کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ الخ

ترجمہ - یعنے مانند فرعونیوں کی - اور ان لوگونکی جو پہلے ان سے تھے - وہ منکر ہوئے اللہ کی آیات - اور انبیاء اللہ سے - پھر پکڑ لیا اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کے سبب - بیشک اللہ زور والا سخت عذاب کرنیوالا ہے - یہ اس لئے اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا نعمت کو جو کسی قوم پر انعام کی گئی - یہاں تک کہ وہ اپنے نفسوں کی حالت کو نہ بدلیں

ان آیات میں یہ پیشگوئی ہے کہ جس طرح پہلے منکرین کو عذابوں میں ماخوذ کیا اسی طرح اب بھی وہی خدا قوت زور والا منکران محمد و مکذبان آیات اللہ کو عذابوں سے ہلاک کرے گا - اور اللہ تعالیٰ موافق اعمال کے قوم کی حالت بدلے گا - اگر وہ منکر ہوں تو سزا دے گا - اگر مومن ہوں تو انکی حالت نعمات سے بدل دیگا - سو ایسا ہی ہوا +

پیشگوئی ۱۰۶

انفال ع ۹ - يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - ترجمہ - اے نبی کافی ہے تیرے لئے ایک ہی اللہ اور تیرے تابعدار جو مومن ہیں - پھر اے نبی رغبت دلا لڑائی پر مومنین کو - اور اگر ہونگے بیس مومن صابر - غالب آوینگے دو سو کفار پر - اور اگر ہوں گے سو مومن غالب آوینگے ہزار کفار پر -

ان آیات میں جو پیشگوئی ہے وہ آفتاب کی مانند چمکتی ہے چنانچہ جنگ بدر میں کفار مکہ کا ایک ہزار آدمی تھا - اور اس طرف دو سو کچھ زائد بیس حسب پیشگوئی مومن غالب آگئے تھے

پیشگوئی ۱۰۷

انفال ع ۱۰ - وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ

ترجمہ - وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرۃ بھی کی - اور جہاد بھی کیا اللہ کی راہ میں اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ ہیں سچے مؤمنین - انکے لئے ہے مغفرت اور رزق عزت والا - اور باکرامت ۔

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی ہے کہ جو سچے مومن کفار سے ذلت و اذیت اٹھا رہے ہیں انکو بڑی عزت و عظمت - اور شاہانہ رزق عطا کیا جائیگا - چنانچہ انہی کو بادشاہ عجم و عرب بنایا گیا

پیشگوئی ۱۰۸

توبہ ع ۱ - بَرَاۗءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۙ وَرَسُوْلُہٗ ۭ ترجمہ - برائت ہے اللہ و رسول کیطرف سے ان لوگوں سے جنسے عہد کیا تم نے مشرکین سے پس زمین پر چل پھر لو چار ماہ - اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے - اور اللہ خوار و ذلیل معذب کرنیوالا ہے کفار کو - اور اعلان سے پکارا جائے اللہ و رسول کیطرف سے لوگوں کو حج اکبر کے دن - کہ بیشک اللہ و رسول بیزار ہیں مشرکوں سے اور اگر توبہ کریں بہتر ورنہ معذب کئے جائینگے + سورۃ ہذا اہل مکہ کو ایک پیغام جنگ تھا - جسکو حضرت ابوبکرؓ لیکر مکہ میں گئے تھے - اور بعدہ حضرت علیؓ روانہ کئے گئے تھے +

سو یہ پیشگوئی تھی کہ اللہ و رسول ان سے بیزار ہو چکے ہیں - اور اللہ کی بیزاری اس کا قہر ہوتا ہے جس سے اللہ کے فرشتے زمین و آسمان وغیرہ بھی بیزار ہو جاتے ہیں -

پس اس بیزاری کا نتیجہ وہ روز ہوا - جبکہ مشرک بے نشان کئے گئے +

درس الحدیث

(از افادات حضرت فضل عمر)

حدیث محمد بن بشار -

کانت بنی اسرائیل تسوسھم الانبیاءُ - بنی اسرائیل میں حکمران نبی آتے تھے - لیکن میرے بعد ایسا نبی کوئی نہ ہوگا - جو حکمران ہوگا - ہاں خلفاء ہونگے - پس تم ان کی پیروی کرنا - اور جو وہ کہیں ماننا - خدا خود ان سے یہ پوچھے گا - جو رعایا اس نے ان کو دی ہے - ان کے ساتھ انھوں نے کیا برتاؤ کیا اور کن احکام پر ان کو چلایا +

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا - دیکھنا چاہیئے کہ پہلے نبی کیسے تھے - یہاں بتایا ہے کہ وہ نبی حاکم ہوا کرتے تھے - حالانکہ بنی اسرائیل میں تو ایسے نبی بھی کثرت سے ہوئے ہیں جو حکمران نہ تھے - یہاں ان کا ذکر نہیں فرمایا - تو جو آپ نے فرمایا ہے اس کا یہی مطلب ہے - کہ بنی اسرائیل میں دنیاوی بادشاہ نبی بھی آتے رہے ہیں - لیکن میرے بعد دینی پیشوا ہی ہونگے - بادشاہ نبی نہیں ہونگے + اور فرمایا کہ خلیفہ ہو - تو جو پہلا ہو اسکی بیعت کرو - جو بعد میں دوسرا پہلے کے مقابل پر کھڑا ہو جائے جیسے لاہور میں ہے - تو اسے قتل کر دو - مگر یہ قتل کا حکم تب ہے - جب سلطنت اپنی ہو اب اس حکومت میں ہم ایسا نہیں کر سکتے +

حدیث - سعید بن مریم - اب (نام کے) مسلمانوں کو اگر ہم (ان کے اپنے قول کے مطابق) کافر کہہ دیں تو وہ چلاتے ہیں - لیکن نبی کریم نے تو انھیں یہود و نصاریٰ قرار دیا ہے -

یہود اس لئے کہ آنے والے مسیح کا انکار کر دیا - اور نصاریٰ اس لئے کہ پچھلے مسیح کو وہ وہ صفات دیئے کہ ابن اللہ کہہ دیا +

حدیث - محمد بن یوسف - بعض لوگ اس حدیث کو دیکھکر اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہود کے ساتھ کسی معاملہ میں کسی ایک بات میں بھی مشابہت مت رکھو - ان کا

یہ کہنا غلط ہے۔ دین میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ عبادت میں اس طرح پر ہاتھ رکھ کر عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے رک گئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کسی آدمی نے نبی کریم صلعم سے عرض کیا کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ ایسا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم ایسا نہیں کرتے۔ آپ ناراض ہوئے اور فرمایا جس چیز کا خدا نے تمہیں حکم نہیں دیا وہ کیوں کرتے ہو ÷

حدیث قنیبة۔ یہ ایک عجیب حدیث ہے۔ اس میں بتلایا ہے۔ کہ دن کے پہلے حصے میں یہود نے کام کیا۔ پھر نصاریٰ نے عصر تک۔ پھر عصر سے مغرب تک مسلمانوں کا کام ہے۔ گویا مسلمانوں کی میعاد ان تمام سے کم ہوئی۔ گویا مسلمانوں کا وقت تین سو سال تک ہونا چاہیئے۔ اس لئے بعض مفسرین نے یہ فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ قیامت تین سو سال تک آویگی۔ لیکن اب تو تیرہ سو سال گذر چکے ہیں ÷

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان جب کسی کام کی ابتداء کرتا ہے۔ مثلاً عمارت کا ابتدا تو وہ بہت آسان ہوتا ہے لیکن آخر میں جاکر جب عمارت بہت ہی بلند ہو جاوے تو اس پر کام کرنا خطرناک ہوتا ہے۔ تو مسلمانوں کو آخری وقت ملا ہے کام کرنیکے لئے ÷ مسلمانوں کو کام بہت مشکل دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ زیادہ انعام کے مستحق ہیں نحن اکثر عملاً واقل عطاءً یہ یہود کا قول ہے۔ خدا تعالےٰ اس کی تصدیق نہیں کرتا یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے ÷

پہلی شریعتیں بھی محدود تھیں ان کو ہر طرح سے مقید کیا گیا تھا۔ اور بتلایا گیا تھا کہ فلاں کام ایسے کرنا فلاں ایسے مگر شریعت اسلام میں احکام بتلائے ہیں۔ اور باریک در باریک راہیں گناہوں سے بچنے کے لئے فرمائی ہیں اس لئے اس پر بہ نسبت پہلی شرائع کے عمل مشکل ہے۔ اسی وجہ سے یہ دو دو قیراط کے مستحق ہیں۔ اور پہلے ایک ایک کے۔ حضرت صاحب سے اگر کوئی پوچھتا کہ آپ احمدیوں کو ہمارے پیچھے کیوں نماز کی اجازت نہیں دیتے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ تم کافر ہو۔ اس لئے۔ بلکہ آپ ہمیشہ انھیں ان ہی کی زبانی مجرم قرار دیتے کہ تم لوگ ہمیں کافر کہتے ہو۔ اور ان کے مُنہ سے ان پر حجت قائم کرتے

کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا حسب حدیث خود کافر ہے +

اللہ تعالےٰ نے یہاں انکو یہی جواب دیا ہے کہ ھل ظلمتکم من حقکم شیئاً کیا ہمنے تمہارا حق تم سے رکھ لیا ہے ؟ یہ تو ظاہر ہے کہ خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ انکو پورا حق دیا ہے گویا انکے مُنہ سے ان پر حجت قائم کردی کہ تم پر ظلم نہیں کیا گیا +

حدیث۔ علی بن عبد اللہ۔

ایک صحابی تھے۔ انھوں نے کفار سے جزیے میں شراب کے پیپے لئے۔ اور انکو بیچ کر انکی قیمت بیت المال میں داخل کروادی۔ حضرت عمرؓ نے سُنا۔ تو آپ خفا ہوئے اور فرمایا قاتل اللہ فلانا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حرام چیز کا اپنے پاس رکھنا اسکی خرید و فروخت بالکل منع ہے +

حدیث ابو عاصم الضحاکؒ بن مخلد

بلغوا عنی ولو اٰیۃً۔ اس میں آپ صلعم نے تبلیغ کا حکم فرمایا ہے تبلیغ کردو خواہ تھوڑی ہی ہو بعض لوگ عذر کرتے ہیں کہ ہمیں تبلیغ کرنا آتا نہیں۔ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں۔ چاہے ایک آیت ہی پہنچاؤ لیکن پہنچا ضرور دو۔ جتنا آتا ہے اتنا ہی سہی کسی کو اگر صرف لا اِلٰہ الا اللہ آتا ہو تو وہ وہی پہنچادے۔ ساری دُنیا کی واقفیت تو انسان کیلئے ناممکن ہے۔ جو تبلیغ کرتا ہے۔ اس کا علم معرفت خشیت بڑھ جاتی ہے +

حدثوا عن بنی اسرائیل۔ بنی اسرائیل کی باتیں بھی اگر بیان کرو۔ تو حرج نہیں ہے مگر آجکل کے مفسروں نے اسے فرض سمجھ لیا ہے۔ ومن کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ باوجود اس انذار کے مسلمانوں میں روائتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو محض جھوٹی ہوتی ہیں۔ لوگ ایک بات کسی تفسیر کی سن لیں۔ تو اُسے نبی کریم کیطرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اول تو عام لوگوں کی نسبت جھوٹی بات بنالینا بھی بُرا ہے۔ اور منع ہے۔ خاصکر نبی کریم صلعم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا تو بہت ہی بُرا ہے + حضرت مسیح موعود کیطرف بھی ایسی باتیں منسوب کر دینے سے احتراز نہیں کیا جاتا۔ حضرت صاحب نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ آپکے ساتھ ہے۔ اور آپ اور وہ جا رہے ہیں آگے ایک اور آدمی ملا۔ اسکی نسبت دریافت کیا کہ کون ہے تو جواب ملا کہ مجدالدین۔ لیکن اب لاہوریوں نے بجائے اس دوسرے آدمی کے ساتھ والے کو مجدالدین بنایا۔ اور پھر صرف مجدالدین ہی نہیں بلکہ

ریویوز

اتالیق

ماسٹر احمد حسین صاحب فریدآبادی بچوں کے لئے ایک رسالہ جاری کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا پہلا نمبر بطور نمونہ نکل آیا ہے۔ خوشخط۔ کاغذ اچھا اور مضامین بچوں کے مذاق کے مطابق۔ زبان سلیس۔ امید ہے یہ رسالہ ترقی کرے گا ہمارے احباب توجہ کریں تو یہ رسالہ بہت جلد ترقی کر سکتا ہے **قیمت سالانہ عہ**

سہاگ نامہ

نصیر بک ایجنسی قادیان کے مالک نے منشی جھنڈے خاں صاحب کی پنجابی نظم جو جلسہ سالانہ کے ایام میں بہت مقبول ہوئی تھی بہت عمدگی کے ساتھ چھپوائی ہے۔ **قیمت مع محصول ڈاک ۲ ر**

البرہان کو نوٹس

ایک شیعہ رسالہ ہے جسکی نسبت ہمیں اطلاع پہنچی ہے کہ ہمارے خلاف مضامین چھاپتا ہے اور پھر ہمیں سے چھپاتا ہے۔ یہ مردانہ طریق مبارزت نہیں ہے ہم نے ایک چٹھی بھی لکھی تھی۔ اب بذریعہ رسالہ ہذا نوٹس دیتے ہیں کہ البرہان تشحیذ کے تبادلہ میں بھیجا کریں۔ اگر منظور نہ ہو تو ششماہی کے لئے وی پی کر دیں۔ اگر ایسا نہ کریں۔ اور ہمارے خلاف مضامین بھی لکھتے جائیں جن کا جواب ہم بوجہ عدم خبر کے نہ دے سکیں تو ہم پر کوئی الزام نہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو گا کہ البرہان کو احقاق حق مطلوب نہیں بلکہ محض اضلال ۔

مبارکباد

تشحیذ کے نامہ نگار مولوی جلال الدین صاحب نے اس سال "مولوی فاضل" کا امتحان دیا تھا۔ جس میں وہ کامیاب ہو گئے آپ مدرسہ احمدیہ کے فارغ التحصیل طالب علم ہیں جس کا نصاب دینی علوم میں فاضل ہونیکی ضمانت ہے۔ ہم میاں امام الدین صاحب سیکھوانی (جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے پرانے صحابی ہیں) کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ ان کا بیٹا اٹھارہ سال کی عمر میں وہ فضیلت حاصل کرتا ہے جس پر امرتسر کے ثناء اللہ کو بڑا ناز ہے۔ بلکہ وہ اس نعمتِ ایمانی سے بھی متمتع ہے جو ابوالوفا کو نصیب نہیں ہو سکی ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کیلئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا اپنے پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت کر سکیں یہ اصلی عرق کافور عرصہ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت فی شیشی ۴ر محصولڈاک ایک سے ۲ شیشی تک ۵ر +

کلورڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑہ۔ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک دو خوراک سے کافور ہوجاتا ہے۔ آنوں کے دست ہیضہ کیلئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے نامی دواخانہ سے بنوائی ہے اس لئے دیگر قیمتی کلورڈاین سے کہیں بہتر اور مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۰ر محصولڈاک ۵ر +

چھ مشہور دوائیوں کا بکس

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجربات دوائیں گذشتہ چھتیس ۳۶ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہورہی ہیں اس لئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کیلئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنا ہے جس میں اسقدر کافی ہر ایک ادویہ ہیں کہ آزمایش پورے طور سے ہوسکتی ہے۔ یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے۔ (دواؤں کے نام) دمہ کی دوا۔ کولا ٹانک مقوی باہ کی گولیاں۔ عرق کافور۔ جلاب کی گولیاں۔ عرق پودینہ سبز۔ قیمت عہ۔ محصول ۴ر +

طاقت بڑھانیوالا پھل

کولا ٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری یا تبدیلی آب ہوا کے سبب بدن کمزور ہوگیا ہو تو انکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے۔ اسلئے گھوڑے کی سواری۔ پہاڑ کی چڑھائی کشتی کسرت۔ ناچ گانا۔ پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے انکو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا۔ ہولدل۔ دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو تو انکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلاقیمت منگوا کر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ۱ر محصول ۵ر + ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور ڈاکٹروں یا دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

دار الامان قادیان

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام مینجر

جلد ۱۴

نمبر ۷

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء مطابق شوال ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے ۱؏ غیر ممالک سے ۲؏ طلباء سے ۱؏ روپے

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ الاذہان کیلئے اپیل

اس رسالہ میں جناب مکرمی ناظر صاحب تالیف و اشاعت قادیان کی طرف سے ایک اپیل شائع ہوتی ہے جسمیں دکھایا گیا ہے کہ تشحیذ ساڑھے چھ سو روپے کا مقروض ہے اور یہ روپیہ لوگوں کو واجب الادا ہے علاوہ ازیں دیگر اخراجات سال حال کے پورا کرنے کے لئے کم از کم ساڑھے تین سو روپیہ اور چاہیئے:۔

ضروری تشریح

تشحیذ ماہ جون میں صفحہ ۳۸ پر جو خلیفہ کے بارے میں زیر عنوان "درس حدیث" لکھا گیا ہے۔ اسمیں جیسے لاہور میں ہے "کا فقرہ اس طالب علم کا سمجھا جائے جس نے اس درس کے نوٹ ۱۹۱۸ء میں لیے تھے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نہ تو خود ... فریق مخالف ان معنوں میں خلیفہ ہونے کا مدعی ہے جن معنوں میں حضرت فضل عمر کو سمجھتے ہیں اور نہ ہم اسے ایسا جانتے ہیں۔ پس اسکی مثال درست نہیں ہو سکتی۔ دوم یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شریعت کی مقرر کردہ سزا دینے کا حق اسلامی سلطنت میں بھی صرف بادشاہ اور اسکے مقرر کردہ حاکم ہی کو ہوتا ہے۔ یہ نہیں جو شخص چاہے اپنے طور پر سزا دیدے اسطرح تو امن قائم نہیں رہ سکتا۔ مثلاً چور کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم ہے تو یہ مطلب نہیں کہ جو شخص چاہے چور کے ہاتھ کاٹ دے بلکہ یہ امر حاکم مجازی کے پیش کیا جائیگا اور وہ ہاتھ کاٹ سکتا ہے اور جب سلطنت اسلامی نہ ہو تو بطریق اولیٰ قطعاً کوئی شخص سزا کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا یعنی اسکے لیے روا نہیں کہ وہ کوئی حد جاری کرے۔ یہ تشریح حضرت خلیفۃ المسیح نے بارہا فرمائی ہے اور ہر احمدی اسے جانتا ہے۔ ہمنے اسلیے اسے لکھدیا تا کسی غیر احمدی یا غیر مبائع کو غلط فہمی نہ ہو۔ +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء

٭

صداقت مسیح موعود

تعلیم الاسلام ہائی سکول فرزندان احمدیت میں کیا روح بھر دیتا ہے اور اس مدرسہ میں طالب علموں کی کیسی تربیت ہوتی ہے اسکے ثبوت میں یہ مضمون کافی ہے جسکی نسبت مجھے یقین ہے کہ مضمون نویس کے اپنے تدبر کا نتیجہ ہے۔ ماشاء اللہ جو لکھا ہے خوب لکھا ہے اور مَیں نے مضمون کو اصلی رنگ دکھلانے کے لئے اس میں کوئی ترمیم نہیں کی یہ خوشی کی بات ہے کہ شیخ چراغ الدین صاحب اپنی زندگی خدا کے حضور حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر دین کی خدمت کے لئے وقف کر چکے ہیں خدا اس عزم میں جزم اور ارادہ میں برکت دے۔ (ایڈیٹر)

غیر احمدی دوست ہمیشہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی تصدیق قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے تو ان کو آپ کے ماننے

میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔ پس ان کے ایسا کہنے کی بنا پر میں قرآن کریم سے وہ معیار صداقت پیش کرتا ہوں۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے اللہ تعالےٰ نے پیش کئے۔ اور انہی معیاروں کی رو سے اگر حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہو جائے تو میں امید کرتا ہوں کہ غیر احمدی دوست جیسے کہ وہ کہتے ہیں آپ کے ماننے میں کوئی عذر نہیں کرینگے۔ کیونکہ ایک مسلم کی سعادتمندی اسی بات میں ہے کہ جسکی قرآن کریم اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تصدیق کریں وہ اسکی تکذیب نہ کریں۔ سورۂ نجم میں اللہ تعالےٰ نے ماموریں اللہ کی صداقت کے لئے پانچ معیار پیش کئے ہیں +

پہلا معیار یہ کہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى یعنی جو ماموریں اللہ ہو اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسی رہنمائی اور ہدایت کرنیوالا ہو جیسے کہ نجم کرتا ہے یعنی جس ہدایت اور راہ کی طرف وہ بلاتا ہو۔ اس کے سچا ہونے کا اسکو خود بھی یقین ہو۔ اور جو اس کے پیچھے چلیں انکو بھی یقین کا مرتبہ نصیب ہو۔ آجکل مختلف قسم کی چیزیں تیار کی گئی ہیں جو سفروں میں رہنمائی کا کام دیتی ہیں۔ مثلاً گائیڈ بکس نقشے قطب نما۔ قبلہ نما۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان سب میں غلطی کا امکان رہتا ہے۔ اور اکثر اوقات یہ غلط ہوتے ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے راہرو سیدھے رستے سے بھٹک جاتا ہے۔ مگر جو لوگ ستاروں کی روشنی پر چلنے والے ہوتے ہیں وہ کبھی رستے کو گم نہیں کرتے۔ وہ ضرور منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ ستارے کبھی اپنی روشنی نہیں بدلتے بلکہ وہ خود بھی منزل مقصود پر پہنچتے ہیں اور جو اُن سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں وہ بھی منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ پس پہلی بات ماموریں اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ستارے جیسی رہنمائی کرے +

دوسرا معیار یہ ہے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ یعنی اس کی پہلی زندگی ایسی پاکیزہ ہو کہ اُس کے ہمعصر شہادت دیں کہ وہ بھول بھٹک سے اور ہر قسم کے معائب سے بَری ہے۔ اور اسکی زندگی پر کوئی بدنما داغ نہیں لگ سکتا +

تیسرا معیار یہ فرمایا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ کہ جو دعوے یا تعلیم وہ پیش کرے اور اصلاح حال کا جو طریق بتلائے وہ اسکی اپنی طرف سے تجویز کردہ ہو

بلکہ خدا کے حکم سے کہے کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں سے کہدو کہ وہ ایسا کریں +

چوتھا معیار یہ فرمایا۔ علمہ شدید القوی ذو مرۃ فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ۔ یعنی وہ ایسا کلام پیش کرے جسکی نظیر لانے سے جہان عاجز ہو گویا علم میں ایسے بلند اور افق اعلیٰ پر کھڑا ہو کہ دنیا میں کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے +

پانچواں معیار یہ فرمایا۔ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ۔ یعنی تعلق باللہ میں ایسا بڑھا ہوا ہو۔ کہ اُس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے۔ کیونکہ جس طرح دو کمانوں کے ملانے سے۔ ان ہر دو کی قابیں یعنی رسیاں آپس میں ملکر ایک ہو جاتی ہیں (چنانچہ دیکھو خدا نے بھی ذکر تو دو قوسوں کا کیا مگر قاب ایک ہی رکھی ہے) اور کمانوں کے ملنے سے جو دائرہ بنتا ہے اسکے عین نقطہ مرکزی سے گزرتی ہیں۔ اسی طرح خدا اور اس کے درمیان بھی یگانگت ہو اور براہ راست آپس میں بالمشافہ گفتگو ہوئی ہو۔ جیسے کہ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ سے ظاہر ہے +

تیسرے معیار میں جو لفظ یوحیٰ مجہول کا صیغہ رکھا تھا اس سے کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اُسے براہ راست حکم نہ ملا ہو بلکہ کسی کے ذریعہ سے ملا ہو۔ پس فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ معروف کا صیغہ رکھ کر اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ ہم نے اُس سے بالمشافہ کلام کر کے اسکو مامور کیا ہے +

یہ پانچ معیار ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پرکھنے کے لئے پیش کئے۔ اور ان پانچوں معیاروں کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں +

پہلے معیار کے ثبوت میں کہ وہ ستارے جیسا رہنما ہو۔ فرمایا ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ کہ میں ایسی یقینی ہدایت کیطرف بلا رہا ہوں کہ جو مجھ سے رہنمائی حاصل کرینگے انکو بھی یقین کا مرتبہ حاصل ہو جائیگا۔ اور وہ بھی منزل مقصود پر پہنچ جاوینگے +

دوسرے معیار کے ثبوت میں کہ آپکی زندگی بے لوث ہو۔ فرمایا۔ فقد لبثت

فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ کہ تم میری پہلی زندگی پر شاہد ہو کہ میں ہر ایک قسم کے معائب سے پاک رہا ہوں +

تیسرے معیار کے ثبوت میں کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہنے والا ہو۔ فرمایا۔ لو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احدٍ عنہ حاجزین۔ یعنی اگر یہ ہماری طرف ایک بات بھی ایسی منسوب کرتا جو ہم نے نہ کہی ہو تو ہم دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اسکی شہ رگ کاٹ ڈالتے (ہلاک کر دیتے)

چوتھے معیار یعنی علمی کمال کے ثبوت میں فرمایا۔ ان کنتم فی ریب مما نزّلنا علےٰ عبدنا فاتوا بسورۃٍ من مثلہ یعنی یہ ایسا کلام پیش کر رہا ہے کہ تم اس کی مثال نہیں بنا سکتے +

پانچویں معیار یعنی تعلق باللہ کے ثبوت میں فرمایا کہ ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی تم کہتے ہو کہ شاید اس کو واقعہ میں خدا سے کوئی تعلق ہے یا نہیں اس کا اپنا تعلق تو درکنار تم اسکی بتائی ہوئی راہ پر چلکر دیکھ لو کہ خدا کے نہ صرف معمولی تعلق دار بلکہ محبوب بنجاؤ گے +

پس یہ وہ پانچ معیار اور ان کے مطابق یہ ثبوت ہیں جو قرآن کریم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش کرتا ہے۔ آؤ ذرہ غور کریں اور دیکھیں کہ یہی قرآنی معیار اور ثبوت حضرت مرزا صاحب کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر کرتے ہیں تو قرآن کریم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اسی بات میں ہے کہ آپ (حضرت مرزا صاحب) پر ایمان لے آئیں +

پہلے معیار اور ثبوت کے متعلق رسول کریمؐ نے جو اپنی یقینی ہدایت کا ثبوت دیا ہے وہ اس آیت میں مذکور ہے۔ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ کیونکہ مباہلہ اور موت کی خواہش ایک ایسی شے ہے جو کسی کے عقیدہ میں ذرا بھر بھی شک کی گنجایش نہیں چھوڑتی۔ جسکو ذرہ بھر بھی اپنے عقائد میں

شک ہو وہ کبھی مباہلہ کیطرف مخالفین کو نہیں بُلا سکتا۔ بلکہ وہی بُلاتا ہے جسکو یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ اسکے مطابق دیکھ لو کہ حضرت مرزا صاحب نے اور آپ کے متبعین نے اپنے مخالفین کو مباہلہ کیطرف بُلایا ہے یا نہیں۔ اگر بُلایا ہے اور ضرور بلایا ہے بلکہ اب تک بلا رہے ہیں تو اس معیار کی رو سے وہ سچے ثابت ہوئے +

دوسرا معیار پاکیزہ زندگی تھی جس طرح رسول کریمؐ نے اپنے مخالفین سے کہا کہ تم میری پہلی زندگی میں کوئی عیب دکھاؤ اور وہ نہ دکھا سکے بلکہ امین اور صدیق کے الفاظ سے یاد کیا۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنے مخالفین کو چیلنج دیا کہ تم میری دعویٰ سے پہلی زندگی میں کوئی بدنما داغ دکھاؤ۔ مگر کوئی نہ دکھا سکا۔ قادیان کے آریہ سکھ اور غیر احمدی مسلمان سب متفق اللسان ہو کر گواہی دیتے ہیں کہ آپکی پہلی زندگی نہایت ہی پاکیزہ تھی۔ خود مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ رئیس المخالفین ہے اس نے بھی اپنے رسالہ میں آپ کی پاکیزہ زندگی کی شہادت دی۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اگر یہ معیار درست اور یقینا درست ہے کیونکہ قرآن کریم نے پیش کیا ہے تو حضرت مرزا صاحب اس معیار کی رو سے بھی سچے ہیں +

تیسرا معیار خدا کیطرف سے وحی پا کر کھڑا ہونے کے متعلق تھا۔ اس کے متعلق جس طرح رسول کریمؐ نے فرمایا کہ دیکھو اگر میں جو کچھ کہتا ہوں اپنی طرف سے کہتا اور وہ خدا کیطرف سے نہ ہوتا تو خدا میری شہ رگ کاٹ ڈالتا اور اس صورت میں اگر تم مجھے چھڑانا بھی چاہتے۔ تو نہ چھڑا سکتے۔ وہی بات حضرت مرزا صاحب میں بھی دیکھ لو۔ کہ آپ بھی تقریبًا تیئیس سال تک کہتے رہے کہ خدا نے مجھے اپنی وحی سے مخصوص کر کے کھڑا کیا ہے۔ اگر آپ تقول علی اللہ اور افترا علی اللہ کے مرتکب ہوتے تو کبھی اس سزا سے نہ بچ سکتے۔ جو خدا نے مفتری اور تقول علی اللہ کرنے والے کے لئے رکھی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس معیار کی رو سے بھی آپ سچے ہیں +

چوتھا معیار علمی معجزہ تھا۔ جس طرح رسول کریمؐ نے فرمایا کہ تم میرے متحدیانہ

کلام کی کوئی نظیر پیش کرو اور وہ عاجز رہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی عربی کتابیں لکھیں اور تمام عرب و عجم کے علماء کو چیلنج دیا کہ اسکی نظیر پیش کرو۔ اور ساتھ ہی رسول کریمؐ کی طرح یہ بھی کہدیا کہ تم ہرگز پیش نہیں کر سکو گے۔ سو ایسا ہی ہوا پس ثابت ہوا کہ آپ واقعہ میں خدا کیطرف سے تھے۔ کیونکہ انسانی کلام کی مثل انسان بنا سکتا ہے۔ مگر الہی کلام کا مقابلہ ناممکن +

پانچواں معیار تعلق باللہ کے متعلق تھا سو جس طرح رسول کریم نے اپنے متبعین کو ایسا خدا دکھا دیا کہ پھر نہ اُن کو گرمی کی تیزی نہ سردی کی شدت نہ قحط کی سختی نہ زلازل کی جنبش نہ حوادث کی کثرت نہ بلاؤں کا ڈر۔ نہ عزیزوں کی محبت نہ وطن کی اُلفت نے اُنکے قدموں کو ڈگمگایا۔ اور نہ اُنکے عقائد میں تزلزل ڈالا۔ بلکہ ان سب باتوں کی زیادتی ان کے قدم شوق کو آگے ہی آگے بڑھاتی چلی گئی۔ حتّٰی کہ ہزاروں راہ محبوب میں بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے متبعین کو دیکھو کہ باوجود آفتوں اور مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑنے کے حضرت مرزا صاحب کی جماعت اللہ کے فضل اور کرم سے آگے ہی آگے بڑھی جا رہی ہے اور ان کو کوئی ایسا مقناطیسی کشش کھینچے جا رہی ہے۔ کہ ان مصائب کو نہایت ہیچ سمجھتے ہوئے پروانہ وار کسی شمع کیطرف کھچے جا رہے ہیں اور وہ شمع ذات الہی ہے۔ اگر اس کے عشق اور محبت سے اُن کے دل معمور نہ ہوتے۔ اگر اس کی رویت ان کو نصیب نہ ہوتی تو یقیناً یقیناً مصائب ایسے ہیں کہ ایک ہی منزل میں اپنی آبلہ پائی کی وجہ سے رہ جاتے +

دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نبی ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے لولا ان رای برھان ربہ یعنی اگر اُس نے اپنے رب کی برہان کو نہ دیکھا ہوتا تو پھسل جاتا مگر وہ اس لیئے بچا کہ اُس نے خدا کو دیکھا ہوا تھا۔ پس اُنکو بچانے والی شے صرف رویت اللہ تھی حضرت یوسف کے سامنے تو صرف ایک عورت تھی اور اُس سے محض رویت اللہ نے ان کو بچایا۔ مگر یہاں تو ایک عورت نہیں دنیا کی ہر ایک شے نہایت حسین و جمیل عورت کے لباس میں آراستہ ہو کر ظاہر ہوئی ہے۔ پس کیا

یہ لوگ اپنے جذبات پر اس قدر قابو اور قدرت رکھتے ہیں کہ ہر ایک دلربا شے سے نہایت استغنا اور غضِ بصر سے گزرے جا رہے ہیں اور ان کے دامن کو پیچھے تو چھوڑ آگے سے بھی کوئی نہیں کھینچ سکتی تو یہ استقلال اور ہمت ان کے اندر بغیر رویت الٰہیہ کے ہی پیدا ہو گئی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب ایک عظیم الشان نبی کو بھی بغیر رویت اللہ کے ابتلاء کا ڈر تھا۔ تو کیا دوسرے انسانوں سے بالا و اعلےٰ قویٰ انھیں مل گئے ہیں۔ کہ یہ تمام قسم کی خواہشات و شہوات کو بغیر رویت اللہ کے پاؤں کے نیچے کچلے جا رہے ہیں۔ ہرگز نہیں صرف رویت اللہ۔ اور محبت اور عشق الٰہی ہی ایک شے ہے جو ان کو حضرت مرزا صاحب کی اتباع میں حاصل ہوئی ہے اور یہی ہے جس نے ان کو تمام دنیا اور ومافیہا سے مستغنی کر دیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس معیار کی رو سے بھی حضرت مرزا صاحب سچے ہیں۔

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولوالعزم)

حدیث۔ عبد العزیز۔

غالباً نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک قوم کی جب ابتداء ہوتی ہی تو اسے ضروری ہوتا ہے کہ پہلوں سے الگ رکھا جا رہے کیونکہ اگر وہ معمولی کاموں میں انکی پیروی کریں گے تو دوسری باتوں میں ان کا ان سے ملنا کوئی بعید نہیں رہے گا۔ اس لئے نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ ان کا خلاف کرتے رہو۔ یہ ان سے علیحدہ کرنیکے لئے فرمایا ہے تعجب ہے کہ بعض احمدی کہلانیوالے کہتے ہیں کہ غیروں سے بالکل ملجاؤ۔ حالانکہ حضرت صاحب نے غیر احمدی کے پیچھے نماز۔ انکو اپنی لڑکیاں دینے۔ اور ان سے میل جول رکھنے سے بالکل منع فرمایا ہے۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ برخلاف اس کے ان سے ہمیں ملا دیں۔

حدیث الابرص والاقرع والاعمیٰ۔ حضرت صاحب ہمیں کبھی کبھی کہانیاں

سنایا کرتے تھے۔ بچپن میں کہانیوں کا شوق تو ہوتا ہی ہے۔ حضرت صاحب اکثر تین کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ ایک یہ۔ ایک حضرت یوسفؑ کی اور ایک ان تین آدمیوں کی جو غار میں پھنس گئے تھے۔ شریر لوگ اپنی شرارتوں کی وجہ سے پکڑے جاتے ہیں پھر کہتے ہیں اگر چھوٹے تو ایسا نہ کرینگے لیکن جب خلاصی ہوئی جھٹ وہی شرارتیں کرنی شروع کر دیں۔ طبیب مریض کو بدپرہیزی سے روکتا ہے اور وہ بھی اسوقت مان لیتے ہیں لیکن جب اچھے ہونے لگے پھر وہی بدپرہیزی حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑی بدپرہیزی کر لینا بالکل پرہیز سے اچھا ہے کیونکہ کہ انسان جب ایک بات سے ایک مدت تک رکا رہے۔ تو اسے جب کرنا شروع کرتا ہے تو حد سے ہی زیادہ کر دیتا ہے +

شریر لوگ بیماری میں تو توبہ کر لیتے ہیں لیکن جب اچھے ہوئے جھٹ وہی شرارتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں +

یہ تینوں۔ اندھا۔ گنجا۔ اور ابرص۔ حضرت مسیح والے معلوم ہوتے ہیں۔ وہی معجزے جو وہ دکھایا کرتے تھے بیان کئے ہیں۔ یہ مثال دی ہے کہ اس طرح کئی بیمار اچھے ہو جاتے ہیں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملائکہ ظاہری شکل میں ہو کر آتے ہیں اور نظر آجاتے ہیں۔ اگر پورے جاگتے ہوئے نہ ملیں تو نصف جاگتے اور نصف سوتے ہی وہ مل لیتے ہیں۔ میں نے ایسا دیکھا ہے۔ جتنا خدا سے زیادہ تعلق ہو اتنا ہی وہ زیادہ صفائی سے نظر آتے ہیں۔ بعض صوفیاء نے ان سے ظاہر ملاقات کی۔ نبی کریم صلعم سے بھی وہ آکر ملتے تھے +

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ آزماد کرتا ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جو شخص بیماری سے بچ کر پرہیز کرے وہ بچا رہتا ہے۔ اور جو پرہیز نہ کرے۔ بلکہ وہی اگلی سی شرارتیں شروع کر دے۔ تو وہ پھر اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جو شخص نیک ہوتا ہے وہ ایسے امتحانات میں کامیاب ہو جاتا ہے +

نبی کریم صلعم نے یہ نصیحت کی ہے۔ کہ تم کو جب مشکلات آتی ہیں پھر وہ دور ہو جاتی ہیں۔ تو جب وہ تم سے دور ہوں۔ تو اللہ تعالےٰ کے رستے میں کچھ دو +

حیات و وفات مسیح پر اٹاوہ کے احمدیوں اور اہلحدیث میں تحریری مباحثہ اور احمدیوں کی عظیم الشان فتح

مباحثہ جس طرح شروع ہوا اور جو کچھ ضبط تحریر میں آیا وہ ناظرین پر ذیل کے مضمون سے ظاہر ہو جائے گا۔ اس مضمون کو دیکھ کر اہلحدیث مناظر اسقدر مبہوت ہوا کہ اُس نے کہا کہ میں اس مضمون کا جواب یہاں نہیں لکھ سکتا۔ تِلام جا کر جواب لکھ کر بھیجوں گا مگر ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء سے اب تک اہلحدیث مناظر نے کچھ جواب نہیں دیا اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے اٹاوہ کے احمدیوں کو اہلحدیث پر عظیم الشان فتح عطا فرمائی۔ فللّٰہ الحمد۔

سید صادق حسین مختار عدالت و سکرٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ

مضمون مباحثہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

واضح ہو کہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء کو بعض اہلحدیث اٹاوہ مجھ سے ملنے کو آئے اور انھوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب میرٹھ سے تشریف لائے ہیں (مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے اُن صاحبوں نے مولوی صاحب موصوف کا نام مولوی حمید اللہ بتایا تھا مگر اب انکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب مولوی حمید اللہ کے بیٹے کبیر احمد ہیں خیر کوئی بھی ہوں) وہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن و حدیث سے حیات مسیح ثابت کر سکتے ہیں اور احمدیوں کی ہر بات کا جواب دینے کو تیار ہیں۔ اہلحدیث مذکورین نے مجھ سے اصرار کیا کہ آپ کوئی سوال لکھ کر دیں ہم مولوی صاحب سے جواب لکھوا دینگے میں نے اول تو عذر کیا کہ حیات مسیح کا ثبوت مولوی صاحب قرآن و حدیث سے ہرگز نہیں دے سکتے نہ سیدھی طرح سے جواب دینگے اس لئے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں مگر انہوں نے بہت اصرار کیا۔ اس لئے میں نے دو سوال لکھ کر ان کو دیدیئے کسی کو مخاطب نہیں کیا

اب ایک مولوی صاحب نے جو اپنا نام کبیر احمد لکھتے ہیں ان دونوں سوالوں کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے وہ دونوں سوال حسب ذیل ہیں :-

(۱) یہ عقیدہ کہ حضرت عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام اب تک زندہ ہیں اور بجسم عنصری آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور پھر اُسی جسم کے ساتھ کسی وقت آسمان سے زمین پر نازل ہونگے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ و عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے ومن ادعیٰ فعلیہ البیان بالبرھان +

(۲) لفظ توفّی جب باب تفعّل سے ہو اور اللہ تعالیٰ فاعل اور انسان مفعول ہو تو صرف قبض رُوح کے معنوں میں آتا ہے قبض رُوح مع الجسم کے لئے نہیں آتا آیۃ فلما توفیتنی اور آیت انی متوفیک میں جو مولوی صاحبان لفظ توفّی کے معنے قبض رُوح مع الجسم کے لیتے ہیں وہ خطا پر ہیں ورنہ لغت عرب و قرآن و حدیث سے اسکی سند پیش کی جاوے +

اب ان دونوں سوالوں کے جواب میں جو کچھ مولویصاحب نے لکھا ہے ہم اسکو بلفظ **قال الملا** اور اپنی تحریر کو بلفظ **اقول** یہاں درج کرتے ہیں ناظرین انصاف سے کام لیں کہ مولوی صاحب ہمارے سوالوں کے جواب سے سُبکدوش ہوئے یا نہیں +

قال الملا - میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بجسم عنصری مع الحیاۃ من قدرت اللہ آسمان پر اُٹھایا جانا اور اب تک زندہ رہنا اور قریب قیامت آسمان سے نزول فرما کر دجال کو قتل کرنا بلا تاویل از رُوے قرآن و حدیث بالکل صحیح مانتا ہوں ولو کرہ المعاندون بہ علیہ السلام - آیۃ بل رفعہ اللہ الیہ کی رو سے آسمان پر مع الجسم اُٹھایا جانا مانتا ہوں اور حدیث تفسیر فتح البیان والی جس کے الفاظ یہ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للیھود ان عیسےٰ لم یمت وانہ راجع الیکم یوم القیامۃ کی رو سے اب تک زندہ مانتا ہوں اور حدیث مفصل طول طویل کتاب مسلم شریف والی جس کے الفاظ یہ ہیں - اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم عند المنارۃ البیضاء

شرقی دمشق بین مہرودتین واضعاً کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طاطاء راسہ قطر واذا رفعہ تحدّر منہ مثل جمان کاللولوء فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الامات ونفسہ ینتہی طرفاء فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لُدّ فیقتلہ کی رو سے آسمان سے نزول فرما کر دجّال کو قتل بلا تاویل و قال و قیل بالکل صحیح مانتا ہوں۔ آپ براہ کرم آیت بل رفعہ اللہ الیہ کا لفظی ترجمہ اور حدیث کے جملہ ابن مریم کا لفظی ترجمہ اور حدیث مفصل کے جملہ ینزل اور فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ کا لفظی ترجمہ ذرا دست مبارک سے لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے تاویلات اور مطالب اور معانی دریافت نہیں ہیں"۔

اقول۔ جناب من آپ کے ماننے نہ ماننے سے ہم کو بحث نہیں ہے آپ کو اختیار ہے کہ سب اہلحدیث کی نسبت بھی وہی مان لیں جو حضرت عیسےٰؑ کی نسبت مانتے ہیں۔ بحث تو یہ ہے کہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے قطعاً و یقیناً یہ بات ثابت ہے یا نہیں کہ حضرت عیسٰی زندہ بجسد عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں اور وہاں بدستور اب تک زندہ موجود ہیں اور پھر کسی وقت زندہ اور اُسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان سے تشریف لائینگے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عقیدہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں ولوکرہ المجادلون۔ چنانچہ آپ بھی ثابت نہ کر سکے جیسا ابھی انشاءاللہ معلوم ہو جائے گا۔ دیکھئے اپنے پہلے سوال کے متعلق لکھا تھا ومن ادعی فعلیہ البیان بالبرھان۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپنے لفظ برہان کے معنے کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ غیاث اللغات میں لکھا ہے "برہان بالضم حجت روشن و دلیل قاطع از منتخب و فرق درمیان برہان و دلیل آنست کہ دلیل عام است و برہان خاص و باصطلاح منطق قیاسے است کہ مرکب باشد از مقدمات یقینی تا نتیجہ دہد مقدمہ دیگر را کہ یقینی باشد و ظنی چنانچہ کل انسان حیوان و کل حیوان جسم پس ازیں نتیجہ یقینی برآمد کل انسان جسم"

یہ قید میں نے اس لئے لگائی تھی کہ عقائد کے اثبات کے لئے ادلہ قطعیہ اور یقینیہ درکار ہوتے ہیں آیات محتملہ و احادیث احاد ظنیات میں داخل ہیں اُن سے کوئی عقیدہ

ثابت نہیں ہو سکتا۔ کتاب منہج المومنین مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے ۱۲۵ میں لکھا ہے

”باید دانست کہ در اثبات عقائد ادلہ قطعیہ یقینیہ معتبر داشتہ اند و ادلہ غیر قطعیہ مثل احادیث صحاح وحسان و متواترات غیر منصوصہ و آیات محتملہ بنی اعتقادیات نمے تواند شد و آنچہ ازینہا ثابت میشود از معتقدات نمے شمارند و لفظ اعتقاد براں اطلاق نمے کنند و ایں قدر کہ مذکور شد بدیہی الثبوت و مستغنی البیان است چہ کتابے از کتب کلام و عقائد از تصریح آں خالی نیست“ اب میں یہ دکھلاتا ہوں کہ آپ نے جو دلیلیں عقیدہ زیر بحث کے متعلق پیش کی ہیں وہ ظنّی ہیں قطعی و یقینی نہیں بلکہ حقیقت میں دلیلیں بھی نہیں صرف توہمات بے بنیاد ہیں۔ چنانچہ آیۃ بل رفعہ اللّٰہ الیہ کے متعلق یہ گذارش ہے کہ رفع کا صلہ جب الیٰ آتا ہے تو اس لفظ کے معنے از روئے لغت مقرب بنانے کے ہوتے ہیں جیسا صراح میں اسکی تصریح ہے لکھا ہے۔ رفع۔ نزدیک گردانیدن کسے را بہ کسے صلتہ بالیٰ و من ذٰلك قولهم رفعته الی السلطان“ چونکہ یہودیوں کا زعم یہ تھا کہ مسیح مصلوب و مقتول ہو کر ملعون ہو گیا اور حسب منشاء توریت ملعونیت کے لئے عدم رفع لازم تھا اس لئے اللہ تعالےٰ کو ان کے زعم کے ابطال کی ضرورت پیش آئی اور فرمایا وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ لہٰذا آیہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے حیات مسیح پر استدلال غلط ہے بلکہ اس سے وفات مسیح ثابت ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ یہ تھا انی متوفیك و رافعك الیّ الخ اور خدا تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا پس جب خدا نے خبر دی کہ رفعہ اللّٰہ الیہ کہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ حضرت مسیح کو پہلے وفات دی پھر اس کا رفع اپنے حضور میں کر لیا جیسا کہ تمام مومنین کا رفع ہوا کرتا ہے مشکوٰۃ شریف میں بہت سی حدیثیں ہیں جن سے ظاہر ظاہر ہوتا ہے کہ بعد وفات مومنین کی ارواح کا رفع آسمان پر ہوا کرتا ہے۔ ارواح کفار کا نہیں ہوتا۔ علامہ ابن قیم نے بھی اپنی ایک کتاب میں بہت سے اخبار و آثار بغیرہ اس بارہ میں پیش کئے ہیں اور جو معنے ہم نے آیہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ کے لکھے ہیں انکی تائید دیگر آیات محکمات سے بھی ہوتی ہے منجملہ انکے یہ آیتیں ہیں (۱) وما محمد

ہم تو قطعاً ثابت کر سکتے

اِلّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (سورہ آل عمران پ۴) (۲) ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام (سورہ مائدہ پ۶) (۳) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (النحل پ۱۴ رکوع ۲) معلوم نہیں آپ نے کس طرح آیہ بل رفعہ اللہ الیہ کے یہ معنی سمجھ لئے کہ خدا نے حضرت مسیح کو زندہ مجسم خاکی کے ساتھ آسمان پر اُٹھا لیا۔ اس آیہ کا لفظی ترجمہ تو اسی قدر ہے "بلکہ مقرب بنایا اس کو اللہ نے اپنے حضور میں" آپ نے اس آیہ کے ترجمہ میں زندہ جسم عنصری آسمان کے لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں اور یہودیوں کے کان کاٹے ہیں۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ سچ فرمایا اللہ تعالےٰ نے یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔ مولوی صاحب اگر آپ میں کچھ غیرت ایمانی ہے تو بتائیں کہ اس آیہ میں وہ کونسے الفاظ ہیں جن کے معنے زندہ بجسم عنصری اور آسمان کے ہیں ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین والا من الکاذبین۔ مولوی محمد بشیر بھوپالی نے مباحثہ دہلی پرچہ نمبر ۱ میں تسلیم کیا ہے کہ یہ آیہ فی نفسھا قطعی الدلالت حیات مسیح پر نہیں ہے۔ حیات مسیح وصعودہ بجسدہ العنصری کے اثبات کے لئے جو آیت آپ نے پیش کی تھی اس کا تو یہ حال ہے۔ اب تفسیر فتح البیان والی حدیث کے متعلق سُنیئے جناب من یہ حدیث جس میں لفظ لم یمت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہیں مرا ہے حدیث نبوی نہیں کسی مفتری کا لطیفہ ہے تفسیر کی کتابوں میں احادیث موضوعہ بکثرت بھری ہوئی ہیں انہیں میں اسے شمار کیجئے نہیں مانتے تو حدیث کی کسی معتبر کتاب سے اسکا صحیح مرفوع متصل ہونا ثابت کیجئے۔ رواۃ اسناد کی تصدیق و تعدیل قانون روایت کے مطابق کر دکھلایئے۔ پھر اس حدیث کا متواترات میں سے ہونا ثابت کیجئے بعد ازین اس کو بحث عقائد میں پیش کیجئے دونہ خرط القتاد یہ ہے اُس حدیث کا حال جو آپ کے عقیدہ کی بنیاد ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ کا عقیدہ بے بنیاد ہے اور درحقیقت

محض توہمات و تخیلات پر آپ کا اعتقاد ہے اب اس کے مخالف احادیث صحیحہ ملاحظہ
فرمائیے نواب صدیق حسن خاں صاحب محدث و مجدد بھوپالوی اپنی تفسیر ترجمان القرآن
جلد ۲ صفحہ ۲۴۶۔ ۱۶۳ میں لکھتے ہیں " حدیث جابر میں مرفوعاً آیا ہے مت پوچھو اہل کتاب سے
کچھ سو وہ تم کو کیا خاک ہدایت کرینگے جبکہ خود گمراہ ہو گئے ہیں تم یا تو باطل کی تصدیق کر دوگے
یا سچ کو جھٹلاؤ گے واللہ حال یہ ہے کہ اگر موسیٰ درمیان تمہارے زندہ ہوتے تو انکو سوائے
اس کے کہ میری پیروی کریں کچھ روا نہ ہوتا۔ بعض احادیث میں یوں آیا ہے۔ لو کان موسے
وعیسٰے حیّین لما وسعھما الا اتباعی معلوم ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں
قیامت تک " دیکھئے آخری حدیث میں جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صاف طور
پر فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوائے اور کوئی
چارہ نہ ہوتا۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب محدث پیشوائے اہلحدیث جابر کی حدیث
کو مرفوع بتلاتے ہیں اور اس کے بعض طرق کے الفاظ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیّین
تحریر فرماتے ہیں اور اسکی صحت پر کوئی اعتراض نہیں فرماتے۔ پس یہ حدیث صحیح مرفوع
ثابت ہوئی۔ اب مولوی صاحب براہ مہربانی اس حدیث کا لفظی ترجمہ اپنے دست مبارک
سے تحریر فرمائیں اور ممکن ہو تو دل ہی میں غور فرمائیں۔ یہ حدیث الیواقیت والجواہر مصنفہ
امام عبدالوہاب شعرانی کے صفحہ ۲۴ اور خواجہ محمد پارسا کی کتاب فصل الخطاب کے صفحہ ۴۴
اور تفسیر ابن کثیر کی جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ اور امام ابن قیم کی کتاب مدارج السالکین جلد ۲ صفحہ ۳۱۳
میں بھی بالفاظ مختلف درج ہے مگر سب کا مطلب ایک ہے۔ اور حاشیہ جلالین مع
کمالین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے صفحہ ۵۰ میں ابن عمر سے مروی ہے۔ ان عیسیٰ عاش
مائۃ و عشرین سنۃ کذا فی الاصابہ یعنی حضرت عیسیٰ ایک سو بیس برس تک زندہ
رہے یہی روایت حضرت فاطمہؓ سے طبرانی میں بھی آئی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے
اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ میں یہ روایت اس طرح لکھی ہے۔ عاش عیسیٰ علیہ السلام
خمس و عشرین سنۃ و مائۃ یعنی عیسیٰ علیہ السلام ایک سو پچیس برس تک زندہ رہے
غرض ان آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں آپکی پیش کردہ روایت جسمیں لہ یمت

ہے قابل التفات نہیں اور حضرت عیسیٰ کی وفات آیات قرآنیہ و نصوص حدیثیہ مذکورہ بالا سے بخوبی ثابت ہے اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ متوفی شخص دوبارہ دُنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں آیا کرتا کیونکہ ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون +

دوسری حدیث صحیح مسلم کی جو آپ نے پیش کی ہے اسکی نسبت یہ عرض ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے حضرت عیسیٰ کا زندہ بجسم عنصری آسمان پر مرفوع ہونا اور وہاں اکان گماکان موجود ہونا ثابت ہو معلوم ہوتا ہے آپ نے اپنے ذہن میں پہلے ایک بات فرض کرلی ہے اور پھر اسی فرض کی بنا پر آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں مگر ایسی تفسیر حقیقت میں تفسیر بالرائے ہے۔ ایک معمولی فہم کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ نزول فرع ہے صعود کی پس جب تک صعود ثابت نہ ہو نزول کی امید فضول ہے۔ جناب مولوی صاحب آپ پہلے حضرت مسیح کا صعود زیر بحث آیت قطعیۃ الدلالت و حدیث صحیحہ متواترہ سے ثابت کردیں پھر اُنکے نزول کا تمنا کرنا۔ ورنہ جس طرح یہودی اپنے قیاسی ڈھکونسلوں کی بنا پر حضرت مسیح علیہ السلام کی تکذیب کرکے بامید نزول مسیح خیالی آسمان کیطرف تکتے رہتے ہیں اور حق کو باطل اور باطل کو حق کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے سو جاتے ہیں یہی انجام آپ کا بھی ہوگا۔ اب حدیث صحیح مسلم کی نسبت ہماری تحقیق متوجہ ہو کر سنیئے۔ (۱) یہ حدیث از قسم آحاد ہے عقائد میں حجت نہیں ہو سکتی (۲) اس حدیث کو اس مسیح ابن مریم سے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی کچھ تعلق نہیں ہے آپ نے حدیث میں اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم دیکھکر یہ خیال جمالیا ہے کہ مسیح ابن مریم سے مراد وہی مسیح ابن مریم ہیں جن پر انجیل نازل ہوئی تھی یہ خیال آپ کا غلط ہے۔ دُنیا میں ایک نام کے سینکڑوں آدمی ہوئے اور ہوتے ہیں۔ بعض برگزیدہ بندگانِ الٰہی کے اُنکے والدین کے رکھے ہوئے ناموں کے علاوہ آسمانی نام بھی ہوتے ہیں جیسے آنحضرت صلعم کا نام جو اُنکی والدہ ماجدہ نے رکھا تھا وہ محمدؐ تھا اور آپ کا آسمانی نام احمدؐ تھا۔ بعض کے نام کوئی مقدس انسان تجویز کردیتا ہے جیسے حضرت ابوبکرؓ صدیق کا نام آنحضرتؐ نے تجویز فرمایا تھا حضرت علیؓ کی کنیت ابا تراب بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تجویز فرمائی ہوئی ہے۔ مماثلت

اور مشابہت تامہ کے لحاظ سے بھی ایک شخص کے نام کا اطلاق دوسرے شخص پر کیا جاتا ہے کیونکہ "اطلاق اسم الشیٔ علی ما یشابہ فی اکثر خواصہ وصفاتہ جائز حسن" علم معانی وبیان کا مشہور مسئلہ ہے اس حدیث میں اسم مسیح ابن مریم پر ال بھی داخل ہے جو مولوی صاحبان کے لئے قابل غور ہے اور ہمارے نزدیک مسیح بن مریم محمدی کیطرف صریح اشارہ کر رہا ہے حدیث بخاری امامکم منکم وحدیث مسلم بروایت ابن عیینہ اماما مقسطا حکما عدلا و بروایت حضرت ابوہریرہ کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم فامکم اسکی موید ہیں اگر حدیث زیر بحث میں مسیح بن مریم سے مراد وہی مسیح ابن مریم لیا جائے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی اور جسکی نسبت قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ وفات پا گیا اور متوفی دوبارہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں آ سکتا تو یہ حدیث قرآن شریف واحادیث صحیحہ نبویہ کے معارض ہونے کی وجہ سے موضوع سمجھی جائیگی اس لئے حدیث زیر بحث میں جس مسیح بن مریم کا ذکر ہے وہ مسیح بن مریم دوسرا ہے جو امت محمدیہ میں سے ہے بنی اسرائیل میں سے نہیں چنانچہ دونوں مسیحوں کے حلیوں میں بھی اختلاف ہے (۱) اسرائیلی مسیح جس کا حلیہ صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے احمر جعد عریض الصدر یعنی مسیح اسرائیلی سرخ رنگ گھونگریالے بال والا چوڑے سینہ والا۔ (۲) مسیح محمدی جس کا حلیہ صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے ربعۃ ادم سبط الشعر یعنی مسیح محمدی مربع قد گندم رنگ والا سیدھے بالوں والا۔ پس جب یہ بات متحقق ہو گئی کہ حدیث زیر بحث میں مسیح بن مریم محمدی مراد ہے تو اب حدیث کے الفاظ کے معنی اس مباحثہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتے لہذا اس پر خامہ فرسائی غیر ضروری ہے تاہم بپاس خاطر جناب اس حدیث کے جملہ ینزل اور فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ کا ترجمہ عرض کیا جاتا ہے واضح ہو کہ اس حدیث میں ینزل سے پہلے اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم ہے اور فینزل کے بعد عند المنارۃ البیضاء ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ ناگہاں اللہ تعالی مبعوث کریگا محمدی مسیح بن مریم کو پس وہ تشریف فرما ہوگا قریب ایک مقام نورانی سفید کے اور فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ کا ترجمہ یہ ہے کہ پس وہ

تمہاری مسیح بن مریم دجال کو تلاش کرے گا۔ حتّٰی کہ اسکو باب لُدّ پر پائیگا پھر اسکو ہلاک کرے گا

اب تحریر ترجمہ کے بعد اس قدر گزارش اور ہے کہ اس حدیث میں مسیح و دجال کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ آنحضرت صلعم کا خواب یا کشف ہے اور خواب اور کشف کے امور تعبیر طلب ہوتے ہیں لہذا اُنکی تعبیر ایسی ہونی چاہیئے جو کتب تعبیر کے مطابق ہو اور قرآن شریف و احادیث صحیحہ کے معارض نہو مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ لفظ پرستی میں مبتلا ہو کر حقیقت سے بہت دُور جا پڑے ہیں اور باوجود اہل علم اور اہل عقل ہونے کے جس طرح خدا تعالےٰ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء و جوارح فرقہ مجسمہ کے طور پر بیان کرتے ہیں اُسی طرح اس حدیث کے معنی بیان کرنے میں کچھ باک نہیں رکھتے اور اسلام کو دشمنوں کے سامنے اپنی بے عقلی سے بدنام کرتے ہیں اور اس درجہ عقل کے دشمن ہیں کہ گویا زمرہ لایعقلون میں داخل ہیں اور قیامت کے روز جو لوگ یہ کہینگے کہ لو کنا نسمعُ او نعقلُ ما کنّا فی اصحاب السعیر اُن میں شامل ہیں۔ مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی نے ایسے ملّانوں کے متعلق بالکل سچ فرمایا ہے۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے صفحہ $\frac{۱۷۷}{۱۷۸}$ میں لکھا ہے۔ "جمعے کہ ناظر اند در علم حدیث بطریق ورّاقیہ نہ بطریق اجتہاد پس خاد رشد اند بر جمع مختلفات حدیث و سقط اشلدہ ہر حدیث جدا از دیگرے فہمیدند و از استاذان محقق معانی حدیث را نگرفتہ اند و خللے کہ ایشانرا پیش آمدہ نہ ہمیں مسئلہ است تنہا بلکہ در بسیارے از مسائل فقہ و کلام دست و پاگم کردہ اند و سوفسطائیہ ملّت مصطفیہ گشتہ نہ تقلید سلف را محکم کردہ و نہ طریق اجتہاد و تحقیق را استوار نمودہ ۔۔۔"

کلاغے تگ کبک در گوش کرد تگ خویشتن ہم فراموش کرد

جناب ملّا صاحب آپکی تحریر سے حضرت مسیح موعود کے نزول کی علت غائی یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ حدیث نواس بن سمعان والے دجال کو جو کسی جزیرہ میں مقید بیان کیا جاتا ہے قتل کرے گا مگر صحیح مسلم ہی کی حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دجال تو (اگر زندہ بھی تھا) کبھی کا فوت ہو کر مرگیا (۱) صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ کہا سنا میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے مہینہ بھر پہلے اپنی وفات سے کہ تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئیگی اور بخدا

خدا تعالیٰ سے کسی کو اس کا علم نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی ایسا نفس نہیں جو پیدا ہو گیا ہو اور موجود ہو اور پھر آج سے سو برس اُس پر گذرے اور وہ زندہ رہے اصل الفاظ یہ ہیں عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یموت بشہر تسئلونی عن الساعۃ وانما علمہا عند اللہ واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ یاتی علیہا مائۃ سنۃ وھی حیۃ یومئذ (۲) اور دوسری حدیث صحیح مسلم کی یہ ہے وعن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یاتی مائۃ سنۃ وعلی الارض نفس منفوسۃ یعنی ابی سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں آویگی سو برس اس حال میں کہ زمین پر کوئی شخص بھی آجکے لوگوں میں زندہ موجود ہو۔ پس حدیث مسلم میں دجال سے مراد شخص واحد نہیں بلکہ اُسکی وحدت صنفی ہے لغت کی کتابوں میں لکھا ہے الدجّالۃ فرقۃ عظیمۃ تحمل المتاع للتجارۃ۔ پھر مولوی صاحب آپ تو اُس دجال کے خروج کے جو کسی جزیرہ میں مقید بیان کیا جاتا ہے منتظر بیٹھے ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ابن صیاد کو مسیح دجال سمجھ بیٹھے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو قسم کھا کر کہا کہ الدجال یہی ہے یعنی مسیح دجال۔ ایسا ہی ابن عمرؓ نے کہا تھا پس ظاہر ہے کہ جو نقشہ آپ نے خروج دجّال کا اپنے دل میں کھینچ رکھا ہے وہ غلط ہے غرض جب وہ دجال مر گیا اور جو نقشہ آپنے اُسکے خروج کا اپنے دل میں کھینچ رکھا تھا وہ غلط نکلا تو آپکے خیالی مسیح کے نزول کا قصہ بھی غلط اور باطل ثابت ہو گیا۔

قال الملّا۔ رہی یہ بات کہ عقل و مشاہدہ کے خلاف۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان والے قرآن و حدیث کو عقل و مشاہدہ سے رد نہیں کیا کرتے اہل جرمن تو ہوائی جہازوں میں کرہ ہوا کو طے کر کے اوپر اُڑے اُڑے پھرتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرشتے کے ہمراہ آسمان پر نہ بلا سکے اور خود مرزا غلام احمد معہ عبداللہ خادم کے آسمان پر بلکہ ساتوں آسمانوں کو طے کر کے خاص عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس جا بیٹھے اگر کہو خواب میں گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے قلم کی روشنائی مرزا جی کے کرتہ پر اور عبداللہ کی ٹوپی پر کیسے پڑی اور تمام قادیانیوں کا اس پر ایمان ہے اور خوب سمجھ میں آگیا اگرچہ خلاف عقل و مشاہدہ ہی کیوں نہو اور اگر

مرزا جی کے خادم کے آسمان پر نہیں گئے تو کیا اللہ تعالیٰ خود قادیان آکر مرزا جی کے کرتہ پر اور عبداللہ کی ٹوپی پر اپنی قلم کی روشنائی کے چھینٹے ڈال گیا۔ نعوذ باللہ من ہذا الخیال۔ غرض مرزا جی جو کچھ کہیں یا کریں وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک سب صحیح ہے مگر عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے وغیرہ وغیرہ کیا اسی کو انصاف کہتے ہیں ؟

اقول۔ یہ بات تو ہم احمدی بھی مانتے ہیں کہ جو بات قرآن شریف اور احادیث صحیحہ نبویہ سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو اسکو ایمان والے عقل و مشاہدہ سے رد نہیں کیا کرتے نہ انکو ایسا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ قرآن و حدیث صحیحہ سے جو بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو وہ عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہو ہی نہیں سکتی مگر دنیا میں ایسے لوگ بہت ہیں جو قرآن شریف اور احادیث صحیحہ نبویہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے عقل و مشاہدہ سے کام نہیں لیتے اور مخالفان اسلام کے سامنے اسلام کا نہایت نامعقول اور مکروہ نقشہ کھینچتے ہیں جس کا نتیجہ اسلام سے ارتداد ہوتا ہے میں نے اپنے سوال میں جو الفاظ عقل و مشاہدہ کے لکھے تھے وہ الفاظ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے بعد لکھے تھے جس کا مطلب صاف طور پر یہی ہے کہ ہم عقل اور مشاہدہ کو قرآن و حدیث کے تابع مانتے ہیں مگر باایں ہمہ عقل و مشاہدہ کی شرط کو دیکھ کر آپ اپنا غصہ ضبط نہ کر سکے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عقل و مشاہدہ کو بیکار چیز خیال کرتے ہیں حالانکہ جب اللہ تعالےٰ نے انسان میں قوت عقلیہ اور قوت مشاہدہ پیدا کی ہیں تو یہ عبث اور بیکار نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے علمائے اسلام میں جو منقول اور معقول دونوں کے جامع ہوتے ہیں وہی معتبر اور معتمد سمجھے جاتے ہیں اور اسی بناء پر تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ جو حدیث عقل یا نقل یا اصول کے خلاف پائی جائے گی وہ موضوع تصور ہوگی اور فتح المغیث میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ جو حدیث عقل کے مخالف ہے یا اصول کے برخلاف اس کو موضوع جانو۔ اُس کے راویوں کی جرح و تعدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس جس حدیث میں ایسا بیان ہو جو حس اور مشاہدہ کے برخلاف ہے یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے ایسا مخالف ہو کہ کسی تاویل صحیح سے مطابق نہو سکے یا اُسکے معنے رکیک و سخیف ہوں یا راوی ایسی

حدیث میں منفرد ہو جو اوروں کے پاس نہیں ہے اور جس کے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کو نہایت ضروری ہے یا ایسے عظیم الشان واقعہ کا بیان ہو جس کے نقل کرنے کی بہت سے لوگوں کو ضرورت ہے یا ایسا بیان ہو جسکو اتنی بڑی جماعت نے جھٹلا دیا ہے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا اور ایک دوسرے کی تقلید کرنا عادۃً ناممکن ہے تو یہ سب قرینے روایت کے موضوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں (ملاحظہ ہو عجالہ نافعہ در اصول حدیث) +

مولوی صاحب! آپ کا یہ خیال کہ احمدی لوگ مسیح کی حیات اور اُنکے صعود اور نزول بجسد عنصری کے عقیدہ کو محض عقل و مشاہدہ کی بنا پر نہیں مانتے یہ احمدیوں پر صریح اتہام اور نہایت شرمناک منصوبہ ہے۔ احمدیوں کو جو آپ کے اس عقیدہ سے انکار ہے وہ تعلیم قرآن و حدیث کی بنا پر ہے جسکی تائید میں عقل اور مشاہدہ بھی کمربستہ ہیں دیکھو کفار مکہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اگر تو آسمان پر چڑھ جائے اور وہاں سے ایک کتاب اتار لائے جس کو ہم پڑھ لیں تو ہم تجھ پر ایمان لے آئینگے مگر اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو آسمان پر نہیں چڑھایا بلکہ اُن کافروں کے جواب میں قرآن شریف کی یہ آیت نازل فرمائی قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنی اے نبی ان کافروں سے کہدے کہ ایسا نہیں ہو سکتا میں تو ایک بشر رسول ہوں پس معلوم ہوا کہ بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتا حضرت مسیح بھی بشر رسول تھے۔ وہ بھی آسمان پر نہیں جا سکتے تھے۔ معراج کا مسئلہ بھی اسی سے حل ہو جاتا ہے اور اس آیت کی تائید بخاری کی حدیث واستیقظ سے ہوتی ہے یعنی آنحضرت معراج کے بعد بیدار ہو گئے۔ بوجوہ مذکورہ ظاہر ہے کہ جرمن والوں کے بیلونوں میں اُڑنے کی مثال احمدیوں کے مقابلہ میں کچھ مفید اور کار آمد نہیں۔ ہاں اگر یہ بات ثابت کر دکھائیں کہ جرمن والے بیلونوں میں اُڑکر آسمان پر پہنچ جاتے اور حضرت عیسیٰ سے ملاقات کر آتے ہیں تو البتہ ایسی شہادت قابل لحاظ ہو سکتی ہے ورنہ اس یاوہ گوئی سے تضیع اوقات کے سوائے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے البتہ چونکہ آپ لوگ حضرت مسیح کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ آسمان سے اُترینگے اور عقل و مشاہدہ سے آپکو نفرت ہے دوسری طرف جرمن والے بیلونوں کے ذریعہ کرۂ ہوائی سے اوپر پہنچ کر پھر وہاں سے اتر تے

ہیں تو ایسی صورت میں مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ اپنی عقلمندی کی وجہ سے کہیں کسی بیلون سے اُترنے والے جرمنی کے دام عقیدت میں نہ پھنس جائیں۔ اور ایک راستباز کا انکار کرکے کسی کذاب کے حلقہ بگوش نہ ہو جائیں کیونکہ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت سے انکار کیا انھوں نے مسیلمہ کذاب کی نبوت اور رسالت کو بے چون وچرا مان لیا۔ آپکی بیلون والی دلیل سے مجھے ایک پہلو سے اور بھی تعجب ہوتا ہے کہ آپ کبھی تو عقل ومشاہدہ کو حقیر سمجھ کر صرف قرآن وحدیث کی سند طلب کرتے ہیں سند بھی ایسی جس میں نہ تاویل سے غرض ہو نہ مطلب ومعانی سے پھر خدا جانے کیا ہو مگر جب قرآن و حدیث سے حیات مسیح اور ان کے صعود ونزول بجسد عنصری کی دلیل قطعی طلب کیجاتی ہے تو ایمان اور حدیث وقرآن کو بالائے طاق رکھ کر جرمن کے غبارہ بازوں کی تمثیل پیش کیجاتی ہے گویا یہ کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ ہے یا بالفاظ دیگر مولوی صاحبان کی عقل عجیب کا کرشمہ ہے۔ یاایہا المجادلون لم تقولون مالا تفعلون۔ سا آپ کا یہ اعتراض کہ احمدی لوگ یہ تو مانتے ہیں کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب نبی قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اپنے خادم عبداللہ کے آسمان پر بجسم عنصری تشریف لے گئے بلکہ عرش پر جا بیٹھے مگر حضرت عیسےٰ کے متعلق ایسے اعتقاد کو عقل ومشاہدہ کے خلاف جانتے ہیں اس کا جواب میری رائے میں صرف اس قدر کافی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اگر ملا صاحب احمدیہ لٹریچر سے اس بات کو ثابت کردیں تو میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مبلغ صہ ربطور حق الخدمۃ کے ملا صاحب کی خدمت میں پیش کرونگا اور اُن کو قورمہ پلاؤ کی دعوت بھی دونگا۔ موبنوا کوئی خشک ملا جو خواب اور کشف کے کوچہ سے بالکل بیگانہ اور ناآشنا ہے وہ اگر ایسے امور سے انکار کرے جو رویائے صادقہ اور کشوف صحیحہ سے تعلق رکھتے ہیں تو معذور ہے سے چہ داند بوزنہ لذات ادرک۔ مثل مشہور ہے ؂

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب تکمیل الایمان میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ کو خواب میں دیکھا میں نے اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار

سب عبادتوں میں سے کونسی افضل ہے۔ اور تیری جناب میں بہت نزدیک کرنیوالا کونسا طریق ہے فرمایا تلاوت قرآن مجید کی۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو سو بار خواب میں دیکھا اور ابن سیرین اکابر تابعین سے ہیں اور علمائے تعبیر خواب کے پیشوا کہتے ہیں کہ جو کوئی حق تعالےٰ کو خواب میں دیکھے تعبیر اسکی یہ ہے کہ بہشت میں داخل ہو اور غم سے نجات پاوے۔ درحقیقت یہ مشاہدہ قلبی ہے "تکمیل الایمان مترجم مطبوعہ مطبع خادم الاسلام دہلی صفحہ ۱۵۔ اور امور مثالیہ کا عالم ناسوت میں مشہود ہونا کتب تصوف میں مذکور ہے من شاء فلیرجع الیہا۔ چونکہ یہاں بحث دو سوالوں میں محدود ہے اس لئے اس بارہ میں مزید خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں تاکہ خلط مبحث ہو +

قال الملا۔ جواب نمبر ۲۔ لفظ توفی جب باب تفعل سے ہو اور اللہ تعالےٰ فاعل اور انسان مفعول ہو تو صرف قبض رُوح کے معنوں میں آتا ہے کاش مختار صاحب اس قاعدہ کے لئے کوئی آیت یا حدیث لکھدیتے۔ یا مجھے ہی کوئی آیت یا حدیث بالکل ان ہی الفاظ کے ساتھ ملجاتی جو مختار صاحب نے لکھے ہیں یعنی لفظ توفی جو صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف کا ہے اور اللہ تعالےٰ فاعل اور عیسٰی علیہ السلام مفعول ہوئے ہوں جن کا مجموعہ قرآن کے اندر یہ ہوتا ان اللہ توفی عیسٰی ابن مریم یا یوں ہوتا۔ وتوفی اللہ عیسٰی بن مریم علی ھذا۔ اسی طرح حدیث میں یہ الفاظ آجاتے تو پھر بخدا مجھے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات میں کچھ شبہ نہ رہتا جس کے صاف یہ معنی ہوتے کہ تحقیق اللہ نے وفات دیدی عیسٰی ابن مریم کو یا یہ اور وفات دی اللہ تعالےٰ نے عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کو اور جب تک یہ الفاظ قرآن حدیث سے ثابت نہ ہوں اس وقت تک لفظ یتوفی جو مضارع کا صیغہ ہے یا لفظ متوفی جو اسم فاعل کا صیغہ ہے ان سے عیسٰی علیہ السلام کی وفات کا ہوجانا ثابت نہیں ہوتا بلکہ دونوں صیغوں سے آیندہ زمانہ میں وفات اور رفع کی خبر ہے اور اُنکی وفات کے ہم بھی قائل ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ایک وقت میں وفات ضرور ہوگی مگر ہوجانا ثابت نہیں ہوتا تو براہ کرم اگر یہی الفاظ قرآن یا حدیث میں آپ کو یاد ہوں تو مجھے ضرور بتادیئے جائیں تاکہ انشاء اللہ تعالےٰ میں بھی اپنا عقیدہ یہ کرلوں کہ عیسٰی علیہ السلام نے

لئے دونوں طرح کے الفاظ آئے ہیں یعنی نمیمت بھی آیا ہے اور قد مات بھی آیا ہے یعنی
حیات اور ممات دونوں ثابت ہو جاتی تو گویا اختلاف کی صورت رہتی اور کسی کا قول اور خیال
میں مانگتا نہیں ہوں کیونکہ قول اور خیال تو میں بھی بہت پیش کر سکتا ہوں مجھے صرف
قرآن وحدیث چاہیئے الغرض قرآن میں توفی اللہ عیسیٰ یا توفیت عیسیٰ یا توفینا عیسیٰ
یہ الفاظ دکھلایئے جس سے وفات ہو جانا ثابت ہو جاوے +

اقول - ہر صحیح الحواس انسان ادنیٰ تامل سے معلوم کر سکتا ہے کہ خدا اور رسول
کا کلام جو عربی زبان میں ہے اور قیامت تک دنیا کی تمام اقوام کے لئے الہی دستور العمل
اور مدار نجات ہے اس کا اصل مطلب سمجھنے کے لئے عربی زبان کا اچھی طرح جاننا ضروری
ہے اور عربی زبان کے اچھی طرح جاننے کے لئے اُن علوم کا حاصل کرنا مقدم ہے جس سے
انسان عربی زبان کو اچھی طرح سمجھ سکے پھر چونکہ قرآن وحدیث میں لغات عرب اور محاورات
عرب بھی ہیں اس لئے لغات عرب اور محاورات عرب کا جاننا بھی ضروری ہے پس اگر قرآن
وحدیث کے کسی لفظ کے لغوی یا اصطلاحی معنوں میں یا کسی محاورہ عربیہ کے مفہوم میں تنازع
ہو تو اُس لفظ کے لغوی یا اصطلاحی معنی یا محاورہ کا مطلب معلوم کرنے کے لئے سوائے
اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم لغت عرب کی کتابوں کی طرف رجوع کریں اور جس لفظ کے
معنے یا جس محاورہ کے متعلق طالبانِ حق کے درمیان نزاع ہے اُس کے فیصلہ کے لئے
لغت ومحاورات عرب سے سند لیں اور اگر اُس لفظ کے معنے خدا اور رسول کی اصطلاح
میں کچھ قرار دے لئے گئے ہیں تو اُس اصطلاح کا علم حاصل کریں اور اس طرح جو لفظ
قرآن وحدیث میں لغوی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اُس لفظ کے وہی لغوی معنی ذہن
میں محفوظ رکھیں اور اُسی کے مطابق قرآن وحدیث کا ترجمہ اور مطلب بیان کریں اور جو لفظ
بطور اصطلاح شرعی قرآن وحدیث میں استعمال کیا گیا ہے اُس لفظ کے معنی اُسی اصطلاح
کے مطابق بیان کریں یہ ایسی بدیہی باتیں ہیں کہ ان کے لئے کسی آیت یا حدیث کی سند
کی ضرورت نہیں اور اگر ملا صاحب کے نزدیک ضرورت ہے تو وہ قرآن وحدیث کا اصل
مطلب سمجھنے کے لئے خود کوئی قاعدہ بیان کریں اور اسکی سند آیت وحدیث سے پیش

کریں جسے وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے پس مناسب یہ ہے کہ مُلّا صاحب البیّن بدیہی باتوں کے انکار سے ملّت مصطفیہ کے سوفسطائی نہ بنیں۔ اس تمہید کے بعد گزارش ہے کہ لفظ متوفی جو آیہ کریمہ انی متوفیک میں اور لفظ توفّیت جو آیہ کریمہ فلما توفیتنی میں حضرت مسیح کے حق میں استعمال ہوئے ان کے معنے لغت عرب یا اصطلاح شریعت سے معلوم کرنا ہیں۔ غیر احمدی مولوی صاحب کہتے ہیں کہ لفظ متوفیک کے معنی ہیں رُوح اور جسم دونوں کا قبض کرنیوالا ہوں اور ہم احمدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں وفات دینے والا ہوں یعنی صرف رُوح قبض کرنیوالا ہوں رُوح اور جسم دونوں نہیں۔ اب لغت عرب سے سند درکار ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ اُس سند سے احمدیوں کی تصدیق ہوتی ہے یا غیر احمدیوں کی۔ پس واضح ہو کہ لغت عرب کی مشہور کتابوں میں توفی کے معنے حسب ذیل لکھے ہیں

(۱) منتہی الارب جلد ۴ ص ۳۳۵ توفی میرانیدن یقال توفی اللہ تعالیٰ اے قبض رُوح۔ (۲) اقرب الموارد جلد ۲ ص ۱۴۶۲۔ توفی۔ توفی اللہ زیداً قبض روحہ توفی فلان مجہولاً قبضت روحہ ومات فاللہ المتوفی والعبد المتوفّٰی۔ (۳) تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴ توفی فلان اذا مات (۴) لسان العرب جلد ۲۰ ص ۲۸۰ وتوفی فلان وتوفاہ اللہ اذا قبض نفسہ وفی الصحاح اذا قبض روحہ (۵) صراح جلد ۲ ص ۵۲۰ توفاہ اللہ اے قبض روحہ (۶) مفردات امام راغب اصفہانی میں لکھا ہے۔ قد عبر عن النوم والموت بالتوفی وقال اللہ تعالیٰ توفتہ رسلنا وتوفنا مع الابرار۔ یاعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ قال ابن عباس موت لانہ امات۔ یعنی توفی کے معنے نیند اور موت کے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے کہا ہمارے فرشتے اس کو مارتے ہیں یا قبض رُوح کرتے ہیں ہمیں نیکوں کے ساتھ مار اے عیسٰی میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنے قرب میں جگہ دینے والا ہوں۔ اور ابن عباس نے بھی کہا ہے توفی کے معنے موت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مار دیا تھا۔

قرآن شریف میں اور احادیث صحیحہ میں جہاں تک اس لفظ کے معنی کی تلاش کی جاتی ہے تو ان سب مقامات میں جہاں اللہ تعالیٰ فاعل اور کوئی انسان مفعول بہ ہے

اس لفظ کے معنی صرف قبض روح کے ثابت ہوتے ہیں خواہ وہ حقیقی معنے موت کے
لئے ہو یا مجازی معنی نیند کے لئے کسی جگہ قبض روح اور جسم دونوں کے معنی میں نہیں
آیا۔ اور شریعت محمدیہ کی اصطلاح میں بھی توفی کے معنی یہی ثابت ہوتے ہیں جو اس کے
خلاف دعویٰ کرے بار ثبوت اس کے ذمہ ہے ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین
ولا کان من الکاذبین۔ پس احمدی حق پر ہیں اور غیر احمدی باطل پر۔ افسوس مولوی صاحبان
لغت عرب اور قرآن وحدیث کے خلاف خدا و رسول کے کلام میں تحریف معنوی کے
مرتکب ہو کر عیسائیت کی تائید کرتے اور اسلام کو نقصان عظیم پہنچاتے ہیں ھداھم
اللہ۔ ملا صاحب آپ نے جو یہ قاعدہ ایجاد فرمایا ہے کہ اگر قرآن میں ان اللہ توفی
عیسیٰ ابن مریم ہوتا۔ یا توفی اللہ عیسیٰ ابن مریم ہوتا۔ تو میں انکی وفات میں شبہ
نہ کرتا مان لیتا یہ قاعدہ آپ کو کسی آیت یا حدیث میں لکھا ہوا ملا ہے یا ایجاد بندہ اگرچہ
گندہ کی قسم سے ہے؟ حضرت! خداوند تعالےٰ کسی کا محکوم نہیں اُسے اختیار ہے کہ جس
پیرایہ میں وہ چاہے کسی واقعہ کو بیان کرے مومن کا فرض ہے کہ خداوند تعالےٰ نے جس واقعہ
کو اپنے کلام پاک میں بیان کیا ہو خواہ کسی پیرایہ میں بیان کیا ہو اُس کو تسلیم کرے اور
اسی طریقہ پر حدیث نبوی کی پابندی کرے۔ پس جب قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے
حضرت مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے خواہ وہ آپ کے پیرایہ مجوزہ کے مطابق ہو یا
نہ ہو ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ آپ اُسے تسلیم کریں ورنہ دعویٰ اتباع قرآن وحدیث سے
دست بردار ہوں۔ آپ کے اس قاعدہ مستحدثہ کی بنا پر یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ حضرت
آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال تک جسقدر
انبیاء و غیر انبیاء دنیا میں وفات پا چکے تھے کوئی شخص انکی حیات کا بھی مدعی ہو سکتا ہے
اور مطالبہ دلیل کے وقت ملا صاحب کی طرح ان لوگوں میں سے ہر ایک کا کوئی اصلی
یا فرضی نام پیش کر کے کہہ سکتا ہے کہ اگر قرآن میں ان اللہ توفی فلانا ہوتا یا توفی اللہ
فلانا ہوتا تو میں اُسکی وفات میں شبہ نہ کرتا مان لیتا۔ علاوہ بریں مجھے یہ بھی اندیشہ
ہوتا ہے کہ اگر بفرض محال حضرت عیسیٰ زندہ بجسم عنصری آسمان سے تشریف لائیں اور

ملا صاحب اُن کو اپنی آنکھوں کے سامنے وفات پاتے ہوئے دیکھ لیں تو بھی ملا صاحب اُنکی وفات کے معتقد نہیں ہو سکتے کیوں؟ اس لئے کہ اُن کو عقل اور مشاہدہ سے نفرت ہے اور اُن کے قاعدہ کے مطابق قرآن میں یا حدیث میں ان اللہ توفی عیسی ابن مریم یا توفی اللہ عیسی بن مریم تو موجود ہی نہیں وھل ھذا الا وھم قبیح وخبط صریح فنعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول +

واضح ہو کہ موت انسان کے لئے ایک طبعی امر ہے چنانچہ اللہ تعالے آنحضرت کو مخاطب کر کے فرماتا ہے وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افان مت فھم الخلدون (سورہ انبیاء پ۱۷) یعنی نہیں بنایا ہم نے کسی بشر کے لئے تجھ سے پہلے خلد یعنی ایک حالت پر رہنا پس کیا اگر تو مر جائے تو وہ خلد یعنی طبعی عمر سے زیادہ مدت تک زندہ رہنے والے ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی بشر کے لئے خلد نہیں بنایا بلکہ ہر بشر کئی قسم کے تغیرات میں مبتلا رہتا ہے بچپن جوانی بڑھاپے کے علاوہ استحالات غذائیہ وغیرہ کا شکار بنتا ہے اور آخر موت کے پنجہ میں گرفتار ہو کر دُنیائے فانی سے گذر جاتا ہے پس حضرت مسیح جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل ہو چکے وہ بھی اس الہی قانون سے ہرگز باہر نہ تھے۔ حضرت مسیح کی وفات پر اگر کوئی اور شہادت نہ ہو تو یہی ایک شہادت کافی ہے جب تک کسی قطعی دلیل سے اُن کا اس قانون الٰہی سے مستثنے ہونا ثابت نہ کیا جائے استثنا کا بار ثبوت اس کے ذمہ ہے جو استثنا کا مدعی ہو اور دلیل اسی پایہ کی ہونی چاہیئے جس پایہ کی دلیل سے قانون مذکور ثابت ہے مگر کیا دُنیا میں کوئی ایسا شخص ہے جو حضرت مسیح کا اس قانون الٰہی سے مستثنے ہونا بطریق مذکورہ بالا ثابت کر دے۔ واقعات شہادت دے رہے اور دیں گے کہ کوئی نہیں +

قال الملا۔ اب رہی یہ بات کہ آیت فلما توفیتنی کو آپ یہ کہہ کر پیش نہیں کر سکتے کہ ماضی کا صیغہ تو یہ بھی ہے اس سے کام نہیں چلے گا کیونکہ یہ موقعہ قیامت میں ہوگا بمجھے صرف توفی جو آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور واحد مذکر غائب

ماضی معروف اور اللہ فاعل ہو اور عیسیٰ علیہ السلام مفعول ہوں لفظاً یا ضمیراً بس
دکھلا دیجئے جیسے آیہ بل رفعہ الیہ رفعت ثابت ہے رفع صیغہ واحد مذکر غائب اور
اللہ فاعل عیسیٰ علیہ السلام ضمیراً مفعول ہیں پس اگر قرآن میں رفعہ اللہ الیہ نہ آتا
تو مثل وفات کے رفعت کے بھی ہم منتظر رہتے کیونکہ لفظ متوفی اور لفظ رافع
دونوں ایک ہی آیت میں واقع ہیں اور دونوں اسم فاعل ہیں اور دونوں آیندہ زمانہ
میں امر وقوع کی خبر دے رہے ہیں تو رافعؑ کی خبر لفظ بل رفعہ اللہ الیہ سے پوری
ہوگئی مگر متوفی کی خبر لفظ توفی کے نہ آنے سے پوری نہیں ہوئی اور لفظ توفی جو ان
الذین توفہم الملائکۃ ظالمی انفسھم الخ میں جو واحد غائب ماضی معروف
ہے سو اس میں فاعل فرشتے ہیں نہ کہ اللہ۔ اور نہ اس آیت کے ماضی کے معنے ہیں بلکہ
مضارع یا مستقبل کے معنے ہیں ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین والا من الکاذبین
فقط والسلام خیر ختام کبیر احمد بقلم خود۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۱۸ء
قول۔ آپ ہمارے سوال نمبر ۲ کا جواب کچھ بھی نہ دے سکے۔ قرآن۔ حدیث۔
لغت سے آپ نے کوئی سند ایسی پیش نہیں کی جس سے بحالت متذکرہ سوال لفظ توفی
کے معنی قبض روح مع الجسم ثابت ہوں بمقتضائے حق پسندی یہ تھا کہ آپ اس
بات کا اقرار کرتے کہ بیشک لفظ توفی کے معنی صرف قبض روح کے ہیں۔ قبض مع
الجسم کے نہیں کیا ہم امید رکھیں کہ آیندہ آپ اقرار کرلینگے۔ اب رہی یہ بحث کہ آیت
فلما توفیتنی کے معنے کیا ہیں پس واضح ہو کہ پوری آیت سورہ مائدہ آخری رکوع
میں حسب ذیل ہے۔ واذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس
اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحٰنک مایکون لی ان اقول
مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی
نفسک انک انت علام الغیوب ٥ ماقلت لھم الا ما امرتنی بہ ان
اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی
کنت انت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شیءٍ شھید۔ یعنی اور جب کہا اللہ

نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو معبود بناؤ تو عیسیٰ نے جواب دیا (عالم برزخ میں) کہ تو پاک ہے میں وہ بات کیسے کہہ سکتا تھا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا اگر مینے ایسا کہا ہوتا تو تجھے بھی علم ہوتا تو میرے دل کے بھید کو اچھی طرح جانتا ہے اور میں تیرے مخفی بھید کا علم نہیں رکھتا تحقیق تو ہی غیب کی باتوں کو اچھی طرح جاننے والا ہے مینے تو اُن سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو کہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اور میں انپر نگران تھا جب تک کہ ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو میری وفات کے بعد پھر تو ہی ان پر نگران تھا +

اب اس آیت پر غور کرنے سے حضرت مسیح کی وفات قطعاً و یقیناً ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مسیح سے یہ سوال کیا کہ آیا عیسائیوں کو تثلیث کی تعلیم تم نے دی ہے ؟ تو حضرت مسیح نے یہ جواب دیا کہ اے خدائے علیم مینے تو انھیں توحید کی تعلیم دی تھی اور میں جب تک اُن میں رہا انکی نگرانی کرتا رہا جب تو نے مجھے وفات دیدی تو مجھے خبر نہیں کہ انکی حالت کیا ہوئی - اب اگر مولوی صاحبان للہ اس آیت میں ٹھنڈے دل سے غور کریں اور انصاف سے کام لیں تو انپر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام بیشک فوت ہو گئے کیونکہ وہ اپنی وفات کو عیسائیوں میں تثلیث پھیلنے سے قبل بتاتے ہیں اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ عیسائیوں میں تثلیث کی تعلیم تقریباً سترہ اٹھارہ صدیوں سے چلی آتی ہے پس کیا شک ہے کہ حضرۃ مسیح وفات پا گئے اور یہ عقیدہ کہ وہ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں آیندہ کسی زمانہ میں آسمان سے اُتر کر تقریباً چالیس برس تک زمین پر ٹھہر ینگے اور دجال کو قتل کرینگے سراسر لغو و باطل ہے کیونکہ وہ ایسی صورت میں تثلیث سے بے خبر نہیں ہو سکتے اور ایک ہی خدا کے روبرو اور قیامت کے دن کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے - ملا صاحب کا خیال ہے کہ آیہ فلما توفیتنی میں توفیتنی اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے مگر یہ موقعہ قیامت کو ہوگا - گو ملا صاحب نے اپنے دعوے کی تائید میں کوئی دلیل پیش نہیں

کی لیکن ہم مانتے ہیں کہ یہ موقع قیامت میں ہوگا اور حضرت مسیح جوابدہی کے طور پر خدا کے روبرو قیامت میں فرمائینگے۔ ما قلت لهم الا ما امرتنی ان اعبدوا الله ربی وربکم وکنت علیهم شهیدًا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شی شهید۔ پھر بھی ہمارا استدلال بدستور قائم ہے۔

اس موقع پر امام بخاری رحمۃ اللہ کا میں نہایت شکرگذار ہوں کہ انھوں نے اپنی صحیح میں آیہ فلمّا توفیتنی کی تفسیر خود حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کردی ہے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان جو اس آیہ کی تفسیر کے متعلق تنازع برپا ہے اُس تنازع کا قطعی فیصلہ کردیا ہے۔ اب اگر اہلحدیث اسبات کو رد کریں جو قرآن شریف اور حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہے تو پھر وہ یاد رکھیں کہ ایکدن مرنا ہے اور خدا کو منہ دکھانا ہے بھائیو! جب قیامت میں یہ آیت و حدیث تمہارے مقابلہ میں پیش ہوگی تو کیا جواب دوگے۔ اس لئے خدا سے ڈرو انصاف سے کام لو اور حق کے قبول کرنے میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ خدا تمہیں ہدایت دے آمین۔ دیکھو تم اہلحدیث ہو اور تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور قرآن و حدیث کے خلاف کسی کی بات نہیں مانتے پس تم کسی مولوی مُلّا کو اپنا رب نہ بناؤ اور جس بات کی سند وہ قرآن و حدیث سے نہ دے سکے اُس بات کو ہرگز نہ مانو۔ اب ادھر متوجہ ہوکر فلمّا توفیتنی کے متعلق امام بخاریؒ کا فیصلہ حدیث نبوی کی بناپر سنو۔ بخاری مطبوعہ مصر (جو میرے پاس موجود ہے اور آپ لوگ اُس کو دیکھ سکتے ہیں) جلد ۳ ص ۸۶ کتاب التفسیر سورہ مائدہ میں لکھا ہے " باب وکنت علیهم شهیدًا مادمت فیهم فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شیٔ شهید پھر پوری سند لکھکر ابن عباسؓ سے آیہ مذکورہ کے متعلق یہ حدیث روایت کی ہے خطب رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ..... ثم قال الا وان اول الخلائق یوم القیامة ..... وانه یجاء برجال من امتی فیؤخذ بهم ذات الشمال فاقول یارب اصیحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما

قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما توفیتنی
کنت انت الرقیب علیھم فیقال ان ھؤلاء لم یزالو مرتدین علی اعقابھم
منذ فارقتھم - ترجمہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ
فرمایا پھر (اُس خطبہ میں) فرمایا کہ قیامت کے دن بعض لوگ میری امت میں سے
آگ کی طرف لائے جائیں گے تب میں کہونگا اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں
تب کہا جاوے گا کہ تجھے ان کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کئے سو
اُس وقت میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک بندے نے کہی تھی یعنی مسیح ابن مریم
نے (جبکہ اُس کو پوچھا گیا تھا کہ کیا تو نے یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا
کر کے ماننا اور وہ بات جو میں ابن مریم کی طرح کہونگا - یہ ہے کہ میں جب تک ان
میں تھا ان پر گواہ تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو اُس وقت تو تو ہی ان کا
نگہبان اور محافظ تھا - پس کہا جائے گا کہ تیری وفات کے وقت سے یہ لوگ مرتد
ہو گئے تھے - سو سنو اب دیکھ لو کہ آیہ فلمّا توفیتنی کی تفسیر حضرت رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے کس قدر واضح اور صاف طور پر حضرت مسیح کے واقعہ کو
اپنے واقعہ کے ہمرنگ اور مانند قرار دے کر فرما دی ہے جس کا خلاصہ یہی ہے
کہ جس طرح حضرت مسیح کی وفات کے بعد اُنکی اُمت میں سے لوگ بگڑ گئے اور
انھوں نے ایک خدا کے تین خدا بنا لئے اُسی طرح میری وفات کے بعد میری
امّت میں سے کچھ لوگ دین سے پھر جائیں گے - پس جب حضرت مسیح ابن مریم کی
وفات قرآن و حدیث سے قطعی طور پر ثابت ہو گئی تو اب اس کے خلاف کس حدیث
پر ایمان لاؤ گے - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - فبایّ حدیث بعدہ یومنون - فاتقوا اللہ
واتقوا اللہ یا معشر العلماء والعقلاء الیس منکم رجل رشید -

والسلام علی من اتبع الھدیٰ -

۲۸ - ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء

پیدائش رُوح کے بارے میں حضرت مسیح موعود کا مذہب

نوشتہ جلال الدین سیکھوانی (مولوی فاضل)

ایک صاحب نے دو اعتراض کیئے ہیں جنمیں سے پہلا یہ ہے کہ مرزا صاحب (سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام - ایڈیٹر) کے نزدیک روح مادہ سے پیدا ہوتی ہے حالانکہ ازروئے عقل و نقل ثابت ہے کہ رُوح ایک علیحدہ شے ہے۔ رُوح کے وجود پر عقلی دلیل چاہیئے تو حجۃ اللہ البالغہ کو مطالعہ فرمائیں اس سے آپ پر ظاہر ہو جائے گا کہ رُوح ایک اور عالم کی شے ہے اور احادیث میں آیا ہے۔ (۱) خلق عالم سے دو ہزار برس پہلے رُوح کا وجود ہوا۔ (۲) حدیث جنود مجندہ (۳) قصہ میثاق (۴) کنت نبیا وادم بین الماء والطین (۵) ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ (۶) آیت نفخت فیہ من روحی ظاہر ہے کہ رُوح منفوخ فیہ سے ایک جداگانہ شے ہے پھر یہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شیخ مجدد الف ثانی اور امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیھم بھی اسی پر متفق ہیں اور تمام ارباب باطن سب رُوح کے مقدمہ میں شریعت کے موافق ہیں پھر اس بات پر تو سب علماء سلف متفق ہیں۔ کہ رُوح ایک جداگانہ شے ہے دنیوی مادہ سے پیدا نہیں ہوتی اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ رُوح دنیوی مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔ انتہی بالخلاصہ +

الجواب۔ حضرت مسیح موعود کا یہ بالکل عقیدہ نہیں کہ رُوح مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ حضرت صاحب کی جس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ رُوح مادی چیز ہے اسے تحریر کرتے۔ کیونکہ اس کے خلاف آپؑ رُوح کو غیر مادی چیز مانتے ہیں اور جہاں آپ نے یسئلونک عن الروح کی تفسیر لکھی ہے تو اس جگہ آپ نے خدا تعالٰے کی پیدائش کے دو طریق لکھے ہیں۔ ایک پیدائش خود خدا تعالیٰ کی خلق کہلاتی ہے۔ اور وہ اس چیز کا بنانا ہے کہ جس کا مادہ پہلے موجود نہ ہو مثلاً حضرت آدم کا بنانا۔

اور دوسری خلق بغیر مادہ کے ہے۔ اس خلق کا نام امر ہے جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے الا له الخلق والامر فتبارك الله احسن الخالقين تو رُوح مخلوق اور حادث ہے لیکن ہے صفت امر کے ماتحت یعنی بغیر مادہ کے پیدا ہوئی ہے اور اس کے متعلق شاہ ولی اللہ حجۃ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

الابداع۔ ایجاد شئ لامن شئ فیخرج الشی من کتم العدم بغیر مادۃ اور اسی کا نام خدا تعالےٰ نے صفت امر رکھا ہے +

الخلق۔ ھو ایجاد الشئ من شی کما خلق آدم من التراب (الحجۃ البالغہ جزو اول صہ ۹ +

اب ہم ذیل میں حضرت مسیح موعود کا عقیدہ جو رُوح کے متعلق آپ نے جلسۂ اعظم مذاہب لاہور میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں جس سے ناظرین پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود رُوح کو مادی نہیں مانتے آپ فرماتے ہیں:۔

غور سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کی ماں جسم ہی ہے حالانکہ عورتوں کے پیٹ میں رُوح کبھی اوپر سے نہیں گرتی بلکہ وہ ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کی نشوونما سے چمکتا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ کا پاک کلام ہمیں سمجھاتا ہے کہ رُوح اس قالب میں سے ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جو نطفہ سے رحم میں تیار ہوتی ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے ثم انشأنا خلقاً اخر فتبارك الله احسن الخالقين۔ یعنی پھر ہم اس جسم کو جو رحم میں تیار ہوا تھا ایک اور پیدایش کے رنگ میں لاتے ہیں اور ایک اور اسکی خلقت ظاہر کرتے ہیں جو رُوح کے نام سے موسوم ہے اور خدا بہت برکتوں والا ہے اور ایسا خالق ہے جو کوئی اس کے برابر نہیں یہ تو رُوح بھی ہے اور حضرت مسیح موعود اسکو بھی مادی نہیں مانتے بلکہ فرماتے ہیں کہ جسم اسکی ماں ہے کہ جس طرح ماں کے بچہ پرورش پاتا ہے اسی طرح رُوح بھی جسم میں نشوونما پاتی ہے پھر آگے چلکر حضرت صاحب فرماتے ہیں دو کہ یہ بات نہایت درست اور صحیح ہے کہ رُوح ایک لطیف نور ہے جو اس

جسم کے اندر سے ہی پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے پیدا ہونے سے مُراد یہ ہے کہ اول مخفی اور غیر محسوس ہوتا ہے پھر نمایاں ہو جاتا ہے اور ابتدائی اس کا خمیر نطفہ میں ہی موجود ہوتا ہے بیشک وہ آسمانی خدا کے ارادہ سے اور اس کے اذن اور اسکی مشیت سے ایک مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ نطفہ سے تعلق رکھتا ہے اور نطفہ کا وہ ایک روشن اور نورانی جوہر ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ نطفہ کی ایک ایسی جزو ہے جیسا کہ جسم جسم کی جزو ہوتا ہے مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے یا زمین پر گر کر نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے بلکہ وہ ایسا نطفہ میں مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے خدا کی کتاب کا یہ منشاء نہیں ہے کہ رُوح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے یا فضا سے زمین پر گرتی ہے اور پھر کسی اتفاق سے نطفہ کے ساتھ ملکر رحم کے اندر چلی جاتی ہے بلکہ یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں ٹھیر سکتا اگر ہم ایسا خیال کریں تو قانون قدرت ہمیں باطل پر ٹھیراتا ہے ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے اور باسی کھانوں میں اور گندے زخموں میں ہزارہا کیڑے پڑ جاتے ہیں میلے کپڑوں میں صدہا جوئیں پڑ جاتی ہیں انسان کے پیٹ میں بھی کدو دانے وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں اب کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ باہر سے آتے ہیں یا آسمان سے اُترتے کسی کو دکھائی دیتے ہیں سو صحیح بات یہ ہے کہ رُوح جسم میں سے ہی نکلتی ہے اور اسی دلیل سے اس کا مخلوق ہونا بھی ثابت ہے اور اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب حجۃ البالغہ صفحہ ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔ واعلم ان الروح اول ما یدرک حقیقتہا انہا مبدأ الحیاۃ فی الحیوان وانہ یکون حیاً بنفخ الروح فیہ ویکون میتاً بمفارقتہا منہ ثم اذا امعن فی التامل ینجلی ان فی البدن بخاراً لطیفاً متولداً فی القلب من خلاصۃ الاخلاط یحمل القوی الحساسۃ والمحرکۃ والمدبرۃ للغذاء علی ما یجری فیہ حکم الطب وتکشف التجربۃ ان لکل من احوال ہذا البخار من رقتہ وغلظہ وصفائہ وکدرتہ اثراً خاصاً فی القوی والافاعیل المنبعثۃ من تلک القوی وان الآفۃ الطارئۃ علی کل عضو وعلی تولید البخار المناسب لہ تفسد ہذا البخار وتشوش افاعیل وینلزم تکونہ الحیاۃ و

تخلله الموت فهو الروح فی اول النظر والطبقة السفلی عن الروح فی النظر الممعن ومثاله فی البدن کمثل ماء الورد فی الورد وکمثل النار فی الفحم ثم اذا امعن فی النظر ایضاً انجلی ان هذا الروح مطیئة للروح الحقیقیة ومادة لتعلقها۔ ترجمہ جان لے کہ روح کی حقیقت کا اولاً ادراک یہ ہے کہ وہ حیوان میں مبداء حیاۃ کا ہے اور یہ کہ وہ حی ہوتا ہے نفخ رُوح کے ساتھ اس میں اور اسکی مفارقت سے حیوان مردہ ہوتا ہے پھر جب غور سے دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ بدن میں ایک لطیف بخار ہے جو کہ قلب میں متولد ہوتا ہے خلاصہ اخلاط سے جو کہ قویٰ حساسہ محرکہ اور مدبرہ للغذا کا حامل ہے پھر لکھتے ہیں۔ پس اوّل نظر میں وہ رُوح ہے اور نظر ممعن میں طبقہ سفلی ہے رُوح کا اور اسکی مثال بدن میں ایسی ہے جیسے گلاب کا پانی گلاب کے پھول میں اور مثل آگ کے کوئلہ میں۔ پھر غور کریں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح سواری ہے رُوح حقیقیہ کے لئے اور مادہ ہے اسکے تعلق کے لئے پھر امام غزالی نے اپنی کتاب المضنون بہ علی اھلہ میں رُوح کی یہ تعریف لکھی ہے کہ وہ ایک جسم لطیف ہے اخلاط کے بخار سے مرکب اور اس کا منبع دل ہے اور اس میں قوائے نفسانی و حیوانی دونو ہیں اور اسی سے قوت حساسہ اور اعضاء کی حرکت حاصل ہوتی ہے۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ روح ملکی کے متعلق فرماتے ہیں" انسان کے جسمانی اعمال اور اقوال اور تمام طبعی افعال جب خدا کے لئے اور اسکی راہ میں ظاہر ہونے شروع ہوں تو ان سے بھی یہی الٰہی فلسفہ متعلق ہے یعنی ان مخلصانہ اعمال میں بھی ابتدا ہی سے ایک روح مخفی ہوتی ہے جیسا کہ نطفہ میں مخفی تھی اور جیسے جیسے ان اعمال کا قالب تیار ہوتا ہے وہ رُوح چمکتی جاتی ہے اور جب وہ قول پورا تیار ہو چکتا ہے تو یکدفعہ وہ رُوح اپنی کامل تجلی کے ساتھ چمک اُٹھتی ہے اور اپنی رُوحی حیثیت سے اپنے وجود کو دکھا دیتی ہے اور زندگی کی صریح حرکت شروع ہو جاتی ہے جبھی کہ اعمال کا پُورا قالب تیار ہو جاتا ہے معاً بجلی کی طرح ایک چیز اپنے

اندر سے اپنی کھلی کھلی چمک دکھلانا شروع کر دیتی ہے یہ وہی زمانہ ہے جسکی نسبت خدا تعالے نے مثالی طور پر قرآن شریف میں فرمایا ہے فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعو الہ ساجدین یعنی جبکہ اس کا قالب بنا لیا اور تجلیات کے تمام مظاہر درست کر لئے اور اپنی روح اس میں پھونک دی تو تم سب لوگ اس کے لئے زمین پر سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ جب اعمال کا پورا قالب تیار ہو جاتا ہے تو اس قالب میں وہ روح چمک اُٹھتی ہے جسکو خدا تعالے اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے کیونکہ دنیوی زندگی کے فنا کے بعد وہ قالب تیار ہوتا ہے اس لئے الہی روشنی جو پہلے دھیمی تھی بھڑک اُٹھتی ہے پھر آپ فرماتے ہیں۔ جس قادر مطلق نے روح کو قدرت کاملہ کے ساتھ جسم میں سے ہی نکالا ہے اس کا یہی ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ روح کی دوسری پیدائش کو جسم کے ذریعہ سے ہی ظہور میں لاوے روح کی حرکتیں ہمارے جسم کی حرکتوں پر موقوف ہیں جس طرف ہم جسم کو کھینچتے ہیں روح بھی پیچھے پیچھے بالضرور ساتھ ہی کھینچی چلی آتی ہے۔

پس اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک روح مادی چیز نہیں تو اب وہ احادیث جنکو آپ نے روح کے ابدان سے پہلے موجود ہونے پر دلائل قرار دیا ہے صحیح نہیں پہلی حدیث کہ روح دو ہزار سال قبل ابدان کے بنی ہے اس کے متعلق کتاب الروح مصنفہ امام ابن قیم صفحہ ۲۷۵ میں لکھا ہے۔ واما حدیث خلق الارواح قبل الاجساد بالفی عام فلا یصح اسنادہ ففیہ عتبۃ بن السکن قال الدار قطنی متروک وارطاۃ بن المنذر قال ابن عدی بعض احادیثہ غلط۔ ترجمہ۔ یہ حدیث کہ ارواح اجساد سے دو ہزار برس پہلے پیدا ہوئے ہیں اس کی اسناد صحیح نہیں اس میں عتبۃ ابن السکن ہے دار قطنی نے کہا ہے کہ متروک ہے اور اس میں ارطاۃ بن المنذر ہے ابن عدی نے کہا ہے کہ اسکی بعض احادیث غلط ہیں۔ (۲) اور حدیث جنود مجندہ سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ پہلے بنے ہوئے ہیں بلکہ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اتنا ہی کہ ارواح مخلوق

ہیں جیسے کتاب الروح صفحہ ۲۳۷ میں لکھا ہے الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ایتلف وما تناکر منھا اختلف والجنود المجندۃ لا تکون الا مخلوقۃ

۳- اور میثاق اگر ان ارواح سے جو پہلے موجود تھے ان سے لیا گیا ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ کوئی بھی نہیں بتا سکتا کہ میں نے خدا کے سامنے کوئی اقرار کیا ہوا ہے بلکہ اس کے معنے یہی ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ اور وہ فطرۃ فطرۃ اللّٰہ الّتی فطر النّاس علیھا اسلام ہے اور وہ میثاق وہ ہے جو کہ ہر ایک کے دل میں مرکوز ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ولئن سألتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللّٰہ کہ صحیفہ فطرت اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی ہر ایک چیز کا رب ہے۔ ۴- اور حدیث کنت نبیا وادم بین الماء والطین تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے علم میں نبی تھے تو اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ارواح ابدان سے پہلے موجود ہیں پس آپ نے جو احادیث پیش کی ہیں ان سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ارواح ابدان سے پہلے موجود ہیں ؛

۵- ایسا ہی آیت نفخت فیہ من روحی سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ روح ان کے بدن سے پہلے پیدا شدہ تھی جیسا کہ کتاب الروح مصنفہ امام ابن قیم صفحہ ۲۷۷ میں لکھا ہے والقرآن والحدیث والآثار تدلّ علی انہ سبحانہ نفخ فیہ من روحہ بعد خلق جسدہ فمن تلک النفخۃ حدث فیہ الروح ولو کانت روحہ مخلوقۃ قبل بدنہ مع جملۃ ارواح ذریتہ لما عجبت الملائکۃ من خلقہ۔ ترجمہ یعنی قرآن اور حدیث اور آثار تمام اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے حضرت آدم میں اس کے جسد کی خلق کے بعد رُوح پھونکی۔ پس اس نفخہ یعنی پھونکنے سے اس میں رُوح پیدا ہوئی اور اگر اسکی رُوح مع جملہ ارواح اسکی ذریت کے اس کے بدن سے پہلے مخلوق ہوتی تو فرشتے اس کی خلق سے تعجب نہ کرتے پھر صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے ان خلق ابن ادم یجمع فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذالک ثم

یکون مضغۃ مثل ذالک ثم یرسل الیہ الملک فینفخ فیہ الروح فالملک وحدہ یرسل الیہ فینفخ فیہ فاذا نفخ فیہ کان ذالک سبب حدوث الروح لم یقل یرسل الملک الیہ بالروح فید خلھا فی بدنہ وانما ارسل الیہ الملک فاحدث فیہ الروح بنفختہ فیہ۔ ترجمہ۔ کہ ابن آدم کی پیدایش کا طریق یہ ہے کہ پہلے چالیس دن اپنی ماں کے پیٹ میں نطفہ رہتا ہے۔ پھر چالیس دن علقہ پھر چالیس دن مضغہ پھر اس کی طرف فرشتہ بھیجا جاتا ہے تو وہ اُس میں رُوح پھونکتا ہے پس اکیلا فرشتہ اُس کی طرف بھیجا جاتا ہے تو وہ اس میں پھونکتا ہے تو اس کا پھونکنا سبب حدوث رُوح کا ہوتا ہے اور یہ نہیں کہا کہ فرشتہ کو رُوح دیکر بھیجا جاتا ہے تو وہ اس کو اس کے بدن میں داخل کرتا ہے بلکہ اس کے نفخہ کے ساتھ رُوح بدن میں حادث ہوتا ہے پھر کتاب الروح صفحہ ۲۵۹ میں لکھا ہے ”ولیس فیہ انہ سبحانہ خلق ارواحھم قبل الاجساد واقرھا بموضع واحد ثم یرسل کل روح من تلک الارواح عند حدوث بدنھا الیہ نعم ھو سبحانہ یخص کل بدن بالروح التی قدران یکون لہ فی ذالک الوقت واما انہ خلق نفس ذالک البدن فی ذالک الوقت وفرغ من خلقھا واودعھا فی مکان معطلۃ عن بدنھا حتی اذا احدث بدنھا ارسلھا الیہ من ذالک المکان فلا یدل شی من الاحادیث علی ذالک لمن تاملھا۔ اور اس میں یہ نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے بنایا ہے۔ اور ان کو ایک جگہ میں رکھا ہُوا ہے پھر ہر ایک روح کو ان ارواح سے اس کے بدن کے حدوث کے وقت بھیجتا ہے ہاں ہر ایک بدن کو خدا تعالیٰ نے ایک رُوح کے ساتھ خاص کیا ہے اور اندازہ کیا ہے کہ فلاں وقت میں اس بدن کے لئے ہوگا لیکن یہ بات کہ اس بدن کا نفس اسوقت میں بن چکا ہے اور اسکی خلق سے خدا فارغ ہوچکا ہے اور ان کو بدن سے معطل ایک مکان میں رکھا ہُوا ہے تو جب کبھی کوئی بدن تیار ہوتا ہے تو اس مکان سے اسکی طرف بھیج دیتا ہے تو اس پر احادیث سے بالکل دلالت نہیں پائی جاتی اور غور کرنے والا شخص معلوم کر سکتا ہے کہ احادیث میں اس کی

تصدیق نہیں پائی جاتی۔ پھر دیکھیں کتاب الروح صفحہ ۲۵۶ فقد قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وھذا خطاب للانسان الذی ھو روح وبدن فدل علی ان جملۃ مخلوقۃ بعد خلق الابوین واصرح منہ قولہ تعالیٰ یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء واتقوا اللہ وھذا صریح فی ان خلق جملۃ النوع الانسانی بعد خلق اصلہ یعنی خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ ہم نے تمکو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور یہ انسان کو خطاب ہے جو کہ روح اور بدن ہے پس اس آیت نے دلالت کی کہ انسان کا روح وبدن ابوین کی خلق کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اس سے بھی زیادہ صریح خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اے لوگو خدا کا تقویٰ کرو جس نے تمکو نفس واحد سے پیدا کیا اور اسی کی نوع کا اس کا جوڑا بنایا۔ ان دونوں سے مرد اور عورتیں بہت سی پھیلائیں اور اللہ سے ڈرو۔ پس اس آیت سے یہ ثابت ہوگیا کہ جملہ نوع انسانی (جو روح وخلق سے مرکب ہے) کی خلق اصل کی خلق کے بعد ہوتی ہے۔ اب سُنئے امام غزالی رحمۃ اللہ کا اسکے متعلق کیا مذہب ہے ملاحظہ ہو مسئلہ الروح وحقیقتھا صفحہ ۴۔ امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ارواح بشری قبل وجود ابدان کے موجود نہیں ہیں بلکہ بعد وجود ابدان کے حادث ہوتی ہیں جیسے صورت آئینہ میں کیونکہ اگر قبل وجود ابدان کے موجود ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کل انسانوں کے لئے رُوح واحد ہوگی یا کثیر یعنی بہت سی ہونگی۔ پھر وہ ایک لمبی دلیل لکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ قبل وجود ابدان رُوح کا واحد ہونا یا کثیر ہونا دونو باطل ہیں اور جب وہ دونو باطل ہوئیں تو روح کا قبل ابدان موجود ہونا باطل ہوگیا ؛

پھر اگر ہم اس بات کو تسلیم کریں کہ ارواح قبل ابدان کے موجود ہیں اور پیدا نہیں ہوتے رہتے تو اس سے لازم آئیگا کہ یا تو خدا تعالےٰ سے ارواح کو پیدا کرنیکی صفت مسلوب ہوگئی ہے یا نہیں اگر ہوگئی ہے تو یہ ایک نقص ہے اور اسکی صفات میں تغیر اور نقص واقع نہیں ہوسکتا اگر اس میں خلق ارواح کی صفت پائی جاتی ہے تو ارواح کا پیدا ہوتے رہنا لازم آئیگا اور اگر ارواح کا پیدا ہوتے رہنا نہ تسلیم کیا جائے تو یہ

۴۴ کرتا۔ حالانکہ قرآن مجید نے ہمیں بتایا ہے کہ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربّک ذوالجلال والاکرام اور اسکی صفات ہمیشہ کے لئے کام کرنیوالی ہیں ؛

وید کی چند پہیلیاں

ہمارے ملکی آریہ بھائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ "وید ہی دنیا میں ایک دینی کتاب ہے جو علم و عقل سائنس و فلاسفی سے پُر علوم کا بھنڈار (خزانہ) ہے اور سب کتب اسی کی خوشہ چین ہیں" اسکے ماتحت آج ہم دیکھتے ہیں کہ فی الحقیقت ویدوں میں سائنس و فلاسفی پر مُوشگافیاں کی گئی ہیں یا برخلاف اسکے خلاف از عقل و علم باتیں ہی ہیں۔ اُمید ہے کہ آریہ فلاسفر ہماری مندرجہ ذیل پہیلیوں یا معموں کا حل کر کے دکھلائینگے۔ جو ہم ویدوں سے پیش کرنے لگے ہیں اور ویدوں کا ترجمہ ہمارا یا کسی اور غیر مذہب والے کا نہیں بلکہ خاص بانی آریہ سماج کے قلم سے نکلا ہوا ہے۔ "ہے دینے ہارے جیسے لینے والا۔ پڑھانے اور اُپدیش کرنیوالوں کا میل کرے اور وہ آج بکرا وغیرہ جانوروں کے بیچ سے لینے لائق چیز کا چکنا حصہ یعنی گھی دودھ وغیرہ اُدّار (نکالا ہوا) کیا ہوا لیویں۔

تفسیر دیانند بھاشا یجروید جلد دوم ۷۹۵ (ادھیائے ۲۱ منتر ۴۳)

ہمارے ناظرین نے تو یہی سُنا یا دیکھا ہوگا کہ بکریاں دودھ دیا کرتی ہیں مگر آج انکی معلومات میں اور بھی اہم اضافہ ہو جائے گا۔ جب وہ بطفیل "ایشوری گیان" جان لینگے کہ بکرے بھی دودھ اور گھی دیتے ہیں۔

حیرانی ہے کہ اس قسم کی باتوں کے مجموعہ کو کلام الٰہی اور ایشوری گیان کہا جاتا ہے جو سراسر غلط علم و عقل دلیل و مشاہدہ کے ہو۔ اس طور کا دوسرا منتر ملاحظہ ہو۔

"ہے رعایا کے مالک ایشور! جو رُوح۔ مادہ وغیرہ اشیاء (ہیں یہ) سب اچھا روپ وغیرہ (بصورت خواہش) صفات سے متصف ہیں الخ)

(جلد اوّل تفسیر دیانندی یجروید ص ۳۱۲ و ص ۳۱۳ (نمبر ۱/۲)

یہ انکشاف بھی ویدوں کے ذریعہ ہی دُنیا میں ہوتا تھا کہ علاوہ رُوح کے بیجان

مادہ میں بھی خواہش موجود ہے۔

کیا کوئی آریہ اس منتر کا صحیح حل کر کے دکھلا سکتا ہے یا اسکے مضمون کو عقل وسائنس سے مطابق کرکے ہمیں بھی واقف کرے گا +

"گرہستہ جنوں (عیالداروں) کو چاہیئے کہ اس طرح کوشش کریں کہ جس سے تینوں یعنی بھوت (ماضی) بھوشت (مستقبل) اور ورتمان (حال) زمانہ میں بہت ہی سکھی ہوں"

(تفسیر یجر وید دیانندی بھاشا "بھاوارتھ" جلد اول صـ۲۳۱)

انسان ایسے امور پر تو قادر ہے جنکو کرکے زمانہ حال اور آیندہ میں فارغ البال اور خوش ہو جائے مگر یہ کبھی نہ سنا اور دیکھا اور نہ ہی اس بات کو عقل نے تجویز کیا کہ انسان ۱۰ مئی ۱۹ ء کو اپنی فلاح کے لئے کوئی کام کرے تو اُس کا نتیجہ یعنی سکھ اور چین پہلے یکم جنوری ۱۹ ء کو۔

ویدوں کی اس پہیلی کا حل کرنا بھی آریہ فلاسفروں کے ذمہ ہے۔ انکو بتلانا چاہیئے کہ انسان اپنی درماندگی کو دُور کرنے اور مرفہ حال ہونے کے لئے کام تو کرے آج۔ اور اُس کا سکھ ملے کام کرنیسے ایک سال پہلے +

چوتھی پہیلی۔

"میں جو سوم لتا وغیرہ بوٹیوں (کو) جو زمین وغیرہ سے تین برس پہلے مکمل سکھ دینے میں عمدہ ظاہر ہوئیں جو حاصل کرنیوالے بیماروں کے نشو اور سات جنم و ناڑیوں کے زخموں کو سفید ہیں اُنکو جلدی جانوں"

(دیانندی تفسیر بھاشا یجر وید صـ۴۱۶ (۱۲/۱۵) جلد اول

کیا ہی مزے کی بات وید نے بیان کی کہ میں اُن بوٹیوں کو جلد معلوم کرلوں جو زمین کی پیدایش سے بھی تین برس پہلے پیدا ہو چکی ہیں۔

آریہ فلاسفر و سائنس کے مدعیو! بتلاؤ دُنیا تو ابھی بنی نہیں تو اُس سے تین برس پہلے کس سائنس نے قاعدہ کی رو سے ایسی ادویات جو زخمیوں کے زخم تندرست کرنے

والوں میں پیدا ظاہر ہوگئیں۔ انصاف سے بتلانا کیا ایسی ایسی خلاف علم و عقل و مشاہدہ کے تعلیم دینے والی کتاب البشور کی تصنیف منوائی جاسکتی ہے۔ اس امر کا فیصلہ بس آپ پر ہی چھوڑا جو فیصلہ دیں ہمیں منظور +

یہ چار پہیلیاں یا متے ہی وید کی حقیقت کا آئینہ سمجھے جا سکتے ہیں۔ سوامی دیانند جی نے بھی اس امر کے متعلق خوب لکھا ہے کہ "جس طرح ہانڈی میں پکتے ہوئے چاولوں میں سے ایک چاول کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آیا سب چاول پک گئے ہیں یا کچے ہیں۔ اس طرح تھوڑی سی تحریر سے نیک نہاد لوگ بہت سی باتیں سمجھ لینگے عقلمندوں کے سامنے بہت لکھنا ضروری نہیں کیونکہ بمصداق مشتے نمونہ از خروارے عقلمند لوگ تمام مطلب کو سمجھ ہی لیتے ہیں" ستیارتھ اردو صفحہ ۵۱۲ +

ابطال قدامت مادہ

آریہ سماج اپنے جس مسئلہ پر زیادہ سے زیادہ اتراسکتا ہے وہ "قدامت مادہ" ہے +

آج ہم بفضل ایزدی اسی کے کھنڈن (تردید) میں اختصاراً سماجی دوستوں کی ہی مقبول و مستند کتاب "سانکھ درشن" مصنفہ کپل رشی سے ایک دلیل ذیل میں نقل کرتے ہیں جس سے اس مایۂ افتخار سماجی سدہانت (اصول) کا سب تار پود ڈھیلا ہو کر پاش پاش ہوتا ہوا ناظرین ملاحظہ فرمائینگے۔ جس سے امید واثق ہے کہ دیانندی حضرات اپنے قابل تعظیم قدیم رشی کی فرمائی ہوئی دلیل کو چشم بصیرت سے دیکھینگے اور غور و تدبر سے کام لیتے ہوئے اسے مسترد نہ کر کے حق کو قبول کرنے کی سعی فرمائینگے اور آجتک جس نجی اور روحانیت سے کچھ تعلق نہ رکھنے والی بات کے پیچھے سرگردان ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دیتے رہے ہیں۔ اس سے تائب ہو کر خالص توحید کے پرستار بنکے موحدین کے زمرہ میں داخل ہونے کی کوشش کو عمل میں لاکر اخروی نجات کے وارث ٹھیرینگے +

قبل اسکے کہ ہم قدم مادہ کے ابطال پر مہرشی کپل کی دلیل جو نہایت ہی مختصر مگر قدامت کو دم زدن میں چکنا چور کرنیوالی ہے نقل کریں۔ اول یہ ضروری ہے کہ بانی آریہ سماج نے مادہ

کی تعریف جس طرح کی ہے وہ بجنسہ ذیل میں درج کردیں تاکہ قدیم آریہ فلاسفر کی

دلیلِ لطیف کا مطلب بخوبی سمجھ میں آجائے۔

(ملاحظہ ہو ستیارتھ اردو ص ۲۳۹)

"یہ سب عالم پیدائش سے پیشتر تاریکی میں چھپا ہوا۔ اندھیرے جیسا ناقابل تمیز

اور آکاش کی طرح (جسم و شکل نہ رکھنے والا) تھا۔ اور غیر محدود پرمیشور کے مقابلہ میں

محدود .... تھا"

اس جگہ سوامی دیانند نے بخلاف تمام مادئین کے اجزائے عالم کو محدود تسلیم کیا ہے جسکے

تسلیم کر لینے سے قدامت مادہ کا دعویٰ ایک سیکنڈ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ جو چیز

محدود ہوگی وہ محتاج ہوگی کسی دوسرے محدد و حد بست کرنے والے کی پس جب مادۂ عالم بقول

بانی آریہ سماج محدود ہے تو یہ ماننا بھی لازمی ہوگا کہ اس کا (مادہ) کوئی محدد ضرور ہے

اور وہ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کون ہوسکتا ہے +

پس جو محدد ہوگا وہی خالق ہے اور اسکے مقابل جو محدود ہے وہ مخلوق پس آریہ سماج

جسکو قدیم بتلاتا ہے وہ حادث ثابت ہوگیا +

اب سانکھ درشن کی دلیل بھی سن لیجئے وہ بھی ہمارے اس قول کی تصدیق کررہی ہے +

परिच्छिन्नम न सर्वोपादानम

پری چھنم نہ سرود اپادانم

(ادھیائے ۱ سوتر ۷۶)

ترجمہ۔ ایک دیشی سب (کائنات) کا اپادان کارن نہیں ہوسکتا۔

(تفسیر سانکھ درشن ہندی پنڈت آریہ منی ص ۵۵)

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ جو چیز محدود ہوگی وہ کائنات عالم کی علت مادی

نہیں کہلا سکتی۔ کیوں! اسکے ثبوت میں کپل رشی اگلے سوتر میں دلیل دیتے ہیں"

तदुत्पत्तिश्रुतेश्च

تدتپتی شُرتیشچ

(سوتر ۷۷)

ترجمہ ہندی "پری چھن (محدود) کی پیدایش سُنی جاتی ہے" آریہ فلاسفر فرماتے ہیں کہ جو محدود ہے اسکی پیدایش ضروری ہے یعنی وہ بسبب محدود ہونیکے مخلوق ہے۔ پنڈت آریہ مُنی صاحب کے علاوہ فاضل آریہ پنڈت تُلسی رام سوامی بھی اپنی تفسیر سانکھیہ درشن ہندی کے صد ۳۳ پر ارقام فرماتے ہیں کہ محدود اشیاء کی پیدایش سُنی جاتی ہے اس سے وہ سب (کائنات) کی علّت مادی نہیں ہو سکتی"۔

ان ہر دو سانکھ شاستروں کے تراجم ہمارے طبع زاد نہیں بلکہ ہم نے دو آریہ فاضلوں کے ہی ترجمے نقل کر دیئے جسکو دیکھ کسی آریہ کی مجال نہیں کہ ان شاستروں کے ترجمہ کو باطل ثابت کر سکے۔

اگر ہمارے ناظرین مہرشی کپل کے فرمان کو بانی آریہ سماج کی محولہ بالا عبارت کے مقابل رکھ کر پڑھیں گے تو وہ فوراً کہہ اُٹھینگے کہ جس مادہ کو آریہ صاحبان قدیم قدیم کہہ رہے ہیں کبھی بھی ازلی و قدیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سوامی دیانند نے خود تسلیم کیا ہے کہ مادہ محدود ہے اور اسکے مقابل کپل جی نے لکھا کہ جہان کی علت مادی محدود نہیں کیونکہ جو محدود ہے وہ مخلوق اور مخلوق کبھی ازل و علت کہلا نہیں سکتی۔ پس نتیجہ نکلا کہ آریہ سماج کا باطل دعوےٰ کہ "مادہ قدیم" ہے ایک قدیم قابل تعظیم فلاسفر کے قول کی رُو سے ہی ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل گیا۔ جسکو دیکھ کر اُمید ہے کہ آریہ صاحبان اب کبھی ہمارے مُنہ نہ آتے ہوئے اس دعویٰ سے اجتناب کرینگے کہ "مادہ قدیم ہے"۔

ابطال قدامت مادہ پر یہ تو ایک قدیم رشی کی دلیل تھی جو ہم نے اوپر تحریر کی وید جسکو آریہ پرمیشور کی تصنیف بتلاتے ہیں وہ خود اس مسئلہ کی تکذیب کُھلے الفاظ میں کر کے اس عقیدہ کے پیروؤں کو شرمندہ کر رہا ہے بطور نمونہ ہم ایک منتر ذیل میں تحریر کرتے ہیں اور ترجمہ بھی سوامی دیانند کا ہوگا ملاحظہ ہو

"اس پرش (پرمیشور) نے پرتھوی یعنی زمین کے بنانے کے لئے پانی سے اس کو لیکر مٹی کو بنایا اس طرح اگنی کو اس سے پانی کو پیدا کیا۔ اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو آکاش سے اور آکاش کو پرکرتی (مادہ) سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا" بحوالہ یجر وید ۳۱

منقول ہو مکا اور دوسرا شے

دیکھ لیجئے اس جگہ آریہ سماج کا مسلم وید اسلامی عقیدہ کے آگے صاف طور پر سر تسلیم خم کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اب بھی کوئی آریہ اس مختصر سے مضمون کو پڑھ کر حدوث مادہ کا انکار کرے تو سمجھ لو کہ وہ صرف قرآنی صداقت کا ہی انکار نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے وید کو بھی صداقت سے گرا ہوا سمجھتا ہے۔

فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

تشحیذ الاذہان کیلئے ایک ہزار روپے کی اپیل

احباب جماعت احمدیہ سے

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تشحیذ الاذہان وہ مبارک رسالہ ہے جس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھا اور حضرت خلیفہ اول مولانا نور الدینؓ اسکے مربی رہے اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ الاحد سلسلہ احمدیہ کے موجودہ امام اسکے ایڈیٹر۔ اس لئے مجھے رسالہ کی اہمیت جتانے کیلئے کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اسکی موجودہ حالت کیطرف احباب جماعت احمدیہ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں حال ہیں انجمن تشحیذ الاذہان نے یہ رسالہ صیغہ تالیف واشاعت محکمہ نظارت کے سپرد کیا ہے اور اس کا حساب کتاب دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ تقریباً ساڑھے چھ سو روپے لوگوں کو واجب الادا ہے اور فنڈ میں اتنا روپیہ بھی نہیں کہ سال حال کے اخراجات پورے ہو سکیں اس لئے اس قرض کے اتارنے اور فنڈ کے استحکام کے لئے **ایکہزار روپے** کی ضرورت ہے جسکے لئے میں جماعت احمدیہ کے ذی مقدرت احباب سے حسب منشاء حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر اپنے اپنے حلقہ اثر میں تحریک

کر کے یہ رقم پوری کر دیں۔ یہ ماہ رمضان کا مہینہ ہے جسمیں خیرات کے لئے مومن بڑھ بڑھ کر حصہ لیتے ہیں اسلئے میں دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالی قوم سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اس رقم کو عید سے پہلے پہلے پورا کر دینگے۔ روپیہ ناظر بیت المال قادیان کے پتہ پر بھیجا جائے۔ اور کوپن پر لکھا ہو "اعانت تشحیذ" اسکے علاوہ ضروری ہے کہ تشحیذ کو کم از کم **پانچسو خریدار** مزید دیا جائے تاکہ رسالہ سلف سپورٹ ہو سکے۔ ہم نے اسکے اخراجات میں ممکن سے ممکن تخفیف کر دی ہے۔ یہاں تک کہ ایک ہی شخص ایڈیٹر، مینجر اور محرر ہے باوجود اس میں جو مضامین چھپتے ہیں وہ آپ کے معلومات دینی میں اضافہ کرنے والے اور مناظرات میں کام آنے والے ہوتے ہیں چنانچہ گذشتہ سالوں کے فائلوں سے بہت لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ پھر یہ رسالہ خدا کے فضل سے ایسا باقاعدہ ہے کہ گذشتہ گیارہ سال میں برابر اپنی تاریخ مقررہ پر شائع ہو جاتا رہا ہے۔ اسپر بھی اگر اسکی قدر نہ کی جائے۔ تو بہت افسوس کی بات ہوگی۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ کیطرف بھی خاص توجہ دیگئی ہے اسکی امداد کا ایک یہ طریق بھی ہے کہ سالہائے خصوصاً قیام خلافت ثانیہ کے بعد کے فائل لئے جائیں جو بجائے دو روپیہ کے ڈیڑھ روپے سالانہ کے حساب سے دیئے جائینگے میں اُمید کرتا ہوں کہ اسکے لئے دوبارہ یاد دہانی کی ضرورت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو اس کار خیر میں امداد کی توفیق دے۔ اور آپ کے سینوں کو کھولدے اور آپ اس ضرورت کو محسوس کر سکیں جس کی بنا پر یہ اپیل کی گئی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں جب یہ اپیل پیش کیگئی تو حضور نے تحریر فرمایا کہ "چھاپدیں میں بھی انشاء اللہ ۳۵ روپے دونگا" مرزا محمود احمد

احباب کرام کو بھی چاہیئے کہ اس کار خیر میں حصہ لیں۔

خاکسار رحیم بخش ایم اے
ناظر تالیف و اشاعت

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگواکر اپنے گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا اپنے پڑوسیونکی وقت پر حفاظت کرسکیں یہ اصلی عرق کافور عرصہ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست۔ پیٹ کے درد متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت فی شیشی ۴ر محصول ڈاک ایک سے ۲ شیشی تک ۵ر ✣

کلوروڈاین

یہ انگریزونکی خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑہ۔ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک دو خوراک سے کافور ہوجاتا ہے۔ آنوؤں کے دست۔ پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن کے انگلینڈ کے نامی دواخانہ سے بنوائی ہے اسلئے دیگر قیمتی کلوروڈاین سے کہیں بہتر اور مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۱ر محصول ڈاک ۵ر ✣

چھ مشہور دوائیوں کا بکس

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گزشتہ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہورہی ہیں اسلئے قدیم خریدارونکو مخاطب کرنیکی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لئے یہ منسلمہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنایا ہے جسمیں اسقدر کافی ہر ایک ادویہ ہیں کہ آزمایش پورے طور سے ہوسکتی ہے یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے (دواؤنکے نام) دمہ کی دوا۔ کولاٹانک۔ مقوی باہ کی گولیاں۔ عرق کافور۔ جلاب کی گولیاں۔ عرق پودینہ سبز۔ قیمت ۱۲/ محصول ۴ر ✣

طاقت بڑہانیوالا پھل

کولانانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری یا تبدیلی آب و ہوا کے سبب بدن کمزور ہوگیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑہاتا ہے اس لئے گھوڑے کی سواری۔ پہاڑ کی چڑھائی کشتی کسرت۔ ناچ گانا۔ پڑھنا پڑہانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا۔ ہولدل۔ دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ۱ر محصول ۵ر۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

[illegible] طلب کیجئے ✣

یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

رسالہ تشحیذ الاذہان

قادیان دارالامان

یعنی [illegible]

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام منیجر

جلد ۱۴ نمبر ۸

بابت ماہ اگست ۱۹۱۹ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ غیر ممالک سے ۸ طلباء سے ۱ پیشگی

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام صاحب سیکرٹری نے شائع کیا

ریویوز

اتالیق

ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی (جو مشہور اہل قلم ہیں) نے یہ رسالہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے جاری کیا ہے اسوقت اس کا نمبر ۲ و ۳ میرے سامنے ہے ماشاء اللہ چشم بد دور۔ خوب ایڈیٹ کیا ہے اور اس میں بچوں کے مذاق کے مطابق نہایت دلچسپ اور ساتھ ہی مفید باتیں شائع کی ہیں اگر ماسٹر صاحب اسے باقاعدہ شائع کرتے رہے (اور یہ کہنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ اسکی باقاعدگی پبلک کی قدر دانی و حوصلہ افزائی و توجہ فرمائی پر منحصر ہے) تو یہ رسالہ نہ صرف احمدی جماعت بلکہ تمام ابناء ملک کے بچوں کے لئے مفید ہوگا + ۱۲؍ سالانہ ۵ ؍ ششماہی قیمت ہے جلد منگوائے اور ایڈیٹر کی ہمت بڑھایئے +

صبر کا اجر

یہ دوسرا حصہ ہے جس میں ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے ایک تو اس دلچسپ قصہ کو تمام کیا ہے جو پہلے حصہ میں شروع کیا تھا دوم اسی قصہ کے ضمن میں عورتوں کے لئے عورتوں ہی کی سلیس زبان میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق عام تبلیغ کا ایک کورس دیدیا گیا ہے اس لئے اسکی خوب اشاعت ہونی چاہیئے ۵ ؍ قیمت ہے ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی۔ قادیان سے منگوایئے +

رپورٹ محکمۂ نظارت

امور عامہ۔ تالیف و اشاعت۔ تعلیم و تربیت یہ صیغے جو کام کر رہے ہیں اور جن اہم کاموں کے لئے یہ قائم ہوئے ہیں انکی مفصل کیفیت معلوم کرنی ہو (اور ہر احمدی کے لئے اس کا علم رکھنا ضروری ہے) تو آپ یہ رپورٹ منگوا لیجئے۔ جس سے آپ کو ایک ہی نظر میں معلوم ہو جائیگا۔ کس قدر ضروری یہ محکمہ جات ہیں اور ان کے پیش نظر مقاصد میں اک برگزیدہ کی کتنی اولوالعزمیاں ہیں۔ اسے پڑھ کر وہ لوگ جو ہمیں حقیر سمجھتے ہیں سلسلہ احمدیہ کی عظمت اور روز افزوں ترقی سے آگاہ ہو کر ہدایت پا سکتے ہیں۔ ۲۰ × ۲۶ تقطیع عمدہ کاغذ پر نہایت خوشخط چھاپی گئی ہے۔ قیمت ۴؍ +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست ۱۹۱۹ء

اثنیٰ عشری شیعوں کے امام غائب کے متعلق علمائے اہلسنت کا عقیدہ

باوجود اس کے کہ قدیم شیعہ فرقوں میں امام موعود کی تعیین میں حیرت انگیز اختلاف رہا ہے۔ اور اب بھی ہے۔ اور خصوصاً اثنیٰ عشریوں میں بھی کیونکہ انکی روایات معتبرہ کی بنا پر زمانہ رجعت میں ایک طرف سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام کی رجعت بعد الموت ثابت ہوتی ہے۔ تو دوسری طرف وہ جناب علی علیہ السلام کی رجعت اور ساتھ کے ساتھ اپنے بارھویں امام محمد بن حسن العسکری علیہما السلام کی رجعت بعد از غیبت کو مانتے ہیں تاہم وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت میں عام اہل اسلام کو یقین دلاتے ہیں کہ مہدی موعود کے بارہ میں ہمارا تمہارا عقیدہ برابر ہے اور یہ کہ قادیانیوں کا عقیدہ بالکل خلاف

روایاتِ اسلام ہے۔ اور یہ ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے حالانکہ اُن کا ایسا کہنا سراسر البتہ فریبی پر مبنی ہے۔ جس صورت میں جناب علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام جیسے بزرگوار کا دوبارہ زندہ ہو کر دُنیا میں واپس تشریف لانے اور کفر و شرک کو نیست و نابود کر کے اصل دین اسلام کو قائم کرنے کا عقیدہ مسلّم ہے تو انکے ہوتے ہوئے پھر کسی اور دوسرے امام کے ظہور کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ سکتی +

اس میں شک نہیں ہے کہ شیعہ کو ویسے دعویٰ محبت اہلبیت کا تو ضرور ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے مشکل پسند ہیں۔ مسئلہ امامت میں الجھ کر اچھے خاصے صحیح النسب سادات اور امام زادوں پر تضلیل اور تکفیر کے تیر چلانے میں انھوں نے دریغ نہیں کیا چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام کے صاحبزادے زید شہید کی تفسیق و تکفیر کی گئی ہے اور اسی طرح امام غائب کے سگے چچا جعفر کو کذاب کہا گیا ہے لیکن اہلسنت ایسے خوش اعتقاد مسلمان ہیں کہ تمام بزرگواروں قرشی و بنی ہاشم و اہلبیت کرام کو عموماً اور سادات کو خصوصاً خواہ وہ اولاد امام حسن علیہ السلام سے ہوں خواہ جگر گوشگانِ امام حسین علیہ السلام سے ہوں معزز و مکرم رکھتے ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں بارہ اماموں کو بھی جناب علی علیہ السلام سے لیکر محمد بن حسن العسکری علیہم السلام تک بزرگانِ دین مانتے ہیں۔ اور ابتداء سے لیکر آج تک نشر مناقب و فضائل اہلبیت کرام میں ساعی اور اس موضوع پر ہر زمانہ میں مختصر و مبسوط کتابیں لکھتے رہے ہیں۔ اور شیعوں کی طرح صرف تحریراً و تقریراً جمع و خرچ نہیں بلکہ مشکلات و مصائب شاقہ کے اوقات میں جان و مال سے بھی سادات عظام کے حامی و مددگار رہے ہیں۔ اگر اہلبیت کرام کا تعلق صرف شیعوں تک محدود ہوتا اور اہل سنت کی زبردست حمایت شامل حال نہ رہتی تو اس میں شک نہیں کہ خوارج جیسے دشمنان اہلبیت کرام کے کینہ پرور گروہ کے مقابل پر ہرگز ہرگز اکیلے شیعہ کامیاب نہ ہو سکتے۔ اگر خوارج کا زہریلا اثر ابتدا میں ہی زائل نہ کیا جاتا تو آج نہ اہلبیت کرام کی تعظیم و تکریم کا خیال مسلمانوں کے قلوب میں ایسا راسخ ہوتا اور نہ شیعوں میں یہ دم و خم ہی باقی رہتا اگر شیعہ سچے دل سے محبان اہلبیت کرام ہیں تو اہلسنت کی اس بروقت اور الٰہی اعانت

وغیر متزلزل رفاقت کا (جو انھوں نے قولاً و فعلاً اہلبیت نبوی کے عداد داعزاز و وقار کو برقرار رکھنے میں کی) ہمیشہ ممنون و مشکور رہنا چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ ناقدر شناسوں نے اس گروہ حق پژوہ کے ساتھ ویسا ہی غیر منصفانہ سلوک جائز رکھا جیسے کہ یہود نے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اس شہادت حقہ و حمایت دین عیسوی کے عوض میں جو یہود مردود کے مطاعن و بہتان کے دفع کرنے میں آنحضرت صلعم نے فرمایا جائز رکھا۔ متقدمین شیعہ نے اہلسنت کو نواصب کا لقب دیا تو متاخرین نے انکو ثلاثہ پرست عائشہ پرست کے دلخراش القاب عطا کئے۔ آمدیم بر سر مطلب۔ تو اسی طرح علمائے اہلسنت نے دوازدہ امام علیہم السلام کا ذکر خیر نام بنام اپنی تصانیف میں کیا ہے اور بارھویں امام علیہ السلام کی پیدایش و حالات بعد از پیدایش اگرچہ اپنے طور پر معلوم و متحقق نہ ہوسکے تاہم اُنھوں نے شیعہ کی روایات کی بنا پر ہی باور کرکے بارہ کی تعداد پوری کردی۔ اور خوارج کا فتنہ ہمیشہ کے لئے فرو کر دینے کے بعد شیعہ اثنا عشریہ دُنیا پر یہ دوسرا احسان عظیم ہے جو بالمقابل دوسرے شیعہ فرقوں کے اہلسنت کیطرف سے ہُوا ہے۔ اگر یہ حمایت ان کی طرف سے ظہور پذیر نہ ہوتی۔ تو اثنی عشری اپنے حریف شیعہ فرقوں کے مقابلہ میں بمشکل کامیاب ہوتے۔ اور انہیں اور انہیں کوئی مابہ الامتیاز پیدا نہ سکتا۔ بلکہ امام کی پیدایش کا ثابت کرنا ہی دشوار ہو جاتا۔ لیکن اس حمایت کا نتیجہ یہ ہُوا ہے کہ اثنی عشریوں نے انہی علمائے اہلسنت والجماعت کے اقوال کو لیکر اُن پر اتمام حجت کرنا شروع کردیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ خود تمہارے بزرگوں نے چونکہ ہمارے بارھویں امام کی پیدایش کو تسلیم کرلیا ہے اس واسطے اب انکو ہی مہدی آخر الزمان بھی مان لو۔ ورنہ تم حق پر نہیں ہو ۔

کس نیاموخت علم تیر از من ۔۔۔ کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

لیکن ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ صرف بارھویں امام کی پیدایش کا ذکر کرنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ہزار گیارہ سو برس سے انکو خلاف عادت اللہ زندہ اور غائب عن الانظار و حاضر فی الامصار بھی مان لیا جائے۔ سو حقیقت الامر یہ ہے کہ اہل سنت نے البتہ بارھویں امام محمد بن حسن العسکری علیہما السلام کی پیدایش کا ذکر تو کیا ہے اور بعض نے

صغر سنی میں ہی وفات بھی لکھدی ہے لیکن اس طولانی غیبت وحیات ممتد کا قائل کوئی نہیں ہوا۔ سوائے بعض صوفیاء کرام کے جن کا قول اہلسنت پر چنداں حجت نہیں یا کسی عالم مائل بہ تشیع و یا صاحب اغراض نفسانی کے جنکی رائے کی کچھ وقعت نہیں کیونکہ محققین وعلماء اہلسنت کے ایک کثیر گروہ نے علانیہ محمد بن حسن العسکری کے اب تک غائب ہونے اور مہدی موعود ہونیسے انکار کیا ہے۔ اور ایسے عقائد کا جہاں کہیں ذکر بھی کیا ہے۔ تو صاف جتلا دیا ہے کہ ان کا ماخذ خود مرویات شیعہ ہیں۔ نہ کہ احادیث اہلسنت۔ جیسے کہ شہادات واقوال مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے +

اوّل۔ صحاح ستہ میں جن پر اہلسنت کے عقائد کا دارومدار ہے۔ پھر صحاح ستہ کو چھوڑ کر ادنیٰ الطبقہ کی کتب احادیث میں بھی علیٰ ہذا القیاس۔ امام غائب کا کہیں ذکر نہیں ہے امام غائب تو درکنار جہاں تک میرا خیال ہے۔ حدیث میں دوازدہ امام علیہم السلام کا ذکر بھی بحیثیت ائمہ مفترض الطاعۃ نہیں ہے۔ البتہ شارحین نے بارہ امام یا خلفاء قریش کی تعداد پورا کرنیکے ضمن میں ان کا ذکر خیر کر دیا ہے +

دوم۔ علامہ ابن خلدون جیسے کہ اُنکے مقدمہ تاریخ سے ظاہر ہے آپ نے مہدی موعود کے متعلق سارے احادیث فریقین پر سخت جرح کی ہے۔ اور سب کو ضعیف و مجہول قرار دیا ہے۔ دیکھو مقدمہ ابن خلدون اردو فصل ۵۲ از صفحہ ۲۳۵ تا ۲۵۶ و فصل ۲۷ صفحہ ۷۸ تا صفحہ ۷۹ مطبوعہ حمیدیہ لاہور +

سوم۔ عبدالکریم شہرستانی۔ آپ اپنی کتاب الملل والنحل میں شیعوں کے اس قسم کے عقائد کا ذکر کرکے فرماتے ہیں۔ ولھم خبط طویل فی سوق الامامۃ والتوقف والقول بالرجعۃ بعد الموت والقول بالغیبۃ ثم بالرجعۃ بعد الغیبۃ۔ دیکھو کتاب مذکور در ذیل اختلافات العاشر حاشیہ کتاب الفصل ابن حزم مطبوعہ مصر جزو اول ۱۳۱ یعنے شیعوں کے اندر جناب علی علیہ السلام اور حسنینؑ کے بعد صرف اولاد امام حسینؑ اور بعد امام صادقؑ کے امام کاظمؑ و امام رضاؑ اور انکے بعد امام محمد تقیؑ اور اُنکے بعد امام نقی علیہم السلام وغیرہ کے اندر سلسلہ امامت کے چلانے اور پھر توقف کر دینے اور کسی امام کے مرجانیکے

بعد دوبارہ دنیا میں رجعت کرنے اور کسی امام کے غائب ہو جانے اور پھر بعد غائب ہو جانے کے رجعت کرنے کے بارہ میں بڑے بڑے مقدمات و مباحثات ہیں +

دوسری جگہ وہی فاضل فرماتے ہیں۔ ومن العجب انھم قالوا الغیبۃ الخ یعنے تعجب ہے کہ شیعہ لوگ غیبت امام کے قائل ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آخر اس قدر غیبت امام کس طرح قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ کیا خضر و الیاس ہزاروں برس سے زندہ نہیں ہیں۔ اس حال میں کہ کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں۔ فلم لا یجوز ذالک فی واحد من اھل البیت۔ تو ہر ایک فرد اہلبیت کرام کے لئے ایسا کیوں جائز نہیں ہو سکتا۔ جب کہا جائے کہ باوجود اسقدر اختلافات کے ادعائے غیبت امام کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خضر علیہ السلام تو کسی امت کے لئے ہادی نہیں ہیں لیکن امام غائب تو امت کی ہدایت اور عدل کرنے پر مامور ہیں اور امت انکی پیروی اور انکی سنت پر کاربند ہونے کے لئے مکلف ہے۔ وَمَنْ لَا یریٰ کیف یُقتدیٰ بہ۔ اور جو دیکھنے میں ہی نہیں آتا۔ اسکی اقتدا کس طرح کی جا سکتی ہے؟ فلہذا صارت الامامیۃ متمسکین بالعدلیۃ فی الاصول وبالمشبّہۃ فی الصفات متحیرین تائہین وبین الاخباریۃ منھم والکلامیۃ۔ سفہ وتکفیر وکذالک بین التفضیلیۃ والوعیدیّۃ قتال وتضلیل اعاذنا اللہ من الحیرۃ + ومن العجب ان القائلین بامامۃ المنتظر مع ھذا الاختلاف العظیم لا یستحیون فیدعون فیہ احکام الالٰہیۃ ویتاولون قولہ تعالیٰ علیہ وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون وستردون الی عالم الغیب والشہادۃ قالوا ھو الامام المنتظر الذی یرحالیہ علم الساعۃ ویدعون فیہ انہ لا یغیب عنا ویخبرنا باحوالنا حین یحاسب الخلق الی تحکمات باردۃ وکلما عن العقول ردۃ الخ الملل والنحل شہرستانی حاشیہ کتاب الفصل ابن حزم جلد ۲ صفحہ ۱ +

یعنی اسی بنا پر امامیہ لوگ اصول میں تو عدلیہ اور صفات میں مشبہ سے تمسک کرتے ہوئے حیران و سرگردان ہیں۔ اور شیعیان اخباریہ و کلامیہ میں باہم تکذیب و تکفیر کے تیر

چلتے ہیں۔ اور اس طرح تفضیلیہ اور وعیدیہ کے درمیان کشت و خون اور پرخاش ہے خدا ایسی حیرت فی الدین سے پناہ میں رکھے۔ اور تعجب ہے کہ امام منتظر کے قائل و معتقدین کو باوجود اسقدر اختلاف عظیم باہمی کے شرم نہیں آتی۔ اور امام کیطرف خدائی حکم منسوب کرتے ہیں اور آیہ قل اعملوا فسیری اللہ عملکم الی آخرہ کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد امام ہے۔ اور کہتے ہیں کہ قیامت کا علم جسکی طرف منتہی ہوتا ہے۔ وہ امام منتظر ہی ہے۔ اور ادعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سے مخفی نہیں ہے اور جب خلق خدا کا حساب و کتاب ہوگا تو وہ ہم کو ہمارے احوال سے مطلع کرے گا۔ علی ہذا القیاس اُنکے بیجا اور عقل سلیم سے دُور دعوے ہیں۔

نوٹ۔ ایک جلیل القدر شیعہ فاضل نے لکھا ہے کہ کتاب ملل والنحل بتمامہ شہرستانی کی تالیف نہیں ہے بلکہ دراصل ایک شیعہ عالم کی کتاب سے اس نے اقتباس بلکہ سرقہ کیا ہوا ہے۔ خصوصاً وہ حصہ جو امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد شیعہ فرقوں کے متعلق ہے۔ چنانچہ لکھا ہے وشہرستانی عاری از لباس انسانی در ملل ونحل بعد از ذکر فرق امامیہ بعد از امام حسن عسکری کہ آں را از رسالہ فرق نوبختی برداشت وجملہ از کلمات نافعہ اورا دزدیدہ مے گوید واز عجب اینکہ ایشاں مے گویند کہ غیبت طول کشیدہ دویست وپنجاہ سال وچیزے۔ دیکھو کتاب نجم ثاقب میرزا حسین النوری الطبرسی ۶۵ جس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ شہرستانی کی رائے محض ذاتی و اختراعی نہیں ہیں بلکہ یہ کہ ان کا ماخذ شیعہ کی تصانیف بھی ہیں۔ فہو المراد ٭

چہارم۔ ابن خلکان۔ ثانی عشر الائمۃ الاثنی عشر علی اعتقاد الامامیۃ المعروف بالحجۃ وھو الذی تزعم الشیعۃ انہ المنتظر والقائم والمھدی وھو صاحب السرداب عندھم واقاویلھم فیہ کثیرۃ وھم ینتظرون ظھورہ فی اٰخر الزمان من السرداب بسرمن رائے۔ تاریخ ابن خلکان مطبوعہ مصر جلد اول ص ۵۷۱ یعنی بارہ اماموں میں سے بارھواں امامیہ کے درمیان حجۃ کے نام سے مشہور ہے اور وہ وہی ہے جسکی نسبت شیعہ کا زعم ہے کہ وہ منتظر اور قائم اور مھدی ہے اور ان کے نزدیک وہی

سرداب والا ہے اور اس بارہ میں اُن کے اقوال بہت ہیں اور وہ اُس کے آخر زمانہ میں سرداب سے اس کے ظہور کا انتظار کر رہے ہیں جو سر من رائے (نواح بغداد) میں ہے۔

پنجم۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب منار میں مہدی کے متعلق جملہ اہل اسلام کے عقائد کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بارہ میں چار مختلف اقوال ہیں۔ اوّل یہ کہ مہدی درحقیقت مسیح ابن مریم ہے (بموجب حدیث لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم) دوم یہ کہ مہدی سے مُراد خلیفہ عباسی ہے جو موعود تھا اور گذر گیا (بموجب حدیث اذا رأیتم الرایات السوداء قبلت من خراسان الخ) سوم یہ کہ اہلبیت نبویؐ اولاد حسنؑ یا اولاد امام حسین بن علی علیہم السلام میں سے آخر زمانہ میں ہوگا۔ چہارم۔ رافضیوں کا قول ہے کہ مہدی موعود محمد بن حسن عسکری ہے امام حسینؑ کی اولاد سے نہ کہ امام حسنؑ کی اولاد سے۔ جو شہروں میں موجود اور آنکھوں سے غائب ہے۔ سامرہ کے سردخانہ میں بچپن میں داخل ہوئے اور اس حال پر پانسو برس گذر چکے ہیں۔ اور اب تک کسی نے انکو آنکھ سے دیکھا نہیں۔ کان نے سُنا نہیں۔ ہر روز انتظار وے کشند و باخیل درکاب برباب سرداب استادہ شدہ صیاح مے کشند کہ اخرج یا مولانا اخرج یا مولانا و بہ خیبت و خسران برمے گردند وھٰذا دابھم ولقد احسن ما قال ؎

ما آن للسرداب ان یلد الذی	کلمتموہ بجھلکم ما آنا
فعلی عقولکم العفاء فانکم	ثلثتموا العنقاء والغیلانا

وایں ہا مضحکہ بنی آدم و سخریہ ایشاں اند ہر عاقل بداں استہزاء مے کند۔ حج الکرامہ ۳۸۷
یعنے ہر روز اس کا انتظار کرتے ہیں اور سرداب کے دروازہ پر سواروں پیادوں کے ساتھ کھڑے ہو کر چلاتے ہیں کہ مولانا خروج فرمایئے۔ مولانا خروج فرمایئے۔ لیکن ناکام و مایوس ہو کر واپس ہوتے ہیں۔ اور یہی ان کا دستور ہے۔ اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎ سرداب کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ اُس سے وہ شخص پیدا ہو جسکی نسبت تم لوگ لاعلمی سے کہتے ہو کہ ابھی نہیں آیا۔ تمہاری عقلوں پر خاک دھول ہو کیونکہ تم نے عنقا اور غولان صحرائی کے علاوہ ایک تیسرے وجود کو بھی (باوجودیکہ نظر نہیں آتا) موجود مان لیا

ششم- نواب صدیق حسن خان- رافضی شیعہ محمد بن حسن العسکری کی مہدویت کے قائل ہیں اور اس کے ظہور کے آخر زمانہ بلکہ ہر وقت حاضر و آئندہ ہیں دشمنوں پر تلوار و نوک سنان کے ساتھ غالب ہونے اور مخالفین سے انتقام لینے اور انکے ملک و دولت کو برباد کرنے کے قائل ہیں اور اہلسنت کو اس کا دشمن کلی جانتے ہیں- پناہ بخدا ۳۹۲

ہفتم و ہشتم- ملا معین الدین ہروی نے شیخ تورپشتی کی کتاب معتمد کے حوالے سے لکھا ہے- و نیز باید کہ بدانی بلکہ آنچہ متشیعہ از سر جہل و عصبیت اباطیل فراہم نہادہ اند تا گویند مہدی محمد عسکری است رضی اللہ عنہ و اورا لقب صاحب الزمان نہادہ اند و ہیچ عالم و ہیچ عاقل ایں سخن را وزنے نہ نہادہ است- چرا کہ بہ ثبوت پیوستہ کہ محمد عسکری در دو سالگی وفات یافتہ پس اہل اسلام را سزاوار آنست کہ ایں نوع مفتریات را بہ سمع قبول راہ نہ دہند کہ ایں و امثال ایں خرافات و تمویہات زنادقہ است چوں میموں قداح و ابو سعید و ابو حساد پسر او کہ بایں نوع سخنان عوام سادہ دل را سفیہ گرفتہ از طریق شرع منحرف گردانند- نعوذ باللہ من ذلک- کذا ذکرہ الشیخ تورپشتی فی المعتمد کتاب اسرار فاتحہ مطبوعہ نولکشور ص ۳۲۳ +

یعنے جاننا چاہیئے کہ شیعوں نے از راہ جہالت و نادانی بہت سی باطل باتوں کو جمع کر رکھا ہے کہتے ہیں کہ مہدی موعود محمد عسکری رضی اللہ عنہ ہیں- اور انکو صاحب الزمان کہتے ہیں- اور کسی عالم اور کسی عاقل کے نزدیک ایسی باتیں وزنی نہیں ثابت ہوئیں کیونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ محمد عسکری دو سال کی عمر میں فوت ہو چکے ہیں- پس اہل اسلام کو چاہیئے کہ اس قسم کی بناوٹی باتوں کو قبول نہ کریں- کہ یہ بات اور ہمچو قسم خرافات اور تلبیسات زندیقوں مثلاً میمون قداح و ابو سعید و ابو حساد اس کے بیٹے سے ماخوذ ہیں جو کہ اس قسم کی باتوں سے جاہلوں کو گرویدہ کر کے راہ شریعت سے منحرف کرتے ہیں- خدا کی پناہ- جیسے کہ تورپشتی نے معتمد میں ذکر کیا ہے +

امام ابی محمد علی بن احمد حزم الظاہری المتوفی ۴۵۶ھ اپنی کتاب الفصل فی الملل میں فرماتے ہیں کہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ محمد بن حسن العسکری زندہ ہیں نہ مرے ہیں اور نہ مریں گے

جب تک کہ خروج کریں اور زمین کو عدل سے معمور کریں جیسے کہ وہ ظلم سے بھر پور ہو گئی ہوگی

وھو عندھم المھدی المنتظر ویقول طائفۃ منھم ان مولد ھذا الذی لم یخلق قط فی سنۃ ستین ومائتین سنۃ موت ابیہ وقالت طائفۃ منھم بل بعد موت ابیہ بمدۃ وقالت الطائفۃ منھم بل فی حیاۃ ابیہ ورووا ذلک عن حکیمۃ بنت محمد بن علی بن موسیٰ وانھا شھدت ولادتہ وسمعتہ یتکلم حین سقط من بطن امہ ویقراء القران وان امہ نرجس وانھا کانت ھی القابلۃ وقال جمھورھم بل امہ صیقل وقالت طائفۃ منھم بل امہ سوسن وکل ھذا ھوس ولم یعقب الحسن المذکور لا ذکرا ولا انثیٰ فھذا اول نوک الشیعۃ ومفتاح عظیماتھم واخفھا وان کانت مھلکۃ ص ۱۸۱ الجزء الرابع۔ اور وہ اُن کے نزدیک مہدی منتظر ہے اور ایک طائفہ ان میں سے کہتا ہے کہ اس شخص کا مولد جسکی پیدایش سرے سے نامعلوم ہے ۲۶۰ھ میں ہوئی جس سال کہ اُنکے والد بزرگوار فوت ہوئے اور بعض کا قول ہے کہ ایک مدت اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد اور ایک گروہ کہتے ہیں کہ بلکہ اپنے باپ کی زندگی میں۔ اور اسکو روایت کرتے ہیں کہ حضرت حکیمہ علیہا السلام سے جو امام محمد بن علی بن موسیٰ رضا علیہم السلام کے صاحب زادی ہیں اور انھوں نے ہی اُسکی ولادت کو دیکھا ہے۔ اور ان کو باتیں کرتے سُنا جونہی کہ وہ اپنے والدہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور یہ کہ اُنکی والدہ کا نام نرجس ہے۔ اور یہ انکی دایہ تھی۔ اور جمہور کا مذہب ہے کہ اُنکی والدہ کا نام صیقل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اُنکی والدہ کا نام سوسن ہے۔ اور یہ سب بناوٹی باتیں ہیں اور اصل یہ ہے کہ امام حسن عسکری کی پُشت سے نہ کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے اور نہ لڑکی۔ پس یہ پہلی جہالت ہے شیعہ کی۔

. . . .

. . . .

دھم۔ حضرت مولٰنا جامی علیہ الرحمۃ شواہد النبوۃ میں فرماتے ہیں:۔

محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ عنہم۔ وے امام دوازدہم است وکنیت وے

ابوالقاسم است ولقبہ الامامیۃ بالحجۃ والقائم والمہدی والمنتظر وصاحب الزمان وھو عندھم خاتم الاثنی عشر اماما وانھم یزعمون انہ دخل السرداب الذی بسر من رای وامہ ینظر الیہ فلم یخرج الیہا وذلک فی سنۃ خمس وستین ومائتین وقیل فی سنۃ ست وستین ومائتین وھوالاصح فاختفی الی الآن علی زعمہم

شواہد النبوۃ مطبوعہ نولکشور ص ۲۱۲ رکن سادس دربیان شواہد و دلائل۔

یعنی یہ بارھویں امام ہیں۔ اور انکی کنیت ابوالقاسم ہے۔ اور امامیہ نے انکو کئی لقب دے رکھے ہیں مثلاً حجۃ وقائم ومہدی ومنتظر وصاحب الزمان اور ان کے نزدیک وہ بارھویں امام ہیں اور ان کا زعم ہے کہ سردخانہ میں داخل ہو گئے جو کہ سرمن رائے سامرہ میں ہے اور یہ انکی والدہ انکو دیکھ رہی تھی۔ اور وہ انکی طرف اس سے نکل کر نہ آئے۔ اور یہ واقعہ ۲۶۵ھ کا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۶۶ھ میں ہوا اور یہ بہت صحیح ہے۔ پس ان کے عقیدہ میں اب تک مخفی ہیں +

نوٹ۔ اس موقعہ پر مولٰنا موصوف نے چند دیگر روایات بھی متعلق امام موصوف درج کی ہیں لیکن ساتھ کے ساتھ جتلاتے گئے ہیں کہ وہ روایات شیعہ کی ہی طرف سے ہیں

یازدھم۔ شارح عقائد نسفی ومؤلف شرح نبراس۔ یعنے مولوی عبدالعزیز فرہاری ومولوی برخوردار ملتانی دوازدہ امام علیہم السلام کے ذکر خیر میں بارھویں امام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ حسب عقیدہ شیعہ امام حسن عسکری کے صاحبزادے محمد القاسم جن کا انتظار کیا جاتا ہے امام مہدی ہیں +

وقد اختفی فی السرداب ھو البیت المخفی فی جوف الارض الخ یعنے یہ کہ وہ سرداب میں مخفی ہو گئے۔ اور اس سے مراد زمین کے اندر ایک پوشیدہ مکان ہے۔ اور شیعہ آجتک سرداب کے دروازہ پہ جاکر جمع ہوتے ہیں اور آواز دیتے ہیں اور اس سرداب پر عمدہ عمدہ تحائف لے جاتے ہیں خوفاً من اعدائہ اپنے دشمنوں کے خوف سے اور وہ خلفاء عباسیہ تھے جنکو گوارا نہ تھا کہ لوگ سادات علوی کے پاس جمع ہوں۔ کیونکہ وہ حسد کرتے اور خائف بھی تھے کہ شائد وہ خروج نہ کریں واسطے خلافت کے۔ و

سیظهر قبل الساعة فیملأ الدنیا قسطاً و عدلاً کما ملئت قبل خروجه جوراً و ظلماً ولا امتناع فی طول عمره و امتداد ایام حیوته ۔ × × × والخضر علیه السلام × × الی ههنا کلام الشیعة ۔

شارح عقائد نسفی نے اس پر یہ جرح فرمائی ہے ۔ وانت خبیرٌ بان اختفاء الامام وعدمه سواء فی عدم حصول الاغراض المطلوبة من وجود الامام وان خوفه من الاعداء لا یوجب الاختفاء بحیث لا یوجد منه الّا الاسم بل غایة الامر ان یوجب اختفاء دعوی الامامة کما فی حق ابائه الّذین کانوا ظاهرین علی الناس وایضاً عند فساد الزمان واختلاف الآراء واستیلاء الظلمة احتیاج الناس الی الامام اشد وانقیادهم له اسهل ۔ نبراس مطبوعہ ہاشمی میرٹھ ص ۵۲۳

یعنی اے مخاطب تو جانتا ہے کہ امام کا مخفی ہونا اور اس کا معدوم ہونا بلحاظ ان اغراض کے نہ حاصل ہو سکنے کے جو امام کے وجود مسعود سے مطلوب ہیں ۔ مساوی ہے ۔ اور دشمنوں کا خوف بھی مخفی ہونے کے لئے ضروری نہیں ۔ جبکہ وہ نام کا ہی امام ہو زیادہ سے زیادہ یہ واجب ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دعوئے امامت کا اظہار نہ کرے جیسے کہ امام مہدی کے آبا و اجداد بزرگواروں کا دستور رہا ہے کہ وہ لوگوں کو معلوم تو تھے ۔ اور اس طرح لوگوں کو زمانہ کے بگڑ جانے اور رایوں کے مختلف ہو جانے اور ظالموں کے غلبہ حاصل کر لینے کے وقت امام کی اشد ضرورت واقع ہوتی ہے ۔ اور ان کے لئے اس امام کی متابعت بہت آسان ہو جاتی ہے +

اس کے آگے امام موصوف محمد بن حسن العسکری علیہما السلام کے بارہ میں اہل ملت کے تین مختلف مذاہب لکھے ہیں ۔

پہلے یہ کہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ مہدی موعود یہی ہیں لیکن وہ حدیث اس کے مخالف ہے جو ترمذی اور ابو داؤد کے مطابق مروی ہے کہ مہدی کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ ہے ۔ دوسرے یہ کہ اسکے وجود کے ہی سرے سے منکر ہیں کیونکہ امام حسن عسکری لاولد فوت ہوئے ۔ تیسرے یہ کہ وہ فوت ہو چکے ہیں ۔ نبراس صفحہ ۵۲۴ ،

دوازدہم۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی۔ شیخ موصوف نے ذکر کیا ہے کہ علی بن حسین بغدادی اپنے زمانہ کے قطب تھے جب وہ فوت ہوئے تو محمد بن حسن العسکری علیہما السلام نے ان کا جنازہ پڑھا۔ اور سترہ برس تک انکی گدی پر بیٹھے رہے۔ پھر اس مدت سے پیشتر روپوش ہو گئے۔ اور ابدال میں داخل ہو گئے +

ثم توفاہ اللہ بروح وریحان ودفن بالمدینۃ المطہرۃ وصلی علیہ القطب القائم مقامہ عثمان بن یعقوب الخراسانی۔ انتہیٰ۔ نبراس ص ۵۲۴

یعنی پھر خدا نے انکو وفات دی۔ اور راہی جنت ہوئے اور عثمان بن یعقوب خراسانی نے جو انکی جگہ قطب ہوئے۔ اُن پر نماز جنازہ پڑھی +

سیزدہم۔ حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے بھی دوازدہ امام علیہم السلام کو اقطاب میں شمار فرمایا ہے۔ جیسے کہ آپکی نسبت میرزا حسین النوری الطبرسی شیعی نے کتاب نجم ثاقب میں بحوالہ مقالہ وضیئہ ذکر کیا ہے۔ دیکھو نجم ثاقب مطبوعہ ایران ص ۱۲۳ +

چہاردہم۔ شیخ القطب عبداللہ الیافعی امام مکہ معظمہ۔ آپ کی نسبت مؤلف نبراس نے لکھا ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ ان محمد بن الحسن الذی یلقبہ الامامیۃ بالمہدی مات سنۃ خمس وستین ومائتین وھم یزعمون انہ مخفی انتہیٰ

کہ محمد بن حسن جنکو امامیہ مہدی سے ملقب کرتے ہیں ۲۶۵ہجری میں فوت ہو گئے اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ غائب ہو گئے۔ نبراس ص ۵۲۱ +

پانزدہم۔ علامہ ابن بطوطہ۔ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ میں شہر حلہ میں گیا جو فرات پر واقعہ ہے +

واھلھا کلھم امامیۃ اثنی عشریۃ وبہا مسجد علی بابہ ستر حریر یقولون ان محمد بن الحسن العسکری دخل ھذا المسجد وغائب فیہ وھو عندھم الامام المہدی المنتظر الخ۔ اور یہاں کے باشندے سب کے سب اثنا عشری ہیں اور اس میں ایک مسجد ہے جس کے دروازہ پر ریشم کا پردہ پڑا ہے۔ وہ کہتے

ہیں کہ محمد بن حسن عسکری اس مسجد میں داخل ہوئے اور غائب ہو گئے۔ اور وہی انکے نزدیک امام مہدی ہیں جن کا انتظار ہے۔ نبراس حاشیہ ۲ صفحہ ۵۲۲۔ ومقدمہ ابن خلدون اردو حصہ دوئم صفحہ ۴۲ وسفر نامہ ابن بطوطہ۔

شانزدہم۔ مؤلف شرح مواقف۔ والامامیۃ فقالوا بالنص الجلی علی امامت علی وکفروا الصحابۃ ووقعوا فیھم وساقوا الامامۃ الی جعفر الصادق واختلفوا فی المنصوص علیہ والذی استقر علیہ رائھم انہ ابنہ الموسی الکاظم وبعدہ علی بن موسی الرضا وبعدہ محمد بن علی التقی وبعدہ علی بن محمد النقی وبعدہ حسن بن علی الزکی وبعدہ محمد بن الحسن وھو الامام المنتظر ولھم فی کل من المراتب التی بعد جعفر اختلافات اوردھا الامام المحصل۔ شرح مواقف صفحہ ۷۵۷ +

انصاف پسند ناظرین کے لئے سردست اسی قدر شواہد کافی ہیں۔ اور بے انصافوں کے واسطے تو ہزاروں شواہد بھی کفایت نہیں کر سکتیں +

بایں ہمہ افسوس ہے ان شیعہ متکلمین پر جو اہلسنت کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے علمائے محققین بھی ہمارے ہی امام غائب کو مہدی موعود تسلیم کر گئے ہیں۔ اور ہزار افسوس ہے ان اہلسنت پر جو ہماری مخالفت میں اپنے بزرگوں کے برخلاف شیعوں کے ہمنوا بننے میں غیرت دینی کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ ہماری مخالفت پر آمادہ ہو کر خدا کا خوف نہیں کرتے۔ اُمت گمراہ ہو چکی ہے۔ اسلام غریب ہو چکا ہے۔ لیکن شیعوں کے امام غائب ظاہر نہیں ہوتے۔ اور اہلسنت کے مہدی پیدا ہی نہیں ہوتے۔ لیکن دونو فریق یاد رکھیں کہ آنے والا آچکا۔ جسکی آنکھیں ہوں دیکھ لے اور جس کے کان ہوں سُن لے۔ والسلام۔ علی من اتبع الھدیٰ +

خادم حسین خادم

وفات مسیح کے متعلق ایک اعتراض کا جواب

اعتراض۔ بعض لوگ اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے سلسلہ حقہ احمدیہ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اگر وفات مسیح ناصری قرآن مجید و حدیث سے ثابت ہے تو کیا وجہ کہ پہلے ائمہ و علماء و فضلاء کو یہ مسئلہ سمجھ میں نہ آیا۔ اور پہلے اسکی تشہیر کیوں نہ ہوئی۔ اور اس وقت تک کیوں وفات مسیح کے دلائل پوشیدہ رہے۔ پس پہلے علماء کا وفات مسیح کو نہ ماننا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید میں وفات مسیح پر بالکل دلائل نہیں پائے جاتے اور جن آیات کو وفات مسیح کے اثبات میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان سے وفات ثابت نہیں ہوتی +

جواب۔ اول تو یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء و ائمہ قرآن مجید کے تمام معارف و حقائق و دقائق پر محیط ہوں۔ اس لئے کہ قرآن مجید حقائق کا ایک سمندر ہے اور قیامت تک کے لئے ہے پس اسکے معارف ختم نہیں ہو سکتے۔ قیامت تک نئے نئے نکات نکلتے رہیں گے۔ پس غیر احمدیوں کا یہ کہنا کہ پہلے علماء اس نکتہ تک کیوں نہیں پہنچے۔ بعید از انصاف ہے۔ لیکن ہم ایسے معترضین کو بتاتے ہیں۔ کہ پہلے بھی بعض ائمہ و علماء نے وفات مسیح کو تسلیم کیا ہے چنانچہ ان میں سے ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں +

(۱) والاکثر ان عیسٰی لم یمت وقال مالک مات (مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۲۸۶)
کہ اکثر کا عقیدہ ہے کہ عیسٰی نہیں مرے اور امام مالک کے نزدیک مر گیا ہے +

(۲) قال ابن عباس ھی وفات موت ونحوہ المالک فی العتبیۃ (جواہر الحسان فی تفسیر القرآن مصنفہ شیخ عبدالرحمٰن مطبع الجزائر) کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ وہ وفات موت کی تھی اور اسی طرح مالک کا مذہب عتبیہ میں ہے +

(۳) واما مایذکر من المسیح انہ رفع الی السماء ولہ ثلاث وثلاثون سنۃ فہذا لا یعرف لہ اثر متصل یجب المصیر الیہ۔ (حافظ ابن قیم رئیس المحدثین کتاب زاد المعاد صہ ۱۹)

کہ یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ مسیح علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہے تو اس کے لئے کوئی ایسا اثر متصل نہیں پایا جاتا کہ جو اسکے رفع الی السماء کے اختیار کرنے کو واجب کرے ✣

(۴) تمسک ابن الحزم بظاہر الاٰیۃ وقال بموتہ۔ (حاشیہ جلالین مع کمالین صہ ۱۰۹ مطبع مجتبائی دہلی) ابن حزم نے ظاہر آیۃ سے تمسک کرکے مسیح کی موت کو تسلیم کیا ہے ✣

پھر یہ بھی یاد رہے کہ ہر ایک بات کے ظہور کے لئے ایک وقت ہوتا ہے اپنے وقت پر آکر کھلتی ہے پہلے اس مسئلہ کی ضرورت نہیں پڑی نہیں کھلا لیکن جب مسیح موعود آیا تو چونکہ وہ مسیح ناصری کا مثیل تھا پس جیسا کہ مسیح ناصری کے وقت یہود نے کہا تھا کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لا سکتے جب تک کہ ایلیا آسمان سے نہ اُترے تب مسیح ناصری کو اسکی تردید کرنیکی ضرورت پڑی اور اس نے بتایا کہ ایلیا آسمان پر نہیں گیا۔ اسی طرح وفات مسیح کے مسئلہ کی اسوقت ضرورت پڑی جبکہ مسیح موعود نے مسیحیت کا دعوےٰ کیا اور لوگوں نے ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ مسیح ناصری آسمان پر گئے ہیں اور وہی پھر دوبارہ دُنیا میں تشریف لائینگے پس جس طرح کہ مسیح ناصری کو یہود کے عقیدہ کی تردید کرنی پڑی اسی طرح اس وقت بھی مسیح موعود کے دعوےٰ کے اثبات کے لئے وفات مسیح کے مسئلہ کی ضرورت پڑی اور اس پر مسیح موعود نے دلائل دیئے اور بتایا کہ قرآن مجید میں مسیح کی وفات پر بہت سی قطعی دلائل ہیں ✣

پہلے مجدد یا علماء ایک خاص علاقہ اور خاص فرقہ کے لئے آتے رہے اور اس فرقہ یا علاقہ میں جو غلطیاں ہوتی تھیں ان کی انھوں نے تردید کی جیسے کہ مجدد الف ثانی شیعوں کی ہدایت کے لئے آئے اور جیسی انھوں نے شیعوں کے عقائد کی تردید کی

ویسی اس صدی میں کسی نے نہیں کی۔ اسی طرح مسیح موعود جو تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے آپ کے دعوےٰ کے پہلے مسیح ناصری کی وفات و حیات کا فیصلہ ہونا ضروری تھا پس جب اس مسئلہ کی ضرورت پڑی تو اس کے دلائل لکھے گئے اور بتایا گیا کہ قرآن مجید میں وفات مسیح پر بہت سی صریح و قطعی دلائل موجود ہیں +

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ سب مسائل سے ہر ایک واقف ہو اور قرآن مجید کے سب حقایق سے واقف ہو۔ اگر پہلے علماء و ائمہ نے وفات مسیح پر کھولکر دلائل نہیں لکھے تو ان کا ان دلائل کو نہ لکھنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ جس نے وفات مسیح پر دلائل لکھے ہیں وہ جھوٹا ہے اور وہ دلائل غلط ہیں ہم دو شہادتیں ایک قرآن مجید اور دوسری حدیث سے پیش کرتے ہیں کہ دو نبیوں میں سے ایک نبی ایک بات کو سمجھ لیتا ہے اور دوسرا نہیں سمجھتا +

پہلی شہادت قرآن مجید میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ۔ انبیاء کہ حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے سامنے ایک فیصلہ پیش ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا نے وہ فیصلہ سمجھا دیا اور صحیح نکلا حالانکہ ہم نے دونو کو حکم اور علم دیا تھا اور پھر حکم اور علم کے سوا داؤد علیہ السلام کے بڑے بڑے لوگ اور جنگجو قومیں مطیع تھیں پس حضرت داؤد کو فیصلہ سمجھ میں نہ آیا اور آپ کے لڑکے حضرت سلیمانؑ کو خدا نے سمجھا دیا تو داؤد علیہ السلام کو فیصلہ سمجھ میں نہ آنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ ہی غلط تھا +

اسی طرح اگر پہلے ائمہ و علماء کو وفات مسیح کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالےٰ نے مسیح موعود کو جو یہ مسئلہ سمجھایا ہے تو وہ غلط ہے

دوسری دلیل بخاری و مسلم میں یہ حدیث آتی ہے۔ حدثنی زهیر ابن

حرب حدثنا شبابة حدثني ورقاء عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما امرأتان معهما ابناهما جاء الذئب فذهب ابن احداهما فقالت هذه لصاحبتها انما ذهب ابنك انت وقالت الاخرى انما ذهب ابنك فتحاكمتا الى داؤد عليه السلام فقضى به للكبرى فخرجتا على سليمان ابن داؤد عليه السلام فاخبرتاه فقال ائتوني بالسكين اشقه بينكما فقالت الصغرى لا يرحمك الله هو ابنها فقضى للصغرى (رواہ مسلم والبخاری ایضاً) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں انکے پاس انکے بچے بھی تھے ایک بھیڑیا ان کے ایک بچے کو لے گیا تو دوسرے بچے میں انھوں نے جھگڑا کیا ایک نے دوسری سے کہا کہ تیرا بچہ لے گیا ہے اور دوسری نے کہا نہیں تیرا لے گیا ہے تو وہ اپنا مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئیں تو انھوں نے زندہ لڑکے کا فیصلہ بڑی کے لئے کیا تو پھر وہ دو تو عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں اور اپنا مقدمہ پیش کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے چھری دو کہ میں اس لڑکے کو تمہارے درمیان چیر کر بانٹ دوں تو چھوٹی نے کہا خدا تعالیٰ آپ پر رحم کرے ایسا نہ کریں یہ اسی کا لڑکا ہے اسپر حضرت سلیمان علیہ السلام نے لڑکا چھوٹی کو دلا دیا۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ داؤد علیہ السلام کے فیصلہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کو ترجیح دیگئی اور حضرت سلیمان کا فیصلہ صحیح نکلا پس خدا تعالےٰ جسکو چاہتا ہے علم دیتا ہے۔ اگر وفات مسیح پر مسیح موعود کو خدا تعالےٰ نے دلائل سکھائے ہیں تو ان کو اس وجہ سے کہ پہلے علماء و ائمہ نے دلائل نہیں دیئے غلط قرار دینا اپنی کامل جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اب اس کے بعد ہم ان دلائل میں سے جو مسیح موعود نے وفات مسیح پر قرآن مجید سے دیئے ہیں مختصراً ایک دلیل تحریر کرتے ہیں *

دلیل وفات مسیح

خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ

الشَّاکِرِیْنَ (آل عمران) محمدؐ ایک رسول ہے اسکے پہلے تمام رسول گذر چکے ہیں اگر یہ بھی مرجائے یا قتل کیا جائے تو تم کو اپنی ایڑیوں پر نہیں پھرنا چاہیئے اور اسلام کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول کریم سے جسقدر پہلے رسول تھے فوت ہوگئے ہیں۔ اور ان میں مسیح بھی شامل ہے کیونکہ وہ بھی رسول کریم سے پہلے رسول تھے +

تفاسیر بیان اس آیت پر خازن والے نے لکھا ہے۔ افائن مات اوقتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ای اتنقلبون علیٰ اعقابکم ان مات محمد او قتل وترجعون الیٰ دینکم الاول یقال لکل من رجع الیٰ ما کان علیہ رجع وراءہ ونکص علیٰ عقبیہ وحاصل الکلام ان موت محمد صلے اللہ علیہ وسلم او قتلہ لا یوجب ضعفاً فی دینہ ولا الوجوع عنہ بدلیل موت سائر الانبیاء قبلہ وان اتباعھم ثبتوا علیٰ دین انبیاء ھم بعد موتھم۔ یعنی اگر محمدؐ علیہ السلام مرجائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم اپنے دین اوّل کیطرف لوٹ جاؤ گے پھر حاصل کلام یہ ہے کہ محمدؐ رسول اللہ علیہ وسلم کی موت یا قتل اسکے دین میں ضعف کو واجب نہیں کرتا اور نہ ہی اس دین سے رجوع کو۔ اس دلیل کے ساتھ کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء مرچکے ہیں اور پھر انکے اتباع انکی موت کے بعد اپنے اپنے انبیاء کے دین پر ثابت رہے پس مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ کے پہلے جسقدر انبیاء تھے سب مرچکے ہیں۔ پھر تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے فسیخلوا کما خلوا بالموت او القتل۔ کہ رسول کریم بھی گذر جائینگے جس طرح کہ پہلے رسول موت یا قتل کے ساتھ گذر گئے اور اسی طرح تفسیر علامہ ابی السعود و مدارک و تفسیر کبیر و روح البیان والے نے لکھے ہیں +

شان نزول تمام مفسرین نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ یہ آیت جنگ احد میں نازل ہوئی جبکہ آپ کو قمء حارثی نے پتھر مارا جس سے آپ کے دو دانت گر گئے اور آپ کا خود آپ کے سر میں گھس گیا اور آپ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے تو کفار نے یہ مشہور کردیا کہ رسول کریم قتل ہوگئے ہیں تب مسلمان گھبرائے اور بعض نے میدان جنگ سے بھاگ جانے کا ارادہ کیا تب یہ آیت مومنوں کی تسلی کے لئے نازل

ہوئی اور اس میں یہ بتایا گیا کہ رسول کریم کو تم نے خدا پر قیاس کیا کہ انکو مرنا نہیں چاہیئے۔ حالانکہ آپ ایک رسول ہیں اور آپ کو رسولوں پر قیاس کرنا چاہیئے پس جس طرح کہ پہلے رسولوں کا خلا ہو چکا ہے۔ اسی طرح ان کا بھی خلا ہو جائے گا گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ کسی بشر کے لئے خلد تو ہے نہیں پس جبکہ اس آیت میں کھلے لفظوں میں ذکر ہے کہ رسول کریم سے سب پہلے رسولوں کا خلا ہو گیا ہے اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ خلا کے معنے فوت ہونے کے ہیں تو لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ رسول کریم کے پہلے تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں +

خلاء کے معنی اگر کوئی کہے کہ خلا کے معنے مرنے کے نہیں ہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے ہیں تو اس کے ابطال کے لئے ہمارے پاس مندرجہ ذیل ثبوت ہیں

ثبوت اوّل اگر خلاء کے معنے موت کے نہیں ہیں تو اس سے لازم آئے گا کہ کوئی بھی رسول نہیں مرا کیونکہ خلت کا لفظ رُسُل پر جو کہ رسول کی جمع ہے وارد ہوا ہے۔ پس اگر خلاء کے معنے موت کے نہیں تو سب رسول زندہ ثابت ہونگے حالانکہ یہ غیر مسلّم فریقین ہے +

دوسرا ثبوت اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے افائن مات او قتل کہہ کر لفظ خلا کی تشریح فرما دی ہے کہ پہلے نبیوں کا جو خلا ہوا اسکی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک طبعی موت اور دوسرا قتل۔ جیساکہ تفسیر بیضاوی میں بھی فسیخلو اکما خلوا بالموت او القتل لکھا ہے +

تیسرا ثبوت کہ لغت میں خلاء کے معنے مات کے لکھے ہیں وہ جو ملاحظہ ہو:۔

(۱) خلا فلان - اذا مات (لسان العرب) قال الاعرابی خلا فلان ای مات (لسان العرب) +

(۲) خلا الرجل - ای مات (اقرب الموارد جلد ۱ صفحہ ۲۹۹)

(۳) خلا فلان - مات - (تاج العروس شرح قاموس جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۹) +

چوتھا ثبوت عرفی ثبوت یہ ہے کہ حماسہ میں سموئل ابن عادیا کا یہ شعر وارد ہوا ہے

اذا سید منا خلا قام سید - قوول لما قال الکرام فعول

اس کے معنے شیخ ابی زکریا یحییٰ ابن علی التبریزی الشہیر بالخطیب نے یہ لکھے ہیں کہ یہ شعر حاتم کے شعر کے مشابہ ہے - شعر

اذا مات منہم سید قام سید نظیر لہ یغنی غناہ و یخلف

یعنی خلا کے معنے مات کے ہیں پھر اس کے معنے ذوالفقار علی دیوبندی نے بھی یہ کئے ہیں - ترجمہ - جب ہمارا کوئی سردار مرتا ہے تو دوسرا سردار میاں لوگوں کیسی باتیں اور کام کرتا ہے اس کا قائمقام ہو جاتا ہے +

پانچواں ثبوت خود قرآن مجید میں ذی رُوح کے لئے جب خلت کا لفظ بغیر صلہ کے آیا ہے تو وہاں موت کے معنے مراد ہیں اور انہی لوگوں کے حق میں آیا ہے جو فوت ہو چکے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں

(۱) اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (بقرہ ع ۱۶) دیکھو یہاں پر ان نبیوں کا نام لیکر جو وفات پا چکے ہیں خلت کا لفظ فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلت کے معنے مرنے کے ہیں +

(۲) وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ○ (فاطر ع ۳) دیکھئے یہاں بھی خلا انہی لوگوں کے لئے آیا ہے جو وفات پا چکے ہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ رسول کریم کے زمانہ میں گذشتہ نبیوں میں سے بعض نبی زندہ ہیں +

(۳) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ (رعد ع ۳) +

(۴) قد خلت القرون (حج ع ۱) +

(۵) مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (مائدہ ع ۱۰)

(۶) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خَاسِرِيْنَ ٭

(۷) فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (یونس ع)

(۸) كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِىْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (الرعد ع) ٭

مذکورہ بالا آیات میں خلت یا خلا کا لفظ انہی کے حق میں وارد ہوا ہے جو وفات پا چکے ہیں ٭

اعتراض پھر بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم خلا کے معنے موت کے مان بھی لیں تو بھی وفات مسیح اس آیت سے ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ الرُّسُلُ سے مراد کل رسول نہیں ہیں بلکہ بعض رسول ہیں اس طرح وہ اس آیت سے مسیح کو استثناء کرنا چاہتے ہیں اس کے تین جواب ہیں ٭

جواب اوّل اگر الرُّسُلُ سے مراد بعض رسول ہوں تو استدلال قائم نہیں ہوتا اور نہ ہی جنگ احد کے پیدا شدہ شبہ کا ازالہ ہو سکتا ہے کیونکہ معترض کہہ سکتا ہے کہ جب تمام کے لئے خلا بالموت یا قتل ضروری نہیں اور بعض کی سے مستثنیٰ ہیں تو پھر رسول اللہ بھی ان بعض مستثنیٰ میں کیوں داخل نہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اس بات پر کس طرح صبر کر سکتے تھے کہ مسیح تو آسمان پر زندہ موجود ہو اور رسول کریم ؐ فوت ہو جائیں وہ اس گھاٹے سودے پر کبھی بھی صبر نہیں کر سکتے تھے اور ان کو رسول کی موت کے سوا کسی کی موت کی پروا نہیں تھی جیسا کہ آپ کے مرثیہ میں حسان ابن ثابت لکھتے ہیں:-

كنت السواد لناظرى فعمى عليك الناظر
من شاء بعدك فليمت - فعليك كنت احاذر

لیکن اگر الرُّسُلُ سے مُراد تمام رسول مراد ہوں تو اعتراض اُٹھ جاتا ہے اور پیدا شدہ شبہ کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے

دوسرا جواب الرسل میں ال استغراقیہ ہے اور اس سے مراد تمام رسول ہیں

جیسا کہ تفسیر خازن والے نے اسکے معنوں میں لکھا ہے وحاصل الکلام ان موت محمد صلے اللہ علیہ وسلم او قتلہ لا یوجب ضعفا ولا الرجوع عنہ بدلیل موت سائر الانبیاء یعنی تمام انبیاء مر چکے ہیں ✦

تیسرا جواب تیسرا جواب اس بات کا کہ الرسل سے مراد کل رسول ہیں یہ ہے کہ یقینی بات ہے کہ الرسل سے مراد کل رسول ہیں ورنہ اگر بعض مراد ہوتے تو آیت ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل میں بھی بعض مراد لیتے کیونکہ اس آیت سے بھی وہی ثابت ہوتا ہے جو ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل سے ثابت ہوتا ہے لیکن حضرت مسیح سے پہلے تم زندہ آسمان پر کسی کو مانتے نہیں ہاں اگر ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ہی آیت ہوتی اور ما محمد الا رسول آیت نہ ہوتی تو کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح ناصری زندہ ہیں کیونکہ اس آیت میں انکی وفات کا ذکر نہیں ہے لیکن خدا تعالےٰ نے ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل آیت نازل کر کے مسیح جو کہ پہلی آیت سے باہر تھا اسکو بھی مردوں میں شامل کر دیا۔ فتفکر فیہ حق التفکر ✦

پھر اس آیت میں خدا تعالےٰ نے دُنیا سے گذرنے کے دو طریق بتائے ہیں اور ہم بھی دو ہی طریق دُنیا سے گذرنے کے مانتے ہیں یعنی موت اور قتل بخلاف غیر احمدیوں کے کہ وہ تین مانتے ہیں موت اور قتل اور آسمان پر زندہ چلے جانا۔ پس مذکورہ بالا آیت ہماری تائید کرتی ہے اور غیر احمدیوں کے قول کی تردید کرتی ہے اسواسطے کہ قتل جو کہ از روئے قرآن واللہ یعصمک من الناس اور ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ناممکن تھا وہ بیان کر دیا اور رفع الی السماء جو کہ رسول کریم کے لئے امکان میں تھا کیونکہ بقول غیر احمدیوں کے مسیح ناصری آسمان پر جا چکے تھے بیان نہیں کیا پس غیر امکان انکو جب بیان کر دیا تو رفع الی السماء اگر امکان میں ہوتا تو اسے بھی ضرور بیان کیا جاتا لیکن اس کا بیان نہ کرنا اس بات کی صاف

دلیل ہے کہ آسمان پر جانا دنیا سے گذرنے کا کوئی طریق نہیں ہے +

اجماع صحابہ پھر صحابہ کا پہلا اجماع وفات رسل پر اسی آیت سے ہُوا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے ثم اتی المنبر فصعدہ فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال

یا ایھا الناس ان کان محمد الھکم الذی تعبدون فان محمد اقد مات وان کان الھکم الذی فی السماء فان الھکم لم یمت ثم تلا ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الی حتی ختم الآیۃ ثم نزل وقد استبشر المسلمون بذالک واشتد فرحھم و اخذ المنافقین الکابتہ - قال عبد اللہ ابن عمر فوالذی نفسی بیدہ لکانما علیٰ وجوھنا اغطیۃ فانکشفت - جب رسول کریم فوت ہو گئے تو لوگوں نے کہا کہ مرے نہیں اور حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ جس نے کہا کہ رسول کریم مر گئے ہیں اسکی گردن اڑا دونگا - سو اس غلطی کے ازالہ کے لئے حضرت ابو بکرؓ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو اگر تو تمہارا معبود محمدؐ تھا وہ تو مر چکا لیکن اگر تمہارا خدا وہ ہے جو کہ آسمانوں میں ہے تو وہ نہیں مرا پھر ما محمد الا رسول الی آخر آیت پڑھی تو عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہمارے مونہوں پر پردے تھے وہ کھل گئے اور حضرت عمر نے فرمایا کہ ہمیں یہ آیت یاد ہی نہیں رہتی تھی پس حضرت ابو بکر نے اس آیت سے استدلال کیا اور صحابہ نے سنا اور تائید کی - اس سے معلوم ہُوا کہ اس موقعہ پر وفات مسیح کے عقیدہ پر اجماع ہوا ہے کیونکہ اگر صحابہ سب کے سب یا بعض ان میں سے حضرت عیسیٰ یا اور کسی نبی کی زندگی کے قائل ہوتے تو وہ فوراً حضرت ابو بکر کے استدلال کی تردید کرتے اور کہتے کہ آنحضرتؐ کی موت کیوں لازم ہے جبکہ ابھی فلاں نبی زندہ ہے لیکن صحابہؓ میں سے ایک شخص نے بھی حضرت ابو بکر کے استدلال کی تردید نہیں کی اس سے معلوم ہُوا کہ صحابہ آنحضرت سے پہلے نبیوں میں سے کسی نبی کی زندگی کے قائل نہیں تھے پس یہ آیت وفات مسیح پر قطعی دلیل ہے لیکن کور چشم سوچتے نہیں اور قرآن مجید کی آیات میں غور نہیں کرتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو گھٹاتے اور مسیح کو آسمان پر چڑھا کر رسول کریم پر فضیلت دیتے ہیں فنعم ما قال المسیح الموعود حیث قال +

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفون یثرب را ندادند این فضیلت را

زبوئے نافہ عرفاں چو محروم ازل بودند
پسندیدند درشان شہ خلق این مذلت را

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را

پس اے پیارے ہموطنو۔ غور و فکر سے کام لو اور قرآن مجید میں تدبر کرو اور رشید راستہ پر آجاؤ اور مسیحِ وقت کو مان لو تاکہ تم پر رحم خداوندی ہو اور وارث جنت ہو جاؤ۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

جلال الدین سکیھوانی (مولوی فاضل) از قادیان دارالامان

خلافت احمدیہ

خداتعالیٰ نے اپنی قدیم کے مطابق اس زمانہ فسق و فجور میں جبکہ بدعات اور ضلالت کا دریا بیکراں موجوں پر تھا اور اسلام کا سفینہ منجدھار کے بھنور میں آکر غرق ہونے کو تھا اپنے مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا سو پاک روحوں نے اسے قبول کیا اور دل و جان سے اسکی مدد کی اور خبیث روحوں نے انکار کیا اور تکالیف دینے میں کوئی فروگذاشت نہ چھوڑی تب خداتعالیٰ کا ان پر عذاب نازل ہُوا جس سے کئی شیطانی روحیں ہلاک ہوئیں۔ پھر جیسا کہ انبیاء گذشتہ کے زمانہ میں ان کی اپنی جماعتوں میں اندرونی اختلافات پیدا ہوتے رہے اسی طرح اس زمانہ میں مسیح موعود کی جماعت میں بھی ایک بڑا بھاری اختلاف ہُوا اور ایک فریق نے کہا کہ مسیح موعود کے خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد خلافت ضروری نہیں اور انھوں نے شتر بے مہار کیطرح رہنا پسند کیا اور کہا کہ خلافت مسیح موعود کے بعد نہیں ہو سکتی اور ایک کثیر حصہ جماعت نے خلیفہ وقت کو مانا اور ثابت کیا کہ مسیح موعود کے بعد خلافت کا ہونا از روئے عقل و نقل ضروری ہے پس ذیل میں چند دلائل عقلی و نقلی اثبات خلافت پر تحریر کئے جاتے ہیں +

پہلی دلیل عقلی دلیل خلافت پر یہ ہے کہ گذشتہ تواریخ کے مطالعہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی قوم بغیر کسی امیر یا لیڈر کے ترقی نہیں پا سکتی اور

اور نہ ہی کسی امیر اور لیڈر کے بغیر شیرازہ قومی قائم رہ سکتا ہے۔ عرب کے ملک کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا جائے تو اولی الانصاف پر کھل جائے گا کہ کسی امیر یا لیڈر یا خلیفہ یا بادشاہ کی قوم کو یکتن بنانے کے لئے کتنی بڑی ضرورت ہے کیونکہ جب عرب کے رہنے والے مطلق العنان تھے تو ان کا کام سوائے خانہ جنگیوں اور لوٹ و غارت اور قتل و ڈاکہ اور رہزنی کے کچھ نہیں تھا اور ایک فریق دوسرے فریق سے اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے ازحد دشمنی و کینہ رکھتے تھے اور تمام اخلاق سیئہ ان میں جمع تھے لیکن جب ایسے وحشی ملک میں جسکے متعلق خود قرآن مجید نے فرمایا ہے وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین خدا تعالےٰ کا ایک رسول و نبی مبعوث ہوا اور اس نے آکر ان سب کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کیا تو پھر اس ملک نے ایسی جلد جلد ترقی کی کہ اسکی نظیر دُنیا میں ملنی مشکل ہے پس مشاہدہ اسباب کو ثابت کرتا ہے کہ کسی قوم کی ترقی اس کے ایک امیر اور لیڈر اور خلیفہ کے ماتحت ہو کر کام کرنے سے وابستہ ہے پس مسیح موعود جو دُنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اُنھوں نے آکر ایک جماعت قائم کی تو آپ کے بعد ضروری تھا کہ اس قوم کو سنبھالتے اور ایک انتظام کے ماتحت رکھنے والا کوئی فرد واحد ہو جو اس کا خلیفہ اور قائم مقام ہو جسکے ہاتھ سے قوم کی ترقی ہو+

دوسری دلیل

دوسری دلیل خلافت احمدیہ پر یہ ہے کہ خلافت کا سلسلہ اوائل دنیا سے چلا آیا ہے یہاں تک کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بھی خدا تعالےٰ نے خلیفہ کا نام تجویز کیا اور فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے فرمایا یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قال کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی وستکون خلفاء فتکثر (مسلم) کہ بنی اسرائیل پر انبیاء سیاست کیا کرتے تھے جب کبھی کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو اس کا خلیفہ اور قائم مقام بھی نبی ہوتا تھا اور میرے متصل کوئی نبی نہیں ہو گا یا میرے بعد کوئی شرعی نبی نہیں ہے اور البتہ خلفاء بہت سے ہونگے یعنی خلافت جیسے پہلے انبیاء کے بعد بھی ہوتی رہی ایسے ہی میرے بعد بھی خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا لیکن فرق اتنا ہے کہ پہلے انبیاء کا خلیفہ بھی متصل نبی ہوتا تھا میرے متصل

کوئی نبی خلیفہ نہیں ہوگا پھر فرمایا ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء سیکون

خلفاء فیکثرون قالوا فما تامرنا قال فوا ببیعۃ الاول .... فالاول

(متفق علیہ) کہ بہت سے خلفاء امت محمدیہ میں ہونگے صحابہ نے عرض کیا ہمیں کیا ارشاد

ہے نبی کریم نے فرمایا کہ پہلے کی بیعت کو پورا کرو پھر دوسرے کو اس حدیث پر محشی مشکوٰۃ لکھتا

ہے ولم یرد بہ فی زمان واحد بل الحکم ھذا عند تجدد کل زمان وتجدد

بیعتہ کہ اس سے ایک زمانہ مراد نہیں بلکہ یہ حکم ہر نئے عہد کے متعلق اور ہر نئی بیعت کے

متعلق ہے پھر آپ فرماتے ہیں قال اوصیکم بتقوی اللہ عزّ وجل والسمع والطاعۃ

وان تأمّر علیکم عبد فانہ من یعش منکم فسیرے اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی

وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیّین عضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات

الامور فان کل بدعۃ ضلالہ رواہ ابوداؤد والترمذی فرمایا کہ میں تم کو اللہ عزّ

وجل کے تقوےٰ کی وصیت کرتا ہوں اور سمع اور طاعت کی۔ اور اگرچہ تم پر کوئی غلام ہی امیر

ہو کیونکہ جو تم سے زندہ رہے گا وہ عنقریب بڑا اختلاف دیکھے گا پس تم پر لازم ہو کہ تم میری

سنت اور خلفاء راشدین المھدیّین کی سنت کو لازم پکڑو اور اُس کو مضبوطی سے پکڑے رہو

اور نئے پیدا شدہ امور یعنی (بدعتوں سے) بچتے رہو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے پس مذکورہ

بالا احادیث سب دلالت کرتی ہیں کہ آپ کے بعد خلفاء کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔

تیسری دلیل

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم

وعملوا الصّٰلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف

الذین من قبلھم الخ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین

میں ضرور ضرور خلیفے بنائے گا جیساکہ ان سے پہلے خلیفے ہوتے رہے پس اس آیت میں

خدا تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے خدا تعالیٰ ضرور ضرور خلیفے بناتا

رہے گا۔ جیساکہ پہلی امتوں میں خلفاء بنتے رہے پس ہم پوچھتے ہیں کہ آیا یہ آیت منسوخ

ہو چکی ہے؟ یہ تو تم مانتے ہو کہ منسوخ نہیں ہوئی۔ کیونکہ قرآن مجید میں کوئی منسوخ آیت

نہیں۔ پس اگر یہ منسوخ نہیں ہے تو خلفاء کے وجود کا اقرار کرنا پڑے گا پس کیا وجہ ہے

کہ آپ کے بعد کوئی اور خلیفہ نہ آئے یہ آیت خلافت کی دلیل ہے۔ اور یہاں پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کہ اس آیت کے مصداق مسیح موعود تھے آپ کے خلفاء اس آیت کے مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں اور مسیح موعود جبکہ اس آیت کی رو سے خلیفہ ہیں تو خلیفہ کا خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ اول تو خلیفہ کا خلیفہ ہونا کوئی محال بات نہیں کیا حضرت عمرؓ ابوبکرؓ کے خلیفہ پھر حضرت عثمان حضرت عمرؓ کے خلیفہ پھر حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے خلیفہ نہیں تھے پھر یہ بھی کہ مسیح موعود خاتم الخلفاء ہیں جب خاتم الخلفاء ہیں تو آپ کا خاتم الخلفاء ہونا ہی اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ کی پیروی کر کے خلیفے بن سکتے ہیں +

چوتھی دلیل چوتھی دلیل خلافت پر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں جیسا کہ آپ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ میں فرماتے ہیں کہ "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اُسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے"۔ پس مسیح موعود نبی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ماکانت النبوۃ قط الا تبعتہا خلافۃ کہ کوئی بھی نبوۃ نہیں مگر اس کے بعد خلافت آتی ہے یعنی چاہے شرعی نبوت ہو یا غیر شرعی بالواسطہ ہو یا غیر بالواسطہ سب کے بعد خلافت کا ہونا ضروری ہے۔ پس حضرت مسیح موعود جبکہ نبی ہیں تو آپ کے بعد از روئے حدیث خلافت بھی ضرور ہونی چاہیئے اور خلافت کا وجود جماعت کی ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسیح موعود الوصیت صفحہ ۵ میں تحریر فرماتے ہیں "اور راستباز جس راستبازی کو دُنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اسکی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اسکی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دیتا ہے"۔ پس جماعت احمدیہ کی ترقی کے لئے اور اس تخم ریزی کی پوری تکمیل کے لئے خلافت کا ہونا ضروری ہے +

پانچویں دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں ہیں جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا

علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ کہ ایسی ہی جماعت جیسی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی ہے۔ آخر میں پیدا ہوگی جب کہ رسول اللہ کی دوسری بعثت جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے ہوگی۔ پس اس آیت کی رو سے مسیح موعود کی جماعت صحابہ کی مثل ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود" ایک غلطی کا ازالہ" میں فرماتے ہیں "اگر بروز صحیح نہ ہوتا تو پھر آیت واٰخرین منھم میں اس موعود کے رفیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیوں ٹھیرتے" پھر فرماتے ہیں "کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی۔ تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔ پس بروز کے اپنی اصل کے ساتھ کامل مشابہت رکھنے کی وجہ سے ضروری ہے کہ مسیح موعود کے بعد بھی اسی طرح خلافت کا سلسلہ جاری ہو جس طرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری ہوا تا کہ جس طرح مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہے۔ آپ کے خلفاء بھی خلفائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکی جماعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت کی کامل بروز ہو اور صحابہ کے نام سے موسوم ہو جیسا کہ مسیح موعود فرماتے ہیں :

مسیح وقت اب دُنیا میں آیا	خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اَب ایمان لایا	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلادی	فسبحان الذی اخزی الاعادی

چھٹی دلیل

مسیح موعود کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یتزوج ویولد لہ کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اسکی اولاد بھی ہوگی اس حدیث کے متعلق مسیح موعود اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں" اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے" لفظ جانشین

جو کہ لفظ خلیفہ کے ہم معنے ہے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کے بعد خلافت ہوگی پھر شہادت القرآن صفحہ ۵۳ میں فرماتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ایسے خیال پر جمنے والے خلیفہ کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہے تدبر سے نہیں سوچتے کیونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ پس اس عبارت سے جانشین کے معنوں کا پتہ لگ گیا کہ جانشین خلیفہ کو کہتے ہیں +

ساتویں دلیل

ولی نعمت اللہ علیہ الرحمۃ کا مسیح موعود کے متعلق پیشگوئی کرنا کہ اس کا نام احمد ہوگا اور مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص ہے جیساکہ وہ فرماتے ہیں:-

مہدئ وقت عیسئ دوراں - ہر دو را شہسوارے بینم
ا-ح-م-د مے خوانم - نام آں نامدار مے بینم

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:-

دور او چوں شود تمام بکام - پسرش یادگار مے بینم

یعنی جب مسیح موعود کا دور ختم ہو جائے گا تو پھر اس کا لڑکا اس کی یادگار ہوگا پس ولی نعمت اللہ کا فرمانا کہ مسیح موعود کا لڑکا اُس کی یادگار ہوگا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کے بعد خلافت ہوگی جن میں سے آپ کا فرزند ارجمند بھی آپ کا خلیفہ ہوگا۔ جیساکہ چھٹی دلیل میں مسیح موعود کی بھی عبارت درج کی گئی ہے جس میں جانشین کا لفظ صریحاً موجود ہے +

آٹھویں دلیل

خلافت مسیح موعود پر آٹھویں دلیل یہ ہے کہ مسیح موعود حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۷ طبع اوّل میں فرماتے ہیں۔ ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق کہ مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ارض دمشق کیطرف جائے گا۔ پس یہ عبارت اس بات پر بیّن ثبوت ہے کہ آپ کے بعد خلفاء ہونگے۔ اگر کوئی کہے کہ جو دمشق میں احمدیوں سے کوئی چلا جائے گا تو وہ خلیفہ کہلائیگا تو یہ غلط ہے کیونکہ جس طرح ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن کے معنے

یہ نہیں۔ کہ جس سے ٹھٹھا کیا جائے وہ رسول ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو نبی یا رسول ہوتا ہے اس سے تمسخر ضرور ہوتا ہے اسی طرح اس عبارت کا مصداق وہ شخص ہے کہ جو پہلے خلیفہ ہو اور پھر ارض دمشق کیطرف جائے۔ مسیح موعود تو دمشق کیطرف گئے نہیں اور نہ ہی خلیفہ اوّل تو ضروری ہوا کہ آپ کا کوئی اور خلیفہ جائے اور اس عبارت سے یہ بھی نکل آیا کہ انجمن آپکی خلیفہ نہیں ہوگی بلکہ شخص واحد ہوگا +

نویں دلیل

نویں دلیل خلافت کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود اپنی کتاب پیغام صلح میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی رکھنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں۔ اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلعم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آیندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کرینگے۔ جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہ ہوگی احمدی سلسلہ کے پیشرو کی خدمت میں پیش کرینگے" اس سے دو باتیں ثابت ہیں ایک تو یہ کہ احمدی سلسلہ کا ایک پیشرو ہر زمانہ میں موجود رہے گا اور وہ قوم کا ایسا معتمد علیہ ہوگا کہ تین لاکھ روپیہ لینے کا سزاوار ہو اور بصورت خلاف ورزی معاہدہ تین لاکھ روپیہ دینے کا انتظام بھی کر سکتا ہو +

دسویں دلیل

دسویں دلیل خلافت پر یہ ہے کہ حضرت اقدس اپنی کتاب پیغام صلح میں فرماتے ہیں "اور جو لوگ ہماری جماعت سے ابھی باہر ہیں۔ در اصل وہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں جو انکے نزدیک **واجب الاطاعت** ہے اس لئے میں انکی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا" پس حضرت اقدس کا غیر احمدیوں پر اعتراض کرنا کہ غیر احمدی کسی لیڈر کو واجب الاطاعت نہیں مانتے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت صاحب کا اپنا مذہب یہ تھا کہ کوئی لیڈر واجب الاطاعت ہونا چاہیئے تو وہ واجب الاطاعت خلیفہ ہی ہوتا ہے جو احمدی جماعت میں ضرور ہونا چاہیئے ورنہ وہ جماعت پراگندہ ہو جائے گی۔ اب اگر کوئی کہے کہ احمدی جماعت میں خلیفہ نہیں بلکہ

تو یہ حضرت اقدس کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ آپ نے سلسلہ احمدیہ اور دوسرے فرقہ ہائے اسلام کے درمیان مابہ الامتیاز یہی قرار دیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ ہر وقت ایک ایسے امام یعنی پیشرو کے ماتحت ہوتا ہے جو واجب الاطاعت ہو +

گیارھویں دلیل

گیارھویں دلیل خلافت پر یہ ہے کہ حضرت اقدس اپنی کتاب الوصیت کے صـ۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔ الوصیت وہ کتاب ہے کہ جس کا مقصد ہی یہی تھا کہ میرے بعد میری جماعت کو اس پر عمل کرنا چاہیئے آپ فرماتے ہیں "(۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت ہیں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور انکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونیکی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالےٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال دیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالےٰ کے اس معجزے کو دیکھتا ہے جیسا کہ ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بیوقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رض کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوئے تھام لیا" اب اس عبارت میں حضرت اقدس نے اپنے بعد قدرت ثانیہ کے ظہور کا وعدہ فرمایا ہے اور ہمارے نزدیک قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے اور اس مطلب کے اثبات کے لئے ہم مندرجہ ذیل دلائل لکھتے ہیں +

دلیل اول

پہلی دلیل اس بات کی کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے اور کچھ نہیں ہے کہ آپ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں ا "گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالےٰ کے اس معجزے کو دیکھتا ہے جیسا کہ ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا" الوصیت کی یہ عبارت اس بات کی دلیل ہے کہ خلافت

ضرور آ ہو گی حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ... قدرت ثانیہ آئے گی اور پھر فرمایا کہ قدرت ثانیہ ایسی ہوگی جیساکہ ابوبکر کے وقت میں ہوئی تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو قدرت ثانیہ آئی وہ خلافت ہے اسی طرح حضرت صاحب کے بعد جو قدرت ثانیہ آئی وہ بھی خلافت ہے +

دلیل ثانی دوسری دلیل اس بات کی کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے آپ فرماتے ہیں کہ "دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں" اس سے معلوم ہوا کہ قدرت ثانیہ ایسی چیز ہے کہ جو حضرت صاحب کے وقت میں قائم نہیں ہوسکتی بلکہ وہ آپ کی وفات کے بعد ہوگی پس جو لوگ قدرت ثانیہ سے مراد جماعت کا غلبہ یا مبلغین یا انجمن مراد لیتے ہیں ان کا ابطال بھی حضرت اقدس کی مذکورہ بالا عبارت سے ہی ہو جاتا ہے کیونکہ جماعت کا غلبہ اور مبلغ اور انجمن حضرت مسیح موعود کے وقت بھی موجود تھے اور قدرت ثانیہ کے متعلق حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ وہ قدرت ثانیہ آ ہی نہیں سکتی۔ جب تک میں نہ جاؤں +

دلیل ثالث تیسری دلیل اس بات کی کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے یہ ہے کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ "جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہوتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور کئی بد قسمت مرتد ہونے کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالے دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پھر بدر اپریل ۱۹۰۸ء میں آپ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں "کہ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا میں ایک زلزلہ آجاتا ہے۔ اور وہ بہت خطرناک وقت ہوتا ہے۔ مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اب ان دو عبارتوں کے ملانے سے صریح یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہے پہلے تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ وہ قدرت ثانیہ کو قائم کرتا ہے اور پھر فرمایا کہ وہ قدرت ثانیہ ایسی چیز ہوگی جیسے ابوبکر

کے وقت میں ہوئی اور وہ ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں خلافت ہی تھی +

بارھویں دلیل قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے انبیاء کی صداقت کا معیار مایقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک ٹھیرایا ہے کہ تیرے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے اور وہی اعتراض کئے جاتے ہیں جو پہلے انبیاء پر کئے گئے پس اسی آیت کے مطابق اس وقت ایک فریق کا خلافت کو ماننا اور ایک کا انکار کرنا یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور دوسرے آپ کے بعد خلافت کا وجود صحیح ہے اس لئے کہ ایسا ہی اختلاف خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں بھی ہو چکا ہے +

تیرھویں دلیل تیرھویں دلیل خلافت پر جماعت احمدیہ کا پہلا اجماع ہے جو مسیح موعود کی وفات کے بعد ہوا اور باتفاق اہلسنت وجماعت اجماع حجت شرعی ہے پس مسیح موعود کی وفات کے بعد امت محمدیہ نے جس بات پر اجماع کیا وہ یہ ہے کہ حسب فرمان مسیح موعود مندرجہ الوصیۃ ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ چاہئے یعنی خلافت پر اجماع ہوا اگر مسیح موعود کی وفات کے بعد خلافت نہیں چاہئے تھی تو خلافت پر امت محمدیہ کا اجماع نہ ہوتا اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ (رواہ الترمذی) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ میری امت کو یا امت محمدیہ کو ضلالت پر کبھی جمع نہیں کرے گا اب یا تو یہ مان لیجئے کہ جس پر مسیح موعود کی وفات کے بعد ہمارا اجماع ہوا وہ ضلالت نہیں یا ہم امت محمدیہ سے نہیں +

چودھویں دلیل پندرھویں دلیل خلافت احمدیہ پر یہ ہے کہ خلیفۃ المسیح اول (جنہیں منکرین خلافت نے بھی خلیفۃ المسیح مانا ہے) لاہور کی تقریر میں فرمایا کہ جب تک خلیفہ کا خلیفہ نہیں آتا تم اپنی زبانوں کو بند رکھو (بدر جولائی سنہ ۱۹۰۹ء) پھر جب آپ ملتان ایک مقدمہ میں گواہی دینے کے لئے تشریف لے گئے تھے تو آپ نے ان الفاظ میں اپنی شہادت کو شروع کیا تھا +

"میں حضرت مرزا صاحب کا خلیفہ اول ہوں جماعت احمدیہ کا البدر ہوں۔ پس آپ کا "جتنک خلیفہ کا خلیفہ نہیں آتا" اور "میں خلیفہ اول ہوں" فرمانا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ آپ جانتے تھے کہ میرے بعد بھی خلفاء ہوں گے +

پندرھویں دلیل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تہتر فرقے ہو جانیکی پیشگوئی فرمائی ہے جنمیں سے بہتر کا تو جہنم میں جانا بتایا ہے سوا ایک کے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے تو فرمایا وہ جماعت ہے دیکھو مشکوٰۃ باب الاعتصام تفترق امتی علی ثلث وسبعین کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی ..... ثلثان وسبعون فی النار و واحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ اور جماعت بغیر امام کے ہو نہیں سکتی۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ اگر بہت سے لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہوں تو اسوقت کبھی نہیں کہا جاتا کہ جماعت ہو رہی ہے لیکن اگر امام کے پیچھے پڑھتے ہوں تو پھر کہا جاتا ہے کہ جماعت ہو رہی ہے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دیکھو مشکوٰۃ کتاب الفتن کہ جب فتن کا زور حق و باطل میں التباس اور جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوں اور گمراہی کیطرف مختلف بلانیوالے ہو جائیں تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم تو جماعۃ المسلمین اور انکے امام کو لازم پکڑ جبکہ جماعت بغیر امام کے نہیں ہو سکتی تو رسول کریم کا فرمانا کہ ایک فرقہ جو کہ جماعت ہو گا نجات یافتہ ہے اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ اس فرقہ کا ہر وقت ایک امام ہوا کرے گا +

سولھویں دلیل

سولھویں دلیل خلافت پر خلیفۃ المسیح اول (مسلمہ فریقین) کی وصیت ہے آپ نے اس میں فرمایا کہ میرا جانشین ہو +

پھر حجج الکرامہ میں لکھا ہے عمر مہدی نزد خروج چنانکہ ابن عربی نقل کردہ بست و شش سال باشد یعنی ایک خلیفہ ۲۶ سال عمر کا ہوگا اور وہ مہدی ہے پھر حضرت میاں صاحب کے الہامی ناموں میں فضل عمر بھی ہے اور عمرؓ دوسرا خلیفہ نبی کریمؐ کا تھا۔ پس یہ تمام اقوال اس بات کیطرف اشارہ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا فرزند خلیفۃ المسیح ہو گا جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے بھی جانشین کا لفظ فرمایا ہے اور جیسا کہ شاہ ولی نعمت اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ مسیح کا ایک پسر اسکی یادگار رہو گا +

نصیحت

پس اے منکرین خلافت انکار سے باز آؤ اور ومن کفر بعد ذالک فاولٓئک ھم الفاسقون کے وعید سے ڈرو +

تشحیذ الاذہان کے لئے
ایکہزار روپے کی اپیل احباب جماعت احمدیہ سے

ماہ جولائی کے تشحیذ میں ایک اپیل تمام احمدی جماعت کے افراد سے کی گئی تھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ تشحیذ الاذہان (جو سیدنا میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد کے ہاتھ سے جاری ہوا۔ اور جس کے مربی حضرت خلیفہ اوّل مولانا نورالدین تھے) بوجہ کم توجہی خریداران ساڑھے چھ سو روپے کا مقروض ہے اس قرض کے ادا کرنے اور آیندہ استحکام کے لئے ایک ہزار روپے امداد۔ اور پانسو مزید خریداران کی ضرورت ہے۔ تشحیذ خدا کے فضل سے گذشتہ گیارہ سال میں برابر اپنی مقررہ تاریخ پر شائع ہوتا رہا اور اس نے اسلام و احمدیت کی تائید اور اندرونی و بیرونی مخالفین کی تردید میں ایسے ایسے مضامین شائع کئے ہیں جو مستقل تصانیف کا حکم رکھتے ہیں۔ اور نہایت مقبول ہوئے ہیں۔ بس ضروری ہے کہ اس رسالہ کو سلف سپورٹ بنایا جائے۔ اور اس کے لئے نہ صرف ایک ہزار روپے کا فنڈ مہیا کیا جائے بلکہ پانسو خریدار بھی دیئے جائیں تا آمد رسالہ خرچ کے برابر ہو سکے خرچ بھی وہ جو کم از کم تصور کیا جاسکتا ہے +

حضرت خلیفۃ المسیح نے اس اپیل کے شائع کئے جانے کی نہ صرف منظوری دی بلکہ تیس روپے عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد مکرم معظم جناب ماسٹر رحیم بخش صاحب ایم اے ناظر تالیف و اشاعت نے نو معزز خریداروں کے نام مرحمت فرمائے۔ جن میں سے پانچ خریداروں کی قیمت وصول بھی ہو چکی ہے +

میں ماسٹر صاحب کی اس توجہ فرمائی کا خاص طور سے مشکور ہوں علاوہ

ازیں جناب لطف الرحمن صاحب نے کلکتہ سے تیس ۳۰ روپے اور سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے سکندرآباد دکن سے پچیس ۲۵ روپے اور جناب تاج الدین صاحب لاہور نے پانچ ۵ روپے اور جماعت فیروزپور نے انیس ۱۹ روپے اور جناب قاسم علیخان صاحب نے رامپور سے ساڑھے پانچ روپے عطا فرمائے۔ یہ ۸۴ روپے ۸ آنے ہوئے ایک ہزار روپے کے مقابل ہیں یہ رقم حوصلہ افزا نہیں بعض احباب نے خریدار بھی دیئے ہیں جنکی تعداد کل ۹ ہے مطالبہ ۵۰۰ کا ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے میں ابھی اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ احباب کرام کی توجہ اس حالت نذار کی طرف منعطف کراؤں جس سے متاثر ہوکر جناب ناظر صاحب نے اپیل شائع کی تھی +

دین میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لینے والے پیارے بھائیو! میں کن الفاظ میں دردِ دل ظاہر کروں۔ اور کس عبارت میں آپ کو دکھاؤں کہ اگر آپ جلد توجہ نہ فرماوینگے اور اس اپیل کا جواب پوری فیاضی کے ساتھ نہ دینگے تو رسالہ کے حق میں اس کا نتیجہ نہایت افسوس ناک ہوگا اور آپ تبلیغ دین الحق واشاعتِ الہدیٰ کے ایک بہتر ذریعہ کو اپنے ہاتھ سے کھو دینگے۔ خدا تعالےٰ آپ کے قلوب کو اس طرف مائل کرے۔ اور میں اگلے رسالے میں یہ بشارت سنا سکوں کہ احمدی جماعت نے اپنے رسالہ کو سنبھال لیا اور اب اس کے کارکن دلجمعی واطمینان کے ساتھ خدمت بجالاسکینگے +

خاکسار منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

التجاءِ دُعا

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ناظرین تشحیذ سے التجا کرتے ہیں کہ انکی آنکھوں میں ککرے ہوگئے ہیں اس مرض سے شفایابی کے لئے تمام برادران اسلام تہ دل سے دُعا فرمائیں کیونکہ لکھنا پڑھنا آنکھوں کی صحت پر موقوف ہے اللہ تعالیٰ ہمارے مکرم ومعظم مفتی صاحب کی آنکھوں میں شفا بخشے۔ اللھم آمین

روئداد مباحثہ

اگر آپ کو معلوم کرنا ہو کہ ماریشس میں احمدی مبلغ کیا کام کر رہا ہے اور اسے کس قسم کے لوگوں سے مقابلہ پڑا ہے اور کیونکر ان پر اتمام حجت کیا جا رہا ہے (اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ احمدی ہو کر آپ کو اس کا شوق نہ ہو) تو یہ ضرور منگوائیے جس میں ایک مباحثہ کی روئداد ہے جو حیات و وفات عیسیٰ کے بارے میں وہاں گذشتہ سال ہوا۔ اور احمدیت کی فتح کا غلغلہ تمام جزیرہ میں پڑ گیا۔ ہندوستان میں بھی اس سے تبلیغ کا کام لیا جا سکتا ہے یہ رسالہ بھی ۲۰×۲۶ تقطیع پر نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر عمدہ چھاپا گیا ہے قیمت ۳۰ر +

البشارة

یہ ایک ٹریکٹ ہے جو مکرم علمی صاحب سے دار التالیف نے لکھوا کر شائع کیا ہے اس میں دس معیار صداقت دس آیات قرآنی سے پیش کئے گئے ہیں اور حضرت مسیح موعود کا منجانب اللہ مامور ہونا ان سے ثابت کیا گیا ہے۔ تبلیغ سلسلہ کے لئے بہت اچھا ذریعہ ہے احباب کو چاہیئے کہ اس کی بہت سی جلدیں منگوا کر اپنے قرب و جوار و حلقہ اثر میں تقسیم کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہوں قیمت ار یہ تینوں رسالے تالیف و اشاعت قادیان سے طلب کریں +

عقد ثریا

یہ ایک ماہواری رسالہ ہے جو بسر پرستی حکیم میر ناصر نذیر صاحب ذوق دہلوی شائع ہوتا ہے حجم چالیس صفحے۔ زبان اچھی ہے۔ چھپوائی لکھوائی اور کاغذ اگر پبلک قیمت افزائی کرے تو اس سے اچھا ہونا چاہیئے۔ باتوں ہی باتوں میں ایڈیٹر صاحب کچھ تبلیغ حق بھی کر جانا چاہتے ہیں۔ جزاہ اللہ۔ سالانہ چندہ ڈھائی روپے +

محقق دہلوی

آجکل کے لامذہبوں کے اعتراضات پیش کر کے محققانہ جواب شائع کئے جاتے ہیں اس رسالہ کی نسبت ایڈیٹر کو شکایت ہے کہ احمدی جوابات میں حصہ لیتے ہیں دوسرے فرقہ ہائے اسلام کے نمائندے خاموش ہیں۔ ایڈیٹر صاحب! احمدی بیچارے کیا کریں جسکی چیز ہو اسی کو درد بھی ہوتا ہے اس رسالہ کی ٹون اس سے زیادہ مہذبانہ اور پیرایہ تحریر متین ہونا چاہیئے۔ اصلاح ذات البین کا خیال ہے تصحیح کا اہتمام بہت کم ہے آیات و احادیث غلط نہ چھپیں ترجمہ صحیح ہو اور مضامین ٹھوس عبارت شستہ قیمت سالانہ عہ غریبوں سے + امیروں سے چھ روپے۔ دونو رسالوں کے لئے دفتر دستکاری دہلی کے پتہ پر خط و کتابت ہو +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

طاقت بڑھانیوالا پھل

کولاٹامنگ افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ سے یا غم و بیماری و تبدیل آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہوگیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑہائی کشتی کسرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کا ہو نہیں پہلے اس کو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا۔ ہولدل۔ دھڑکن کو روکتا ہے رات کو جاگنا ہو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھڑاتا ہے مفصل حالت کی فہرست بلاقیمت منگوا کر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ایک روپیہ (للعہ) محصولڈاک ۵ ر ادویات ہر جگہ دوکانداروں ڈاکٹروں اور دوا فروشوں سے ملسکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں میں فائدہ کرتا ہے زخم کے کیڑے اس سے مرجاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہے زخم صاف ہوکر جلد انگور کی طرح بھر آتا ہے اور نیا چمڑہ پیدا ہوکر زخم کو آرام ہوجاتا ہے۔ معمولی زخم سے لیکر سڑے گلے زخم تک یہ مساوی اثر دکھلاتا ہے قیمت ایک اونس ڈبیہ ۵ ر زخم دھونے کی ٹکیہ مرہم لگانے کے ساتھ ہی زخم دھونا چاہیئے جس دوا سے زخم دھونے کا پانی بنتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی ٹکیہ کی صورت بنی ہوتی ہے ایک ٹکیہ سے ایک بوتل زخم دھونے کا پانی بنتا ہے۔ مرہم کے ساتھ ٹکیہ ملسکتی ہے قیمت فی ٹکیہ ار محصولڈاک ہر دو ۵ ر

کونین کی ٹکیاں

یہ خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں اور سنہلی ٹین کی ڈبیاں میں ۱۶ ٹکیاں رہتی ہیں۔ کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ کونین کی ٹکیہ پاس رکھیئے اس میں نہ وزن کی ضرورت ہے نہ کھلانے میں تکلیف قیمت ۱۶ ٹکیوں کی ڈبیہ ۸ ر محصول ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک ۵ ر

داد کا مرہم

ہر وقت کے کھجلانے سے آرام کرنا ہے دیکھیئے جناب مہاراجہ صاحب بہادر ریاست تشکر پور ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں یہ دوسرا موقع ہے کہ آپکے داد کا مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا جس سے مینے ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپ کا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں اس کے استعمال کرنیوالے سبھی جناب مہاراجہ صاحب کیطرف سے مداح ہیں کیونکہ دو ہی تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایکدم اچھا کردیتا ہے قیمت فی ڈبیہ چار آنہ ہر ایک سے چھ تک چھ آنہ ۶ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

تشحیذ الاذہان

قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

جلد ۱۴ نمبر ۹

بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء مطابق ذی الحجۃ سنہ ۱۳۳۷ ھجری

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ غیر ممالک سے ہے طلباء سے عہ

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ کی اپیل کا جواب

جناب ناظر صاحب تالیف و اشاعت نے اعانت تشحیذ کے لئے اپیل کی تھی۔ کہ ایک ہزار روپیہ قرض ادا کرنے اور فنڈ کے استحکام کے لئے چاہیئے۔ اور پانچسو خریدار مزید تا رسالہ کا خرچ آمد کے برابر ہو سکے۔ اس کے جواب میں جن احباب نے توجہ فرمائی ہے ان کے نام نامی درج ذیل ہیں :۔

(۱) لطف الرحمن صاحب کلکتہ عمہ ر (۲) سیٹھ عبد اللہ دین صاحب سکندرآباد عـــہ ر (۳) جناب تاج دین صاحب لاہور عہ ر (۴) جماعت فیروزپور لعہ اور ۴ خریدار (۵) جناب قاسم علی خانصاحب رامپور عہ ر (۶) جناب میر کلیم اللہ صاحب بسو عہ ر خانصاحب بہادر عبد الحق صاحب بیلی بھیت عہ ر (۸) جناب محمد جان صاحب عمارہ للعہ ر (۹) جماعت لاہور للعہ (۱۰) ظہور الحسن صاحب مالاکنڈ عہ ر۔ باقی پانچ چھ احباب نے وعدہ کیا ہے ان کا روپیہ امروز فردہ میں پہنچنے والا ہے۔ جناب ذو الفقار علی خانصاحب انسپکٹر آبکاری کو خدا جزا خیر دے ایک مختصر سی جماعت سے جو اتفاقاً بجنور میں ہے عہ اور تین خریدار دئے ہیں۔ دیگر احباب کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کیونکہ ابھی قریباً نو سو روپیہ اور ۴۰۰ خریداروں کی ضرورت ہے اور بغیر سب کی مجموعی اور پر زور کوشش کے یہ کام نہیں سر انجام ہونیکا اور اس وقت تک یہ تحریک بند نہیں ہوگی جب تک یہ رقم اور خریدار پورے نہ ہو جائیں یا خدانخواستہ رسالہ کی بندش کا اعلان ہو

خصوصیات اسلام — اسلام کی دس ایسی خصوصیتیں جو دیگر مذاہب پر حجت قویہ ہے۔ فاضل میر محمد اسحٰق صاحب کی لکھی ہوئیں۔ برادر محمد یٰسین صاحب تاجر کتب نے چھاپی ہیں۔ قیمت ۲ر حجم ۴۲ صفحے۔ ضرورت ہے کہ یہ رسالہ عام طور سے غیر مذاہب میں شایع ہو ؁

گلدستہ احمدی ۔ مولنا غلام رسول صاحب کی سی حرفی ۱۶ صفحے قیمت ار۔ روپیہ کا بیس

اطلاع بخدمت احباب — تشحیذ الاذہان کی سب کتابیں مولوی محمد عامل صاحب جاگلیوی کتب فروش قادیان کی تحویل میں ہیں اس پتہ پر منگوائی جایا کریں ؁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء

کلجگ کے کلگی پوران کی آمد کا مژدہ

یدا یدا ہی دھرمسیہ گلانر بھوتی بھارت
ابھیُتھانم دھرمسیہ تداتمانم سرجامیہم (گیتا)

میں آج اپنے ہندو بھائیوں کو اس مقدس کلام ربانی کیطرف محبت بھرے دل کے ساتھ پُرزور الفاظ میں توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اوپر نقل کیا گیا ہے۔ یہ وہ پاک کلام ہے جو آج سے تقریبًا پانچہزار برس پیشتر آریہ ورت (ہندوستان) کے ایک مقدس نبی کے ذریعہ خداوند عالمین نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل فرمایا۔ اور اس ایشوربانی کا پرکاش ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ ظلمت و جہالت تمام ملک پر پورے طور سے اپنا قبضہ و اقتدار جمائے ہوئے تھی۔ کفر و نفاق بدبینی و بدچلنی کا زور تھا۔ حرص و ہوا کے پتلے اپنی مقصد براری کیلئے جائز و ناجائز وسائل عمل میں لاتے ہوئے کسی قسم کا باک نہ رکھتے تھے فسق و فجور کفر و عصیان کا

دریا نہیں نہیں بلکہ سمندر ہاں ہاں جہاسمندر ملک کے ایک سرے سے دوسرے تک طوفان خیز دکھائی دیتا تھا۔ عالم و جاہل۔ خواندہ و ناخواندہ۔ امیر و غریب رعایا اور بادشاہ الغرض سب کے سب ادہرم اور بیدینی کے موجزن مہا ساگر میں غوطہ زن تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر الٰہی غیرت نے جوش مارا اور اس نے اپنے نور کا ایک مظہر بنا کر دُنیا میں بھیجا تا وہ اس ضلالت و جہالت کی ظلمت کو توحید کے روشن براہین سے کافور کرے۔ اور دنیا والوں کو اُس خدائے ذوالجلال والاکرام کا پتہ دے جو اُن کا حقیقی خالق مالک رازق اور معبود برحق ہے۔ تا وے معبودانِ باطلہ سے مُنہ موڑ کر اپنے سچے اور حقیقی معبود کے آگے اپنی عاجزی اور عبودیت ظاہر کریں اور آخرت میں اعلےٰ انعامات کے وارث ٹھہریں +

میں آپ کو اس پیارے اور مقدس انسان کے نام سے زیادہ دیر تک ناواقف نہیں رکھنا چاہتا۔ بتلائے دیتا ہوں کہ اس جلیل القدر ہادی کا نام نامی و اسم گرامی کیا ہے۔ سُنو اور غور سے سُنو ہندوستان جگ سے پہلے ہندوستان کی ظلمت و جہالت کا دور کرنیوالا پیارا موہن کرشن کنہیا تھا +

جو راجہ کنس کی ہمشیرہ کا مولود کہلایا۔ درحقیقت یہی وہ پاک انسان تھا جسکی نظیر ہندوؤں کے کسی دیگر رشی و اوتار میں نہیں پائی جاتی وہ اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ وہ رُوح القدس کا مہبط تھا۔ ہاں ہاں وہ خدائے برتر لازوال کیطرف سے فتحمند اور با اقبال بھی تھا۔ وہی کرشن ہے جس نے اپنی آمد پر آریہ ورت کی زمین کو جو پاپ اور گناہوں کی وجہ سے نجس ہو چکی تھی صاف اور پاک کیا۔ یہی وہ کرشن ہے جس نے مظلوم اور ستائے ہوئے بندوں کی دستگیری کی اور اس کی حفاظت و حمایت کا بیڑا اُٹھایا اور تائیدات الٰہیہ کے ساتھ کامیاب و بامُراد مظفر و منصور ہوُا۔ یہ وہی خدا کا برگزیدہ بزرگ ہے جسکو ہم حضرت کرشن علیہ السلام اور ہندو بھائی سری کرشن جی مہاراج کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس مہاتما پر خدا تعالےٰ کی طرف سے وہ کلام نازل کیا گیا جو ہمارے اس مضمون کے زیب عنوان نظر آرہا ہے +

میرے پیارے عزیز بھولے بھٹکے ہندو سجنو! اس نبی کے فرمودہ کو دیکھو صرف دیکھنے ہی پر اکتفا ٹھیک نہیں بلکہ غور و تدبر اور فکر سے کام لو تا حقیقت کے مغز کو پاؤ۔ ہاں اگر تم میں سے

بعض اس مقدس کلام کو بوجہ سنسکرت زبان نہ جاننے کے سمجھنے سے قاصر ہوں تو ہم تمہاری خاطر اُردو میں ترجمہ کئے دیتے ہیں۔ سری کرشن جی مہاراج اپنی منوہر بانی سے یہ فرماتے ہیں کہ:-

"ہے بھارت جب جب دہرم کی نیستی اور ادھرم (بدینی) کا دور دورہ ہو جاتا ہے تب میں اُتار لیتا ہوں"

دوسرا شلوک

"نیک لوگوں کی حفاظت اور بدوں کو نیست و نابود کرنے و صراط مستقیم یعنی دین الٰہی کو قائم کرنے کے لئے ہر ایک یُگ پر میرا اُتار ہوتا ہے" (گیتا چوتھا ادھیائے شبد ۷-۸)

یہی وہ الفاظ ہیں جو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک کئے ہوئے مرزؔ کی و مطہر انسان کی زبان فیض ترجمان کے ذریعہ فرمائے اور اپنے بندوں کو خبردار کیا بلکہ بشارت دی اور بتلا دیا کہ جس طرح اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سوائے ظلمت وجہالت کفر وعصیان کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا ہم نے اپنے بندے کو اپنے کلام اور تائیدات سے مشرف کر کے بھیجا تا یہ ظلمت وعصیان کے بھیانک اور مُہلک بادل جو آریہ ورت پر چھائے ہوئے ہیں ان کو دور کر کے دُنیا کو امن و عافیت کی منزل پر لیجائے تا وہ معبودانِ باطلہ سے مُنہ موڑ اپنے سچے اور برحق معبود کے آگے سربسجود ہوتے ہوئے انعامات الٰہیہ کے وارث ٹھہریں اور اس امر میں ہم نے اسے پورا کامیاب و بامُراد بھی کیا اور ہندوستان پھر جنت نشاں ہو گیا۔ اسی طرح پھر جب کبھی بھی شیطان مردود اپنی حکومت دُنیا میں قائم کرنا چاہے گا تو یہ نہیں ہوگا کہ وہ کامیاب ہو جائے اور میرے بندے اپنے آپ کو ہلاکت وضلالت گمراہی و بیدینی میں پھنسا ہوا پائیں اور اس جال سے اُن کو رہائی پانی دشوار ہو جائے نہیں نہیں بلکہ پھر بھی ایسے وقت میں میری طرف سے دُنیا میں اوتار آئینگے اور باطل کو ناش کر کے حق کا پرچار کرینگے اور شیطان الرجیم کی بادشاہت پاش پاش کی جائے گی +

پس اے میرے ہندو بھائیو! غور سے کام لو اور سوچو کہ خدا نے آج سے جو پانچہزار برس پہلے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جب ظلمت وجہالت پاپ اور ادھرم پھیل جائینگے تب کرشن جی مہاراج اُتار لیں گے۔ کیا یہ وعدہ برحق تھا یا محض دل بہلاوا +

نہیں نہیں خدا کے کلام کو دل بہلاوا کہنا کفر ہے وہ ذات برحق ہے وہ سچا اُس کے وعدے

بھی پہنچے۔ پس آؤ۔ اب ہم دیکھیں کہ آیا اس زمانہ کی حالت ابھی ایسی ہوئی ہے یا نہیں کہ اُس قدوس انسان کا وجود دُنیا میں موجود ہو اور ہمیں ان گمراہ اور خراب کرنے والی حالتوں سے نکال کر تقویٰ وطہارت کی راہوں پر چلاتا ہوا اُخروی نجات کا وارث بنا دے جہاں دُنیا کے مصائب کا شمہ بھر بھی نشان نہیں بلکہ شانتی وشادمانی ہی کا دور دورہ ہے +

پس قبل اس کے کہ ہم ایسے مہاں پرش کا پتہ چلائیں یہ دیکھنا نہایت ہی ضروری ہے کہ کیا پہلی کتب میں اس موعود کے نزول کے متعلق کسی قسم کے نشان بھی بتلائے گئے ہیں یا نہیں چنانچہ جب ہم اس خیال کے ماتحت ورق گردانی کرتے ہیں تو مہابھارت جو ہندو دھرم کی نہایت متبرک کتاب ہے۔ ہمارے اس کام میں پوری امداد اور دستگیری کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ آخری زمانہ میں جبکہ کلکی پوران جلوہ افروز ہونے والے ہونگے تب اس قسم کے واقعات دُنیا میں موجود ہو جائینگے جس سے اُنکی آمد فوراً معلوم ہو جائیگی اور اُنکے چرنوں میں سیس نوا دیتے میں پھر کوئی جھجک کوئی روک حائل نہ ہوگی۔ مہابھارت کے بہت سے بتلائے ہوئے نشانات میں سے چند ذیل میں نقل کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ ابھی یہ نشان پورے ہوئے ہیں یا نہیں اور اگر ظاہر ہو چکے تو پھر ہمارا پیارا من موہن کلکی اوتار کہاں ہے جسکی آمد آمد کی ہزاروں ہزار برس سے ہمیں اُمیدیں دلائی گئی ہیں۔ مہابھارت کے مصنف مقدس رشی کلجگ کی نشانیاں بتلاتے ہیں +

(۱)

"کلجگ کے دورے میں اندھا دُھند ادھرم (بیدینی) کی عملداری رہتی ہے۔ جھوٹ فریب ہنسیا (ایذا رسانی) غصہ۔ لالچ وغیرہ کا دَور دورہ ہوتا ہے۔ انسان کو خراب افعال سے رغبت اور نیک اعمال سے نفرت ہو جاتی ہے۔ جپ تپ (عبادت وریاضت) پوجا پاٹھ برت ہون ایسے ایسے تمام نیک کام برہمن (علماء دین) تک چھوڑ بیٹھتے ہیں اوروں کا کیا ذکر۔ خوردنی وناخوردنی چیزوں کا امتیاز نہیں رہتا۔ چھوت پات کو واہیات سمجھتے ہیں۔ کشتریوں کو رعیت پروری سے تنفر رہتا ہے۔ جرأت و بہادری کھو بیٹھتے ہیں۔ سادھوؤں سنتوں کی خدمت گذاری سے کچھ کام نہیں رہتا فکر رہتا ہے تو بس یہ کہ جس طرح بنے روپیہ ہاتھ آئے۔ دولت ہی کے فکر میں اندھے

رہتے ہیں۔ شودروں (رزیلوں) کا عروج ہوتا ہے۔ دولت سے مالا مال ہوتے ہیں غلہ بے مزہ۔ پھل بدذائقہ ہو جاتے ہیں۔ کم عمر لڑکیاں صاحب اولاد ہو جاتی ہیں۔ آٹھ برس کی عمر میں حمل رہ جاتا ہے۔ درختوں کی بار آوری کم ہو جاتی ہے گائیوں کا دودھ گھٹ جاتا ہے اوقات مناسب پر پانی نہیں برستا۔ امساک باراں سے قحط عالمگیر ہوتے ہیں۔ ناخن اور بال بڑھا بڑھا کر لوگ مہاتما بن بیٹھتے ہیں برہم چاری خوب مال مارتے ہیں۔ گوشت کھاتے شرابیں اُڑاتے ہیں۔ برہمن رزیلوں سے فخر کے ساتھ دان (خیرات) لیتے ہیں۔ مطلب آشناؤں محسن کشوں کی کثرت ہوتی ہے۔ صادق الاعتقاد اور نیک نیت لوگوں کو چین نہیں ملتا۔ اُن کی زندگی کم ہو جاتی ہے پاپی بے فکری سے بہت دنوں تک زندہ رہتے ہیں۔ عورتوں کا چلن بگڑ جاتا ہے خاوندوں کے ہوتے (ہوئے) نوکروں سے مُلتفت ہوتی ہیں۔ مرد حسین بی بی سے التفات نہیں کرتے زنان بازاری کو گلے کا ہار بناتے ہیں شراب خانے آباد رہتے ہیں۔ عبادت خانے سُنسان۔ جہاں پہلے دھرم ہوتے تھے وہاں بدفعلیوں کی گرم بازاری رہتی ہے" (مہابھارت بن پرب ادھیائے ۸۹ ص ۶۸۶ و ۶۸۷)

شری ویاس جی مصنف مہابھارت کے بیان کردہ یہ ایسے نشانات ہیں جن میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اس وقت ظہور میں نہ آگیا ہو۔ دیکھ لو دنیا میں ہر طرف یہی مناظر نظروں کے سامنے آئینگے جس طرح آج سے کئی صد سال پہلے بتلائے گئے۔ اس میں اور ان واقعات میں جو موجودہ زمانہ میں پورے ہوتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں سر مُو تفاوت نہیں ایک ایک حرف سچا اور پورا ہو چکا ہے پس اس میں اب ایک رتی بھر بھی شک کی گنجایش نہیں رہتی۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کو کلجگ کے نام سے پُکارا گیا ہے یہی وہ زمانہ ہے جس میں ظلمت و عصیان ناپاکی و بیدینی کے چرچے و کارنامے اپنے پورے عروج و کمال پر موجود نظر آنے چاہئیں۔ ہاں ہاں اسی زمانہ کی ہدایت کے لئے کلجگی اُوتار آنے والے تھے اس زمانہ کے سُدھار کے لئے کرشن اوتار نے کلجگی اوتار کی مبارک آمد کی پانچہزار برس پہلے خبر دی تھی یہی وہ زمانہ ہے جس میں ہمیں اُس موعود جلیل القدر انسان کو تلاش کرنا چاہیئے۔ اس سے زیادہ اور کس زمانہ میں بدکاریاں ہو سکتی ہیں

بتلاؤ۔ کیا جسقدر افعال رزیلہ و ذمیمہ آج نئے نئے رنگ میں ہماری نظروں کے آگے رونما ہو رہے ہیں کیا ایسے پہلے زمانہ میں بھی تھے ہرگز نہیں۔ اور میں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ان گناہوں کی کثرت جتنی اب ہے نہ کبھی ہوئی نہ ہی ہوگی جاؤ اس قول کی جانچ پڑتال اور تصدیق کے لئے تاریخ گذشتہ کے اوراق اُلٹ کر دیکھو ایسے صغائر و کبائر کا کہیں تذکرہ نہ ملے گا۔ ہاں یہ تو ایک مقام ہے جو اختصار سے ہم نے مہابھارت سے نقل کیا ہے + اب دوسرا حوالہ ملاحظہ ہو:۔

(۲)

"جس وقت کلجگ آگیا سمجھ لیجئے کہ دُنیا کی ہوا پلٹ گئی۔ وہ وہ پاپ وہ وہ گناہ ہونگے کہ زمین کانپ اُٹھے گی۔ لڑکے والدین کو بیوقوف سمجھینگے۔ رضا جوئی و فرمانبرداری کیسی عورتیں لڑائی جھگڑے بکھیڑے سے خاوندوں کے ناک میں دم رکھینگی۔ بیت رت گیا۔ پُوجا پاٹ۔ دھرم کرم جڑ پاؤں سے مٹ جائینگے۔ لوگ ادھرم کریں گے۔ دھرم کو فضول اور واہیات سمجھینگے۔ جب اس طرح دھرم کا پیالہ چھلکنے کو ہوگا تو بھگوان جی کو تکلیف کرنا پڑیگی کہ کلکی اوتار میں جلوہ دکھلائیں گے۔ پاپ کی ناؤ ڈبوئیں گے دھرم کی بیل پھر ہری بھری ہوگی"۔ ایضاً ص ۶۸۹

میرے عزیز ہندو بھائیو! دیکھ لو یہ واقعات آج ہماری آنکھوں کے آگے کس صفائی سے پورے ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ پس اب تمہارا یہ کام ہے کہ غور کرو اور دیکھو بھالو کہ کلکی اوتار کہاں ہے۔ یاد رکھو جو ڈھونڈھے گا وہ پائے گا۔ جو کھٹکھٹائے گا وہ مُراد کو پہنچے گا۔ اب مہابھارت میں بیان کی ہوئی نشانیوں کو بھی دیکھ لو اور اس موجودہ زمانہ کی حالت کا اندازہ بھی کرتے جاؤ تم ہرگز انکار کرتے ہوئے یہ زبان سے نہیں نکال سکتے کہ یہ زمانہ کلکی اوتار کی مبارک آمد کا نہیں +

اب تیسری عبارت بھی جو مختصر سی ہے مہابھارت میں دیکھو۔

(۳)

"مارکنڈے راجہ جدھشٹر کے استفسار پر یہہ کلنکی اوتار کا ذکر یوں بیان فرماتے ہیں کہ "جب نیک اعمالوں کا قحط ہو گا بد افعالیاں اپنا سکہ جمائینگی۔ تب بھگوان اوتار

لینگے۔ برہمن کے گھر سنبھل کے مقام پر لوگ بشن کے نام سے پکارینگے"

"نہہ کلنکی کی طاقتیں غیبی ہونگی طاقت میں بے نظیر عقلمندی میں یکتائے روزگار
یوں تو نہ کوئی ہتھیار پاس ہوگا نہ لڑائی[1] کا اوزار مگر ایک اشارے
میں سب کچھ موجود ہو جائے گا (یعنی ظالموں کو نیچا بغیر کسی ظاہری سامان کے
خدائی طاقت سے ہی دکھلائینگے) ذات مبارک دھرم[2] کو از سر نو زندہ کرے گی
بدکردار رلچے لقمۂ تیغ[3] اجل ہونگے۔ دھرم کی خلاف ورزی عذاب میں داخل
سمجھی جائے گی یہ تو نہہ کلنکی کا سرسری حال تھا ذرا سنو برہمنوں کی عظمت کیا ہے الخ"

ایضاً صفہ ۶۹ ادھیائے نمبر ۹۰

میرے ملک کے قدیم ہندو باشندو! حق کے قبول کرنے کی اپنے اندر طاقت پیدا کرو اور غور کرو کیسی صاف روشن اور آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن یہ نشانیاں ہیں جو کلکی اوتار کے بابرکت نزول پر پوری ہونی چاہئے تھیں اور پوری ہوتی ہوئی ہم اور تم سب دیکھ چکے ہیں اور دیکھ رہے ہیں اور انشاء اللہ آگے بھی دیکھیں گے۔

پس اب ہمارا اور تمہارا اتنا ہی کام رہ گیا ہے کہ اُس مہا اُتما پر اُپکاری دھرم داتا دینا ناتھ سکھ سروپ کی کھوج نکالیں کہ اسکی آمد کا تو یہی زمانہ تھا جو گذرنے کو تیار ہے وہ کہیں جلوہ افروز بھی ہوا یا ابھی ہم کو اپنے فیض سے محروم ہی رکھے گا۔ اس غرض کے ماتحت جب ہم اطراف عالم میں نظر دوڑاتے ہیں کہ کہیں کوئی شخص نظر آئے جس میں کلکی اوتار کے نشان ہوں اور وہ دعوی کرے کہ میں خداوند کریم کی طرف سے اوتار بنا کے دُنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں تو ہمیں ایک طرف سے خوشبو میں مہکی ہوئی اور قلب کو تسکین دینے والی شیریں آواز کانوں میں پڑتی ہے کہ:-

"جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں اور میں عرصہ بیس برس سے

[1] سبحان اللہ وبحمدہ یضع الحرب کا نقشہ کھینچ دیا۔ [2] من یجد دلہا دیتھا الحدیث
[3] تخرج الصدور الی القبور (الہام مسیح موعود)۔

یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں اُن گناہوں کے دُور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہوگئی ہے (آیا ہوں) جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا یا یہ کہنا چاہیئے کہ روحانی حقیقت کی رو سے وہی ہوں یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تُو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اس کو سُنکر فی الفور یہ کہینگے کہ ایک کافر کا نام اپنے پر لیکر کُفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے لیکن یہ خدا کی وحی (گیان) ہے جس کے اظہار کے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو پیش کرتا ہوں کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں وہ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اب واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جسکی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اوتار میں نہیں پائی جاتی +

وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جسکی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اُس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پُورا ہُوا مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت یہ بھی الہام ہُوا تھا کہ "ہے کرشن رودر گوپال تیری مہا گیتا میں لکھی گئی ہے" سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اُس کا مظہر ہوں اور اس جگہ ایک اور راز درمیان ہے کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں (یعنی پاپ کا نشٹ کرنیوالا اور غریبوں کی دلجوئی کرنیوالا اور ان کو پالنے والا) یہی صفات مسیح موعود کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کی رُو سے کرشن اور مسیح موعود ایک ہی

ہیں صرف قومی اصطلاح میں تغایر ہے الخ" (لیکچر سیالکوٹ)

مبارک ہو اے بھارت کے سپوتو جسکی تلاش تھی وہ مل گیا۔ ہمارا من موہن۔ آؤ آؤ۔ دوڑو دوڑو پالیا پالیا ہم نے وہ لعل بے بدل جسکی ہزاروں برس سے زمانہ انتظار کر رہا تھا۔ پیاسی روحو دوڑ کے آؤ اور چشمۂ فیض سے اپنی تشنگی کو بجھاؤ۔ او دھرم سے نفرت اور دھرم کے دلدادہ والا و شیداؤ دیر مت کرو وقت کو غنیمت سمجھو۔

آہا ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ ہماری امیدیں بر آئیں ہم بانصیب ہیں کہ ہمیں ہمارا کرشن کنہیا مل گیا۔ ہمارا بخت طلوع ہوا کیونکہ ہم اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ اس زمانہ کے وے لوگ بہت ہی مبارک ہیں جنھوں نے اس مہاآتما کو پہچانا اور اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کا جوا برضا و رغبت خوشی و شادمانی سے اپنے کندھوں پر لینا قبول کیا۔ میرے سناتنی بھائیو اکلجگ کا زمانہ بھی آگیا۔ نشان بھی کرشن جی کی آمد کے پورے ہو گئے اور خوبیٔ قسمت یہ کہ خود کلگی بھگوان بھی جلوہ افروز ہو گئے۔ اب بتلاؤ کیوں پس و پیش ہے کیوں آگے قدم نہیں اٹھاتے کیوں اندھیرے میں بھٹک رہے ہو۔ ظلمت و ناراستی سے کیوں محبت کی۔ روشنی اور نور کو قبول کرنے سے کیوں انکار۔ بتلاؤ ہاں ہاں متر و تجنو جلد جواب دو۔ کیا تمہارے جیسا بھی کوئی اس دُنیا میں اس جُگ کے اندر خوش قسمت نیک اور بلند بخت ہو سکتا ہے دیکھو مدت مدید گذر گئی ہزاروں صدیاں ہو چکیں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں انسان اسی شوق اور تمنا میں اس ناپائدار دُنیا سے چل بسے کہ کاش شری کلگی بھگوان کے منوہر درشن ہو جاتے۔ ہزاروں رشی مُنی مہاتما اس سنسار سے سدہار گئے اور یہ خواہش اور اُمنگ دل ہی دل میں لے گئے کہ کلگی بھگوان کی زیارت سے مشرف ہو کے اُنکے چرنوں میں سیس نواتے اور دُنیا و عقبٰے میں کامیاب و بامراد ہوتے۔ ایک ہندی کوی (شاعر) کی تڑپ ملاحظہ ہو جو ان اشعار میں ظاہر کی گئی ہے جسے میں ایک رسالہ سے اُردو الفاظ میں نقل کرتا ہوں :-

مُرلی میں تان گانا - پھر بھی بجانا ہو گا
متھرا کے کُنج موہن - تم کو سجانا ہو گا
مُرلی کی مند دہونی - کو من بھولتا نہیں ہے

بنسی بجا کے موہن۔ سب کو جگانا ہوگا مُرلی میں الخ
سوئے ہوئے پڑے ہیں۔ کتنی شتابدیوں سے صدیوں
دُرد یو گھور سب کا۔ تم کو بھگانا ہوگا مُرلی میں الخ
گرتو یہ ہین بگڑے اکڑے بھٹک رہے ہیں
ہم کو سُدھار کرکے ہنت میں لگانا ہوگا مُرلی میں الخ
اگیان کی نشا میں اندھیرے میں پڑے ہیں
کر کو پکڑ کے موہن ادھوا پلانا ہوگا مُرلی میں الخ
گھن شیام گھن گھٹا سی سودا ہنی چھٹا سی
من موہنی لتا کو من میں بسانا ہوگا مُرلی میں الخ
ہمتو تمہارے سیوک کرونا ندھان تم ہو
اپرادھ کو کشما کے من میں ملانا ہوگا مُرلی میں الخ
مُرجھا رہی کلی کا من کے بِنا کھلے کیوں
درشن دیا کا دیکے اس کو کھلانا ہوگا مُرلی میں الخ
کرتا منن مہیشور تن من سے ہے نرنتر
اس دین ہین کو بھی سُکھ سے جلانا ہوگا
مُرلی میں تان گانا پھر بھی بجانا ہوگا

اے بھارت کی سنتان! دیکھ اور چشم بصیرت سے کام لے آنکھیں کھول اور ساری دُنیا میں نظر دوڑا۔ سوائے اس کے اور کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہوا تجھے دِکھلائی نہ دے گا کہ میں خداوند قدوس کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہو کر اس کلجگ میں اصلاح کرنے آیا ہوں اور خدا نے میری ہی مدد اور نصرت کا وعدہ کیا ہے اور میرے مخالف اور ناکام و نامراد رہیں گے۔ میں اور میری جماعت آخر کار مظفر و منصور کامیاب و بامُراد ہوگی۔ یہی وہ موعود کرشن ہے جسکی آواز ابھی تمہیں سُنائی دی۔ بیشک یہ خدائی نصرتوں کے ساتھ دُنیا میں

۱؎ فرائض سے غافل ہیں ۲؎ فائدہ ۳؎ حالت ۴؎ جام صافی ۵؎ مخزنِ رحمت

آیا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ کامیاب ہوا اور اُس کے معاند و مخالف خائب و خاسر بے نیلِ مرام رہے۔ کیا پتہ چلا کہ یہ جلیل القدر انسان بھارت ورش کے کس مقام میں جلوہ افروز ہوا اور اس موعود کا نام کیا ہے اگر آپ نے ابھی تک نہیں جانا۔ تو میں بتلا دیتا ہوں۔ اس کا مبارک نام میرزا غلام احمد موعود کرشن ہے اور نگری قادیان میں اس کا ظہور پُر نور ہوا پس آؤ اور جو فیض یہ دُنیا میں لایا ہے حاصل کرو اور اپنی اُس مُراد دیرینہ کو پہنچو جو مدتوں سے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی +

یہی وہ موعود کرشن کلجگی اوتار ہے جس نے آکے بیماروں کو تندرست۔ مردوں کو زندہ کیا یہی وہ غلام احمدؑ کے روپ میں کرشن ہے جس نے دُنیا کو ظلمت و جہالت عصیان و نافرمانی کی راہ سے بچالیا یہی وہ پیارا کرشن کنہیا ہے جس کے پاس نہ تو کوئی ہتھیار تھا نہ لڑائی کا اوزار۔ مگر وہ سب پر غالب آیا۔ یہی وہ آخری زمانہ کا نجات دہندہ ہے جسکی صداقت کے لئے خدا نے لاکھوں بیّن نشان ظاہر کئے۔ انہی نشانوں میں سے دھرم مہوتسو کے جلسہ کا نشان ہے جس میں تمام مذاہب کے نمایندوں نے اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق تقریریں کیں اور مضامین لکھے اور ان سب پر حسب پیشگوئی اسی نبی برحق کا مضمون بالا رہا۔ اور سامعین عش عش کر اُٹھے ؎

اُسی بجائی کرشن کنہیا نے بانسری - سب سُننے والے کہہ اُٹھے واہ واہ ہری ہری

ہاں ہاں یہی وہ ہمارا محبوب و مطلوب ہے جسکی تمنا میں پہلی نسلیں حسرت و یاس کے ساتھ اس جہان سے چل بسیں +

اس سے انکار نہ کرو اور سُن لو کہ بہت سے ناعاقبت اندیش بدقسمت اس جری اللہ کے مقابلہ پر اس غرض کو لے کر اُٹھے کہ اس کو دُنیا میں ذلیل و رسوا کر دیں اور اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے ہزاروں جائز و ناجائز وسائل عمل میں لائے ناخنوں تک زور خرچ کیا مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ خدا کے اس مُرسل کو ناکام بنانے کے لئے جو زور آزمائیاں کی گئیں سب ناکام ہیں مخالفین کے سب منصوبے خاک در خاک ہو گئے۔ جتنے حیلے حوالے اور خفیہ سازشیں تھیں سب تہ و بالا ہو گئیں اور یہ اپنے بدبخت مخالفوں کے گزند سے بالکل محفوظ رہا +

دُنیا والوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص دُنیاوی اسباب سے زیر نہیں ہوُا تو روحانی حربے بھی استعمال کرنے میں دریغ نہ کیا اور رو رو کے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر خدا کے حضور ناکام دُعائیں کی گئیں کہ اے خدا اس شخص کو جو ہمارے نزدیک صادق نہیں ہلاک کر دے مگر دیکھ لو اس کارروائی کا کیا انجام ہوُا +

واحسرتا کہ اللہ کے اس حبیب کے لئے جو ہلاکت وتباہی کے متعلق الحاح وزاری سے دُعائیں کی گئیں وہ اُلٹ کر مخالفوں پر ہی پڑیں اور ایک ایک کر کے سب تباہ وبرباد اور ہلاک ہوتے ہوئے پیارے صادق کرشن کی صداقت پر مُہر لگاتے ہوئے اس دنیا سے حسرت وناکامی کے ساتھ اُٹھ گئے +

کیا لیکھرام کا واقعہ دُنیا بھول سکتی ہے جس نے خود ہی اپنی پرارتھنا شائع کی۔ اور پھر جب نشان کا طالب ہوُا تو خدا نے اس کو اپنے پیارے کرشن کی صداقت کا نشان ٹھہرا دیا +

پھر ڈوئی کا واقعہ جس کا ظہور دوسری دُنیا میں ہوُا +

پس پیارو اس موعود کو پہچانو اور یہ قیمتی وقت ہاتھ سے نہ گنواؤ۔ یہ وقت یہ گھڑیاں پھر ہاتھ نہ آئینگی۔ یہ مبارک زمانہ تمہارے لئے قدرت نے مقرر کیا تھا۔ پہچانو اور دل کی مُرادیں بھر پاؤ +

میرے ہندو بھائیو! پیارے کرشن کنہیا کا احمد نام سُنکر مت ہچکچاؤ۔ دیکھو سینکڑوں برس کی قدیم کتاب کلگی پُوران میں اس موعود کا نام احمدؐ ہی بتلایا گیا ہے +

"کلگی بھگوان اُنہیں اور باغیچوں کو جو شہر کے قریب تھے دیکھ کر دل میں بہت خوش ہوئے احمدؐ نے عزت اور محبت سے کہا اے طوطے اس جگہ ہم اشتھان کرینگے۔ طوطے نے پربھو سے اس مطلب کو سمجھ کر عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ میں پدما کے محل میں جانے کی اجازت چاہتا ہوں اور اس نے پدماوتی کے پاس آکر کلگی بھگوان کا پیام کہا یعنی وہاں آنے کی مبارک خبر دی" کلگی پُوران اردو ترجمہ صفحہ ۴۸ جسے پنڈت ہردیال شرما نے شری دیاس بھگوان رچیت سنسکرت پوران سے بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا

پس جب تمہاری قدیم کتاب اس کا نام احمدؐ ہی بتلاتی ہے تو تمہارا انکار کرنا یا پہلو تہی کرنا گویا ہلاکت و تباہی کا منہ دیکھنا ہے پس اگر تمہاری فطرتیں حق کے قبول کرنے کی صلاحیت و لیاقت رکھتی ہیں تو تم اس موعود کے فیضان سے ضرور بہرہ ور ہوتے ہوئے اپنے لئے آخرت کی زندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگے ÷

تمہارا دلی خیرخواہ

فضل حسین احمدی مہاجر از کرشن نگری قادیان

اِنَّ لمھدِینا ایتین

حضرت اقدس کی تحریر "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس غرض سے نہیں تھا کہ وہ خسوف کسوف قانونِ قدرت کے برخلاف ظہور میں آئے گا اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہے بلکہ صرف مطلب یہ تھا کہ اس مہدی سے پہلے کسی مدعی صادق یا کاذب کو یہ اتفاق نہیں ہوا ہوگا .... اور یہ احمقانہ عذر پیش کر دیا ہے کہ اس پیشگوئی کے یہ معنی ہیں کہ چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن لگے گا اور پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔ لاحول ولاقوۃ۔

اے نادانو ذرہ سوچو کہ حدیث میں چاند گرہن میں قمر کا لفظ آیا ہے۔ پس اگر مقصود یہ ہوتا کہ پہلی رات میں چاند گرہن ہوگا تو حدیث میں قمر کا لفظ نہ آتا بلکہ ہلال کا لفظ آتا کیونکہ کوئی شخص اہلِ لغت اور اہلِ زبان میں سے پہلی رات کے چاند پر قمر کا اطلاق نہیں کرتا بلکہ وہ تین رات ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے اگر چاند گرہن پہلی رات میں ہونا ہوتا تو ینکسف الہلال لاول لیلۃ عبارت چاہیئے تھی سو اب سوچنا چاہیئے کہ یہ لوگ علمیت کے ساتھ مولوی کہلاتے ہیں اب تک یہ بھی خبر نہیں کہ پہلی رات کے چاند کو عربی زبان میں کیا کہتے ہیں۔ انتہی

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۶ و ۴۷) ÷

الفضیہ کی جرح **پہلا طریق**۔ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے پایا جاوے کہ چاند

گرہن تیرھویں تاریخ کو ہوگا بلکہ صاف ہے کہ یہ گرہن خلافِ قانون قدرت رمضان کی پہلی رات کو ہوگا۔ لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض سے بھی عیاں ہے چنانچہ لاول لیلۃ من رمضان صاف ہے جس کے معنے سوائے اس کے کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ رمضان کی پہلی رات اور لفظ رمضان اور کوئی تاویل کرنیکی گنجایش ہی نہیں رکھتا۔ اور یہ کہنا کہ چاند گرہن تیرھویں تاریخ کو ہوگا ایک احمقانہ عذر ہے حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں تیرھویں تاریخ کے چاند کو عربی میں بدر کہتے ہیں +

(۲) اگر تیرھویں تاریخ کا چاند گرہن مُراد ہوتا تو عبارت یوں ہوتی ینکسف البدر لاول لیلۃ من لیالی الکسوف یعنی بدر کو گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی رات کو گرہن ہوگا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے تو اس میں شک نہیں رہتا کہ الفاظ حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ رمضان کی پہلی رات کو گرہن ہوگا تعجب ہے کہ مہدویت و رسالت و نبوت کا دعوٰی کرنیوالا اور خدا سے ہمکلام ہونے کا مدعی اتنا بھی نہیں جانتا کہ عربی زبان میں تیرھویں تاریخ کے چاند کو کیا کہتے ہیں +

دوسرا طریق ۔ دوسرے طریقے پر یہ جواب دیتے ہیں کہ لفظ قمر کسی خاص تاریخ اور وقت کے اعتبار سے چاند کو نہیں کہتے بلکہ علی الاطلاق اس کرہ کو کہتے ہیں جو سورج کی روشنی حاصل کرنے کے رات کو روشنی دیتا ہے اور جب سورج کی روشنی اس پر نہو تو تاریک ہوتا ہے ہمارا یہ دعوٰی ہے کہ چاند کو بلا قید و تاریخ و وقت کے عربی میں قمر کہتے ہیں قرآن شریف سے ثابت ہے پڑھو والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم اور الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السمٰوٰت والارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب اگر قمر پہلی تین راتوں کے چاند کو نہیں کہتے تو لازم آتا ہے کہ جو حالت سجدہ قمر کی اس آیت میں بتائی گئی ہے اس حالت کو چاند پہلی تین راتوں میں قبول نہیں کرتا اور یہ صریح کفر و جہالت ہے پھر ومن ایتہ اللیل والنہار والشمس والقمر یوں سمجھو کہ قمر چاند کا اسم ذاتی ہے اور ہلال بدر اسم صفاتی۔

تیسرا جھوٹ جو مرزا صاحب نے اس کسوف خسوف کے متعلق بولا ہے وہ یہ ہے کہ محمد باقر کے قول کو وہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بتاتے ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا" ضمیمہ انجام آتھم۔ یہ جھوٹ اس غرض سے بولا گیا ہے کہ لوگوں کو دھوکا دیا جاوے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے واسطے پیشگوئی کی ہے۔ حالانکہ روایت زیر بحث میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے جب ایسے الفاظ نہیں تو یہ کہاں سے پیدا کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (منقول از اخبار الفقیہ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۹ء)

جواب معترض صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اول لیلۃ من رمضان سے چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات مراد ہے اور ینکسف الشمس فی نصف منہ سے سورج کے گرہن کی تاریخوں میں سے دوسری یعنی درمیانی تاریخ مراد ہے اور لم تکونا منذ خلق السمٰوت والارض سے مراد یہ ہے کہ ایسا نشان کبھی نہیں ہوا کہ مہدی موجود ہو اور پھر چاند گرہن اور سورج گرہن انہی تاریخوں پر ایک ہی ماہ میں ہوا ہو جیسا کہ حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن خاں میں مرقوم ہے:۔

"واجتماع ایں ہر دو کسوف در ماہے گاہے نبودہ گویم خسوف قمر نزد اہل نجوم بتقابل شمس بر ہیئت مخصوص میشود و در غیر تاریخ سیز دہم و چہار دہم و پانز دہم اتفاق نمے افتد و ہمچنیں کسوف شمس نزد اقتران قمر بر شکل خاص در غیر تاریخ بست و ہفت و بست و ہشت و بست و نہم نمیشود"

مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ سورج گرہن کی تاریخیں استقراء سے ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ ہیں اور چاند گرہن کی ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ ہیں۔ ان سے علاوہ کسی تاریخ میں گرہن نہیں ہوتا۔ پس جبکہ یہ سنت اللہ ہے تو ان نو تاریخ سے علاوہ اور کسی تاریخ میں نہیں لگ سکتا کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کہ خدا تعالےٰ کے قوانین کے لئے تبدیلی نہیں ہے۔ پھر معترض پر مجھے رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ اس نے کیسی جاہلانہ بات کی ہے کہ یہ کسوف خسوف قانون قدرت کے خلاف ہو گا۔ اتنا بھی نہیں سمجھا کہ قانون قدرت تو کہتے ہی خدائی قانون کو ہیں۔ پس وہ کسوف و خسوف خدائی قانون

کے خلاف کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انّا خلقنا کل شیءٍ بقدرٍ کہ ہر ایک چیز کو ہم نے ایک انداز کے ماتحت پیدا کیا ہے جس سے وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتے پھر سورج چاند کے متعلق فرمایا ہے والشمس تجری لمستقرٍ لها ذٰلک تقدیر العزیز العلیم والقمر قدرناہ منازل حتٰی عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لها ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النهار وکل فی فلک یسبحون۔ سورج ان مکانوں میں چلتا ہے جو اس کے چلنے کے لئے مقرر ہیں ان سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اندازہ عزیز و علیم کی طرف سے ہے۔ عزیز و علیم کے الفاظ میں ایک لطیف اشارہ ہے کوئی کہہ سکتا تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ قانون کی خلاف ورزی بھی کر دیتے ہیں کیا خدائی قانون کی کوئی خلاف ورزی نہیں کر سکتا فرمایا اس کے قانون کی خلاف ورزی اس واسطے نہیں ہو سکتی وہ عزیز ہے یعنی سب اشیاء پر غالب ہے پھر کوئی کہہ سکتا تھا کہ قانون بناتے وقت بعض باتوں کے معلوم ہونے کی وجہ سے قانون کو بدلانا بھی پڑتا ہے تو کیا خدا تعالےٰ کو قانون بدلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ فرمایا اسے قانون بدلانے کی اس واسطے ضرورت نہیں کہ وہ علیم یعنی بہت جاننے والا ہے غیب کی باتیں جانتا ہے لا یعزب عنه مثقال ذرۃ ایک ذرہ بھی اس سے زمین و آسمان میں پوشیدہ نہیں، اور آیندہ کی باتوں کو جانتا ہے اس واسطے اس کو قانون کے بدلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ پھر فرمایا کہ چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ وہ مانند خشک شاخ کھجور کے ہو گیا نہ سورج چاند کو پا سکتا ہے اور نہ رات دن سے آگے بڑھنے والی ہے ہر ایک بیچ آسمان کے چلتے ہیں پس جبکہ علم النجوم اور استقراء سے ثابت ہے کہ چاند گرہن اور سورج گرہن خاص تاریخوں میں ہوا کرتا ہے اور سورج چاند کے متعلق خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ایک قانون کے ماتحت چلتے ہیں تو گرہن جو کہ حیلولۃ الارض بین الشمس والقمر کا نام ہے وہ بھی بغیر مقررہ تاریخوں کے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ زمین کے حائل ہونے کا وقت خدا تعالےٰ کے نزدیک مقرر شدہ ہے جیسا کہ مصنف حجج الکرامہ نے لکھا ہے۔ پس مقررہ تاریخوں کے سوا دوسری تاریخوں میں گرہن نہیں لگ سکتا۔ ففکر فیها حق التفکر ٭

محال عقلی

اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ چاند گرہن رمضان کی پہلی تاریخ کو ہوگا۔ تو معترض صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پہلی رات کا چاند خود ایک تار سا ہوتا ہے تو اس کو گرہن کیسے لگ سکتا ہے اور پہلی رات کے چاند کو جب گرہن لگے تو وہ دکھائی کیسے دیگا اور آیت کیسے بنے گی اور نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ پہلی رات کے چاند کو جب گرہن لگے تو وہ بالکل دکھائی ہی نہیں دیگا جب چاند دکھائی نہیں دیگا تو اس دن کا روزہ ہی فرض نہ ہوگا جب روزہ نہ ہوا تو لاول لیلۃ من رمضان کا مصداق نہیں ہوگا کیونکہ وہ گرہن کی رات رمضان میں متصور ہوگی +

ہمارے معنوں کی تائید

حافظ محمدؐ نے بھی اس حدیث کے معنوں کا ترجمہ احوال الآخرۃ میں یہی لکھا ہے:۔

تیرہویں چن ستائیویں سورج گہن ہوسی اُس سالے۔ اندر ماہ رمضانے لکھیا ہک روایت والے

مصنف احوال الآخرۃ نے ستائیسویں کے لفظ میں غلطی کی ہے کیونکہ اس حساب کی رو سے نصف اٹھائیسویں تاریخ ہے جو کہ غلطی سے ستائیسویں لکھ دی گئی ہے +

دوسرے اعتراض کا جواب

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر تیرہویں تاریخ چاند کی مُراد ہوتی تو بدر کا لفظ استعمال ہوتا۔ یہ بھی بالکل غلط ہے چنانچہ ہم آپ کو بحوالجات لغات عربی ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ بدر سوائے چودھویں رات کے چاند کے کسی کو نہیں کہتے +

صحاح

البدر ولیلۃ البدر لیلۃ اربع عشرۃ وسمی بدراً لمبادرتہ الشمس بالطلوع کانہ یعجلھا المغیب ویقال سمی بدرا لتمامہ وابدرنا ای طلع علینا البدر۔ (صحاح) +

بدر کی رات چودھویں رات ہے اور اس کا نام بدر اس واسطے رکھا گیا ہے کہ سورج کے غائب ہوتے ہی جلدی سے طلوع ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کے پورا ہونے کی وجہ سے اس کا نام بدر رکھا گیا ہے +

لسان العرب

البدر۔ لیلۃ البدر لیلۃ اربع عشر وسمی بدراً لامتلائہ

(لسان العرب جلد ۵) لیلۃ البدر چودھویں رات ہے اور اس کا نام بدر اس کے پورا ہونے کی وجہ سے ہے +

مفردات راغب

والبدر قیل سمی بذالک لمبادرتہ الشمس بالطلوع و قیل لامتلائہ تشبیہا بالبدرۃ (مفردات راغب جلد ۱)

بدر کہا گیا ہے کہ اس کا نام بدر اس واسطے ہے کہ وہ سورج کے بعد جلدی طلوع ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کے پورا بھر جانے کی وجہ سے ہے +

تاج العروس

ابدرنا طلع لنا البدر کاقمرنا واشرقنا بمعنے الشمس کذا فی الاساس اوابدرنا سرنا فی لیلۃ۔ وھی لیلۃ اربع عشرۃ

(تاج العروس جلد ۳)

ابدرنا کے معنے ہم پر چودھویں رات کا چاند چڑھا جیسے اقمرنا واشرقنا ہم پر سورج اور چاند چڑھا۔ اسی طرح "اساس" میں آیا ہے یا ابدرنا کے معنے ہم بدر کی رات میں چلے اور وہ چودھویں رات ہے +

صراح

بدر ماہ تمام لیلۃ البدر شب چہاردہ از ماہ سمی بہ لمبادرتہ الشمس بالطلوع (صراح) +

بدر پورے چاند کو کہتے ہیں اور لیلۃ البدر چودھویں رات کے چاند کو کہتے ہیں اس کا نام بدر اس واسطے رکھا گیا ہے کہ وہ سورج کے بعد جلد چڑھتا ہے +

پس مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے کہ بدر سوائے چودھویں رات کے چاند کے کسی کو نہیں کہتے۔ پس باطل ہوا آپ کا اعتراض کہ مرزا صاحب یہ بھی نہیں جانتے کہ تیرہویں رات کے چاند کو بدر کہتے ہیں +

تیسرے اعتراض کا جواب

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ پہلی اور دوسری اور تیسری رات کے چاند کو بھی قمر کہتے ہیں اس کے جواب میں ہم معترض صاحب کو لغات کی کتب سے بتاتے ہیں کہ قمر کے لفظ کا اطلاق پہلی تین رات کے چاندوں پر نہیں آتا بلکہ پہلی تین رات کے چاند کا نام ہلال ہے +

مفردات راغب القمر۔ قمر السماء یقال عند الامتلاء وذلک بعد الثلاثۃ قیل وسمی بذلک لانہ یقمر ضوء الکواکب ویفوز بہ قال هوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً[1] قال والقمر قدرناہ منازل[2] وانشق القمر[3] والقمر اذا تلاها[4] کلّا والقمر والقمراء ضوءہ وتقمرت فلان۔ ای اتیتہ فی القمراء (مفردات راغب)

کہ قمر اس کے پورا ہونے کے وقت کہا جاتا ہے اور یہ امتلاء تین راتوں کے بعد ہوتا ہے اور مندرجہ بالا چار آیات میں قمر انہی معنوں میں آیا ہے اور قمر اور قمراء چاندنی کا نام بھی ہے اور تقمرت فلان کے معنے یہ ہیں کہ میں اس کے پاس چاندنی میں آیا۔ اس حوالہ میں، ایک آیت ہے جو معترض صاحب نے اپنے استدلال میں پیش کی ہے یعنی والقمر قدرناہ منازل +

صحاح القمر بعد ثلاث لیال الی اٰخر الشھر سمی قمر للبیاضۃ وتقمرتہ اتیتہ فی القمراء وتقمر الاسد اذا خرج فی القمراء یطلب الاسد ومنہ قول الشاعر۔

سقط العشاء بہ علی متقمر - حامی الذمار معاود الاقران

(صحاح جزء اول)

قمر تین رات کے بعد سے آخر مہینہ تک کے چاند کا نام ہے اور اس کا نام قمر البیاضہ ہے۔

لسان العرب قال ابن سیدہ والقمر یکون فی اللیلۃ الثالثۃ من الشھر وھو مشتق من القمرۃ والجمع اقمار واقمر صار قمراً وربما قالوا اقمر اللیل ولا یکون الا فی الثالثۃ انشد الفارسی شعر

یا حبذا العرصات لیلا فی لیالی مقمرات

قال ابو الھیثم یسمی القمر للیلتین من اول الشھر ھلالا وللیلتین من اٰخرہ لیلۃ ست وعشرین ولیلۃ سبع وعشرین ھلالا ویسمی ما بین ذلک قمراً قال الجوھری القمر بعد ثلاث الی اٰخر الشھر (لسان العرب جلد ۶) ترجمہ

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ قمر مہینہ کی تیسری رات میں ہوتا ہے اور وہ قمرۃ سے مشتق ہے اور جمع اقمار کے وزن پر آتی ہے اور اَقْمَرَ کے معنے چاند بن گیا۔ اور اکثر دفعہ عرب اقمر اللیل کہتے ہیں اور قمر تیسری رات میں ہوتا ہے فارسی نے یہ شعر پڑھا ہے کہ صحن رات کے وقت چاندنی راتوں میں کیسے ہی اعلیٰ دکھائی دیتے ہیں ابوہشیم نے کہا ہے کہ مہینہ کی پہلی دو راتیں اور آخری یعنی چھبیسویں اور ستائیسویں راتوں کو ہلال کہتے ہیں اور ان کے مابین قمر کہتے ہیں جوہری نے کہا ہے کہ قمر تین راتوں کے بعد آخری مہینے تک کہلاتا ہے اور قریباً یہی عبارت تاج العروس میں ہے +

صراح قمر بالتحریک ماہ وھو بعد ثلاث لیال الی آخر الشھر وقبل الثلاث هلال (صراح)

قمر چاند کو کہتے ہیں اور وہ تین راتوں کے بعد سے لے کر آخر مہینے تک قمر کہلاتا ہے اور تین راتوں سے پہلے ہلال کہلاتا ہے پس لغت کی رو سے ثابت ہوگیا کہ پہلی رات کے چاند کو ہلال کہا جاتا ہے قمر اس کا نام نہیں ہے +

باقی رہیں آیات قرآنی۔ سو ان میں سے پہلی آیت جو آپ نے پیش کی ہے اس کو صحاح والے نے قمر کے ماتحت بیان کرکے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قمر سے مراد وہی چاند ہے جو تین راتوں کے بعد ہوتا ہے اور پھر حتیٰ عاد کالعرجون القدیم بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عرجون قدیم کی حالت میں آکر دوسری حالت میں آجاتا ہے جو کہ اہلِ لغت کے نزدیک ہلال کے نام سے موسوم ہے ملاحظہ ہو لسان العرب جزو ۶ +

اور دوسری آیت سے جو آپ نے استدلال کیا ہے (کہ اگر مرزا صاحب کا استدلال صحیح ہو کہ قمر پہلی تین راتوں کے چاند کو نہیں کہتے تو لازم آتا ہے کہ جو حالت سجدہ قمر کی اس آیت میں بتائی گئی ہے اس حالت کو چاند پہلی تین راتوں میں قبول نہیں کرتا) غلط ہے کیونکہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہلال سجدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ آیت میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ لوگ ان چیزوں کی پرستش کرتے ہیں شرک کے استیصال کرنے کے لئے تفصیل کر دی ہے کہ سورج اور چاند جن کی لوگ پرستش

کرتے ہیں وہ بھی خدا کی فرمانبرداری اور اُس کے لئے سجدہ کرتے ہیں پھر تم اُن کے آگے کیوں سر جھکاتے ہو خدا جو کہ اُن کا مالک ہے اس کے آگے سر جھکاؤ اور جن چیزوں کا اس آیت میں تفصیلاً ذکر نہیں کیا گیا۔ ان کے عدم بیان سے لازم نہیں آتا کہ وہ سجدہ نہیں کرتیں کیونکہ من فی السمٰوٰت والارض کا لفظ ان تمام چیزوں کو حاوی اور شامل ہے جن کا اس آیت میں بیان نہیں ہوا اور پھر یہ بھی کہ قمر چونکہ اکثر ایام کے چاند پر یہاں تک کہ بدر پر بھی جیساکہ مندرجہ بالا لغات کے حوالوں سے ثابت ہے اطلاق پاتا تھا اور لوگوں کی اس کی عبادت کرنے کی بڑی بھاری وجہ اس کا روشنی پہنچانا تھا جو قمر کی حالت میں حاصل ہوتی ہے اس لئے قمر کا لفظ لایا اور اس قمر کے لفظ سے یہ استدلال بھی ہو سکتا ہے کہ جبکہ چاند قمر ہونے کی حالت میں سجدہ کرتا ہے تو ہلال کی حالت میں تو بدرجۂ اولیٰ کرتا ہوگا کیونکہ قمر ہلال سے بڑا ہے اور بڑا جب سجدہ کرے تو چھوٹے کو بدرجہ اولیٰ کرنا پڑے گا پس اس آیت سے بھی آپ کا استدلال صحیح نہیں ہو سکتا +

اور تیسری آیت کہ ومن ایٰتہ اللیل والنہار والشمس والقمر سے بھی آپ نے جو نتیجہ نکالا ہے (کہ اگر قمر کا اطلاق ہلال پر نہیں آتا تو لازم آتا ہے کہ پہلی تین راتوں کا چاند خدا کی آیات میں ہونے کے قابل نہیں) غلط ہے اس لئے کہ عدم بیان سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہلال آیت نہیں ہے کیونکہ ہر ایک چیز خدا کی آیت ہے اور بعض ایسی اشیاء بھی ہیں۔ جن کا خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں دوسری جگہ ذکر کیا ہے مثلاً ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یعقلون۔ حالانکہ اس آیت زیر بحث میں ان کا بیان نہیں تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ لیل اور نہار اور شمس اور قمر کے سوا اور کوئی چیز آیت ہی نہیں یہ تو بالکل غلط ہے یہاں قمر کا لفظ تو محض اس لئے لایا گیا ہے کہ جسکی مشرکین پرستش کرتے ہیں وہ خود ہستی باری تعالیٰ پر ایک دلیل ہے چنانچہ اس کے ساتھ ہی فرمایا۔ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا اللہ الذی خلقھن +

پس مذکورہ بالا آیات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قمر کا اطلاق ہلال پر ہوتا ہے اور ہم نے

لغت کے حوالجات سے ثابت کر دیا ہے کہ قمر کا اطلاق ہلال پر نہیں ہوتا اور یہی حضرت مسیح موعود کا دعویٰ تھا۔ اگر ہم یہ تسلیم بھی کریں کہ قمر کا اطلاق پہلی رات سے آخری رات تک کے چاند پر ہے تو بھی جب پہلی رات کے چاند کے متعلق خصوصیت سے کوئی ذکر کرینگے۔ تو وہاں ہلال ہی کا لفظ بولینگے قمر نہیں بولینگے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ مرد اور عورت کا لفظ ہے چھوٹے لڑکے اور لڑکیوں پر بھی صادق آتا ہے اور بڑی عمر والوں پر بھی۔ لیکن جب کسی چھوٹی عمر والے کا ذکر کرینگے۔ تو بلاغت کا اقتضاء ہے کہ اُس وقت لڑکا ہی کہا جائے۔ اسی طرح گو قمر کا لفظ عام ہو تو بھی پہلی رات کے چاند کو ہلال ہی کہینگے ؛

چوتھے اعتراض کا جواب

پھر معترض کا یہ لکھنا کہ مرزا صاحب محمد باقر کے قول کو دھوکہ دینے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول بتاتے ہیں۔ یہ قول معترض صاحب کا قلت تدبر اور سوء فہم اور عدم تعمق کا نتیجہ ہے اور ایک حد تک لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود اس سے پہلے اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس سے دو تین سطر پہلے فرماتے ہیں پیشگوئی کے اصل لفظ جو امام محمد باقر سے دار قطنی میں مروی ہیں یہ ہیں "اِنّ لمهدینا آیتین الخ" پس جبکہ حضرت مسیح موعود پہلے اس کو امام محمد باقر سے مروی فرما چکے ہیں اگر آپ کی غرض لوگوں کو دھوکہ دینا ہوتا تو آپ اسکو امام محمد باقر کا قول کیوں فرماتے ہاں اس کے بعد "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا" لکھنا کوئی وجہ رکھتا ہے ؛

جواب اوّل

اوّل یہ کہ یہ حدیث غیب کی پیشگوئی پر مشتمل ہے اور اس کا مضمون بعینہٖ پورا ہو گیا تو بموجب آیت فلا یظہر علیٰ غیبہٖ احدًا الا من ارتضیٰ من رسولٍ قطعی طور پر ماننا پڑا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے اور اس کا راوی بھی عظیم الشان ائمہ میں سے ہے یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تو اب بعد شہادت قرآن شریف کے جو آیت فلا یظہر علیٰ غیبہٖ احدًا سے اس حدیث کے [illegible] رسول ہونے پر دل گئی ہے پھر بھی اس کو حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ سمجھنا کیا یہ دیانت کا طریق ہے اور کیا آپ لوگوں کے نزدیک اس اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی پر بجز خدا کے رسولوں کے اور

بھی کوئی قادر ہو سکتا ہے اور اگر نہیں ہو سکتا تو کیوں اس بات کا اقرار نہیں کرتے کہ قرآنی شہادت کی رو سے یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اور اگر آپ لوگوں کے نزدیک ایسی پیشگوئی پر کوئی دوسرا بھی قادر ہو سکتا ہے تو پھر آپ اس کی نظیر پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ کسی مفتری یا رسول کے سوا کسی اور نے کبھی یہ پیشگوئی کی ہو کہ ایک زمانہ آتا ہے جس میں فلاں مہینے میں چاند اور سورج کا خسوف کسوف ہوگا اور فلاں فلاں تاریخوں میں ہوگا اور یہ نشان کسی مامور من اللہ کی تصدیق کے لئے ہوگا جسکی تکذیب کی گئی ہوگی اور اس صورت کا نشان اول سے آخر تک کبھی دنیا میں ظاہر نہیں ہوا ہوگا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ اسکی ہرگز ہرگز نظیر نہیں پیش کر سکینگے در حقیقت آدم سے لیکر اس وقت تک کبھی اس قسم کی پیشگوئی کسی نے نہیں کی کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آدم سے اخیر تک اسکی نظیر نہیں پھر جبکہ ایک حدیث دوسری حدیث سے قوت پاکر یقین کو پہنچ جاتی ہے تو جس حدیث نے خدا تعالےٰ کے کلام سے قوت پائی ہے اسکی نسبت یہ زبان پر لانا کہ وہ موضوع اور مردود ہے ۔ انہی لوگوں کا کام ہے جنکو خدا تعالیٰ کا خوف نہیں ہے اگرچہ بباعث کثرت اور کمال شہرت کے اس حدیث کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک رفع نہیں کیا گیا اور نہ اسکی ضرورت سمجھی گئی مگر خدا نے اپنی دو گواہیوں سے یعنی آیت فلا یظہر اور آیت جمع الشمس والقمر سے خود اس حدیث کو مرفوع متصل بنا دیا۔

(تحفہ گولڑویہ صـ۴۸)

دوسرا جواب

دوسرا جواب یہ ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بخاری مسلم میں یہ حدیث آتی ہے۔ عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔ قد علمہ اصحابی ھؤلاء وانہ لیکون منہ الشیء قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راٰہ عرفہ متفق علیہ ؛ جس سے ظاہر ہے کہ جسقدر اہم امور قیامت تک ہونیوالے تھے ان سب کو بیان فرما دیا اور اس میں حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان امور کو جس نے

یاد رکھا اس نے یاد رکھا جس نے بُھلا دیا۔ اُس نے بھلا دیا لیکن میری حالت یہ ہے کہ جب میں ان بھولی ہوئی اشیاء سے کوئی چیز واقع ہو جاتی دیکھتا ہوں تو میں اسکو ایسے پہچان لیتا ہوں کہ جیسے ایک جان پہچان کا غائب آدمی سامنے آجائے تو پہچان لیا جاتا ہے اِس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی پیشگوئی واقع ہو جائے تو راوی کا ضعف مضر نہیں ہوتا اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی پتہ لگ گیا کہ سورج چاند کا گرہن جو کہ اہم امور میں سے ایک امر تھا اس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی خبر دی ہے +

تیسرا جواب اکابر محدثین کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ کمزور حدیث پر سکوت اختیار نہیں کرتے بلکہ اس پر جرح کر کے اس کو موضوع وغیرہ قرار دیتے ہیں لیکن اس حدیث کو کسی محدث نے موضوع نہیں ٹھہرایا۔ پھر اس کو لکھنے والے امام دارقطنی نے بھی جو کہ صحیحین پر بھی جرح کرنیوالے ہے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے اور اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا اگر اس میں ضعف ہوتا تو ضرور اس پر کوئی نہ کوئی جرح کرتا اور اس حدیث کو ضعیف قرار دیتا +

چوتھا جواب اصول حدیث میں یہ صاف طور سے بیان کیا گیا ہے کہ ایسے امور جن میں اجتہاد کو دخل نہیں ہے (جیسا کہ یہ متنازعہ فیہ حدیث ہے کیونکہ یہ ایک پیشگوئی ہے) ان کو اگر صحابہ یا اہلبیت میں سے کوئی روایت کرے تو وہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہوتے ہیں +

نیز شیعہ اہل بیت کی روایت کو بوجہ ان کی عظمت کے انہی تک رہنے دیتے ہیں جیسا کہ شیعہ کی اکثر احادیث اہل بیت تک ہی پہنچتی ہیں۔ پس امام دارقطنی بھی انہی کے اصول کے مطابق یہ روایت احادیث کے ضمن میں لایا ہے اور اسے حدیث رسول اللہ ہی سمجھا ہے اب کسی کا حق نہیں کہ وہ کہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں یا اس کے راوی ثقہ نہیں +

جلال الدین
(مولوی فاضل)

اختلاف حلیتین

اعتراض مسیح کے دو حلیوں سے جو حدیثوں میں مذکور ہیں دو شخصوں کے مسیح ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے ورنہ اس طرح تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دو ہو سکتے ہیں کیونکہ معراج والی حدیث میں ان کا حلیہ ایک مرد گندم گوں دراز قد جعد یعنی گھنگر والے بالوں والا مذکور ہے اور ذکر الانبیاء میں جو حدیث ہے اس میں لکھا ہے کہ ایک مرد ہیں مضطرب رجل الشعر یعنی وہ بال کہ نہ بہت سیدھے ہوں اور نہ بہت گھنگر والے ہوں اور دوسری حدیث جو ابن عباس سے ہے اس میں لکھا ہے کہ دیکھا میں نے موسیٰ کو شب معراج میں ایک گندم گوں دراز قد جعد یعنی ایک روایت میں رجل الشعر آیا ہے اور دوسری میں جعد۔ کیا اس اختلاف سے حضرت موسیٰ دو ہو گئے نہیں تو پھر اختلاف حلیہ سے حضرت عیسیٰ بھی دو نہیں ہیں اور اسی شک کے دُور کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ کی مشابہت عروہ بن مسعود سے فرما دی تاکہ شک نہ رہے کیونکہ گندم گوں رنگ کبھی احمر دکھائی دیتا ہے جبکہ انسان عین صحت اور خوشی کی حالت میں ہو اور جب طبیعت غم اور فکر میں ہو تو سرخی سفیدی مائل ہو جاتی ہے اور ایسا ہی بال کبھی لمبے ہوتے ہیں اور کبھی گھنگر والے۔ اس لئے شک کے مٹانے کے لئے آنحضرتؐ نے عروہ کے ساتھ مسیح کی مشابہت فرما دی اور شب معراج میں جب عیسیٰ نے حضرت سے کہا تھا کہ میں دجال کو قتل کرنے آؤنگا وہ تو اسرائیلی نبی تھا پس نزول بھی اسرائیلی نبی کا ہو گا مرزا صاحب تو کبھی مکے بھی نہ گئے تھے ان کا طواف کرنا غلط ہے انتہی (منقول از رسالہ مرزائیوں کے بیس سوالات کا جواب) ÷

جواب اوّل حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے دو حلیئے نہیں بتلائے بلکہ وہ حلیہ ایک ہی ہے کیونکہ بخاری کتاب بدء الخلق میں حلیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ بیان کیا ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اُسری بی لقیت موسیٰ قال فنعتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا رجل حسبتہ قال مضطرب

رجل الراس کانہ من رجال شنوئۃ٭

اور جو حدیث کتاب ذکر للانبیاء میں آئی ہے تو اس میں بھی اسراء کا ذکر ہے اس میں آپ فرماتے ہیں۔ رأیت موسیٰ واذا ھو رجل ضرب رجل کانہ من رجال شنوئۃ پس آپ نے چونکہ حضرت موسیٰ کو معراج ہی میں دیکھا ہے اور اسی نظارہ کے مطابق حلیہ بتایا ہے۔ اس لئے آپ کے بیان میں اختلاف نہیں ہو سکتا بلکہ لفظوں کا مختلف ہونا راویوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے قرار دینا پڑے گا اور اگر غور سے دیکھا جائے تو ان بیانوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ ملتے جلتے ہیں نیز دو حدیثوں میں حضرت موسیٰ کی تشبیہ رجال شنوئۃ کے ساتھ دیگئی ہے یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہی ہیں پھر ایک حدیث میں مضطرب اور ایک میں ضرب اور ایک میں طوال اور جسیم آیا ہے ان سب کے معنے قریباً ایک ہیں کیونکہ ضرب کے معنے صحاح میں یہ لکھے ہیں الضرب الرجل الخفیف اللحم قال طرفۃ ؎

انا الرجل الضرب الذی تعرفونہ
خشاش کراس الحیۃ المتوقد
ویقال الضرب = الاسراع فی المشی

اور نہایۃ ابن الاثیر میں ہے۔ الضرب فی صفۃ موسیٰ علیہ السلام انہ ضرب من الرجال ھو الخفیف اللحم الممشوق المستدق وفی روایۃ فاذا رجل مضطرب رجل الراس ھو مفتعل من الضرب والطاء بدل من تاء الافتعال ومنہ فی صفۃ الدجال طوال ضرب من الرجال۔ پس ان حوالوں کی رو سے یہ ثابت ہو گیا کہ جسیم اور طوال اور ضرب اور مضطرب قریباً ایک ہی معنے رکھتے ہیں اب رہا یہ سوال کہ ایک حدیث میں جعد کا لفظ آیا ہے اور دوسری حدیث میں رجل الراس کا آیا ہے تو اس کے بھی دو جواب ہیں

پہلا جواب کہ جعد کے معنے اگر گھنگروالے بال لئے جائیں تو رجل الراس کے معنے ہم کہینگے کہ کنگھی کئے ہوئے بال ہیں یعنی ہیں گھنگروالے لیکن ان کو

کنگھی کی ہوئی تھی کیونکہ ترجّل کے معنے لغت اور محاورات عرب اور احادیث میں کنگھی کرنے کے آتے ہیں جیساکہ بخاری و مسلم میں آیا ہے کان رسول اللہ یحب التیمن فی ترجلہ الحدیث آپ اپنی کنگھی کرنے میں بھی دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب سمجھتے تھے پس اس طرح پر کوئی اشکال باقی نہ رہا +

دوسرا جواب فتح الباری والے نے جعد اور رجل الراس کے درمیان اور جسیم اور طوال کے درمیان خود مطابقت دی ہے لکھتے ہیں " ان المراد بالجسیم فی صفۃ موسیٰ علیہ السلام الزیادۃ فی الطول ویؤیدہ قولہ فی الروایۃ التی بعد ھٰذہ کانہ من رجال الزط وھم طوال غیر غلاظ وقع فی حدیث الاسراء وھو فی بدء الخلق رأیت موسیٰ جعد اطوالا واستنکرہ الداودی فقال لا اراہ محفوظا لان الطویل لا یوصف بالجعد وتعقب بانھما لا یتنافیان وقال النووی الجعودۃ فی صفۃ موسیٰ جعودۃ الجسم وھو اکتنازہ واجتماعہ لا جعودۃ الشعر لانہ جاء انہ کان رجل الشعر" ترجمہ۔ کہ مراد جسیم ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی صفۃ میں آیا ہے زیادۃ فی الطول ہے اور اس کے بعد کی روایت اسی کی تائید کرتی ہے گویا کہ وہ زط مردوں سے ہے اور زط لمبے ہوتے ہیں۔ موٹے نہیں ہوتے اور حدیث اسراء جو بدئ الخلق میں آتی ہے اس میں موسیٰ کا حلیہ جعد اطوالا آیا ہے اور داودی نے اس کو منکر سمجھا ہے اس نے کہا ہے کہ میں اس حدیث کو محفوظ نہیں خیال کرتا کیونکہ طویل موصوف بالجعد نہیں ہوتا اور پھر اس نے بعد میں کہا ہے کہ طویل اور موصوف بالجعد ہونا متنافی نہیں ہیں۔ نووی نے کہا ہے کہ جعودۃ جو صفت موسیٰ میں ہے اس سے مراد جعودۃ جسم کی ہے یعنی جسم کا سخت اور مجتمع الخلق ہونا جعودۃ شعر مراد نہیں ہے کیونکہ اسکے متعلق آچکا ہے کہ آپ رجل الشعر تھے پس معترض کا اعتراض کہ ایک حدیث میں جعد کا لفظ آیا ہے اور دوسرے میں رجل الشعر مذکور بالا حوالہ سے اُڑ جاتا ہے غرض حضرت موسیٰ کو چونکہ ایک ہی جگہ آپ نے دیکھا ہے اس واسطے وہ دو نہیں ہو سکتے +

جواب دوم جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی جگہ دیکھا ہے تو حضرت عیسیٰ بھی

ان کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضرت عیسٰیؑ کو دو جگہ دیکھا ہے ایک تو اسراء کی رات میں اور دوسری دفعہ کعبہ کے ارد گرد طواف کرتے ہوئے اور دونو کے حلیے بھی علیحدہ بتائے ہیں +

کتاب ذکر الانبیاء میں جو حدیث آئی ہے اس میں لکھا ہے فاذا ھو رجل ربعۃ احمر کانما خرج من دیماس اور کتاب بدء الخلق میں عن مجاھد عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رائیت عیسٰی وموسٰی وابراھیم فاما عیسٰی فاحمر جعد عریض الصدر پھر آیا ہے قال عبد اللہ ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ..... واراني اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما یری من ادم الرجال تضرب لمۃ بین منکبیہ رجل الشعر یقطر راسہ ماء واضعا یدیہ علی منکبین رجلین وھو یطوف بالبیت فقلت من ھذا فقالوا ھذا المسیح ابن مریم ثم رائیت رجلا وراءہ جعد اقططا اعور العین الیمنٰی کاشبہ من رائیت بابن قطن واضعا یدیہ علی منکبی رجل یطوف بالبیت فقلت من ھذا فقالوا المسیح الدجال (رواہ البخاری) + پس ابن مریم کو آپ نے دو جگہ پر دیکھا ہے ایک تو اسراء میں یعنی ان انبیاء میں جو کہ مر چکے ہوئے ہیں یعنی مردوں میں دیکھا ہے اور اس کا حلیہ آپ نے احمر اور ربعۃ فرمایا ہے اور دوسری دفعہ ابن مریم کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا ہے اور اس کے ساتھ دجال کو طواف کرتے دیکھا ہے تو وہ اس ابن مریم کا حلیہ بتایا ہے جس نے دجال کو قتل کرنے کے لئے آنا تھا۔ اس ابن مریم کے حلیہ میں آدم کا لفظ ہی ہے جس کے معنے گندمی رنگ کے ہیں اور اسکے بالوں کا حلیہ سبط یعنی سیدھے بالوں والا جو گھنگر والے نہ ہوں بتایا ہے اور وہ ابن مریم جسے اسراء کی رات میں فوت شدہ انبیاء کے زمرہ میں دیکھا ہے اُس کا حلیہ آپ نے ربعۃ احمر یعنی میانہ قد اور سُرخ رنگ کا فرمایا ہے اور عروہ بن مسعود کے ساتھ آپ نے دونوں ابن مریم کی مشابہت نہیں دی بلکہ اس ابن مریم کی جو کہ آیندہ آنے والا تھا جیسے کہ مسلم میں آیا ہے فیخرج الدجال فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوما اوشھرا اوعاما فیبعث اللہ عیسٰی ابن مریم کانہ عروۃ ابن مسعود (رواہ مسلم) یعنی دجال نکلے گا اور زمین میں چالیس یوم ٹھیرے گا۔ راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا مہینے یا سال فرمایا پھر خدا تعالٰے عیسٰے ابن مریم کو بھیجے گا اور اسکی شکل

عروہ بن مسعود کی سی ہوگی اور جس کو آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا ہے اسکی مشابہت عروہ کے ساتھ نہیں دی۔ پس امام بخاری کا جو رئیس المحدثین ہیں اس باب میں اس ابن مریم کے حلیہ میں جسکو آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا۔ دبعتہ احمر کا لفظ لانا اور جسکو دجال کے ساتھ طواف کرتے دیکھا اُسکے حلیہ میں آدم کا لفظ لانا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ابن مریم دوؔ ہیں کیونکہ اختلاف حلیتین دو شخصوں پر دلالت کرتا ہے اور جو معترض نے تطبیق دی ہے کہ عین صحت اور خوشی کی حالت میں ہو تو گندم گوں رنگ بھی احمر دکھائی دیتا ہے۔ اور جب طبیعت غم اور فکر میں ہو تو سرخی سفیدی مائل ہو جاتا ہے اور بال کبھی لمبے ہوتے ہیں کبھی گھنگروالے غلط ہے اور کذب صریح ہے کیونکہ گھنگروالے بال کبھی سیدھے نہیں ہوتے۔ اور جو رنگ کے متعلق کہا ہے کہ دونو ایک آدمی میں دو وقتوں میں جمع ہو سکتے ہیں غلط ہے کیونکہ بخاری میں آیا ہے عن سالم عن ابیہ قال لا واللہ ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعیسٰی احمر ولکن قال بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل آدم الخ پس اگر احمر اور آدم رنگ ایک ہی ہوتے تو سالم کا باپ اس شخص کو جس نے آیندہ آنیوالے مسیح کے متعلق احمر کا لفظ استعمال کیا قسم کھا کر نہ بتاتی کہ آنے والے مسیح کے لئے احمر کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ آدم کا فرمایا ہے۔ پھر یہ معترض صاحب کے کاذب ہونیکا کافی ثبوت ہے کہ مسیح بنی اسرائیلی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ میں دجال کو قتل کرنے آؤنگا حالانکہ دجال کے ساتھ جہاں کہیں ذکر آیا تو اسی مسیح کا جو کہ آیندہ آنے والا تھا جس کے حلیہ میں آدم کا لفظ فرمایا۔ جو مسیح بنی اسرائیل کا غیر تھا + یہ اعتراض کہ مرزا صاحب کا حج نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب مسیح نہیں بالکل غلط ہے یہ معترض اتنا بھی نہیں سمجھا کہ اگر اس حدیث کی رو سے مسیح نے بیت اللہ کا طواف ظاہری کرنا تھا تو ساتھ ہی دجال کا طواف بھی لازم آتا ہے کیونکہ دجال کو بھی آپ نے مسیح کے آگے آگے طواف کرتے دیکھا ہے اور حالانکہ دجال کے متعلق رسول کریم فرماتے ہیں کہ دجال کا مکہ میں دخول نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں آتا ہے +

”انی مخبرکم عنی انا المسیح الدجال وانی یوشک ان یؤذن لی فاخرج فاسیر فی الارض فلا ادع قریۃ الا ہبطتہا فی اربعین لیلۃ غیر مکۃ وطیبۃ ہما محرمتان علی کلتاہما

کلما اردت ان ادخل واحداً منهما استقبلنی ملک بیدہ السیف صلتا یصد عنہا

(رواہ مسلم) ترجمہ - میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ میں مسیح الدجال ہوں اور جب مجھے خروج کا اذن دیا جائیگا تو میں زمین میں سیر کرونگا - میرا نزول اور ہبوط ہر ایک بستی پر ہوگا چالیس رات میں سوائے مکّہ اور مدینہ کے کیونکہ وہ دونو مجھ پر حرام ہیں جب کبھی میں ان میں سے کسی میں داخل ہونے کا ارادہ کروں تو آگے سے مجھے ایک فرشتہ جسکے ہاتھ میں تلوار کھچی ہے ملتا ہے جو مجھے ان میں داخل ہونے سے روکتا ہے ۔

پس جبکہ از روئے حدیث دجّال مکّہ میں داخل نہیں ہوسکتا تو بیت اللہ میں کیسے ہوسکے گا اور کس طرح طواف کرسکے گا - بیشک رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ میں نے دجّال کو طواف کرتے دیکھا لیکن اس کے حیب حقیقی معنے نہیں ہوسکتے تو لامحالہ مجازی معنے لئے جائینگے - پس ان دو نو حدیثوں میں مطابقت کے لئے ہم بتاتے ہیں کہ بیت اللہ سے مراد اسلام ہے اور دجّال کا اس کے اردگرد گھومنا اسلام پر اعتراض اور اس پر حملے کرنا ہے اور مسیح کا اسکے پیچھے پیچھے طواف کرنا اسکے اعتراضوں کا دفعیہ اور جو حملے کہ وہ اسلام پر کریگا ان کا جواب دینا ہے - افسوس یہ اندھے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ بنی اسرائیلی مسیح کو دوبارہ لانے میں رسول کریمؐ کی ہتک لازم آتی ہے کیونکہ دوبارہ ہمیشہ اسی کو لایا جاتا ہے جس میں کوئی اعلیٰ صفت ہو ۔

پس مسیح بنی اسرائیلی کے دوبارہ لانے سے یہ ثابت ہوگا کہ اس میں نعوذ باللہ رسول کریمؐ سے زیادہ قدوسیت اور روحانیت پائی جاتی ہے اور دجّال جس کے فتنہ سے ہر ایک نبی اپنی قوم کو ڈراتا آیا ہے اس کے قتل کے لئے اسی کو دوبارہ بھیجنا موزوں ہے اور غیر احمدیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسٰی کی بھی ہتک ہے کیونکہ انکے اس عقیدہ (رسول کریمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا) کے مطابق حضرت عیسٰی امتی بن کے آسکتے ہیں نبی نہیں ہوسکتے - یعنی نبوت جو انعام کا اعلےٰ درجہ ہے اس سے مسیح کو ہاتھ دھونا پڑتا ہے - پس اے لوگو اگر عقل رکھتے ہو تو غور سے سوچو اور دونو نبیوں کی ہتک مت کرو ۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

جلال الدین احمدی مولوی فاضل (سیکھوانی)

قادیان

چند سوالات کے جواب

از مولانا غلام رسول فاضل راجیکی

سوال نمبر ۱۔ آیت فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین میں لفظ مع الذین ہے نہ من الذین۔ پس مَعَ کو مِنْ کے معنوں میں لے کر اپنی مطلب براری کرنا ٹھیک نہیں۔

جواب۔ مَعَ مِنْ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے لئے ذیل کی قرآنی آیات کو ملاحظہ فرماویں۔ (۱) ان المنٰفقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجد لھم نصیرا الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینھم للہ فاولٰئک مع المؤمنین (پ ۵۔ آخری رکوع) اب دیکھو اس آیت میں مَعَ بمعنے مِنْ ہی ہے۔ کیونکہ مَعَ کو اس جگہ غیر مِنْ کے معنوں میں لینا کسی طرح سے بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ (۲) فسجد الملٰئکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس ابی ان یکون مع السٰجدین۔ (سورہ حجر رکوع ۳) دوسری جگہ سورۃ اعراف رکوع ۲ میں فرمایا۔ فسجدوا الا ابلیس لم یکن من السٰجدین۔ دیکھو مع السٰجدین میں مع کی من السٰجدین کے مِنْ سے تصریح کر دی گئی مع کے معنے اس جگہ من ہی کے ہیں اور یہ کہ مع۔ من کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۳) والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولٰئک ھم المؤمنون حقًا لھم مغفرۃ ورزق کریم۔ والذین اٰمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولٰئک منکم (سورہ انفال آخری رکوع) اب دیکھو اس آیت کا آخری فقرہ۔ اور غور کرو کہ معکم کو منکم کے معنوں میں استعمال فرما کر مَعَ کو مِنْ کے معنوں میں کس صفائی سے پیش کیا پس جس طرح ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ مَعَ۔ مِنْ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اسی طرح آیۃ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین کے فقرہ مع الذین کے مع کو من کے معنوں میں سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ توفنا مع الابرار کے یہ معنے ہونگے کہ جس جس جگہ اور جس جس وقت ابرار فوت ہوں ہم بھی اسی جگہ اور اسی وقت فوت ہو جائیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ یہ معنے بالبداہت غلط ثابت ہیں۔ اور صحیح معنے یہی ہیں کہ ہم ابرار والی پاک موت سے فوت ہوں اور ہمارا خاتمہ پاک موت کے ساتھ ایمان پر ہو جیسے ابراروں کا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہمیں بھی ابرار بنا۔ اور

موت بھی ابرار والی نصیب فرما۔

سوال نمبر ۲۔ حدیث میں لفظ مسیح ابن مریم لکھا ہے۔ نہ کہ مثیل ابن مریم۔

جواب۔ اسی اشکال کے رفع کی غرض سے ساتھ ہی آنحضرت ؐ نے امامکم منکم کا فقرہ بیان فرمایا۔ کہ کہیں ابن مریم سے پہلا مسیح نہ سمجھ لینا۔ بلکہ ابن مریم سے مراد تمہارا وہ امام ہے۔ جو تم میں سے ہی ہوگا یعنی مسیح محمدی ہوگا نہ مسیح اسرائیلی۔

سوال نمبر ۳۔ مسیح موعود اگر مرزا صاحب ہیں۔ تو یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر کے مطابق انہوں نے کسر صلیب اور قتل خنزیر نہیں کیا۔

جواب۔ اسی حدیث میں جہاں یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر لکھا ہے وہاں ہی یضع الجزیہ اور دوسری روایت میں یضع الحرب بھی لکھا ہے پس جس طرح کا قتل خنزیر اور کسر صلیب یضع الحرب کے معنوں میں مناسبت رکھتا تھا اس طرح سے تو آپ سے ظہور میں آگیا۔ جیسے کہ اس کی تصدیق آیۃ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ۔ اور آیت ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا سے بھی ظاہر ہے۔ کسر صلیب آیت اول کے مطابق اور قتل خنزیر آیت دوم کے معنوں میں۔ نمونہ کے لئے دیکھو ہلاکت ڈوئی۔ لیکھرام۔ آتھم دعا سے۔ اور عام طور پر عام لوگوں کی ہلاکت کا نمونہ دیکھو مختلف عذابوں سے (طاعون۔ ہیضہ۔ زلازل۔ جنگ وغیرہ سے)

سوال نمبر ۴۔ لفظ الخنزیر جو حدیث میں مذکور ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ جعل منھم القردۃ والخنازیر الخ کے ارشاد قرآنی سے مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ کہ خنزیر صفت لوگوں کو خنزیر کہا گیا۔

سوال نمبر ۵۔ مرزا صاحب ؑ نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی قبر سرینگر کشمیر میں ہے۔ اگر یہ درست ہے تو اس کا انیس سو سال تک مخفی رہنا اور آج اس سے مرزا صاحب ؑ کا مطلع ہونا یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

جواب۔ یہ عجائبات قدرت ہیں اور ظاہر ہے کہ عجائبات الٰہی قدرت اور خصوصیت کی وجہ سے ہی عجائبات کہلا سکتے ہیں۔ پس مسیح کی قبر کا آج انیس سو سال کے بعد اسی زمانہ میں حضرت مرزا صاحب ؑ کے ذریعہ ظاہر ہونا یہ امر بھی عجائبات سے ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی عجیب حکمتوں سے کہ اس نے اصحاب کہف

کی طرح اس امر کو ایک مدت دراز تک پوشیدہ رکھا اور باوجود قبر کے موجود ہونے کے اس کی کیفیت اور حقیقت پر کئی صدیوں تک کسی کو مطلع نہ ہونے دیا۔ اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی ذریعہ اس راز کو آ کھولا۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ کی یہ خصوصیت اسی طرح سے ہے جیسے کہ آنحضرتؐ نے حضرت موسیٰؑ کی قبر کی متعلق انیس سو سال کے بعد اطلاع دی۔ اور فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر ایک کثیب احمر یعنے ایک سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔ حالانکہ موسےٰؑ کی قبر کے متعلق یہاں تک لاعلمی تھی۔ کہ توراۃ میں بھی اس لاعلمی کا تذکرہ موجود ہے۔ کہ موسےٰؑ خدا کا بندہ مرگیا اور آج تک اس کی قبر کو کوئی نہیں جانتا۔ لیکن آنحضرتؐ نے اس کی قبر کے متعلق علم ظاہر کیا سو جیسے موسیٰؑ کی قبر کا علم مثیل موسےٰؑ یعنی آنحضرتؐ کے ذریعہ ہوا۔ اسی طرح اور اتنی ہی مدت کے فاصلہ کے بعد عیسیٰؑ کی قبر کا علم اور انکشاف مثیل عیسیٰ یعنے حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ ظہور میں آیا۔ اور جس طرح موسےٰؑ کی قبر کا پتہ کثیب احمر یعنی سرخ ٹیلے کے پاس بتایا گیا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی قبر کا پتہ واوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین کی قرآنی آیۃ سے کشمیر کے ٹیلہ کے پاس بتایا گیا ہے۔

سوال دونوں نبیوں کی قبر کی گمشدگی میں اس بات کیطرف اشارہ تھا کہ جب ان کے پیروان کے پاس ان کی قبر کا نشان اور علم تک نہیں رہا تو ان کی شریعت اور مذہب کا صحیح علم اور نشان ان کے پاس کہاں رہا۔ پھر جس طرح ان دونوں کی قبر کا نشان اور پتہ انکے دو مثیل نبیوں کے ذریعہ ظہور میں آیا۔ اسی طرح ان کے اصل مذہب کی حقیقت بھی انہی کی موفت ظہور میں آنے والی ہے۔ فتدبروا۔

ووکنگ مشن والوں کا اسلام

ہمارے احمدیہ بلڈنگز لاہور کے یکجوں کو اپنے ووکنگ مشن پر ناز ہے انہیں کس قسم کے اسلام کی تبلیغ ہوتی ہے اس بات کو جانے دیجئے۔ کہ وہاں احمدیت کا ذکر بھی فرقہ بندی کی وجہ سے سم قاتل ہے۔ خالص اسلام جو نومسلموں کو سکھایا جاتا ہے وہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر جو رسالہ اشاعت اسلام اردو ماہ جولائی صفحہ ۱۱۶ سے لیا گیا ہے:۔

"آپ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کبھی کسی بت پرست کو کافر بھی نہیں کہتے

تھے جب تک کہ حق اس کے کان تک نہ پہنچ جائے ..... حضرت ابراہیمؑ کی دعا ربِّ اغفرلی ولوالدیّ وللمؤمنین یوم یقوم الحساب رسول کریمؐ اور ان کے پیرو اکثر پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم کے والدین بت پرست تھے اور اسی طرح حضرت محمد صلعم۔ حضرت علیؓ۔ حضرت ابوبکرؓ اور دیگر دس ہزار مسلمانوں کے والدین بت پرست تھے۔ تاہم ان کے لئے اسی طرح دعا مانگی جاتی تھی جس طرح کسی مسلمان کے لئے تاکہ اللہ قیامت میں انہیں بھی بخش دے"۔

پہلے فقرے کے متعلق تو میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ کہ چلو پچھلی ہی سہی پہلے تو کہا جاتا تھا کہ کافر کہلانے سے بچنے کے لئے لا الٰہ الا اللہ پڑھنا کافی ہے۔ مگر اب بت پرست ہو تو بھی کافر نہیں۔

دوسری بات کہ مشرک والدین کے لئے اسی طرح دعا مغفرت کی جاتی تھی جس طرح مسلم والدین کے لئے اور یہ کام دس ہزار مسلمان صحابہؓ کرتے تھے بالکل غلط ہے قرآن کریم کی آیت میں صریحاً اس کی ممانعت ہے :-

ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم۔ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۴)

"نہ تو نبی کریمؐ کو جائز ہے۔ نہ مومنوں کو اجازت ہے۔ کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا مانگیں۔ خواہ وہ کیسے ہی قریبی ہوں۔ جب یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ (مشرک والدین اقرباء) دوزخی ہیں"۔

تعجب ہے کہ اس حکم کی موجودگی میں نہ صرف خود خلاف ورزی کا اعلان کیا جاتا ہے بلکہ صحابہ کرامؓ پر بھی الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کے احکام کی مخالفت کرتے تھے حالانکہ ان کا دامن اس سے بالکل پاک ہے۔ شرک اور بت پرستی کے لئے تو ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتریٰ اثماً عظیماً۔ (پارہ ۵۔ رکوع ۴) وارد تنزیل ہے یعنی خدا تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ پھر اس کے متعلق رواداری کے کیا معنے؟ خدا تعالیٰ اسلام کو ایسے نادان دوستوں سے بچائے جو اس کے اصولی مسایل پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگ گئے۔

بقایا دار اپنا بقایا صاف کریں

شیعہ نے غلط حوالہ دیا

ہمارے دوست منشی خادم حسین صاحب نے سید محمد ہارون صاحب زنگی پوری سے دریافت کیا تھا۔ کہ بخاری میں کس جگہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلم و دوات طلب کرنے پر کہا تھا۔ کہ "یہ شخص ہذیان بک رہا ہے"۔ زنگی پوری تو خاموش رہا۔ البتہ رسالہ اصلاح کھجوہ نے نمبر۵ میں صفحہ ۲۸ پر یہ عبارت شایع کی:۔

"دیکھئے رسول اللہ نے بوقت انتقال فرمایا تھا۔ کہ لاؤ قلم و دوات کو وصیت نامہ لکھدیں۔ تا پھر کوئی گمراہ نہ ہو عمرؓ نے کہا یہ **شخص** غلبۂ درد سے **ہذیان بک رہا ہے**۔ کتاب خدا ہم کو کافی ہے۔ جس پر وہاں شور و غل ہوا......."

(دیکھو صحیح البخاری کتاب المرضی صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی)

صحیح البخاری کھول کر دیکھ لیجئے۔ وہاں یہ ہے:۔

قال عمر ان النبي قد غلب عليه الوجع و عندكم القران حسبنا كتاب الله فاختلف اهل البيت ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریمؐ پر تکلیف کا غلبہ ہے تمہارا پاس قرآن کریم ہے۔ اور اللہ کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے۔ یعنے حضورؐ کو تکلیف نہ دیجائے۔

صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے شدت محبت رسول اللہ میں یہ فرمایا کہ حضور کسی قسم کی تکلیف گوارا نہ کریں۔ آرام فرمائیں۔ لیکن اصلاح کا فاضل اور دیانتدار ایڈیٹر کتاب المرضی بخاری کا حوالہ دے کر لکھتا ہے:۔

"یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔"

سوال یہ ہے کہ "**ہذیان بک رہا ہے**" کس لفظ یا فقرے کا ترجمہ ہے۔ مذہبی دنیا میں بد دیانتی نہائت ہی مکروہ ہے۔ ہمارا افسوس بجا ہے اگر بعض شیعہ حضرات مباحثات و مناظرات میں مذہب کی اصل غرض صداقت و ایمانداری کو بھول جاتے ہوں۔

احباب جماعت ایک ہزار روپیہ اور ۵۰۰ خریدار مہیا کرنیکی اپیل پر نظر الطاف فرمادیں

"خانصاحب شیخ عبد العزیز" (بی۔اے)

گزشتہ چھ سال نہائت مصیبت اور ابتلا کے ایام تھے۔ پہلے جرمنی سے جنگ رہی پھر پنجاب میں شورش ہوگئی اور معاً کابل سے جنگ چھڑ گئی عوام الناس اور متوسط درجہ کے لکھے پڑھے لوگوں میں گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری واطاعت شعاری کے خیالات پھیلانے میں جو خدمات خانصاحب شیخ عبد العزیز بی۔اے۔ نے کی ہیں وہ کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ نہ صرف اخبار حق بلکہ مختلف پمفلٹوں اشتہاروں اور مضمونوں کے ذریعہ یہ ذہن نشین کر دیا کہ اس گورنمنٹ سے بہتر عادل گورنمنٹ نہیں اور اسی کے زیر سایہ ہم ہر قسم کی ترقی کر سکتے ہیں۔ آپ نے شورش کے ایام میں رولٹ ایکٹ کی تشریح شایع کی۔ جس کا بہت فائدہ ہوا۔ پھر کابل سے جنگ چھڑ جانے پر برطانیہ و افغانستان کے سیاسی تعلقات پر کتاب لکھی جو سررشتہ تعلیم کی کتابوں کی تقطیع پر نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر چھپی ہے اور پبلسٹی کمیٹی لاہور سے ۶؍ پر مل سکتی ہے۔ اس کتاب نے بھی افغانستانی و سرحدی معاملات سمجھنے میں پبلک کو بہت مدد دی اور ہر ایک طرح پر امن قائم رہا۔ چونکہ احمدی جماعت کا بھی یہی مسلک ہے اس لئے "خانصاحب" موصوف ہمارے ڈبل شکریہ کے مستحق ہیں۔

امن کی قدر کرو

خدا تعالیٰ کی بیشمار نعمتوں میں سے جو اس نے ہم پر مبذول فرمائی ہیں ایک امن بھی ہے۔ جس کی قدر کرنے میں اگر پہلے ہم نے کوتاہی کی۔ تو اب جنگ و شورش کے بعد ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ گزشتہ چند سال میں امن عالم میں خلل آ جانے سے بعض اشیاء جو ہر روز گھروں میں زیر استعمال رہتی ہیں بالکل نایاب ہو گئی ہیں۔ مثلاً رنگ جس کی ہم کچھ حقیقت ہی نہ سمجھتے تھے۔ اب ۶۰ روپیہ پونڈ ملنا بھی بسا غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی حاصل ہوئی کہ جب ولایتی رنگ ملنے میں دقت ہوئی تو ہندوستانی دماغوں کی ایجاد نے نہ صرف ہمارا کام چلا دیا بلکہ جو اس سے متمتع ہوئے انہیں محسوس بھی نہ ہونے دیا کہ آجکل فلاں رنگ نہیں ملتا کیونکہ ہر قسم کے یہ رنگ قیمت میں بھی ان سے سستے ہیں (دس روپیہ پونڈ) اور اپنی اثرات کے اعتبار سے بھی انسے بڑھکر نہ کہیں تو برابر ضرور ہیں میں نے دیکھ لیا آپ بھی مینجر دستکاری دہلی سے منگوا کر تصدیق فرمالیں ایسا ہی اور بہت سی چیزیں ہیں جنکی نسبت بعض لوگوں کو کبھی خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ انکی دستیابی پر خدا کا شکر بجا لایا جائے۔ اب جو نہیں ملتیں تو انکی قدر یاد آتی ہے ہمیں خدا کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ ولئن شکرتم لازیدنکم ٭

ہم اور ہمارے مخالفین

ناظرین کرام! اس تشحیذ میں ایک مضمون "ان لمہدینا آیتین" کے عنوان سے پڑھینگے یہ "الفقیہ" کے جواب میں ہے۔ جس نے ظہور مہدی کے نشان کسوف خسوف ماہ رمضان پر اعتراض کیا ہے۔ دوسرا مضمون "اختلاف حلیتین" میاں پیر بخش صاحب پنشنر ہیڈ پوسٹ ماسٹر لاہور کے جواب میں ہے۔ جو پہلے احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کے ٹریکٹوں کے جواب میں کبھی کبھی ٹریکٹ نکالتے تھے۔ اور اب مستقل طور سے ایک رسالہ "حیات مسیح" نکالتے ہیں جس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے میرا خیال ہے۔ کہ احمدیہ لٹریچر میں پہلی دفعہ ہی اس کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے ابھی اس پر اور بھی لکھا جانا چاہیئے۔ تیسرے مخالف ہمارے ابو الوفاء مولوی فاضل ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث ہیں۔ آپ نے ہر ہفتے کچھ نہ کچھ لکھتے رہنے کے علاوہ حال ہی میں دو رسالہ شایع کئے ہیں۔ ایک تاریخ مرزا جو ۴۴ صفحے حجم ۲؍ قیمت کا ایک رسالہ ہے۔ اس میں چند جستہ جستہ واقعات کا ذکر ایسے پیرائے میں کیا ہے کہ پڑھنے سننے والا سلسلہ احمدیہ کے امام علیہ السلام کی نسبت اچھے خیال نہ رکھ سکے۔ دوسرا رسالہ "نکاح مرزا" کے نام سے ۲۰ صفحے حجم ۲؍ قیمت کا ہے۔ جس میں دختر مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر اعتراض ہیں۔ مونگھیری معاندین الگ رسالے شایع کر رہے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ہمارے سامنے میدان کار کس قدر وسیع ہے۔ تشحیذ مقدور بھر کام کر رہا ہے۔ اور اب انشاء اللہ زیادہ تندہی سے اپنا فرض بجا لائے گا۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ اس کی اشاعت توسیع اور فنڈ کو مستحکم کریں۔ تا پوری توجہ سے نہ صرف دشمنوں کے حملہ کی مدافعت کی جا سکے بلکہ کچھ ان پر فرض ہو جائے ☆

جس کا درد وہی جانتا ہے دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی بھی ایسا مرض نہیں۔ جس کی تکلیف سے مریض نالاں و پریشان نہ ہو۔ لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض خاص کر ناقابل برداشت تکلیف سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکل جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے دیکھئے آج انکو کس قدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا جو زیادہ تر نشیلی اشیاء دھتورہ بھنگ بلاڈونا پوٹاس اوڈائڈ دیگرہ ملتی ہیں اس سے فائدہ تو در کنار مریض بہوت مارا جاتا ہے ڈاکٹر ایس کے برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی ہے دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پا کر شاہد ہیں آپنے بہت کچھ خرچ کیا ہوگا لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمائیں اسمیں نقصان نہیں۔ اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے اور (۲) کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا رہتا ہے اور جبتک استعمال میں ہے دورہ نہیں ہوتا +

درد سر و ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد جیسے ٹیک چمک ٹیس کنکنی وغیرہ سے چاہے جس قدر تکلیف ہو اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی ایسا ہی فائدہ ہے نصف سر میں یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے فوراً جاتا رہتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو ڈوبا جاتا ہو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے قیمت ۱۲ گولیوں کی ایک شیشی ۸/ محصول ڈاک ایک سے ۴ شیشی تک ۵/ +

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی ہسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے اس سے ہر اقسام کی جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن اکیس وغیرہ رفع ہوتے ہیں۔ برص سے خراب ہوئے چمڑے میں بھی یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ مگر اس حالت میں تیل لگانے سے پورا فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنیوالی دوا ایڈ وڈ انیرڈ سالسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیئے قیمت فی شیشی ۸/ محصول ڈاک ایک سے ۴ تک سالسا قیمت ۱۲/ محصول ۶/

ڈاکٹر ایس کے برمن ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

قادیان دار الامان

رسالہ تشحیذ الاذہان

[illegible]

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام منیجر | جلد ۱۴ | نمبر

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۹ء مطابق محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے ۸ر غیر ممالک سے ۳ طلباء سے ۲ر

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبد السلام پبلشر نے شائع کیا۔

تشحیذ کی اپیل کا جواب

جناب ناظر صاحب تالیف و اشاعت نے حسب اجازت و منشاء حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ جماعت احمدیہ سے درخواست کی تھی کہ وہ تشحیذ پر جو ساڑھے چھ سو روپیہ قرض ہے اسکے ادا کرنیکے لئے چندہ دیں۔ اور کچھ اس کے فنڈ کے استحکام کیلئے۔ کل ایک ہزار روپیہ ہو۔ دوم کم از کم پانسو خریدار مہیا کر دیا جائے تاکہ آئندہ رسالہ اپنا خرچ آپ چلا سکے۔ اس کے جواب میں جن دوستوں نے توجہ فرمائی ہے ان کے نام درج ہو چکے ہیں اب مزید نام شکریہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں:۔

(۱) جناب چھجو خانصاحب عمر (۲) جناب انوار حسین خانصاحب عگار (۳) جناب محمد شفیع صاحب میانوالی سے ر (۴) جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاور عنہ (۵) جناب محمد غوث صاحب حیدرآباد دکن صہ (۶) جماعت لاہور صہ (۷) جناب سکرٹری جماعت احمدیہ سیالکوٹ عہ (۸) جناب عبدالرحیم صاحب راولپنڈی عگار (۹) جماعت دھیر کے صمہ ر (۱۰) جناب بشیر حسین صاحب بسی عہ ر (۱۱) جناب ڈاکٹر گوہر الدین صاحب کراچی صمہ ر (۱۲) جناب فضل الرحمن صاحب سامانہ للعہ۔ گذشتہ تین ماہ میں ۹۰ وصول ہوئے۔

گویا ابھی ادائے قرض کیلئے بھی پانسو روپیہ مزید چاہیئے۔ چار بار بذریعہ الفضل احباب کو یاددہانی کرائی گئی ہے۔ اور ایک بار تمام سکرٹریان اور انجمنہائے احمدیہ کے نام خطوط بھیجے گئے ہیں۔ باوجود اس جد و جہد کثیر کے جسمیں علاوہ محنت کے روپیہ بھی خرچ ہوا ہے۔ ابھی صرف پچیس تیس احباب کی توجہ کو مبذول کیا جا سکا ہے۔ کیا اسکے یہ معنی ہیں کہ کسی رسالے کا مقررہ حجم کے ساتھ علمی مضامین لئے ہوئے پورے گیارہ سال پورے وقت پر شائع ہوتے رہنا کچھ قابل قدر بات نہیں۔ اور تشحیذ کو اپنے اس انجام کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے جسکے خوف سے تقریباً ایک سال سے میں ناظرین کرام سے اپیل کر رہا ہوں۔ خریدار بھی بیس اکیس سے زیادہ نہیں بڑھے۔ ایکبار میں پھر احباب کیخدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ اسوقت خاص ہمت سے کام لیں۔ اور تشحیذ کے فنڈ کو مضبوط کر دیں اور اسکے خریدار بڑھائیں جن دوستوں نے ابھی تک توجہ نہیں فرمائی وہ اب ہی نظر کرم فرمائیں۔ اور جو اعانت کے وعدے فرما چکے ہیں وہ اپنا اپنا وعدہ پورا کریں۔ تشحیذ کا بقایا بعض دوستوں کے نام ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ اگر بقایا داران توجہ فرمائیں۔ تو ان کی عنایت ہے ❊

نیازمند مینیجر تشحیذ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۹ء

کفارہ

حکیم فضل الرحمن صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور خدا نے اس عزیز نوجوان کو توفیق دی ہے کہ اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کرے۔ آج کل وہ سٹڈی میں مصروف ہیں۔ یہ مضمون ان کے افکار کا نتیجہ ہے۔ جو امید ہے۔ طالبان حق کے لئے مفید ثابت ہو گا +

تعریف کفارہ عیسائیوں کا یہ خیال ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو بالکل بیگناہ اور معصوم تھے۔ اپنے پر ایمان لانے والوں کی خاطر جو اس وقت موجود تھے۔ یا مابعد میں عیسائی ہونے والے تھے۔ ان سب کے گناہ اپنے سر پر اٹھا کر صلیب پر چڑھ گئے۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ **ضرورت** اس کی کیا پیش آئی تھی تو معلوم ہو کہ عیسائی صاحبان اس طرح پر اس کو بیان کرتے ہیں۔ کہ "انسان گنہ گار ہے۔ جس کا نتیجہ موت بلکہ جہنم کی سزا

ہے۔ لیکن خدا رحیم ہے۔ وہ سزا دینا نہیں چاہتا۔ اور عادل بھی ہے۔ اس لیے اس کے عدل کا تقاضا ہے کہ انسان کو اس کے بداعمال کی سزا ضرور دیجائے۔ لیکن رحم اور عدل ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ تو اس مشکل کو بیٹے (یسوع) نے یوں حل کیا۔ کہ اسنے کہا کہ میں بیگناہ ہو کر انسان کے بدلہ سزا بھگتا ہوں۔ انسان کو چھوڑ دیا جائے۔ خدا نے یہ بات منظور کی۔ اس طرح سزا بھی پوری ہو گئی۔ عدل پورا ہوا۔ انسان بھی بچ گیا۔ رحم پورا ہوا"۔

یہ ہے ضرورت کفارہ کہ جس کو مسیحی صاحبان بیان کرتے ہیں۔ اور میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی بات بے دلیل نہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیا عقل اس مسئلہ کو تسلیم کرتی ہے یا دھکے دے کر اس کو اپنے مکان سے نکالتی ہے۔

اول کہا جاتا ہے۔ کہ کفارہ کے بغیر عدل قائم نہیں رہتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کفارہ خود عدل کے منافی ہے۔ کیونکہ یسوع بیگناہ تھا۔ لیکن دوسرے کا بوجھ ان کے سر ڈالا گیا۔ کیا زید کا بوجھ بکر کے سر پر رکھدینا عدل کے خلاف نہیں؟ اگر یہ کہا جائے۔ کہ حضرت مسیح خود رضامند تھے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ پھر وہ ساری رات روتے اور دعائیں کرتے رہے۔ کہ الٰہی یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے۔ اور اسی پر بس نہیں۔ بلکہ جب انہیں صلیب دیا گیا۔ تو اس وقت بھی وہ فرماتے ہیں۔ کہ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ ہرگز رضامند نہ تھے۔ اور انہیں عدل کی خلاف ورزی کرتے ہوئے محض ظلم کی راہ سے صلیب پر لٹکایا گیا۔

دوم۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اگر خدا تعالیٰ بغیر سزا کی حد کے کسی نہ کسی طرح پورا کرانے کے مخلوق کو رحم کر کے چھوڑ دیتا۔ تو خلقت گناہ پر دلیر ہو جاتی۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ کفارے کو مان کر کے بھی انسان نے دلیری نہ چھوڑی۔ بلکہ اس کی بدولت وہ اتنا دلیر ہوا کہ جس کی کوئی حد نہ رہی۔ برخلاف اس کے رحم کی امید میں انسان اتنی جرأت سے کام نہ لیتا۔ کیونکہ اسکو یہ شبہ رہتا۔ کہ شاید مجھ پر رحم ہو گا یا نہ ہو گا۔ اس لیئے وہ اس ڈر میں ہی بدیوں سے بچنے کی کم از کم کوشش ضرور کرتا رہتا۔

سوم - کہا جاتا ہے کہ گناہوں کی معافی کا کوئی ذریعہ سوائے کفارہ کے نہیں لیکن ہم تو دیکھتے ہیں - کہ ہزاروں سامان گناہوں کی معافی کے خدا تعالیٰ نے مہیا فرما رکھے ہیں - دیکھا جاتا ہے - کہ جب انسان اپنی غلطی سے کوئی ایسی غذا کھا لیتا ہے - کہ جو اس کے معدہ کے ساتھ موافقت نہیں کرتی - تو فوراً اس کے معدہ میں درد شروع ہو جاتی ہے - تو گویا یہ ایک گناہ قانون قدرت کا وہ اپنے جسم کے متعلق کرتا ہے - جس کی سزا اسے ملتی ہے - لیکن جب وہ اس کے علاج کی طرف رجوع کرتا ہے - تو اسے فوراً آرام آجاتا ہے - تو معلوم ہوا کہ غلطیوں کی اصلاح ہو سکتی ہے -

پس جب کہ خدا نے جسم کے لئے جو آج ہے - تو کل نہیں - اگر کل ہے - تو پرسوں نہیں - اس قدر سامان مہیا فرما رکھے ہیں - کہ اس کو تکلیف نہ ہو - تو روح کے آرام کی خاطر کیا کچھ ضروریات بہم پہنچائی نہ ہونگی -

چہارم - کیا کبھی کوئی ایسا معالج بھی دیکھنے میں آیا ہے - کہ ایک مریض مثلاً سر درد والا اس کے پاس علاج کے لئے آیا ہو - اور وہ اپنے سر پر پتھر اٹھا کر مارے - ایسا کرنیوالا ضرور مجنون سمجھا جاویگا - پس کس طرح ہو سکتا ہے - کہ ایک شخص کسی دوسرے کے گناہ اٹھا کر اس کو سبکدوش کر دے -

پنجم - دنیا میں ہم دیکھتے ہیں - کہ ہمیشہ چھوٹی چیز بڑی چیز پر قربان کیجاتی ہے مثلاً میدان جنگ میں سپاہی ہی ہوتے ہیں جو آگے جا کر لڑتے ہیں - اور بادشاہ پیچھے رہتے ہیں - نہ کہ بادشاہ آگے اپنی جان معرض خطر میں ڈالتے - اور سپاہی پیچھے آرام سے بیٹھے ہوتے ہیں - ایسے ہی ہرا بھرا کھیت جانوروں پر قربان کر دیا جاتا ہے - چنانچہ ایک کسان کا بیل بھوکا مر رہا ہو - اور اس کے کھیت میں چارہ بھی کھڑا ہو - تو وہ یہ کبھی نہیں کہیگا - کہ بیل سو روپیہ کا مرتا ہے - تو مر جائے - لیکن چارہ دس روپیہ کا میں اسے ہرگز نہ کھلاؤنگا -

پس یہ بالکل ایک ناقابل تسلیم بات ہے - کہ یسوع جو ایک برگزیدہ انسان تھا - بلکہ بقول عیسائیوں کے نہ صرف خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا تھا - وہ ہم گنہگاروں کی خاطر قربان کر دیا گیا ہو -

نقلی دلائل کی پڑتال

اب ہم توریت اور انجیل کی ورق گردانی کرکے دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دیتی ہیں۔ یا حضرات عیسائی صاحبان کی پیٹھ بھرتی ہیں۔ لیکن ہم قبل اس کے کہ کوئی عبارت بائبل میں سے نقل کریں۔ دعوے کے ساتھ کہے دیتے ہیں۔ کہ ہرگز ایک بھی آیت ایسی نہ ملیگی۔ جو واقعہ میں کفارہ کو ثابت کر سکے۔

اول۔ خروج $\frac{۳۲}{۲۰ \text{ تا } ۳۵}$۔

"اور دوسرے دن کو یوں ہوا۔ کہ موسٰے نے لوگوں سے کہا۔ کہ تم نے بڑا گناہ کیا۔ اور اب میں خداوند کے پاس اوپر جاتا ہوں۔ کہ شائد میں **تمہارے گناہ کا کفارہ کروں**۔ چنانچہ موسٰے خداوند پاس پھر گیا۔ اور کہا۔ ہائے ان لوگوں نے بڑا گناہ کیا۔ کہ اپنے لئے سونے کا معبود بنایا۔ اور اب کاش! کہ تو انکا گناہ معاف کرتا۔ اگر نہیں تو میں تیری منت کرتا ہوں۔ کہ تو مجھے اپنے اس دفتر سے جو تو نے لکھا ہے۔ میٹ دے۔ اور خداوند نے موسٰے سے کہا۔ کہ جس نے میرا گناہ کیا ہے۔ میں اسی کو اپنے دفتر سے میٹ دونگا۔ اور اب روانہ ہو کے لوگوں کو جہاں میں نے تجھے کہا۔ لیجا۔ دیکھ میرا فرشتہ تیرے آگے ہے۔ لیکن مطالبہ کے دن میں ان سے ان کی خطا کا مطالبہ کرونگا۔ اور خداوند نے ان کے بچھڑے بنانے کے سبب جسے ہارون نے بنایا تھا۔ مری بھیجی"

بنی اسرائیل ایک گناہ کرتے ہیں جس کا علم حضرت موسٰے کو ہوتا ہے۔ وہ خداوند کے پاس جاکر ان کی سفارش کرتے ہیں۔ کہ یا تو ان کے گناہ بخش دے۔ یا پھر میری جان ان کے گناہوں کے عوض نکال لے۔ لیکن خدا کہتا ہے۔ کہ میں ان کے گناہوں کی سزا انہی کو دونگا۔

پس جب کہ موسےٰ خود رضا مند ہے۔ اور خدا اس کی جان ان کے بدلے نہیں نکالتا تو یسوع مسیح جو بالکل راضی نہیں تھا۔ (جیسا کہ ہم عقلی دلیل نمبر۱ میں ثابت کر چکے ہیں۔) کیونکہ خدا نے اس کی جان لے لی۔

دوم۔ کتاب استثناء ۹/ ۱۷ تا ۲۰۔

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے خداوند کا ایک گناہ کیا۔ انہوں نے ایک گوسالہ کو معبود بنایا۔ تب خداوند غصے میں آیا۔ اور چاہا کہ ان لوگوں کو ہلاک کر دے۔ لیکن موسےٰ چالیس رات اور دن پہاڑ پر رہا۔ اور ان کے لئے دعائیں کرتا رہا۔ تب خداوند نے اس وقت موسےٰ کی سنی۔ اور ان کو معاف کر دیا۔

اس جگہ کسی کو کفارہ نہیں ہونا پڑا۔ بلکہ قوم کی غلطی کی وجہ سے ان پر ایک بلا آئی۔ تب ان کے نبی نے ان کے لئے دعا کی۔ وہ دعا اور سفارش قبول ہوئی۔ اور وہ قوم بغیر کسی کفارہ کے رہا کر دی گئی۔

سوم۔ ۲۔ تواریخ ۷/ ۱۳ تا ۱۴

"جو میں آسمان کو بند کروں۔ کہ بارش نہ ہووے۔ اور ٹڈیوں کو فرماؤں۔ کہ زمین کو خراب کریں۔ اور جو میں اپنے لوگوں کے درمیان مری بھیجوں۔ پس اگر میرے لوگ جو میرے نام سے کہلائے جاتے ہیں۔ اپنے تئیں عاجز کریں۔ اور میرا منہ ڈھونڈیں۔ اور میری راہوں سے پھریں۔ تو میں آسمان پر سے سنونگا۔ اور ان کی خطائیں بخشونگا۔"

اس جگہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر تم کوئی خطا کر بیٹھو جس کی وجہ سے میں تم سے ناراض ہو جاؤں۔ تو تم یہ نہ سمجھ لینا۔ کہ بس اب ہماری خطا بخشی ہی نہیں جا سکتی نہیں ضرور بخشی جائیگی۔ اور وہ اس طرح نہیں۔ کہ تم میں سے ایک شخص اٹھ کر اپنی جان گنوا دے اور کہے۔ کہ میں تمہارے گناہوں کے بدلے کفارہ ہوتا ہوں۔ بلکہ اس کا طریق یہ ہے۔ کہ تم میرے آگے جھکو اور مجھ سے بخشش طلب کرو۔ کہ اے خدا ہم سے گناہ ہو گیا۔ تو ہم کو معاف کر دے۔ تب میں تم کو معاف کر دونگا۔

دیکھئے اس جگہ دعا اور استغفار کی تعلیم دی۔ نہ کہ کفارہ کی۔

چہارم۔ ملاحظہ ہو متی ۶/ ۱۲-۱۵۔

حضرت مسیح گناہوں کے بخشوانے کا ذریعہ اپنے شاگردوں کو کیا بتاتے ہیں۔ آیا کفارہ پر ایمان لانا۔ یا کوئی اور طریق۔ لکھا ہے۔

"اور جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں۔ تو ہمارے دین ہم کو بخش دے .... اس لئے اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشو گے۔ تو تمھارا باپ بھی جو آسمان پر ہے۔ تمھیں بخشے گا۔ پر اگر تم آدمیوں کو ان کے گناہ نہ بخشو گے۔ تو تمہارا باپ بھی تمہارے گناہ نہ بخشے گا۔

اس جگہ یہ نہیں فرمایا۔ کہ تم کفارے پر ایمان لے آؤ۔ بلکہ فرمایا۔ کہ اپنے اندر رحم کی صفت پیدا کرو۔ تا تم رحم کئے جاؤ۔ اور بخشے جاؤ۔

پنجم۔ "تنگ دروازے سے داخل ہو۔ کیونکہ چوڑا ہے وہ دروازہ۔ اور کشادہ ہے وہ راستہ جو ہلاکت کو پہنچاتا ہے۔ اور بہت ہیں۔ جو اس سے داخل ہوتے ہیں۔ کیا ہی تنگ وہ دروازہ اور سکڑی ہے وہ راہ جو زندگی کو پہنچاتی۔ اور تھوڑے ہیں جو اسے پاتے۔" متی ۷/ ۱۳-۱۴۔

دیکھئے ان آیات میں حضرت مسیح نے نجات پانے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ فرمایا۔ جو دکھ اٹھائیگا۔ ریاضتیں کریگا۔ اور مشکلات میں سے گزریگا۔ اسی کا حق ہے۔ کہ وہ نجات پاوے۔ اور جو شخص عیش و عشرت میں گزارتا اور مزے کرتا ہے۔ وہ نجات پانے کا ہرگز مستحق نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کفارہ کیسی راہ ہے۔ آیا یہ کشادہ دروازہ ہے یا تنگ۔ تو معلوم ہو۔ کہ کفارہ پر ایمان کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ ایمان لائے اور گناہ پر دلیری بڑھی۔ فرمائیے۔ ناظرین۔ کیا کفارہ پر ایمان لانے والے کی نجات ہو سکیگی؟

ششم۔ ملاحظہ ہو یسیاہ نبی کی کتاب کا ۵۵/ ۶۔

"جب تک کہ خداوند مل سکتا ہے۔ تم اسے ڈھونڈو۔ جب تک کہ وہ نزدیک ہے۔ تم اسے پکارو۔ وہ جو شریر ہے۔ اپنی راہ کو ترک کرے۔ اور بدکردار اپنے

خیالوں کو۔ اور خداوند کیطرف پھرے۔ کہ وہ اس پر رحمت کریگا۔ اور ہمارے خدا کی طرف کہ وہ کثرت سے معاف کریگا۔"

ان آیات میں یسیاہ نبی نے نہایت صفائی سے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بتلایا ہے۔ کہ پچھلی شرارتیں اور برے خیالات ترک کر دئے جائیں۔ اور آگے خدا کیطرف رجوع ہو۔ تا خدا بھی رجوع کرے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض وہ دلائل (جو مسیحی صاحبان کفارہ کے ثبوت میں دیتے ہیں۔) لکھ کر مختصراً ان کا جواب بھی دیدیا جائے۔ پہلی یہ دلیل دیجاتی ہے۔ کہ یرمیاہ نبی کی کتاب کے $\frac{31}{31-34}$ میں لکھا ہے۔ کہ۔

"دیکھ وے دن آتے ہیں۔ کہ میں اسرائیل کے گھرانے اور یہودیوں کے گھرانے کے ساتھ نیا عہد باندھونگا۔ اس عہد کے موافق نہیں۔ جو میں نے ان کے باپ دادوں سے کیا جس دن میں نے ان کی دستگیری کی۔ تاکہ زمین مصر سے انہیں نکال لاؤں۔ اور انہوں نے میرے اس عہد کو توڑا۔ اور میں نے اسے ترک کر دیا۔ خداوند کہتا ہے۔ بلکہ یہ وہ عہد ہے جو میں اسرائیل کے گھرانے سے کرونگا۔ ان دنوں کے بعد خداوند فرماتا ہے۔ میں اپنی شریعت کو ان کے اندر رکھونگا۔ اور ان کے دل پر اس کو لکھونگا۔ اور میں ان کا خدا ہونگا۔ اور وے میرے لوگ ہونگے۔ اور وے پھر اپنے پڑوسی اور اپنے بھائی کو یہ کہ کے نہ سکھاوینگے۔ کہ خداوند کو پہچانو۔ کیونکہ چھوٹے سے بڑے تک وے سب مجھ کو جانیں گے۔ خداوند کہتا ہے۔ کہ میں ان کی بدکاری کو بخش دونگا۔ اور ان کے گناہ کو یاد نہ کرونگا۔"

اگرچہ ہم چند آیتیں عہد عتیق سے لکھ کر یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ توریت اور صحف انبیاء میں کفارے کی تعلیم کہیں نہیں دیگئی۔ بلکہ برخلاف اس کے خدا تعالےٰ سے گناہوں کی معافی کی تلقین کیگئی ہے۔ تاہم بعض عیسائی دوست اب آیات مذکورہ کے آخری فقرات سے کفارہ کو ثابت کرنے کی بے فائدہ کوشش کرتے ہیں۔

اگر تو بائبل سے یہ ثابت ہوتا۔ کہ خدا کسی کے گناہ بخش دیتا ہے۔ تو ہم سمجھ لیتے۔ کہ یہاں جو گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ تو یہ کوئی نئی بات ہے۔ لیکن جب یہ ثابت ہو چکا۔ کہ کئی بار بنی اسرائیل کے گناہ بخشے جا چکے ہیں۔ تو پھر کیوں ان آیات سے کفارہ ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔

آؤ ہم بتائیں۔ کہ ان آیات کا کیا مطلب ہے۔ اور یہ کن معنوں میں استعمال ہوئیں۔ اس جگہ پر یہ فقرہ قابل غور ہے۔

"میں ان کے ساتھ نیا عہد باندھونگا۔ اس عہد کے موافق نہیں جو اُن کے باپ دادوں سے کیا"۔

بلکہ تشریح کے طور پر فرماتا ہے۔

"کہ ان میں اپنی شریعت رکھوں گا"۔

یہ تو ایک پیشگوئی ہے۔ جو آئندہ زمانہ کے لئے ہے۔ حضرت مسیح نہ تو کوئی شریعت لائے اور نہ کوئی ان کے ذریعہ عہد باندھا گیا۔ پس یہ پیشگوئی ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری ہوئی۔ چنانچہ آپ کے ذریعہ ایک شریعت لوگوں میں رکھی گئی۔ اور عہد پورا کیا گیا۔ جس کیطرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعهدی اوف بعهدکم۔ پھر حضرت مسیح کے دو قول پیش کئے جاتے ہیں۔ کہ ان میں کفارے کی تعلیم ہے۔

الف۔ "جب یسوع کے صلیب دئے جانے کا دن قریب آیا۔ تو اس نے ایک دن روٹی کھانے کے وقت روٹی اور انگور کا رس جماعت میں تقسیم کرتے ہوئے کہا۔ کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ اور پیو۔ یہ میرا لہو ہے یعنی نئے عہد کا لہو جو بہتوں کے گناہوں کی معافی کے لئے بہایا جاتا ہے"۔

پھر ایک جگہ لکھا ہے۔

"اچھا گڈریا میں ہوں۔ اچھا گڈریا بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔"

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک عام کلام ہے۔ جو ایک نبی اور مصلح پر وارد ہوتا ہے۔ ہر ایک ریفارمر اپنی قوم کے ہاتھوں سے اپنی قوم ہی کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ پھر وہ درد سے دعائیں کرتا ہے کہ جن سے ان لوگوں کے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ قوم کی اصلاح نہ کرتا۔ تو کبھی ایسی تکالیف نہ اٹھاتا۔ ہر ایک دکھ اٹھانا قوم گمراہ کے لئے ہی ہوتا ہے۔ لہذا وہ ہر وقت اپنی تکالیف کے باعث کہہ سکتا ہے۔ کہ اس نے اپنی قوم کے لئے دکھ اٹھائے۔

کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

اگرچہ حضرت مسیح کے اقوال میں یہ فقرہ پایا تو نہیں جاتا۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کی خاطر دکھ اٹھائے۔ اور بہت اٹھائے۔ پھر اس فقرہ میں۔ کہ۔

"بہتیروں کے واسطے یہ خون بہایا جاتا ہے۔"

بہتیروں اور واسطے کے لفظ قابل غور ہیں۔

اگر یسوع مسیح تمام جہان کے ایمانداروں کے لئے سزا پانے والا تھا۔ تو یہ نہ کہتا۔ کہ "بہتیروں کے واسطے"۔ کیونکہ یہ لفظ صرف وہی لوگ ظاہر کرتا ہے۔ جو بنی اسرائیل میں سے اس کے مدنظر تھے۔

دوسرا واسطے کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ ان کے بدلہ دکھ نہیں اٹھا رہا۔ بلکہ ان کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ کہ وہ اپنی اصلاح کریں +

فضل الرحمٰن

اطلاع ضروری:۔ یہ رسالہ معمول سے زیادہ چھپوایا گیا ہے۔ تا احباب کرام ۳ ر فی پرچہ کے حساب سے یہ رسالہ منگوا کر مضمون فضیلت الاسلام عیسائی حلقوں میں مفت تقسیم کریں +

فضیلت الاسلام

علٰے

ادیان الاقوام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ایک تقریر کا اپنے الفاظ میں مفہوم

۱۲؍ اگست ۱۹۱۹ء کو ایک مشنری عیسائی صاحب قادیان میں آئے۔ اور عصر کے بعد مسجد مبارک میں حضرت خلیفۃ ثانی سے ملے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا۔ کہ آپ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ آپ جو لوگوں کو عیسائی مذہب میں داخل ہونے کے لئے بلاتے ہیں۔ عیسائی مذہب میں وہ کونسی ایسی چیز ہے۔ جو دوسرے مذاہب میں نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ نجات۔ حضرت نے ارشاد کیا۔ کہ نجات تو بہت ادنےٰ درجہ کی چیز ہے۔ کیونکہ نجات کے معنے ہیں بچ جانا۔ جیسا کہ چور چوری کی سزا سے بچ جائے۔ تو یہ خوبی نہیں اصل چیز فلاح ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جو نجات یافتہ ہے۔ وہ تو گویا اتنا تیرنا جانتا ہے۔ کہ ہاتھ پیر مار کر خود کنارے تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن فلاح یافتہ وہ ہے۔ جو نہ صرف خود پہنچتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو بچاتا ہے۔ یا سزا سے ہی نہیں بچتا۔ بلکہ انعام حاصل کرتا ہے۔ تو جب عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام فلاح بخشتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ ایک مسلمان عیسائیت کو قبول کرے ✦

اس پر گفتگو چلی۔ آخر عیسائی صاحب نے کہا کہ میں تو حضور سے فیض حاصل کرنے آیا ہوں میں بحث نہیں کر سکتا۔ اور خواہش کی کہ مجھے اسلام کے متعلق کچھ بتایا جائے۔ اس پر حضور نے ذیل کی تقریر فرمائی۔ جو اس وقت ساتھ ساتھ لکھی نہیں گئی۔ لیکن تاہم اس کا خلاصہ و مفہوم اپنے الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ اگر کوئی بات اسمیں غلط ہو۔ تو میرا قصور فہم اس کا ذمہ وار ہے۔

مذہب کی غرض

مذہب کی اصلی غرض و نمایت اعلےٰ اخلاق کا حاصل کرنا۔ اور اپنے خدا کی جو تمام جہانوں کا رب اور مالک اور واحد لاشریک خدا ہے۔ رضا کو پا لینا ہے۔ اور یہ وہ غرض ہے جس کو تمام جہان کے مذاہب تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مذہب کی غرض یہی ہے۔

کیا اسلام اس غرض کو پورا کرتا ہے؟

اب ہم اسلام کے متعلق غور کرتے ہیں۔ کہ کیا واقعی اسلام وہ چیز پیش کرتا ہے جس کے لئے کوئی مذہب اختیار کیا جاتا ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہے۔ تو ہم کسی مذہب کیطرف توجہ نہیں کرینگے۔ لیکن اگر برخلاف ازیں اسلام میں وہ بات نہ ہوئی۔ جو اسلام کی اصلی غرض ہے۔ تو ہمیں اسلام سے کوئی ہمدردی نہیں رہیگی۔ اور پھر ہماری نظر میں تمام مذاہب ایک ہی حیثیت میں ہو جائینگے

ادیان الاقوام میں فیصلہ کی آسان صورت

اس مسئلہ پر غور کرنیکے لئے اگر ہر ایک بات پر غور کریں۔ اور دیگر مذاہب کے ساتھ مقابلہ کریں۔ تو تمام عمر کی چھان بین کے بعد بعض مذاہب اس قسم کے ہونگے۔ جن کا ابھی علم بھی نہ ہوا ہوگا۔ اگر اسکی علم ہوگا بھی تو ان کے اصول و فروع کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکینگے۔ پس اس دقت سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ایک ایسے اصل کو لیا جائے۔ جس کو اختیار کرنے کے بعد بحث جلد ختم ہو کر فیصلہ کی صورت نظر آجائے۔ باوجود اس کے کہ اناجیل تحریف شدہ ہیں۔ مگر ان میں ایک فقرہ ہے۔ جسے ہم حضرت مسیح کا ہی کلام یقین کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ

درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی صداقت ہے۔ جس کو ہر عقلمند تسلیم کریگا۔ اسی اصل کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اسلام کو لانے والے ہمارے آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے جو کام کیا۔ آپ نے جو درخت لگایا۔ اس کے نتائج اور اس کے پھل کیسے ہیں۔ اگر اس کے پھل شیریں اور نہایت خوش ذائقہ ہوئے۔ تب ہم تسلیم کرلینگے۔ کہ یہ درخت واقعی آسمانی ہے۔ لیکن اگر یہ نہ ہوا۔ تو ہم مان لینگے۔ کہ یہ اصل کے مطابق پورا نہ اترا۔ اس کے لئے ہمیں دو باتیں سوچنی چاہئیں۔ اول آنحضرت نے دنیا میں ظاہری کیا کیا تغیر کیا۔ مذہب میں کیا اصلاح کی۔ تمدن میں کیا کی۔ رسوم و عادات میں کیا کی۔ اخلاق میں کیا کی۔ دوسرے یہ کہ وہ مقصد اصلی یعنی خدا کو پالینا۔ اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی۔ اب اس کے لئے کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔

عرب کی حالت قبل از اسلام

میں نے بتایا ہے۔ کہ ہمیں اصولی طور پر دیکھنا چاہیئے۔ کہ آنحضرتؐ نے دنیا میں جو تغیر کیا۔ وہ کیسا ہے۔ اس کے لئے آنحضرت کے قبل عرب کی حالت کو دیکھنا چاہیئے۔

بت پرستی

عرب وہ لوگ ہیں جن کے مذہب کی کیفیت یہ ہے۔ کہ بت پرستی میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور خاص کر بت پرستی کا مرکز ہے اور وہ لوگ بت پرستی کو معیوب نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور شرک وہ نجاست ہے۔ جس کو تمام مذاہب کے لوگ برا خیال کرتے ہیں۔ ان میں خواہ کتنا ہی شرک ہو۔ مگر وہ مشرک کہلانا پسند نہیں کرتے۔

میں اس وقت بحث کے لئے نہیں۔ بلکہ تذکرۃً کہتا ہوں۔ کہ عیسائی لوگ باوجود تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کے مسئلہ پر عقیدہ رکھنے کے مدعی ہیں کہ موحد وہی ہیں۔ اور باقی تمام لوگ مشرک ہیں۔ پس شرک وہ بری چیز ہے

جس کو مشرک بھی اپنی طرف منسوب کرنا نہیں چاہتے۔ اور مکہ جس جگہ واقعہ ہے وہ ایک بے آب وگیاہ وادی ہے۔ وہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی۔ وہاں باغات نہیں۔ وہاں کے لوگوں کی روزی ہی بُت پرستی اور بُت پرستانی پر ہے۔ اور پھر وہ اس بُت پرستی کو معیوب نہیں خیال کرتے بلکہ اسپر فخر کرتے ہیں۔ کہ ہم اتنے خداؤں کے بندے ہیں۔ ان کی علمیت کی یہ حالت ہی کہ لکھنا پڑھنا معیوب اور ننگ خیال کیا جاتا ہے۔ ان کی عادات ایسی بگڑی ہوئی ہیں۔ اور ان کی رسوم اس قسم کی قبیح ہیں کہ کچھ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً

شراب خوری پر فخر

وہ شراب پیتے ہیں۔ ایسے آدمی ڈھونڈے بھی نہیں ملینگے جو شراب پر فخر کریں۔ مگر عرب شراب پینے پر فخر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے میری معشوقہ ان آٹھ وقتوں کے علاوہ جن میں میں شراب پیتا ہوں صبح کو اس وقت کہ ابھی میرے دوست سوئے ہوئے ہوں تو بیدار ہوکر مجھے شراب پلانا تاکہ میں اپنی شراب نوشی کے باعث اپر فخر کروں۔ آج بھی شراب نوشی ہوتی ہے اور بکثرت ہوتی ہے چنانچہ لندن کی شراب نوشی کے متعلق اندازہ کیا گیا ہے کہ لندن میں جس قدر شراب پندرہ سال میں پی جاتی ہے اگر اس کو جمع کر کے لنڈھایا جائے تو اس سے ایک دریا بہ نکلے۔ باوجود اس قدر شراب نوشی کے۔ لندن اپنی شراب نوشی پر فخر نہیں کرتا۔ اس میں شراب نوشی ایک گالی خیال کی جاتی ہے۔ چنانچہ "ڈرنکرڈ" (Drunkerd) کا لفظ وہاں بطور گالی کے استعمال ہوتا ہے۔ مگر عرب شراب نوشی کو معیوب نہیں جانتا۔ وہ شراب نوش کو گالی نہیں دیتا۔ بلکہ دوستوں میں فخر کے طور پر کہتا ہے کہ میں زیادہ شراب پیتا ہوں ؛

قمار بازی پر فخر

پھر جوئے بازی ہے آج بھی دنیا میں بڑے بڑے جوئے باز ہیں اور بہت بڑی بڑی جوئے بازی ہوتی ہے۔ اور بڑی بڑی لاٹریاں پڑتی ہیں۔ جوئے بازی کی اس کثرت کے باوجود یورپ جوئے بازی کو فخر نہیں جانتا۔ مگر عرب جوئے بازی کو بھی معیوب خیال نہیں کرتا۔ وہ جوا کھیلتا ہے اور ہارتا ہی پھر دوستوں کے مجمع میں فخریہ اظہار کرتا ہے۔ کہ میں وہ ہوں جو ایسا جوا کھیلنے والا ہوں اور اتنی دفعہ ہارا ہوں ؛

پابندی رسوم جاہلیت

وہ اپنی رسوم کا اتنا پابند ہے کہ دنیا کی متمدن قوموں سے ملنے کے باوجود بھی ان قبیح رسوم سے کنارہ کش نہیں ہوتا۔

ان میں رواج تھا کہ جب ایک شخص فوت ہوتا تو اس کے لڑکے اپنی سوتیلی ماؤں کو ترکہ کے طور پر تقسیم کرتے۔ اور بطور بیویوں کے اپنے استعمال میں لاتے۔ وہ ایرانیوں سے ملتے ہیں جو ایک متمدن ہیں۔ وہ رومیوں سے تعلقات تجارت کے باعث ملتے ہیں جو ایک متمدن اور ترقی یافتہ قوم ہے۔ اس میل ملاپ کا قدرتی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ ان رسوم قبیح کو چھوڑ دیتے۔ مگر ان میں اور ترقی کرتے ہیں۔ اور ان رسوم میں بڑھتی جاتی ہیں۔

وحشت و درندگی

ان کی درندگی کی یہ کیفیت ہے کہ مثلاً کسی کھیت میں کُتیا نے بچے دیئے یا کسی فاختہ نے انڈے دیئے ہیں۔ کسی کا اونٹ اُدھر سے گذرا۔ یا کسی بچہ نے اینٹ ماردی۔ وہ بچہ مرگیا اور انڈے پھوٹ گئے۔ اس اتفاقی واقعہ نے ان کے جذبات درندگی کو بھڑکا دیا۔ اور انہوں نے بڑھکر اُس اونٹ کو ماردیا اور بچہ کی گردن اڑادی۔ اور کہا کہ ہماری ہتک کی گئی کہ ہمارے کھیت میں انڈے دینے والی فاختہ کے انڈے توڑ دیئے گئے۔ اور کتیا کا بلہ ماردیا گیا۔ پھر ان میں تلوار چلتی ہے اور ایک آدھ دن یا ایک آدھ مہینہ یا ایک آدھ سال میں ختم نہیں ہوتی برسوں گذر جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض لڑائیاں ایک صد سال تک چلی ہیں۔ یورپ میں "ہنڈرڈ ایر وار" ہوئی ہے عرب میں بھی ہے۔ یورپ کی جنگوں کی کوئی وجہ ہوگی۔ مگر عرب میں جو "ہنڈرڈ ایر وار" ہوئی اس کی وجہ یہی تھی۔ جو مَیں نے بتائی ؂

خودسری

پھر وہ حریت کے اتنے دلدادہ تھے کہ ذراسی بات میں ان کی ہتک عزت ہوجاتی تھی۔ عرب کا ایک بادشاہ ہوا ہے۔ اس نے عرب کے بہت سے ملک کے فتح کیا اس کو خیال ہوا۔ کہ اب میرا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور میری اطاعت سے کوئی شخص آزاد نہیں ہوسکتا۔ ایک دن اس نے اپنے دربار میں کہا۔ کہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ وہ اور اس کی ماں میری ماں کی خدمت و فرمانبرداری نہ کرے۔ اس کو کہا گیا۔ کہ ہاں قریب ہی فلاں قبیلہ کا ایک شخص ہے وہ آپ کی اور اس کی ماں آپ کی ماں کی فرمانبرداری نہیں

کرینگے۔ اس بات کی آزمائش کے لئے بادشاہ نے اس کو اور اس کی ماں کو بطور مہمان بلایا۔ اپنے خیمہ میں ٹھیرایا۔ اور اس کی ماں کو اپنی ماں کے پاس دوسرے خیمہ میں بھیجدیا۔ بادشاہ نے ماں کو سکھادیا تھا۔ کہ کسی حکمت عملی سے اس سے کوئی کام لینا جب باہر کھانا بھیجنے کا وقت آیا۔ تو بادشاہ کی ماں کھانا لگانے لگی۔ تو اس شخص کی ماں سے کہا کہ فلاں برتن پکڑا ماتاکہ میں باہر کھانا لگاکر بھیجدوں۔ اس پر وہ عورت کھڑی ہوگئی۔ اور اپنے قبیلہ کا نام لیکر کہنے لگی۔ کہ کیا تم میں کوئی بھی غیرت دار نہیں رہا کہ آج تمہارے سردار کی ماں کی بے عزتی کی گئی۔ جونہی اس شور کی آواز باہر مردانے خیمہ میں گئی۔ اس کے بیٹے نے اس بات کی تحقیق نہیں کی کہ حقیقت کیا ہے۔ فوراً اٹھا اور بادشاہ کی تلوار لیکر اسی سے بادشاہ کی گردن اڑادی اور کہا کہ تحقیق بعد میں کرونگا پہلے اپنی ماں کی بے عزتی کا بدلہ لے لوں۔ چنانچہ اس سے فارغ ہوکر زروجواہر لیکر چلتا بنا۔ یہ عالم تھا عرب کی آزادی اور حریت کا کہ وہ کسی کے اتنا کہدینے کو کہ برتن پکڑا دینا اپنی ہتک عزت خیال کرتا تھا۔ اور کہنے والے کی جان لئے بغیر نہ ٹلتا تھا ؀

عرب کے ملک کی یہ کیفیت تھی جب اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ؀

نبی کریمؐ نے عرب کی کایا پلٹ دی

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اس ملک کی ان تمام بدعادات بدعقائد بدرسوم کو کس طرح بدل کر انہیں کیا سے کیا بنادیا۔ سب سے پہلے ان کے مذہب کو لیتے ہیں ؀

بُت پرستی عرب سے مٹادی

میں نے بتایا ہے۔ کہ وہ بُت پرست تھے۔ اور پھر مکہ والوں کی سبیل معاش بھی بُت پرستی ہی تھی اور آنحضرتؐ کا جس خاندان سے تعلق تھا وہ گویا مجاور تھا۔ اُن بتوں کا۔ اب غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ لوگ جن کا گذارہ ہی بتوں کے چڑھاوے پر ہو۔ اور ان کے لئے اور کوئی سبیل معاش نہ ہو۔ علاوہ مذہبی طور پر ایک بڑی بات ہونے کے کہ اپنے

قدیم خیال کا ترک کرنا مشکل ہوتا ہے ان کی دنیا کے لئے بھی کتنا کٹھن کام تھا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بت پرستی کو اس جگہ سے ایسا اڑا دیا کہ اس کا نشان تک مٹا دیا۔ اور آجتک اس بت پرستی کے محو کرنے کے نشان کے طور پر ایک موذن کہتا ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ لوگ جن کی معاش ہی بتوں پر تھی۔ بتوں سے سخت بیزار ہو گئے۔ اور کوئی سخت سے سخت مصیبت بھی ان کو بت پرستی پر مائل نہ کر سکی ٭

شراب چھڑا دی

وہ شراب نوش تھے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اپنی شراب نوشی پر فخر کیا کرتے تھے اور چارپائی سے نہیں اٹھتے تھے جب تک شراب نہ پی لیں۔ ان سے شراب نوشی چھڑائی اور کس طرح چھڑائی۔ کہ دنیا اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی لکھا ہے۔ کہ شراب کی حرمت کا جس دن حکم نازل ہوا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک شخص مدینہ کی گلیوں میں منادی کرتا پھرتا تھا۔ کہ آج شراب حرام ہو گئی۔ اس وقت ایک جگہ ایک مجمع بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ جونہی کہ منادی کی آواز ان کے کان میں پہنچی ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ پوچھو تو یہ کیا کہتا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں یہ بات گوارا نہیں کرتا کہ اتنی دیر بھی لگاؤں کہ جاؤں اور جا کر اس سے پوچھوں۔ جب وہ کہتا ہے کہ شراب حرام ہو گئی تو تحقیق بعد میں کرونگا۔ پہلے ان قدحوں اور مٹکوں کو توڑ دوں۔ چنانچہ اس نے ان تمام گھڑوں کو توڑ پھوڑ دیا ٭

اب سوچنا چاہیئے۔ کہ اول تو شراب ان لوگوں کی ایسی محبوب و مطلوب کہ وہ آنکھ نہیں کھولنا چاہتے جب تک اسے پی نہ لیں۔ ایسی محبوب چیز کو ان سے چھڑایا جاتا ہے۔ پھر ایک شراب نوش جس وقت کہ وہ شراب نوشی میں مشغول ہو۔ اس سے یہ خواہش کرنا کہ شراب چھوڑ دو۔ سخت مشکل ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ کوئی شرابی جبکہ شراب میں مشغول ہو اس وقت اسے کہا جائے کہ شراب چھوڑ دو تو وہ چھوڑ دے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں میں جو شراب کے پروانے ہیں۔ ایسی روح پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے منہ سے حرمت شراب کا حکم سنکر نہیں۔ ایک رستہ چلتے کی زبان سے سنکر کہ آج آنحضرت نے

شراب حرام کر دی۔ تمام شراب کے برتن توڑ پھوڑ دیتا ہے۔ کیا یہ ایک معجزہ نہیں۔ میں کہتا ہوں وہ پہلا شخص جس نے کہا تھا۔ کہ دریافت کر لو۔ اس کی یہ حالت ہونا بھی آنحضرتؐ کا معجزہ ہے۔ کیونکہ شراب کی حالت میں اتنے ہوش کہاں ہوتے ہیں۔ کہ کوئی تحقیق کرے۔ اس کے مقابلہ میں آج ہم یورپ اور امریکہ کی حالت کو دیکھتے ہیں۔ کہ ان کے ڈاکٹر اور اہل علم چیخ رہے ہیں کہ شراب بری چیز ہے۔ اور اس کا استعمال اسی حد تک چاہیئے۔ جہاں تک طاقت قائم رکھ سکے۔ مگر لوگ ہیں کہ دن بدن شراب میں غرق ہوتے جا رہے ہیں۔ امریکہ میں شراب کی مخالفت ہوئی اور جنگ کے دوران میں ان لوگوں نے اس کو چھوڑا بھی۔ مگر اب امریکہ والے کہتے ہیں (پریذیڈنٹ ولسن ہوتا کون ہے جو ہم سے شراب چھڑائے۔ وہ شراب کی مضرات سے واقف ہیں۔ وہ قائل ہیں۔ کہ شراب ان کی نسلوں کو کمزور۔ اور ان کی دماغی حالتوں کو ضعیف کر رہی ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ شراب کے باعث موتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ مگر وہ لوگ نہیں چھوڑ سکتے۔ اور جب بڑی جد و جہد سے کچھ دنوں کے لئے چھوڑتے ہیں تو حکام کو کہتے ہیں تم کون ہو جو ہم سے چھڑاؤ۔ گویا وہ ان کی عادت ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ عادت کے مقابلہ میں تمام علوم تمام تجارب ہیچ ہیں۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم سے جو شراب پر فخر کرنے والی ہو شراب پینا چھڑاتے ہیں اور اس طرح چھڑاتے ہیں کہ گویا وہ قوم شراب کا نام تک بھول جاتی ہے کیا یہ معجزہ نہیں۔ پھر وہ سوتیلی ماؤں کو نکاح میں لاتے تھے۔ اور زنا پر فخر کرتے تھے۔ ان کو کہہ دیا گیا حرمت علیکم امھاتکم تمہاری سب قسم کی مائیں تم پر حرام ہیں خواہ وہ سوتیلی ہوں یا حقیقی اور وہ اس حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کرتے اور جن کے قبضہ میں ایسی عورتیں ہیں ان کو اپنے سے علیحدہ کر دیتے ہیں ؁

اطاعت کا مادہ عرب جیسی اکھڑ قوم میں

پھر ان کی سب سے بڑی بات ان کی حریت تھی اور اس پر وہ ایسا فریفتہ و گرویدہ تھے۔ کہ اگر کوئی شخص ان کو کہہ دیتا تھا۔ کہ مجھے فلاں چیز پکڑا دو اور اس کہنے میں کسی عقلمند کے نزدیک کوئی بے عزتی نہیں مگر ان کی بے عزتی ہو جاتی تھی اور وہ اس بات سے بگڑ کر بادشاہوں تک کی گردن اڑا دیتے تھے آنحضرتؐ ان میں اتنا تغیر پیدا کر دیتے ہیں گویا کہ انکی

ہیتوں کو بدل دیا۔ اور انہیں اور مخلوق سے انسان بنا دیا۔ میں چند واقعات بیان کرتا ہوں جس سے پتہ لگے گا کہ وہ حریت کے دلدادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر کس طرح نثار ہوتے ہیں۔ اور اس جان نثاری کو فخر خیال کرتے ہیں +

صحابہؓ میں جوش عقیدت

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دفعہ آپ مسلمانوں کے ساتھ عمرے کے لئے مکہ کی طرف گئے کفار مکہ نے آپکو اجازت نہ دی کہ آپ عمرا کریں۔ اس لئے وہاں صلح کرنی پڑی جس کا نام صلح حدیبیہ ہے۔ کفار میں کا ایک آدمی جو اپنے تئیں خیال کرتا تھا۔ کہ وہ آداب ملاقات کا واقف اور شاہی درباروں کے قوانین کا ماہر ہے۔ کفار کا سفیر بنکر آنحضرتؐ کے حضور حاضر ہوا اس دعوٰی کے ساتھ کہ میں جاتے ہی اپنے رعب و اثر سے جو چاہوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منوا لونگا۔ وہ آیا اور آکر اس نے آنحضرتؐ سے کہا کہ بیٹا (عرب میں قاعدہ تھا کہ بڑے لوگ دوسروں کو اپنا بیٹا کہا کرتے تھے۔ اسی کے مطابق اس نے اپنے آپکو بڑا قرار دیکر آنحضرت صلعم کو چھوٹا قرار دیا اور حضورؐ کو بیٹا کہا) تو ان لوگوں کی مدد پر نہ بھول۔ یہ لوگ جو کہیں کہیں سے جمع ہو گئے ہیں۔ جب وقت پڑیگا۔ تجھے چھوڑ چھاڑ کر پرے ہو جائینگے۔ اور اس نازک وقت میں ہمیں جو تیری قوم کے ہیں تیرے کام آئینگے۔ کیا تو ان کی خاطر ہم سے بگاڑتا ہے۔ اسی قسم کی باتوں کے درمیان اس نے اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے آپ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگایا۔ ایک صحابی جو پاس کھڑے تھے انہوں نے تلوار کے قبضہ سے اس کے ہاتھ کو پرے کر دیا۔ پھر اس نے ہاتھ لگایا۔ پھر انہوں نے اسی طرح قبضہ کا ٹھوکہ اسکے ہاتھ پر دیا۔ اتنے میں نماز کا وقت آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا وہ شخص خود جا کر اپنے لوگوں میں بیان کرتا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ کے خیال کو چھوڑ دو اس کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ تو اس پر اس طرح فدا ہیں کہ پروانہ اس طرح شمع پر قربان نہیں ہوتا میں نے دیکھا کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وضو کرنے لگا۔ وضو کے پانی کا ایک قطرہ تک زمین پر نہیں گرنے پایا سب کا سب اسکے ساتھی اپنے جسم پر اپنے مونہوں پر تبرک کے طور پر مل لیتے تھے جسکے ساتھیوں کی فدائی کی یہ کیفیت ہے۔ ان کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ مگر ان کے خدام اور ملازمین کی بھی یہ کیفیت نہیں دیکھی +

صحابہؓ میں رُوحِ فدویت

ایک اور واقعہ ہے کہ جب آنحضرتؐ نے مکّہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو مدینہ والوں نے معاہدہ کیا کہ اگر کوئی شخص مدینہ پر چڑھکر آئیگا۔ تو ہم مدافعت کرینگے۔ لیکن اگر آپ کو شریروں کی شرارت کے انسداد کیلئے باہر جانا پڑے تو ہم نہیں جائینگے۔ یہ ایک سمجھوتا تھا۔ جو آپسمیں ہو گیا تھا۔ لیکن دشمن وہاں بھی آپکو چین سے بیٹھنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ بار بار مدینہ پر بھی چڑھ چڑھ کر آتا تھا۔ چنانچہ ایکدفعہ ضروری معلوم ہوا کہ دشمن کے شر کے دفیعہ کیلئے آنحضرتؐ باہر نکلیں۔ اس وقت آپنے مدینہ کے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا مجھے باہر دشمن کے مقابلہ کیلئے جانے کی ضرورت ہے۔ مگر آپ لوگ اپنے معاہدہ کی رو سے مجبور نہیں۔ کہ میرے ساتھ باہر جائیں۔ مدینہ کے مسلمانوں میں سے ایک بڑے سردار نے کہا کہ حضور آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم آپکے مرید ہیں۔ ہم موسیٰؑ کے ساتھیوں کی طرح یہ نہیں کہ سکتے کہ جاؤ تو اور تیرا رب جاکر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم وہ ہیں کہ ہم آپکے دشمن کے ساتھ آپکے آگے بھی لڑینگے اور پیچھے بھی لڑینگے۔ دائیں بھی لڑینگے اور بائیں بھی۔ اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جبتک ہماری لاشوں کو پامال نہ کرلے۔ آپ اگر سمندر میں گھوڑا ڈالدیں۔ تب بھی ہمارے گھوڑے کی باگ نہیں رُکیگی بلکہ جہاں آپکا اشارہ ہوگا وہیں ہم جائیں گے ؏

بچّوں میں جانثاری

یہ بڑوں کا حال ہے۔ بچّوں کی یہ کیفیت ہے کہ بدر کے موقعہ پر جبکہ مسلمانوں کی تعداد کفار کے ہزار کے مقابلہ میں تین صد تھی ایسا واقعہ ہوا۔ کہ ایک صحابی جو بہت بڑے جری تھے۔ خود بیان کرتے ہیں۔ کہ اس دن میرے دل میں جوش تھا اور میں چاہتا تھا کہ ان کفار نابہنجار سے ان کے مظالم کا بدلہ لوں۔ کیونکہ ان کا ایک ایک ظلم ہمیں یاد آرہا تھا۔ مگر جب میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو دو چودہ چودہ سالہ لڑکوں کو دیکھا۔ اور انکو دیکھکر میرے تمام حوصلے پست ہوگئے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ انسان کے دائیں بائیں جب مضبوط اور بہادر ہوں تو وہ اپنی تیغ کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ ورنہ اسکو ہر وقت یہی خوف رہتا ہے۔ کہ کوئی پیچھے سے مجھ پر حملہ ہی نہ کردے۔ پس انکو اپنے دائیں بائیں بچّے دیکھکر رنج ہونا قدرتی امر تھا۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ ان میں سے ایک نے میرے کُہنی ماری اور آہستہ سے کہا تاکہ دوسرا بھائی نہ سُن پائے) کہ چچا کفار کی فوج میں ابوجہل کونسا ہے۔ اس کے متعلق سُنا ہے

کہ وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا دشمن ہے۔ اور اُس نے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ مَیں اسکی جرأت پر حیران ہو ہی رہا تھا کہ اسی طرح دوسرے نے میرے کُہنی ماری اور اسی طرح آہستہ سے کہا (تاکہ دوسرا بھائی نہ سُن پائے) کہ چچا ابو جہل کہاں ہے۔ سُنا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کا بڑا دشمن ہے۔ اور اس نے حضورؐ کو بہت دُکھ دیئے ہیں۔ مَیں انکی اس جرأت پر متعجب ہوا۔ اور یہ ان کی اتنی بڑی جرأت تھی کہ میرے دل میں بھی ابو جہل کے متعلق خیال نہ تھا۔ مَیں نے ان کو اشارہ کیا۔ میرے اشارہ کرتے ہی وہ اس طرح جھپٹے جس طرح عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ ابھی جنگ شروع نہ ہوئی کہ ان دونو نے اپنے حملوں سے اس کو گھائل کر دیا۔

عورتوں میں فداکاری

یہ جوش فدویت و فداکاری صرف مردوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ عورتوں میں بھی اطاعت اور جان نثاری کی وہ سپرٹ پیدا ہوگئی تھی جس کی نظیر نہیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب یہ مشہور ہوا کہ آنحضرتؐ شہید ہوگئے تو ایک عورت گھر سے نکل پڑی۔ ایک صحابی جو مدینہ کو واپس آرہے تھے ان سے ملی اور پوچھا کہ آنحضرتؐ کا کیا حال ہے۔ وہ چونکہ آنحضرتؐ کو زندہ دیکھ گئے تھے۔ اس لیئے مطمئن تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے عورت تیرا بھائی فوت ہوگیا۔ اس عورت نے کہا کہ مَیں تجھ سے آنحضرتؐ کے متعلق دریافت کرتی ہوں۔ انہوں نے کہا تیرا باپ بھی فوت ہوگیا اس نے کہا کہ باپ کے متعلق دریافت نہیں کرتی آنحضرتؐ کے متعلق بتاؤ انکا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ تیرا خاوند بھی فوت ہوگیا۔ اس عورت نے غصہ سے کہا کہ مَیں تجھے آنحضرتؐ کے متعلق پوچھتی ہوں آخر اس شخص نے کہا کہ آپؐ تو زندہ ہیں۔ اس نے کہا الحمد للہ اگر آپؐ زندہ ہیں تو باپ خاوند بھائی وغیرہ کے فوت ہو جانیکا کچھ غم نہیں اب غور کرنا چاہیئے کہ وہ عرب جو کسی کے تنا کہنے کو کہ برتن پکڑا دو اپنی ہتک عزت خیال کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں پر جان و مال فدا کرتا ہے۔ اور فخر نہیں کرتا۔ پھر عرب وہ لوگ ہیں جن کو اپنے وطن سے بہت محبت ہے حتیٰ کہ وہ بدوی کہلاتا ہے۔ اور بدوی کے معنے جنگلی کے ہیں وہ جنگل بجنگل پھرتا ہے۔ ایران اور روم کے سرسبز میدانوں میں نہیں اپنے ہی بے آب و گیاہ ملک کے جنگلوں میں چکر لگاتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ اپنے ایسے محبوب وطن کو بھی چھوڑ دیتا ہے اور خوشی سے چھوڑتا ہے پروا نہیں کرتا۔

کیا یہ کایا پلٹ دینا معجزہ نہیں؟

اب غور کرنا چاہیئے کہ مجموعی طور پر ان تمام خرابیوں کو دُور کرنا اور بالکل ہی کایا پلٹ دینا کیا یہ معجزہ نہیں؟

مَیں کہتا ہوں کہ اگر تمام انبیاءؑ کے کاموں کو انکے مقابلہ میں رکھا جائے تو انکے کارنامے ان کارناموں کے مقابلہ میں گرد ہیں۔ دنیا کی تاریخ اصلاح اسکی نظیر مطلق پیش نہیں کر سکتی۔ یہ تو وہ حالت ہے جو ان کی اسلام کے بعد ہوئی ٭

صرف ایک آیت قرآنی میں بے نظیر جامع تعلیم

اب ہم اسلام کے بعض احکام کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کیسے اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے معلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ان اللہ یا مرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے عدل کا۔ اور پھر احسان کا اور پھر ایتاء ذی القربیٰ کا۔ اب سوچنا چاہیئے کہ عدل کیا چیز ہے۔ عدل کہتے ہیں برابری کے معاملہ کو یعنی جو اپنے لئے پسند کرتے ہو دوسروں کیلئے بھی پسند کرو۔ اور جو اپنے لئے ناپسند سمجھتے ہو اسے دوسروں کیلئے بھی ناپسند قرار دو۔ یہ عدل ہے۔ پھر فرماتا ہے اسی پر بس نہ کرو بلکہ احسان کا معاملہ کرو۔ یعنی جتنا کسی کا حق ہو اس سے زیادہ دو۔ پھر فرمایا اس احسان کے درجہ کو آخری درجہ قرار نہ دو۔ بلکہ چاہیئے کہ لوگوں سے ایسا سلوک کرو جیسا کہ ماں اپنے بچہ سے کرتی ہے۔ احسان کرنے میں کوئی غرض پوشیدہ ہو سکتی ہے۔ مگر ماں کے بچّہ کو دودھ پلانے میں کوئی غرض پوشیدہ نہیں ہوتی۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ بعض نالائق لڑکے کسی دنیاوی درجہ کو پہنچکر ماں باپ کی عزّت نہیں کرتے۔ مگر ماں باپ اسپر بھی ان سے محبّت کرتے ہیں۔ تو یہ درجہ وہ ہوتا ہے جس میں کسی غرض کی وجہ سے کسی سے سلوک نہیں کیا جاتا۔ اس لئے فرمایا کہ لوگوں سے نیک سلوک کرو۔ اور ایسا ہی کرو جیسا کہ ماں باپ اپنی اولاد سے کرتے ہیں ٭

اب ہم اس تعلیم پر غور کرتے ہیں۔ کہ کیا یہ تعلیم ایسی ہے۔ جو صرف کانوں کو خوش لگتی ہے یا واقعی اس پر عمل بھی کیا جا سکتا ہے ٭

کفارِ عرب نے حبشہ تک صحابہؓ کا پیچھا کیا

اس کے لئے مَیں صرف ایک ہی واقعہ کا ذکر کرونگا۔ پہلے میں یہ دکھاتا ہوں۔ کہ کفار نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع سے سلوک کیا گیا۔ جب آپ مکہ میں تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں پر طرح طرح کے ستم توڑے جاتے تھے۔ جب مکہ میں آپ کے ساتھیوں پر ظلموں کی حد ہو گئی۔ تو آپ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک قافلہ کو حبشہ بھیجدیا۔ کفار عرب کا وفد بھی حبشہ میں پہنچا۔ اور کوشش کی۔ کہ کسی طرح ان مسلمانوں کو یہاں بھی امان نہ ملے۔ اس کے لئے انہوں نے یہ چال چلی کہ امراء کو بڑے بڑے تحفے دیئے کہ کسی طرح بادشاہ تک ان کی رسائی ہو۔ چنانچہ انہوں نے بادشاہ کے دربار میں بار پایا اور کہا کہ ان لوگوں کو نکال دو۔ اس نے کہا کہ مَیں انہیں نکالتا۔ خدا نے اسے سمجھ دی تھی۔ امراء بھی کفار عرب کے ہم نوا تھے۔ اس نے ان کو بھی صاف جواب دیا۔ خدا نے اس کے دل میں رحم ڈالدیا تھا۔ یہ بادشاہ جب بچہ تھا۔ تو اس کا چچا اس کے تخت پر قابض ہو گیا تھا۔ اور اس کے امراء اس کے چچا کے طرفدار تھے۔ آخر اس نے اپنے چچا کا فیصلہ کیا اور اپنا حق حاصل کیا۔ جب امراء نے مسلمانوں کے خلاف کوشش کی تو اس نے کہدیا کہ مَیں تمہاری پروا نہیں کرتا۔ تم وہی ہو جنہوں نے میرا حق غصب کر کے میرے چچا کی طرفداری کی تھی۔ اس طریق میں ناکامی دیکھکر انہوں نے بادشاہ کے حضور کہا۔ کہ یہ لوگ مفسد ہیں اور اپنے دین سے پھر گئے ہیں۔ اور حضرت مسیحؑ کی توہین کرنیوالے ہیں۔ بادشاہ نے مسلمانوں سے پوچھا۔ انہوں نے صاف کہا کہ فساد ہمارا کام نہیں۔ ہم نہایت امن پسند ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہی لوگوں نے ہمیں ہمارے وطن سے نکالا ہے۔ اور وہاں ہم پر طرح طرح کے ظلم کیئے ہیں۔ آخر ان ظلموں کی تاب نہ لاکر ہم نے اپنے عزیز وطن کو چھوڑ دیا اور تیرے ملک میں آئے ہیں۔ باقی رہا دین سے بیدین ہونا۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ ہمارا دین بت پرستی تھا۔ ہم لوٹ مار کے عادی اور سخت اخلاقی گناہوں میں مبتلا تھے۔ ہم میں ایک نبی برپا ہوا اور اس نے ہماری ان تمام وحشیانہ عادات کو انسانیت کے ساتھ بدل دیا۔ حضرت مسیحؑ کی ہم عزت کرتے اور انہیں خدا کا ممسوح اور نبی اور رسول اور برگزیدہ یقین کرتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک وہ خدا نہ تھے۔ یہ باتیں سُنکر بادشاہ متاثر ہوا۔ اور کفار کے وفد کو لوٹا دیا۔ اور مسلمانوں کو امن و امان کے ساتھ وہاں رہنے کی اجازت دی ؎

کفار مکہ کے مظالم مسلمانوں پر

غرض کفار مکہ نے مسلمانوں پر مظالم کیئے اور بہت کیئے۔ عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار

اور دو مختلف طرفوں پر اونٹوں کو کھڑا کیا اور ایک پیر ایک عورت کا ایک اونٹ سے باندھ دیا دوسرا دوسرے سے اور دونوں اونٹوں کو مخالف سمتوں کی طرف دوڑا دیا۔ عورت دو ٹکڑے ہو کر گر پڑی۔ انہوں نے جنگ میں کام آنیوالے مسلمانوں کو مشغلہ بنایا آنکھیں نکال دیں کان ناک کاٹ دیئے۔ اور پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکال کر چبایا۔ اور اس سے بھی بڑھ بڑھ کر ظلم کئے۔ پھر آپ جانتے ہیں کہ اگر ایک شخص کی محنت کو برباد کیا جائے۔ اسکو کتنا غم اور رنج ہوتا ہے کفار کے ایک قبیلہ نے کہا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ ہمیں معلم چاہئیں۔ آپ نے کئی قاریوں کو انکی تعلیم کیلئے بھیجدیا۔ اور انہوں نے ان تمام کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ آپ کہتے ہیں کہ تلوار چلائی گئی۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر ان سے بدلہ لیا جاتا تو وہ مستحق تھے۔ اس واقعہ سے آپ غور کر سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو کتنا رنج ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آپ کے طیار کیئے ہوئے لوگ بیدردی اور دھوکے کے ساتھ قتل کر ڈالے گئے۔ پھر آپ کی ذات پر طرح طرح کے ظلم کیئے۔ بارہا چاہا کہ آپ کو قتل کر دیں۔ آپ کو زہر دیکر مار ڈالیں۔ اور آپ پر پتھر گرا کے ہلاک کر دیں ؛

پھر اسی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ آپ کی مستورات اور آپ کے معزز اور بڑے صحابہؓ کی مستورات پر الزام لگائے گئے۔ اور شعر کہے گئے۔ جن میں یہ مضمون ہوتا تھا۔ کہ ہمارا فلاں عورت سے تعلق ہے۔ ایک طرف تو یہ تمام مظالم ہیں ؛

فاتح ہو کر آنحضرتؐ کا نیک سلوک

دوسری طرف آپ جب فتح مکہ کرتے ہیں تو ان کے اس سوال پر کہ ہم سے کیا کیا جائیگا۔ فرماتے ہیں "لا تثریب علیکم الیوم" جاؤ ہم نے تمہاری تمام غلطیاں معاف کیں۔ غور کرنیکا مقام ہے کہ ایک طرف تو ایسے عنید دشمن ہیں اور ان کے مظالم بیرون از شمار ہیں مگر آپ جب ان پر قابو پاتے ہیں تو یکسر معاف کر دیتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں تلوار کے ذریعہ فتح کیا مَیں کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے تلوار چلائی انہیں کس تلوار نے فتح کیا۔ پھر اگر یہ سچ بھی ہو تو کیا وہ اس تلوار کے مستحق نہ تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انپر دین قبول کرانیکے لئے تلوار نہیں چلائی گئی۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جب مسلمان مکہ کے دروازوں پر پہنچے تو مسلمانوں کے ایک سپہ سالار نے کہا کہ اب دیکھنا ہم ان کفار کو ان کے مظالم کا کیسا

بدلہ چکھاتے ہیں مگر مسلمانوں کے سردار محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آواز کو پسند نہ کیا اور ان کے طالب عفو ہونے پر ان کے تمام ظلموں کو کلیۃً بھلا دیا۔ کیا اس تعلیم پر عمل نہیں کرکے دکھایا۔ جو لفظوں میں دی گئی۔ کیا یہ تلوار کے ذریعہ اسلام پھیلا ہے۔ یا کوئی اور ہی چیز تھی جس نے یہ تغیر پیدا کیئے۔ اور ان پتھروں کو موم کردیا۔ یہ تمام وہ باتیں ہیں جو مجموعی طور پر نبی کریم ؐ نے پیدا کیں جن کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ کارلائل نے حضور پر بہت اعتراض کیئے ہیں۔ لیکن جب اس نے ہیروز آف دی پرافٹ تلاش کیا تو حضور کو ہی تمام نبیوں میں ہیرو قرار دیا۔ کیا دنیا میں اس کی نظیر ہے تو پیش کی جائے ؎

فیصلہ کی دوسری صورت

دوسری صورت یہ تھی کہ خداوند زمین و آسمان خود بتادے کہ میں تم سے خوش ہوں وہ ہمارے ہم دغم میں ہمارا ساتھ دے۔ وہ ہمارے دشمنوں کو پائمال کرے ہمارے دوستوں کو آباد کرے۔ اور ہر مشکل میں ہمیں بہبودی کی طرف ہدایت کرے۔ اگر یہ نہو تو پھر کوئی ثبوت اور امتیاز نہیں۔ پس اس خصوص میں بھی آنحضرت ؐ کے اتباع اس چیز کے وارث ہوئے جو دیگر انبیاء کے پیروان کو نصیب ہوئی۔ جیسا کہ انجیلوں میں لکھا ہے کہ جب مسیح کے واقعہ صلیب کے بعد مسیح ؑ کے حواری تبلیغ کرنے کیلئے باہر نکلے تو وہ اور اور زبانوں میں تبلیغ کرتے تھے اور وہ وہ زبانیں تھیں جن کو وہ نہیں جانتے تھے اگر انکو الہام نہ ہوتا تو انکو صرف مفہوم اسکا آنا چاہیئے تھا۔ مگر لکھا ہے کہ الفاظ بھی دوسری زبانوں کے ہوتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روح القدس کی تائید کے معنی ہیں خدا کی طرف سے الہام پانا۔ یہ نہیں کہ جو دل میں آئے وہی تائید روح القدس ہوتی ہے ؎

سچے اتباع شرف مکالمہ مخاطبہ پاتے ہیں

پس مسیح ؑ کے حواری مسیح ؑ کے بعد الہام اور خدا کے کلام سے مشرف ہوئے۔ سو اسی طرح دوسرے انبیاء ؑ کے اتباع ؑ بھی مشرف ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ؐ کے صحابہ ؓ کو بھی یہ بات حاصل تھی۔ مگر پہلے مذاہب چونکہ وقتی ہوتے تھے۔ اس لئے دوسرے مذہب کے

قائم ہونے تک تو ان میں برکات رہتی تھیں۔ پھر ان سے گم ہو جاتی تھیں۔ جیسا کہ مسیحؑ کے حواریوں کے چند عرصہ بعد یہ بات عیسائیوں میں سے گم ہو گئی ؛

اسلام میں مجددین کا سلسلہ

لیکن چونکہ اسلام قیامت تک کے لئے ہے۔ اس لئے اسلام کی زندگی کا ثبوت دینے کے لئے اس میں قیامت تک ایسے وجودوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ جو اس بات کا ثبوت دیں کہ اسلام میں وہ برکات ہیں جو کبھی دیگر انبیاءؑ کو ملیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام میں کوئی صدی ایسی نہیں گذریگی کہ اس میں خدا کی طرف سے کلام پاکر کھڑے ہونیوالے نہ ہوں ؛

آخری خلیفہ مسیح موعود علیہ السلام

اور ان ہر صدی کے سر پر مبعوث ہونیوالوں میں سے ایک ایسا بھی ہوگا جو مسیح موعودؑ ہوگا۔ کہ جس طرح موسیٰؑ کے سلسلہ میں ایک بڑا انسان مسیح ہوا ہے اسی طرح محمدی سلسلہ میں بھی ایک مسیح ہوگا۔ جو پہلے تمام مجددوں سے بزرگتر ہوگا۔ چنانچہ وہ ہم میں آیا ہم نے اسکو دیکھا ؛

ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں فرق

آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں کیا فرق ہے۔ سو اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ مسیحؑ کے آنے کے بعد جو فرق مسیحؑ کے اتباع اور مسیحؑ کے منکروں میں تھا وہی ہم میں اور انمیں ہے۔ جس طرح مسیحؑ کے آنے کے بعد یہود تمام برکتوں سے بے نصیب ہو گئے۔ اسی طرح جو اس مسیحؑ (محمدی) کا منکر ہے۔ وہ بھی ان برکات خاصہ سے بے بہرہ اور بے نصیب ہے ؛

باوجود سخت مخالفت کے کامیابی

حضرت مسیح موعودؑ وہ انسان ہیں۔ کہ آپ اپنے حجرہ میں بیٹھتے تھے اور اس گاؤں میں کہ اب بہت بڑا ہے اور اس وقت نہایت چھوٹا سا گاؤں تھا۔ بوجہ اپنی خلوت گزینی کے نہ پہچانے جاتے تھے۔ اس وقت خدا نے آپ سے کہا کہ "حان ان تعان و تعرف بین الناس" وہ

وقت آگیا کہ تیری مدد کی جائے۔ اور لوگوں میں تجھے پہچنوایا جائے۔ چنانچہ آپ کو وہ شہرت دی کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپکے اتباع موجود ہیں۔ اور لوگ آپ اور آپکے دعادی سے واقف ہیں۔ ایسی کس مپرسی میں آپ اٹھے اور آپ کو خدا نے کہا کہ انی مھین من اراد اھانتک انی معین من اراد اعانتک۔ کہ میں ان لوگوں کو ذلیل کرونگا جو تجھے ذلیل کرنا چاہیں۔ اور جو تیری مدد کرنا چاہیں میں ان کی مدد کرونگا۔ آپ کھڑے ہوئے آپکے خلاف وہ تمام زور لگائے گئے جو کسی کے مٹانے کے لئے استعمال کیئے جا سکتے ہیں۔ آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی اور قاتل قادیان میں بھی آگئے لیکن خدا نے آپ کو ان کے شر سے بچایا۔ آپ کو زہر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی اللہ تعالیٰ نے اس سے بچایا۔ آپ پر مقدمات کھڑے کیئے گئے کہ آپکے کاروبار کو تباہ کردیں اور آپ کی عزت کو خاک میں ملادیں۔ لیکن خدا نے ہر مقدمہ میں عزت کے ساتھ آپ کو بری کیا۔

ڈاکٹر مارٹن کلارک والا مقدمہ

غالباً آپ ڈاکٹر مارٹن کلارک کو جانتے ہونگے (مخاطب مسیحی صاحب نے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں) اسکی طرف سے مقدمہ آپ پر بنایا گیا کہ آپنے مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں۔ وہ انگریز مجسٹریٹ (جسکی عدالت میں یہ مقدمہ دائر ہوا) بھی کچھ ایسا موافق نہ تھا بلکہ اُسنے کہا تھا کہ یہ شخص خداوند مسیح ہونے کا دعوٰی کرتا ہے اور آجتک اس کو کسی سزا نہیں دی۔ مقدمہ ہوا اور مسلمانوں میں سے نہ صرف عوام نے بلکہ علماء نے بھی آپکے خلاف گواہیاں دیں۔ وہ شخص جس کو پیش کیا گیا تھا کہ اسے حضرت مسیح موعودؑ نے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے مقرر کیا تھا وہ عدالت میں اقرار کرتا ہے کہ مجھے مرزا صاحب نے قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ایسے سامان ہیں اور ظاہری کوئی صورت نہیں جس سے آپ بچ سکیں۔ لیکن اس انگریز حاکم کے دل میں خدا ڈالتا ہے کہ یہ تمام بیانات غلط ہیں اس نے کہا کہ میرا دل نہیں مانتا بار بار تحقیق ہوئی۔ مگر کوئی صورت نہ نکلتی تھی آخر پولیس کے افسر اعلیٰ کو کہا گیا کہ تم خود تحقیق کرو جب اس شخص کو پولیس کے افسر نے بلایا تو وہ روتا ہوا۔ اس افسر کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ میں سچا سچا بیان اس وقت دے سکتا ہوں جب آپ مجھے مشن کمپاؤنڈ سے

علیحدہ کرلیں پھر اس نے بتایا۔ کہ مجھے خود بعض پادریوں نے پڑھایا ہے کہ میں مرزا صاحب پر یہ الزام لگاؤں۔ ورالا مرزا صاحب کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ عیسائی مجھے احمدیوں کے نام یاد کراتے تھے اور میں بھول جاتا تھا تو یہ پنسل سے لکھکر دیتے تھے۔ آخر اس طرح وہ جھوٹ جو حضرت مسیح موعود پر ان لوگوں نے باندھا تھا کھل گیا اور اس انگریز حاکم نے فیصلہ میں لکھدیا کہ مرزا صاحب اگر چاہیں تو ان پر مقدمہ کر سکتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ میں مقدمہ بازی کے لئے نہیں آیا۔ (مخاطب نے پوچھا کیا یہ تمام کیفیت چھپی ہوئی ہے حضرت نے ارشاد کیا ہاں یہ تمام مسل مطبوعہ موجود ہے) اب اس میں سوچنا چاہیئے کہ انگریز حاکم ہے اور پادری مقدمہ کھڑا کرتا ہے اور حاکم بھی اپنا خیال حضرت مسیح موعود کے خلاف ظاہر کر چکا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ ان تمام باتوں کے باوجود آپ کو بری کرتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان افسر ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ رعایت کی۔ مگر یہاں رعایت کا بھی گمان نہیں۔ پھر اس برایت کی خبر قبل از وقت آپ کی طرف سے باعلام الٰہی شائع ہوئی۔

مسیح موسوی و مسیح محمدی میں مشابہت

پھر وہ وقت تھا کہ گورنمنٹ کی نظروں میں بھی یہ سلسلہ مشتبہ تھا۔ اور بعض حاکم لوگوں کو کہدیا کرتے تھے کہ اس جماعت میں داخل نہ ہونا کیونکہ یہ جماعت گورنمنٹ کی نظر میں مشتبہ ہے۔ لیکن کوئی منصوبہ اور مخالفانہ کوشش آپ کو ذلیل کر سکی آپ کے نام نے عزت کے ساتھ شہرت پائی۔

حضرت مسیح ناصری اور حضرت مسیح موعود محمدی میں ایک عجیب مماثلت ہے مثلاً جتنا عرصہ حضرت موسیٰ کے بعد حضرت مسیح مبعوث ہوئے۔ حضرت محمد رسول اللہ سے اسی قدر عرصہ بعد حضرت مسیح موعود مبعوث ہوئے۔ اور پھر جس طرح حضرت مسیح کے وقت میں غیر سلطنت کی حکومت تھی اسی طرح یہاں بھی ہے۔ جس طرح مسیح کے خلاف ان کی قوم کوشش کرتی تھی۔ یہاں بھی کرتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ گورنمنٹ یہود سے ڈرتی تھی اور اس نے مسیح کو صلیب پر پہنچادیا۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہوا۔ ہماری گورنمنٹ ان سے ڈرتی نہیں اور اس نے ہر جگہ ہماری مدد کی ہے اور ہماری ہر ظاہری

تکلیف کو دور کیا ہے۔ اور آپ کو صلیب سے بچایا گیا۔ اگرچہ آپ کے لئے بارہا قتل کیئے جانے کی کوشش کی گئی +

موجودہ عالمگیر جنگ کی پیشگوئی

آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی باتیں قبل از وقت بتائیں اور پوری ہوئیں ازانجملہ یہ ہیں مثلاً موجودہ جنگ کے متعلق ہی آپ نے پیشگوئی کی تھی اور اس میں ذکر تھا کہ ایک زلزلہ آئیگا جو تمام جہان کو گھیرے ہوئے گا ظاہر ہے کہ زلزلہ ہرگز اس قسم کا نہیں ہوتا۔ جو تمام روئے زمین پر ہو اور پھر اگرچہ اس پیشگوئی میں زلزلہ کا لفظ ہے لیکن اس کے ساتھ شرائط اور اس کے جو صفات ہیں وہ زلزلہ کے نہیں ہوتے مثلاً آپ نے فرمایا تھا۔ ؎

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن ۞ صبح کردیگی انہیں مثل درختان چنار

کہ جس طرح چنار کا پتہ ایک طرف سے خون میں رنگیں ہوتا ہے اس طرح لوگوں کے لباس خون میں رنگین ہو جاینگے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اچانک ہوگا چنانچہ آسٹریا کا ولیعہد جب مارا گیا۔ تو کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ ساری دنیا جنگ میں مبتلا ہو گی آخر جرمن نے الٹی میٹم دیدیا اور چانک جنگ شروع ہو گئی۔ پھر اس پیشگوئی میں فرمایا ہے ؎

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہو اور وہ گھڑی ۞ راہ کو بھولینگے ہو کر مست و بیخود راہ وار

اگر اس سے مراد بھونچال ہوتا تو مسافر پر بھونچال کچھ سخت نہیں ہوتا وہ میدان میں بیٹھ سکتا ہے۔ ایک الہام اسی کے متعلق تھا "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں" پس یہ جنگ مسافروں کے لئے کیسی خوفناک اور مصیبت تھی اگر جرمن لوگ تارپیڈوز نہ لگاتے اور امریکنوں کے جہازات غرق نہ کرتے تو کبھی امریکہ جنگ میں شامل نہ ہوتا امریکہ کے جنگ میں شامل ہونے کی وجہ وہی مسافروں کی تکلیف تھی۔ ایک بڑے رئیس کا لڑکا جنگ کے شروع ہونے کے قبل آسٹریا میں تھا جب جنگ شروع ہوئی تو وہ وہاں سے باہر نہیں ہو سکتا تھا اس رئیس نے آخر پوپ کو لکھا پوپ کے ذریعہ وہ لڑکا وہاں سے آسکا۔ پس مسافروں کے لئے یہ کیسی خطرناک حالت تھی۔ پھر اس میں تبلایا گیا تھا۔ کہ زار کی حالت زار ہو گی۔ اگر زار کو قتل کردیا جاتا۔ تو اس کی حالت زار نہیں

ہو سکتی تھی۔ زار کی حالت اس وقت زار ہوئی تھی کہ اس کو تخت سے علیحدہ کر کے بُرے حالوں رکھا جاتا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ پھر اسکے زار ہونے کی انتہا یہ ہے کہ اس کی بیٹیوں کے ساتھ اس کی آنکھوں کے روبرو ظالموں نے زنا کیا اور پھر ان کو گولی مار دی۔ کیا اس سے بڑھکر بھی کسی کی حالت زار ہو سکتی ہے۔ روس کی حالت کی تباہی کا بھی اس پیشگوئی میں اشارہ تھا۔ روس وہ طاقت ہے کہ جب وہ جنگ میں شامل ہوا تو "سٹیم رولر" کا خطاب دیا گیا سول نے اس عنوان سے مضمون لکھا اور ظاہر کیا کہ اب جرمن کی خیر نہیں جب ولایت کے اخبار آئے تو ان میں بھی اسی عنوان سے مضمون درج تھے اسپر سول نے فخر کیا کہ یہ تائید غیبی ہے کہ جو ہم نے عنوان مقرر کیا تھا۔ یورپ کے اخباروں نے بھی وہی عنوان لکھا۔ روس کے جنگ میں شامل ہونے پر لارڈ کرزن نے اپنی افواج متعینہ فرانس کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ آپ لوگ کوشش کر کے جلد برلن پہنچیں کہیں ایسا نہ ہو روس آپ سے پہلے وہاں پہنچ جائے مگر جب تک بدقسمت روس اتحادیوں کے ساتھ رہا ان کی حالت اچھی نہیں رہی اور وہ "سٹیم رولر" جسپر فخر کیا جاتا تھا ایسا پس پا ہوا کہ اپنے ہی لوگوں کو پامال کرتا چلا گیا۔ یہ اس لئے ہوا کہ خدا کا نوشتہ پورا ہو ع زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار ؎

تقسیم بنگالہ کی پیشگوئی

پھر آپ نے سنہ ۱۹۰۶ء میں جب تقسیم بنگالہ ہوئی۔ خدا کی طرف سے علم پا کر اعلان شائع کیا۔ بنگالیوں کے متعلق جو حکم شائع کیا گیا تھا۔ اب انکی دلجوئی کی جائے گی۔ گورنمنٹ نے جو فیصلہ کیا تھا اسپر ہر قسم کی ترمیم و تنسیخ سے انکار کر دیا گیا۔ اور پارلیمنٹ میں اس کے برقرار رہنے کے متعلق لارڈ کریو نے صاف طور پر کہدیا تھا۔ جس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی یہ پیشگوئی شائع ہوئی تو اخباروں میں لکھا گیا کہ یہ ایک مجنونانہ خیال ہے۔ مگر جب شہنشاہ معظم آئے تو خلاف توقع وہ فیصلہ منسوخ کرنا پڑا اور اس میں ترمیم کی گئی۔ اور اسی لارڈ کریو نے اس شاہی حکم کو پڑھکر سنایا۔ جس کے خلاف وہ خود اقرار کر چکا تھا ؎

بشپ لیفرائے کو چیلنج

بشپ لیفرائے کو آپ جانتے ہونگے وہ جب لاہور میں

آئے اور انہوں نے اسلام کے متعلق لیکچر دینا شروع کیئے۔ تو اس وقت حضرت اقدسؑ نے ان کو لکھا کہ آؤ ہم روحانی مقابلہ کریں۔ مسیحؑ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں رائی کے برابر ایمان ہوگا تو تم اگر پہاڑ کو کہو گے کہ چل تو وہ چل پڑیگا اور اندھوں کو آنکھیں اور لولے لنگڑوں کو ہاتھ پاؤں بخشو گے۔ پس میں جو محمد رسول اللہ کا غلام ہوں آج ان برکات کو اپنے اندر رکھتا ہوں آپ میرے مقابلہ میں آئیں اور دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ صورت مقابلہ یہ ہوگی کہ چند مریض جن کی صحت سے ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں انتخاب کیئے جائیں آدھے آپ لیں آدھے میں۔ پھر آپ بھی دعا کریں اور میں بھی کرونگا پھر دیکھینگے کہ کس کے زیادہ مریض اچھے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے مریض زیادہ اچھے نہ ہوئے تو ثابت ہوگا کہ عوام عیسائیوں کا کیا مذکور بشپ بھی رائی بھر ایمان سے خالی ہیں۔ جب حضرت مسیح موعودؑ نے یہ شائع کیا تو "پائنیر" نے اس کا نام "بریڈوٹ" رکھا اور اس مقابلہ کے لئے پادریوں اور بشپ صاحب کو آمادہ کیا مگر آپکے مقابلہ میں کوئی نہ آیا۔

سگ گزیدہ اچھا ہوگیا

اسی طرح ایک عبدالکریم نام حیدرآباد کا لڑکا یہاں آیا تھا اسے دیوانے کُتّے نے کاٹا اس کو کسولی بھیجا گیا وہاں علاج کرنے کے بعد اسکو دورہ ہوگیا۔ پھر تار دیا گیا کہ اب کیا کریں۔ وہاں سے جواب آیا اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ اب تو موت ہے۔ حضرتؑ کو اطلاع دی گئی آپنے فرمایا کہ یہ دُور سے آیا ہے اگر یہ مرگیا تو اس کے والدین کو ابتلا آئیگا۔ اس لئے آپنے دعا کی۔ اور وہ لڑکا اچھا ہوگیا اب تک زندہ ہے اور اپنی تجارت میں مشغول ہے۔ یہ واقعہ ہمارے دوست کیپٹن ڈاکٹر حبیب اللہ شاہ صاحب نے جن دنوں کہ وہ ابھی میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے ایک طالب علم سے بیان کیا اس نے کہا کہ یہ کوئی معجزہ نہیں ہے کیونکہ ایسی حالت میں بھی علاج ہوسکتا ہے۔ اتفاق سے اس دن یا اس سے دوسرے دن پروفیسر نے اسی موضوع پر لیکچر دیا۔ ہمارے شاہ صاحب نے کہا کہ کیا جب علاج کے بعد دورہ ہوجائے۔ پھر بھی علاج سے اس میں کامیابی ہوسکتی ہے۔ پروفیسر نے کہا کون بے وقوف کہتا ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے۔ شاہ صاحب نے اس طالب علم کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ صاحب فرماتے ہیں۔ تو ایسا مریض جسکے لئے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کا علاج

نہیں ہو سکتا۔ حضرت مرزا صاحبؑ کی دعا سے اچھا ہو گیا۔

ایک مردہ زندہ ہوا

پھر ہمارے نواب محمد علی خانصاحب جو ہز ہائینس نواب مالیر کوٹلہ کے ماموں ہیں ایک بڑے رئیس ہیں جب وہ حضرت اقدسؑ کے وقت میں مالیر کوٹلہ کی رہائش ترک کر کے مع خاندان قادیان میں آگئے۔ تو چند دن کے بعد ان کا چھوٹا لڑکا عبدالرحیم خان سخت بیمار ہو گیا۔ دو اسسٹنٹ سرجن معالج تھے انہوں نے جواب دیدیا۔ ہمارے حضرت مولوی نورالدین صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفۂ اوّل ہوئے۔ آپ علاوہ دیگر علوم کے فن طب میں خاص شان رکھتے تھے اور مہاراجہ کشمیر کے معالج تھے غالباً آپ جانتے ہونگے (مخاطب نے کہا کہ میں واقف ہوں) آپ بھی علاج فرماتے تھے آپ باوجود علم طب میں متبحر ہونیکے بوجہ خدا سے تعلق رکھنے کے کبھی مایوس نہیں ہوا کرتے تھے۔ آپ نے بھی نظر بحالات موجودہ کہدیا کہ اب چند ساعت کا مہمان ہے۔ اس وقت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خیال ہوا کہ ابھی یہ ترک وطن کر کے آئے ہیں اگر یہ واقعہ ہو گیا تو ان کے رشتہ دار کہیں گے کہ یہ وہاں جانیکا سبب ہے اس لئے آپ نے دعا شروع کی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ اس کے متعلق اب قضاء مقدر ہو چکی ہے۔ اس پر آپ نے خدا کے حضور عرض کی کہ خدایا اگر قضاء مقدر بھی ہو چکی ہے تو میں اس بچہ کی شفا کے لئے شفاعت کرتا ہوں (ہماری ہاں ایک شفاعت کا بھی مسئلہ ہے جس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ شفیع کے اظہار مرتبت کے لئے بعض دفعہ اللہ تعالیٰ شفاعت کے لئے اذن فرمادیا کرتا ہے) جواب ملا۔ میری بے اجازت شفاعت کرنیوالے تم کون۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر غشی کی سی حالت طاری ہو گئی۔ اور میں سمجھا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی اور میں گر پڑا جب یہ کیفیت ہوئی تو الہام ہوا کہ ہاں تجھ کو شفاعت کی اجازت ہے۔ حضرت اقدسؑ نے پھر شفاعت کی اور وہ لڑکا تندرست ہو گیا۔ اب ماشاءاللہ جوان ہے

لاغلبن انا ورسلی کا نظارہ

الغرض دنیا نے آپ کے مقابلہ میں بہت کوشش کی کہ آپ کو مٹا دے۔ لیکن چونکہ خدا آپ کی طرف

تھا۔ اس لئے دنیا آپ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکی۔ آپ کی قوم نے آپ پر مقدمے کیئے۔ اور جھوٹے مقدمات میں شہادتیں دیں۔ آپ کو زہر سے ہلاک کرنا چاہا۔ آپ کو قتل کرنیکی کوششیں کی گئیں۔ اور ایک وقت میں آپ کی دشمنی میں مسلمانوں کے بچوں کو زہر سے ہلاک کیا گیا۔ اس وقت جبکہ آپ کی مخالفت زوروں پر تھی ادھر یہ سامان تھے ادھر آپ کو پہلے سے ہی خدا کی طرف سے اطلاع مل چکی تھی جو شائع کر دی گئی تھی کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچّائی کو ظاہر کر دیگا۔ دنیا کی آپ کی مخالفت میں بڑھتی چلی گئی۔ اور خدا کے زور آور حملے جلالی نشانوں کے ساتھ آپ کی صداقت ظاہر کر کے دنیا کو ادھر لاتے رہے ؎

یہ پیشگوئیاں قبل از وقت شائع ہوئیں

آنحضرتؐ کے وقت میں چونکہ پریس نہیں تھا۔ اس لئے لوگوں نے کہا کہ یہ باتیں بعد میں بنائی گئیں۔ لیکن یہ پیشگوئیاں جو آنحضرتؐ کی صداقت کیلئے کی گئی ہیں پریس کے ذریعہ قبل از وقت موافق و مخالف میں شائع کی گئیں اور ایک لمبا عرصہ وقوع کے قبل شائع کی گئیں اسلئے ان کے متعلق دشمن یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بعد میں بنائی ہوئی پیشگوئیاں ہیں کیونکہ یہ چھپی ہوئی دنیا کے ہاتھوں میں پہلے سے موجود ہیں ؎

سلسلہ برکات مسیح موعودؑ جاری ہے

بالآخر میں کہتا ہوں کہ وہ برکات جو مسیح موعودؑ کو دی گئیں وہ آپ پر ہی ختم نہیں ہو گئیں جیسا کہ مسیحؑ کی برکات مسیحؑ پر ہی ختم نہ ہو گئی تھیں آج بھی ہم میں ایسے ہیں جن سے خدا کلام کرتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ طریق فیصلہ یہ ہے کہ مریض لیکر دعا کرو خدا ہمارے زیادہ مریضوں کو صحت دیگا۔ یہ چیلنج ہماری طرف سے بارہا ہو چکا ہے اور انعام کے ساتھ ہے لیکن کسی مذہب نے ادھر توجہ نہیں کی ؎

فقیر مہر محمد خاں شہاب احمدی مالیر کوٹلوی
دار الامان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ختم نبوت

بجواب اسلامی چیلنج

رقم زدہ مولنا مولوی عبید اللہ صاحب احمدی مبلغ سینٹ پیری (مارشیس)

چند روز ہوئے کہ ہمارے بعض دوست شہر پورٹ لوئی گئے جو مارشیس کا کیپٹل ہے انکی معرفت مخالفوں کی طرف سے بیس کے قریب پمفلٹ جنپر میرا نام لکھا ہوا تھا مجھے پہنچے ۔ میں نے ان سب کا جواب دینا اس لئے ضروری نہ سمجھا کہ ان تمام باتوں کے جوابات ہماری طرف سے سینکڑوں دفعہ دیئے جا چکے ہیں ۔ بعض باتیں جن کا جواب دینا ضروری سمجھا اس کی غرض صرف یہ تھی کہ یہاں کے لوگ مبسوط کتابوں کو پڑھنا ذرا دشوار سمجھتے ہیں ۔ اور چھوٹی کتاب کو بہت جلد پڑھ لیتے ہیں ۔ اسمیں زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا ۔ اس لئے مسئلہ ختم نبوت کا جواب میں نے چھوٹے رسالہ کی صورت میں دیا ہے ۔ اور وہ بھی مخالفین کے مسلمات سے چنانچہ اس وقت میں جس پمفلٹ کا جواب لکھتا ہوں اس کا نام "اسلامی چیلنج" ہے ۔ جو مونگیری مولویوں کی طرف سے لکھا گیا ہے ۔ اور اس میں بڑے زور سے کہا گیا ہے کہ کوئی مرزائی اس کا جواب نہ دے سکتا ہے اور نہ دیگا ۔ اس میں ختم نبوت پر بڑا زور مارا ہے اور کوشش کی ہے کہ کسی طرح نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت ابتر ثابت ہو جائیں اور آپ کی نسل روحانی کا سلسلہ منقطع ثابت ہو جائے ۔ اور اس کی تائید میں بہت سی احادیث پیش کی ہیں ۔ حالانکہ ان تمام احادیث کا نہایت مدلل اور مسکت اور مفصل جواب ہماری طرف سے دیا جا چکا ہے ۔ دیکھو "ختم نبوت کی حقیقت" مصنفہ مولوی عمر الدین صاحب اور "النبوۃ فی خیر الامۃ" مصنفہ

شیر اسلام اور کتاب لاجواب حق الیقین مصنفہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب بسمل۔ چونکہ خداتعالے کا منشا ہے کہ اس جزیرے کے گوتے کونے میں تبلیغ احمدیت کا ڈنکا بجائے۔ اسلئے اس نے ہماری شہرت کا سامان ان مونگیری مولویوں کی معرفت کرادیا ہے۔ کیونکہ ہمارا دشمن اسوقت تک ہمارے نزدیک نہیں آسکتا جب تک اس کے ہاتھ میں ہتھیار نہ ہوں۔ اب خدا نے یہ سامان کردیا کہ انہیں مونگیر کے نیز ہتھیار مل گئے ہیں اب وہ ضرور بالضرور ہم پر حملہ کرینگے۔ مگر خدا کے فضل سے جب وہ اپنے ہتھیاروں کو کند اور بیکار پائینگے تو خود بخود شکار احمدیت ہو جائینگے سو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالی ان سب نیک روحوں کو احمدیت کے قریب لائے تاکہ وہ اس کے اثمار شیریں سے متمتع ہو کر رضوان اللہ کا مرتبہ حاصل کریں۔ آمین

اعتراض اوّل "قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبوت کا دعوی کرے وہ یقیناً جھوٹا ہے کیونکہ خاتم النبیین کے معنی لغت عرب میں اور محاورہ عرب میں آخر النبیین کے ہیں۔ یعنی تمام انبیاء اور ہر قسم کے نبیوں کے بعد آنے والے پھر آپ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں" اسلامی جلیبی ص۱

جواب اوّل معترض کا یہ کہنا کہ قرآن اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت کے بعد جو نبوت کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے دعوی بے حقیقت اور بے اصل اور محض جہالت کا نتیجہ ہے کیوں جناب من کیا سب اہل سنت کا یہ مسلمہ عقیدہ نہیں کہ حضرت عیسٰی نبی اللہ آسمان سے نزول فرمائینگے۔ کان کھولکر سنو تمہارا پیر بخش لاہوری رسالہ "رفع عیسے" میں کیا کہتا ہے۔

نزول عیسے علیہ السلام پر ایمان لانا ایسا ہی ہے جیسا قیامت اور حشر اجساد پر" ص۱

پھر اسی کتاب کے ص۱۵ کو پڑھو کہ نزول عیسے علیہ السلام پر کتنی حدیثوں کا طومار باندھ دیا ہے۔ کیا پھر وہ عیسے ع نبی اللہ۔ رسول اللہ ہونگے یا نہیں۔ اگر ہونگے جیسا کہ سورہ مریم ع سے ثابت ہے وجعلنی نبیًّا"۔ اور پارہ سوم سے کہ رسولاً الی بنی اسرائیل تو اعتراض باطل۔ اگر معزول ہوں گے تو ثبوت بقید آیت و احادیث صحیحہ دو۔

جواب دُوم پھر مولنا صاحب نانوتوی جو آپکے علماء دیوبند میں سے قرآن و حدیث کے ماہر ہیں اپنی کتاب تحذیر الناس کے ص۲۸ پر فرماتے ہیں:۔

"یا" بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔"

افسوس اور ہزار افسوس آپ کی حالت پر کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت پر تو بہت چیخے اور چلائے۔ مگر مولانا قاسم صاحب سے یہ نہ پوچھ لیا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں کہ آنحضرت کی صحیح احادیث "لا نبی بعدی" "انا العاقب" ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت" کے خلاف یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کے آنے سے ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔

(ب) پھر سنو تم کو وہ کیا بناتے ہیں۔ اور کیا خطاب دیتے ہیں۔ تحذیر الناس صہ ۲

"اول معنی خاتم النبیین کے معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے۔ کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔"

اس حوالہ سے معلوم ہو گیا کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نبی نہیں آئیگا اس کو عوام کا خیال ظاہر فرماتے ہیں۔ اب آپ خود سمجھ لیں +

جواب سوم ۳ اب دیکھو کہ آپ کے مسلمہ مفسر درمنثور فی التفسیر بالماثور للامام السیوطی۔ پانچویں جزء صہ ۲۰۴ مطبوعہ مصر میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے حدیث عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ" کو لا کر آیت مذکورہ کے معنے کھولتے ہیں۔ اگر ان کے نزدیک آیت کے وہی معنی ہوتے جو مونگیری مولوی خیال کئے بیٹھے ہیں تو اس حدیث کو اس کی تفسیر میں ہرگز ہرگز نہ لاتے۔ آپ کے نزدیک کیا وہ محاورہ عرب لغت عرب قرآن اور احادیث سے ناواقف تھے۔

جواب چہارم "آنحضرت کے بعد کسی نبی کے نہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ لغت عرب اور محاورہ عرب میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں بحوالہ قاموس ولسان العرب۔"

تھوڑی دیر کے لئے ہم آپکے معنی تسلیم کر لیتے ہیں اور یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین کے لئے جاویں تو پھر تمام اہل سنت کے مسلمہ

عقیدے کو کیا کروگے کہ عیسے علیہ السلام آخری زمانہ میں دوبارہ نزول فرمادینگے۔ تو اس صورت میں کون آخر النبیین ہوگا۔ حضرت عیسےٰ یا آنحضرت ملاحظہ ہو قول امام سیوطی تحذیر الناس ص۳۳ "وھذا یاتی عیسی فی اٰخر الزمان"

افسوس جو قاعدہ آپنے خود ہی بنایا اُسے خود ہی توڑا

جواب نمبر ۸ حضرت عائشہ صدیقہ کے علم وفضل سے آپ خوب واقف ہیں۔ وہ مونگیری ملاؤں سے بڑھکر قرآن اور احادیث رسول۔ اور محاورہ عرب ولغت عرب کو اعلےٰ درجہ کا سمجھنے والی تھیں اور آنحضرت کے حرکات وسکنات سے واقف دیکھو وہ کیا معنے خاتم النبیین کے کرتی ہیں :-

"قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ (تکملہ مجمع البحار ص۸۵)

یہ کہو کہ آپ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب اس حدیث نے بتادیا کہ خاتم النبیین کے معنے وُہ نہیں جو نادان ملاں سمجھے بیٹھے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی آئیگا۔ بلکہ اس کے معنے ما یختم بہ یا ما یطبع بہ کے ہیں یعنی آپ کی ذات بابرکات مثل اس منقوش نگینہ کے ہے جس کے ساتھ انبیاء اللہ کی کتاب نبوت پر مہر تصدیق کی جاتی ہے۔ بغیر آپ کی تصدیق کے ان کی نبوت مصدق نہیں سمجھی جاتی۔

(۲) تفسیر فتح البیان میں ہے انہ صار کالخاتم الذی یختمون بہ ویتزینون بکونہ منہم یعنے انبیاء آنحضرت کے وجود کو اپنے گروہ کے لئے موجب زینت سمجھتے ہیں (۳) ابن خلدون لکھتے ہیں یطلق لفظ الخاتم علی اثر الناشی عنہ یعنی اس نشان پر بولا جاتا ہے۔ جو مہر لگانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کی غرض کسی امر کی تصدیق یا صحت یا حفاظت ما فی الظرف ہوتی ہے۔ اور ان تینوں معنوں کے رو سے آیندہ نبوت بند ہونے کا مفہوم نہیں نکلتا (۴) الختوا تیم ارادبہا اشیاء یعرفون بہا (مجمع بحار الانوار) خاتم النبیین کے معنے علامت النبیین۔ یعنی آپکی ذات معیار نبوت ہے۔ جو علامت خدا تعالیٰ نے آنحضرت کے لئے رکھی ہے۔ وہ معیار صداقت کل انبیاء ہے (۵) اگر بالکسر خاتم ہو۔ تو گو اس کی تائید کسی صحابی سے نہیں

ہوتی۔ تاہم اس کے معنی مہر والے ہی ہونگے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ انبیاء کے خداوند مہر یعنے سلطان النبیین سید المرسلین ہیں اور اگر مفعولی قرار دیا جاوے تو معنے ہونگے۔ الذی ختم علی صدق دعوتہ النبیون آپ کے دعویٰ کی صداقت پر انبیاء نے مہر کی۔ اگر ختم الشئے یختمہ ختما اے بلغ آخرہ معنے لئے جاویں تو بھی اس کی یہی معنی ہونگے کہ آپ ازروے کمالات اقصے مدارج نبوت پر پہنچ گئے ہیں۔ یعنی بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی۔

اعتراض دوم} "ابن ماجہ میں ابوامامۃ الباہلی سے ایک حدیث مروی ہے۔ اس میں رسول اللہ کا یہ ارشاد ہے انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم اسپر غور کرو۔ کہ اس حدیث میں صاف لفظ آخر الانبیاء ہے۔ خاتم الانبیاء نہیں ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ خاتم الانبیاء کے معنی آخر الانبیاء ہیں۔" اسلامی چیلنج۔

جواب اول} مولنا عبدالشکور صاحب ذرا ہوش سنبھال کر جواب دیں کہ آنحضرت کا اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خبر دینا اور دوسری طرف آپ کا اپنے آپکو آخر الانبیاء فرمانا کیا بتاتا ہے۔ حالانکہ آپ نزول عیسےٰ کی احادیث اور آخر الانبیاء کی سب احادیث صحیح اور غیر مؤول مانتے ہیں۔ اب یہ دونو معارض پڑی ہیں۔ انہیں سے کونسی صحیح اور کونسی غلط ہے۔

جواب دوم} اگر آپ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء یعنی ہر قسم کے نبیوں کے بعد آنیوالے ہیں اور آپکے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں تو آپ کی خدمت میں میری یہ التماس ہے کہ آپ صحیح مسلم کی اس حدیث کے کیا معنے فرماتے ہیں۔ جو باب فضیلت الصلوۃ فی المسجد المدینۃ ومکہ کتاب الحج میں آتی ہے:۔

"انی آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد"۔

ترجمہ میں انبیاء کا آخر ہوں اور میری مسجد مسجدوں کا آخر ہے۔

اگر آپ میں کچھ دیانت اور امانت ہے۔ تو مجھے بتائیے کہ کیا اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ میری مسجد کے بعد اب کوئی مسجد دنیا میں تعمیر نہ ہوگی۔ آیا تیرہ سو سال میں کوئی مسجد امت مسلمہ میں تعمیر ہوئی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو اعتراض باطل۔ اور اگر کہو کہ نہیں ہوئی

تو یہ واقعات کے خلاف ہے پس اگر آخر الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو آخر المساجد کے بھی یہی معنے کرنے پڑینگے۔ کہ اب کوئی مسجد بھی دنیا میں نہیں بن سکتی اب جب کہ "وحی خداوندی کی تفسیر صاحب وحی نے کردی ہے"۔ تو اس صورت میں نہ ماننا دونوں کا انکار ہے۔

جواب سوم } وہی ہے جو میں پہلے سوال کے دوسرے جواب میں دے چکا ہوں +

اعتراض سوم } "سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی"۔ میری امت میں تیس جھوٹے ہونگے اور ہر ایک اپنے آپ کو اللہ کا نبی سمجھیگا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کسی قسم کا نبی آنے والا نہیں۔

جواب اوّل } افسوس ہے کہ معترض چونکہ ایک ہی بات کو بار بار دھراتا ہے مجبوراً ہم کو بھی اس کا جواب دینا پڑتا ہے۔ نزول عیسے ؑ کا عقیدہ سب مسلمانوں کے نزدیک مسلمہ ہے دیکھو تحذیر الناس ص ۱۴ علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شریعت جدید نہیں ہو سکتا۔ اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا۔ وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا۔ چنانچہ تقی الدین سبکی سے جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ الاعلام بحکم عیسے ؑ میں نقل کرتے ہیں:۔

ولھذا یاتی عیسے علیہ السلام فی اٰخر الزمان علی شریعتہ الخ

اب مولنا صاحب بتائیے وہ بھی جھوٹے ہونگے؟ نبی اللہ ہونگے یا نہیں ختم نبوت کے توڑنے والے ہونگے یا نہیں افسوس جو باتیں تم بتاتے ہو تمہارے مسلمات ہی ان کو لازم بنا دیتے ہیں۔

رہا آپ کا یہ اعتراض کہ لا نبی بعدی میں لا نفی جنس کا ہے اس لئے نبی کی نفی کی گئی ہے"۔ سو اس کا جواب کان کھول کر سنو۔ مبادا کہیں یہ اعتراض دوبارہ کردو اور کسی سے منہ کی کھاؤ۔ اس کا پہلا جواب تو وہی ہے جو ائمہ اسلام نے دیا ہے جو قرآن احادیث اور محاورہ عرب لغت کو تم سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ چونکہ ان کی تشریح

قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اس میں چون وچرا کرنے کی مجال نہیں دیکھو تمہارے مسلمہ بزرگ امام شعرانی کی تشریح جو اس حدیث پر اپنی کتاب الیواقیت والجواہر مطبوعہ مطبع میمنہ کی جلد دوم صـ۲۲ میں فرماتے ہیں :-

"فان مطلق النبوۃ لم یرتفع وانما ارتفع نبوۃ التشریع کما یوئدہ حدیث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ فقد قامت بہٖ النبوۃ بلاشک وقولہ صلعم لا نبی بعدی ولا رسول بعدی المراد بہٖ لا مشرع بعدی"

ترجمہ نبوت مطلقہ کا سلسلہ بند نہیں ہوا صرف نبوۃ تشریعی بند ہوگئی جیسے کہ یہ حدیث جسنے قرآن حفظ کیا نبوۃ اس کے دونو پہلوؤں میں درج ہوگئی۔ اس کی تائید کرتی ہے پس اس سے بلاشبہ نبوۃ قائم ہوگئی اور آنحضرت صلعم کا یہ قول کہ میری پیچھے کوئی نبی نہیں اور نہ رسول۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی تشریعی نبی آپ کے بعد نہیں"

اب اس قول نے نہایت صفائی سے بتا دیا کہ حدیث لانبی بعدی اور لا رسول کے کیا معنی ہیں لو اگر تسلی نہ ہوئی تو میں دوسرا حوالہ اسی حدیث کی تشریح میں سید الاولیا حضرت محی الدین ابن عربی شیخ اکبر کا درج کرتا ہوں جیسے وہ اپنی کتاب فتوحات مکیہ کی جلد ۲۔ صـ۳ پر پچیسویں سوال میں فرماتے ہیں

"فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ لھذا قلنا ارتفعت نبوۃ التشریع فھذا معنی لا نبی بعدی"

نبوت بالکل نہیں اٹھی بلکہ تشریعی نبوۃ اٹھ گئی ہے۔ یہ معنی ہیں لا نبی بعدہ کے

پھر فرماتے ہیں۔

"فعلمنا انہ قولہ لا نبی بعدہٗ لا مشرع خاصۃ لا انہ یکون بعدہٗ نبی"

پس ہم نے یقین کر لیا کہ لانبی بعدہ سے شرعی نبی کا امتناع نکلتا ہے نہ یہ کہ آپکے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔

پھر حضرت عائشہ رضہ کا قول جو لانبی بعدہٗ کو صاف کر دیتا ہے اور حضرت امام طاہر بھی اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں

"وھذا ناظرٌ علی نزول عیسیٰؑ و ھذا ایضاً لاینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی بعدہٗ ینسخ شرعہ"

حضرت عائشہ کا قول دلیل ہے نزول عیسےٰ پر اور عیسے نبی اللہ کا نازل ہونا حدیث لانبی بعدی کے منافی نہیں ہے کیونکہ لا نبی کا منشا یہ ہے کہ کوئی نبی جو آپکی شریعت کو منسوخ کرنیوالا ہو آپکے بعد نہ ہوگا۔

کیا اس قدر لوگ لانفی جنس کو نہ سمجھنے والے تھے۔ اور محاورہ عرب و لغت سے محض بے بہرہ تھے۔ پس خدا کیلئے مخلوق خدا کو مت بہکاؤ خدا سے ڈرو ایک روز مر کر اس کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ اگر آپ کو اس سے بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو میں ایک خاص کتاب سے جو آپ کی جماعت سے نکلی ہے لانبی بعدی کے معنے بتا دیتا ہوں۔ ملاحظہ ہو کتاب شہادت آسمانی ص ۶۵ میں آپکے دوست مولوی عبدالعزیز بی۔ اے۔ ایل بھاگلپوری فرماتے ہیں :-

"جسطرح عربی کا یہ جملہ مشہور ہے کہ لافتیٰ الا علی لا سیف الاذوالفقار یعنی کوئی جوان نہیں ہے مگر حضرت علی اور کوئی تلوار نہیں مگر حضرت علی کی تلوار جسکا نام ذوالفقار ہے + اب نہایت ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہو کہ حضرت علی کے سوا کوئی جوان نہیں ہے۔ ص ۶۴ بلکہ یہ مطلب ہے کہ حضرت علی ایسے عالی حوصلہ اور صاحب قوت جوان ہیں کہ اُن کے مقابلہ میں گویا دوسرا جوان نہیں ہے" ص ۶۵

اب فرمایئے جناب مولنا صاحب آپ کا وہ قاعدہ کہاں چلا گیا۔ جب ایسے صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ایسے صاف جملہ سے جو چاہیں مطلب نکال لیں تو . اگر ہم بھی لانبی بعدی کے وہی معنی لیں جو آپکے بی۔ اے صاحب نے اور تمام ائمہ اسلام نے لئے ہیں۔ تو اس میں کونسا غضب ہو جاتا ہے۔ افسوس اتنی ٹھوکریں کھاتے ہو۔ اور پھر نہیں سمجھتے۔

تیسرا جواب اسکا یہ ہے۔ دیکھو بخاری علامات النبوۃ فی الاسلام)

اذا ھلک کسری فلا کسری بعدہٗ جب کسریٰ مرجائیگا۔ تو کوئی کسریٰ اس کے بعد نہ ہوگا

اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ اور جب قیصر مرجائیگا تو کوئی قیصر اس کے بعد قیصر نہ ہوگا

اب خدا کے لئے غور کرو کہ یہ دونوں جملے۔ لا نبی بعدی ۔ اور لا قیصر ۔ ایک ہی قسم کے جملے ہیں یا نہیں۔ کیا دیانت دار محدثین نے اسپر ہاتھ پاؤں مار کر یہی مطلب نہیں نکالا کہ قیصر کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا۔ جو پہلے قیصر جتنی حکومت رکھتا ہو۔ چنانچہ فتح الباری میں اس حدیث کے نیچے لکھا ہے۔

قال الخطابی معناہ فلا قیصر بعدہ یملک مثل ما یملک ۔ پس لا قیصر

نے لانبی کے معنی صاف کر دئے کیونکہ قیصر کے بعد اس کا بیٹا قیصر ہوا۔ پس اسی طرح لانبی بعدی کے ہونے ہوئے حضرت مسیح موعود جو آپ کے فرزند روحانی تھے۔ آپ کے بعد نبی ہوئے +

چوتھا جواب اگر آپ لانبی بعدی سے مراد لانفی جنس کا لیتے ہیں۔ تو ان احادیث کا آپکے پاس کیا جواب ہے۔ لادین لمن لا عھد لہ "لاایمان لمن لاامانۃ لہ" "لانکاح الا بولی" "لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب" "لاحسد الا فی اثنین"

اعتراض چہارم رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ کہ میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے۔ جس کے بعد کوئی نبی نہیں جس طرح پہلی حدیث سے ثابت ہوا تھا کہ حضور انور صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے بھی ثابت ہوا" اسلامی چیلنج ملخص

جواب اول اس حدیث کا بھی صاف مطلب ہے۔ اور اس حدیث کو خود رسول صلعم کی حدیث نے نہایت ہی واضح کر دیا ہے۔ دیکھو بخاری "انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اخوۃ علاۃ لیس بینی وبینہ نبی" اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ میں حضرت عیسی سے سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں اور انبیاء علاتی بھائی ہیں میرے اور عیسی کے درمیان کوئی نبی نہیں +

اب یہ دونوں جملے کہ لیس بعدہ نبی اور لیس بینی وبینہ نبی ایک ہی قسم کے ہیں اب بات یوں بنی کہ میرے پہلے عیسے کے زمانہ تک کوئی نبی نہیں۔ اور میرے بعد بھی کوئی نبی نہیں۔ خواہ یوں کہو کہ حضرت عیسے ؑ کے بعد بھی کوئی نبی نہیں زمانہ بعثت آنحضرت تک۔ اور آنحضرت کے بعد بھی کوئی نبی نہیں زمانہ قیامت تک۔ ان الفاظ نے بتا دیا کہ جو معنی آنحضرت کے پہلے نبی نہ ہونے کے ہیں۔ وہی بعد میں نبی نہ ہونے کے ہیں۔ جب ہم اصل حقیقت پر غور کرتے ہیں۔ تو واقعات بتاتے ہیں کہ حضرت عیسے ؑ کے بعد تین رسول اصحاب القریہ (انطاکیہ) کی طرف بھیجے گئے۔ جن کا ذکر سورہ یسین میں موجود ہے۔ اور مفسرین مانتے ہیں کہ وہ عیسے علیہ السلام کے حواری

میں سے تھے۔ چنانچہ تفسیر کبیر والا علی فترۃ من الرسل کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ موسے ؑ سے عیسے ؑ کے زمانہ تک ایک ہزار نبی آیا۔ اور نبی کریم کے زمانہ تک صرف چار نبی آئے تین بنی اسرائیل میں سے اور ایک عرب میں سے جس کا نام حنظلہ بن صفوان ہے۔ پھر ایک دفعہ خالد بن سنان آنحضرت صلعم خدمت میں آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا باپ نبی تھا اب معاملہ بالکل صاف ہوگیا۔

اور پھر اس حدیث کی تشریح حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی کرتے ہیں۔

"والمراد انه لم یبعث بعد عیسی نبی بشریعۃ مستقلۃ وانما بعث بعدہ من بعث بتقریر شریعۃ عیسی علیہ السلام"
(فتح الباری)

ترجمہ یا یہ مراد ہے (لیس بینی وبینہ نبی) کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے بعد مستقبل شریعت کے ساتھ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ اور وہ جو آپ کے بعد مبعوث ہوئے۔ وہ شریعت عیسوی کے ماتحت ہوئے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بتا دیا۔ کہ لیس بعدہ نبی سے میری وہی مراد ہے۔ جو لیس بینی وبینہ نبی سے ہے۔ خدا تعالیٰ تم لوگوں کو سمجھ دے کہ تم لوگ بلا سوچے سمجھے اعتراض جڑ دیتے ہو۔ اور نہیں سمجھتے کہ ہماری تلوار ہمارے ہی سر پڑے گی۔

اعتراض پنجم حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ "ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی" رسالت اور نبوت ختم ہوگی۔ پس کوئی نبی یا رسول میرے بعد نہیں۔ چیلنج ص ۲۵

جواب اول اول تو ہم اس حدیث کا جواب مختلف جگہ پر دے آئے ہیں۔ اور یہ کوئی نئی حدیث نہیں بلکہ وہی مضمون جو دوسری

دو ربنوں میں ہے۔ اس میں بھی پایا جاتا ہے۔ مگر ہم مولانا کی خاطر حضرت محی الدین صاحب کے الفاظ میں جواب دے دیتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب فتوحات مکیہ صہ۳ جز دوسری۔ باب تہتروّیں میں فرماتے ہیں:۔

"فان النبوۃ التی قد انقطعت بوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ھی نبوۃ التشریع لا مقامھا فلا شرع یکون ناسخًا لشرعہ ولا یزید فی شرعہ حکمًا اخر وھذا معنی قولہ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا یکون تحت حکم شریعتی

پس تحقیق وہ نبوت جو وجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ختم ہوگئی ہے۔ وہ نبوت تشریعی ہے۔ نہ مقام نبوت پس کوئی شریعت آپ کی شریعت کو منسوخ نہ کریگی اور نہ کوئی حکم آپ کی شریعت میں زیادہ کیا جاویگا اور یہی معنی ہیں۔ آنحضرت کے اس قول کے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی۔ پس میرے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں ہوگا۔ یعنی میرے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جو ایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے مخالف ہو بلکہ جب کوئی رسول ہوگا۔ تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا:۔

تعجب ہے اکابر اہل سنت کا ہمیشہ سے یہ مذہب رہا ہے کہ مسیح موعود آخری زمانہ میں آئے گا اور نبی اللہ ہوگا اور پھر حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت پر اعتراض کرتے ہیں *

صحیح مسلم کی حدیث بروایت نواس بن سمعان میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ فرمایا گیا۔ (۲) پھر سنن ابو داؤد میں ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس نبی۔ بینی و بینہ ای عیسٰی وانہ نازل۔ (۳) مولنا عبد الحی لکھنوی اپنی کتاب اجرالناس صفحہ ۸۵ پر لکھتے ہیں یاتی

عیسیٰ بن مریم فی اٰخر الزمان علٰی شریعۃ محمد وھو نبیؐ۔ (۴) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳) ان عیسیٰ بن مریم نبی ورسول اللہ لا خلاف انہ ینزل فی اٰخر الزمان۔

مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کم از کم ایک نبی اللہ آنے کے اکابر اہل سنّت قائل رہے ہیں۔ حتّٰی کہ بعض نے صاف طور پر اقرار کیا ہے۔ کہ نبوّت غیر تشریعی کا سلسلہ بند نہیں۔ لیکن ہمارا عقیدہ نہایت محفوظ ہے۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت تشریعی کا دروازہ بھی بند سمجھتے ہیں۔ اور ایسی نبوّت غیر تشریعی کے بھی قائل نہیں جو بغیر استفاضہ و اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہو۔ ہمارے نزدیک ایسے نبی کا آنا بھی ختم نبوّت کے خلاف ہے جو آنحضرتؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو چنانچہ حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں:۔

> آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھیرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپکے بعد براہ راست فیوض نبوّت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوّت صرف اسی شخص کو ملیگا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہو گا × × × × ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوّت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوّت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوّت چراغ نبوّت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو۔
>
> (ریویو بر مباحثہ)

یہی وجہ ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے بعد مسیح اسرائیلی آنے کے قائل نہیں کیونکہ نبوّت ختم ہو چکی ہے۔ اور حضور خاتم الانبیاءؐ کے بعد ایسا نبی غیر تشریعی بھی نہیں آسکتا جسے کمالات نبوّت بفیض اتباع نبوّت محمدیہ نہ ملے ہوں۔

اس موقعہ پر حضرت مرزا صاحبؑ اپنی نبوّت سے جو مراد لیتے ہیں وہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے تاکہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ آپ ایسی نبوّت کے مُدّعی تھے جس کے ساتھ شریعت ہوتی ہے۔ یا جو سابقہ شریعت کی ترمیم و تنسیخ کرتی ہے یا براہ راست ملتی ہے فرماتے ہیں:۔

"ولیس مرادہ من النبوۃ الا کثرۃ مکالمۃ اللہ وکثرۃ انباء من اللہ وکثرۃ ما یوحی ویقول ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولٰی بل ہی درجۃ لا تعطی الا من اتباع نبینا خیر الورٰی۔ والشریعۃ تبقٰی بحالہا لا ینقص منہا حکم ولا تزید ہدی ویقول انی احد من الامۃ النبویۃ ثم مع ذالک کان نبی اللہ نبیا تحت فیض النبوۃ المحمدیۃ والوحی الی ما ہی فلیست نبوتی الا نبوتہ۔

تصحیح

مجھے افسوس ہے کہ میری بیماری کی وجہ سے پچھلے رسالے کے کاپی پروف کی پوری نگرانی نہ ہوسکی اور منشی فضل حسین صاحب کے مضمون کا عنوان غلط چھپ گیا۔ صحیح عنوان "کلجگ کے کلگی اوتار کی آمد کا مژدہ" ہے۔ مضمون کے اندر بھی ایک جگہ کلگی اوتار کی بجائے کلگی پورا ان آگیا ہے۔ ناظرین تصحیح فرما دیں۔

کاتب کی ضرورت

قادیان میں کاتبوں کی بہت ضرورت ہے۔ ہمارے احباب توجہ فرمائیں یہ فن سیکھ کر نہ صرف سلسلہ کے تبلیغی کاموں میں معاون ہو سکتے ہیں بلکہ اپنی وجہ معاش کا خوب بندوبست کر سکتے ہیں۔ فی الحال اپنے قرب و جوار یا حلقہ واقفیت میں کوئی کاتب ہو تو اسی کو بھجوانے کا انتظام کریں۔ مگر کاتب کا خط اردو عربی بہت اچھا ہونا چاہیئے۔ اجرت معقول دیجائیگی۔ کاتب نہ ملنے کی وجہ سے پچھلے مہینہ ہمارے بعض اخبار نہیں نکل سکے۔ کیونکہ مضمون باہر بھیجکر لکھوانا سخت دشوار ہے۔

جب تک سید فروز شاہ صاحب مرحوم زندہ تھے تشحیذ کو کبھی دقت نہیں پیش آئی مگر اب تشحیذ کے لئے بھی کوئی کاتب نہیں۔ اس رسالہ کا مضمون میں نے دو بار قادیان سے باہر بھیجا مگر تمام لکھا آنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر مختلف کاتبوں سے لکھوایا ہے۔ اور بوجہ تنگی وقت مجھے شک ہے کہ رسالہ لیٹ نہ ہو جائے۔ باوجود اپنی سخت بیماری اور کاتب نہ ملنے کے رسالہ کو وقت پر شائع کرا دینا میں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل سمجھتا ہوں۔

چند مفید رسالے

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں حضرت مرزا محمود احمدؐ صاحب موجودہ خلیفۃ المسیح نے ایک رسالہ "صادقوں کی روشنی" لکھا تھا۔ وہ مدت ہوئی ختم ہو چکا ہے لیکن فائلوں کی الٹ پلٹ میں چند رسالے تشحیذ الاذہان کے ملے ہیں جنمیں "صادقوں کی روشنی" اور الوصیت نہایت اعلیٰ کاغذ پر تمام و کمال چھپی ہوئی موجود ہے۔ چونکہ یہ رسالے بھی نایاب ہیں اسلیئے میں اطلاع دیتا ہوں کہ جو صاحب لینا چاہیں ایک روپیہ فی رسالہ کے حساب سے خرید لیں۔ ورنہ پھر موقعہ ہاتھ سے نکل جائیگا۔ اسی طرح **مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی** والا ٹریکٹ جس میں مرزا سلطان محمد کی دستی تحریر کا عکس بھی ہے۔ ختم ہو چکا ہے مگر کچھ رسالے تشحیذ کے مل گئے ہیں جو ۸ فی رسالہ کے حساب سے دیئے جائینگے یہ رسالہ نہایت کم تعداد میں ہے۔ جو صاحب چاہیں جلد منگوالیں۔ مینیجر تشحیذ

ہر انگریزی مہینے کی ۵ تاریخ کو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

قادیان دارالامان

رسالہ تشحیذ الاذہان

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام منیجر	جلد ۱۴	نمبر ۱۱

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۹ء مطابق صفر ۱۳۳۸ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ غیر ممالک سے ہے طلباء سے عہ

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا۔

تشحیذ الاذہان کی اپیل

گذشتہ مہینے میں ان حضرات کے نام درج ہو چکے ہیں جنہوں نے جناب ناظر تالیف و اشاعت کی اپیل دربارہ تشحیذ الاذہان کی طرف توجہ کی۔ اس کے بعد بمقصلہ ذیل احباب نے اس کار خیر میں حصّہ لیا ہے:-

(۱) جماعت احمدیہ فیروز پور للعہ (۲) جماعت احمدیہ لاہور ۸عـــہ (۳) جناب خدا بخش صاحب سول ناظر جھنگ عــہ (۴) جناب ہاشم علی صاحب عہ (۵) بابو خلیل الرحمن صاحب عــہ (۶) جناب عبد الواحد صاحب سے (۶) جناب اللہ دین ابراہیم بھائی صاحب کل رقم اب تک دو سو بیس روپے ہوئی۔ اور مطلوب ہے ایک ہزار روپیہ اس اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کتنا کام باقی ہے بغیر اسکے نہ قرض ادا ہو سکتا ہے نہ فنڈ مستحکم۔ امید ہے احباب توجہ فرمائینگے

معذرت جب قادیان میں رسالہ لکھوانے کا انتظام نہ ہو سکا تو میں نے ۱۰۔ اکتوبر کو تمام مضمون یو۔ پی میں ایک کاتب کے پاس بھیجدیا۔ ۱۹۔ اکتوبر کو خط آیا کہ ۲۴ صفحے تک رسالہ لکھا جا چکا ہے اور تین چار روز میں بھیجدیا جائیگا اس کے بعد آجتک نہ کاتب کی خبر ہے نہ مضمون کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۲۔ نومبر کو جب بالکل مایوس ہو گیا تو نیا مضمون یہاں ایک کاتب کے حوالہ کیا اور اس نے راتوں رات کچھ لکھ دیا۔ جو صرف ۲ دن میں چھپوا کر اور سلوا کر ارسال کر رہا ہوں ۱۶ صفحے کم ہیں جو اگلے رسالہ کا حجم زیادہ کر دیا جائیگا۔ اس تنگ وقت میں نہ لکھوایا جا سکتا تھا نہ چھپوایا۔ خدا کرے کاتب کا انتظام ہو جائے اور یہ دقت پھر پیش نہ آئے ٭

درخواست مضمون منشی مولا بخش صاحب کشتہ منیجر اتحاد امرتسر اہل قلم اصحاب سے درخواست کرتے ہیں کہ حبیب خدا رسول مجتبیٰ کی سیرت پاک کے کسی نہ کسی نوع پر کوئی مضمون نظم یا نثر لکھکر ۲۵۔ نومبر تک ارسال فرما دیں جو اتحاد میں درج ہوگا ٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحید الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۹ء

چیلنج

بوعدہ انعام مبلغ یکصد روپیہ انگریزی

بخدمت سائر علماء و مشائخ و سجادہ نشینان فرق اسلامیہ اضلاع پشاور۔ ہزارہ۔ کوہاٹ و بنوں۔ و ڈیرہ اسمٰعیلخاں و ڈیرہ غازیخاں۔ و میانوالی و کامل پور و ملک سوات و غیرہ چھچھ و نواحی آن

یا معشر العلماء۔ آپ صاحبان کو یہ امر از روئے قرآن شریف و کتب دینیہ بخوبی معلوم ہوگا۔ کہ جب کبھی مخلوقِ خدا کا تعلق خدا تعالیٰ سے قطع ہو جاتا ہے اور لوگ اپنے پروردگار کی شریعت اور قوانین کی اطاعت سے غافل اور لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ اور عقائد اور اخلاق و اعمال میں حد اعتدال سے گر جاتے ہیں۔ اور گوناگون قسم کی بداعمالیوں اور ہلاکتوں اور ضلالتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور کتاب الشریعت مہجور اور ترک ہو جاتی ہے لوگ

بالعموم کتاب اللہ وراء ظہورھم کانھم لا یعلمون (سورۃ بقر) کے مصداق صحیح ہو جاتے ہیں یعنی کتاب اللہ کو پس پشت ڈالدیتے ہیں گویا کہ وہ اس سے آگاہ تک ہی نہیں۔ اور ہر طرف آیت ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس کا نقشہ جم جاتا ہے یعنی خونریزی اور مفسدے اور خرابیاں بحر و بر میں لوگوں کے اپنی ہاتھوں سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو ایسے حالات کے ماتحت خدا تعالیٰ ہی مخلوق پر رحم کر کے اور محض اپنی رحمانیت کے تقاضا سے کوئی نبی و رسول مبعوث کر دیتا ہے کہ وہ لوگوں کو دعوت الی اللہ کرے اور ناصح امین کا کام دے۔ اور ہلاکتوں اور ضلالتوں سے نجات دے اور انکے عقائد اور اخلاق اور اعمال کی اصلاح کرے اور ان کو از سر نو مسلمان بنا دے اور صراط مستقیم پر قائم کرے۔ جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے کر کے دکھایا۔ اور آیت یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (سورۃ الجمعہ) اس امر کی مصدق ہے۔ یعنی وہ خدا کا نبی لوگوں کو آیات اللہ پڑھکر سناتا ہے اور ان کے عقائد و اعمال و اخلاق کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب الشریعۃ کے تازہ بتازہ علم اور حکمت سے آگاہ کرتا ہے اور اس نبی کی آمد سے قبل ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ کھلم کھلا ضلالتوں میں مبتلا تھے پھر ایک جماعت کے حصہ کثیر کا تزکیہ نفوس کر کے انکو اپنے اسوہ حسنہ پر قائم کر کے خود وفات پا جاتا ہے اور مرفوع الی اللہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب میں جا گزین ہو جاتا ہے۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (سورۃ النساء)

الغرض نسل آدم کی اصلاح کے واسطے یہ سُنّت اللہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے مقرر ہوئی اور آپ لوگ ہم سے متفق ہیں کہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے زمانہ مبارک تک اسی سُنّت اللہ کا ظہور رہا اور خوب زور و شور سے رہا۔ ہاں آپکے برخلاف اور قرآن کریم و کلام اللہ کے ماتحت ہمارا یہ ایمان ہے کہ جب آنحضرت صلعم کے بعد ۱۳ سو سال گذر گئے اور تمام اقوام عالم بالعموم اور جمیع فرق اسلامیہ کے افراد۔ عوام اور علماء و سادات و فقراء و مشائخ اپنے عقائد میں قرآن کریم کے برعکس ہو گئے اور ان کے اخلاق

اور اعمال سیدنا حضرت محمد رسول صلعم اور انکے اصحاب کبار کی اتباع اطاعت اور
اسوہ حسنہ کے مخالف ہوگئے۔ اور - - - - ولقد اضل منکم جبلاً
کثیراً (سورۃ یٰسین) کے مصداق ہوکر کثرت اس مخلوق خدا کی ضلالت اور ہلاکت میں پڑ گئی
تو انکو دوبارہ اطاعت قرآن کریم و اتباع سیدنا حضرت محمد صلعم پر قائم کرنے کے واسطے
یا بالفاظ دیگر ان اسمی اور رسمی مسلمانوں کو از سر نو مسلمان بنانے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے
حضرت احمد جری اللہ علیہ السلام کو سرزمین قادیان میں مبعوث کیا۔ جس کا دعویٰ تھا کہ میں وہ
آنیوالا مجدد ہوں۔ جس کو امام مہدی آخر زمان یا مسیح موعود نبی اللہ کے نام سے یاد کیا
گیا تھا۔ اس مبارک انسان نے اپنی وفات اور مرفوع الی اللہ ہونے سے قبل قریباً
پانچ لاکھ لوگوں کو مسلمان را مسلمان باز کردند کا مصداق بنا دیا۔ اور خود رفیق اعلیٰ
یعنی خدا تعالیٰ کے قرب میں جا پہنچا۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ عبدک المسیح الموعود۔

یا معشر المشائخ آپ صاحبان بخوبی جانتے ہیں کہ یہ موعود انسان کوئی نیا انسان
یا نیا مدعی نہ تھا۔ یہ وہی مبارک انسان تھا جس کا انتظار تم کئی صدیوں سے نہایت
شوق سے کر رہے تھے اور جسکے ظہور کے واسطے آپ لوگ مساجد میں اور مجالس میں دعائیں
مانگتے تھے۔ اور جس کے ظہور پذیر اور مبعوث ہونے پر - - - اپنی دلی آرزوؤں اور خواہشات
کے پورے ہونے کو وابستہ رکھا تھا۔ اور جس کے دعویٰ کو سنتے ہی آپ لوگوں کا خیال تھا کہ
آپ نہ صرف ایمان لادینگے اور اسکی نصرت اور اعانت کرینگے بلکہ اسکے ساتھ مل کر صداقت
اسلام میں مخالفین پر فتوح اور نصرتیں حاصل کرینگے۔ مگر جب وہ مبارک انسان
خدا تعالیٰ کے انتخاب کرنے سے اٹھا اور اس کے اذن اور وحی سے مدعی ہوا اور آپ
لوگوں کو دعوت الی اللہ دی تو آپ لوگوں نے بمصداق آیت کریمہ فکلما جاءکم رسول
بما لا تھوی انفسکم ففریقاً کذبتم و فریقاً تقتلون (سورۃ البقرہ)
خدا تعالیٰ کے رسول کو رد کر دیا کیونکہ وہ جب آپ لوگوں کے خیالات اور خواہشات کے
خلاف آیا۔ تو آپ لوگوں نے اس پر فتویٰ کفر دیا۔ اور اس کو کافر اور دجال کہا
اور اس پر گوناگون فتاوے دئے اور ہر رنگ میں اس کی وحی اور تعلیم کو جھٹلا کر عوام الناس

کے سامنے پیش کیا۔ اور طرح طرح کے بہتان اور افترا کر کے اسکو رد کیا اور لوگوں کے نگاہ میں مذموم اور ممسوخ کر کے بتایا۔ اور ہر قسم کے استہزا اور تمسخر سے کام لیا۔
یاحسرۃ علی العباد ما یأتیہم من رسولٍ الا کانوا بہ یستھزء ون (سورۃ یٰسین) یعنی اے حسرت اور افسوس ہے ان لوگوں پر کہ ان کے پاس کوئی نبی اور رسول نہ آیا مگر انہوں نے اس پر تمسخر کیئے اور ٹھٹھے اڑائے ۔

یا ایہا العلماء۔ یہ پاک انسان جو حضرت احمد موعود علیہ السلام تھا۔ وہی مبارک وجود تھا جس کی آمد کی بشارت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (سورۃ صف) میں دی گئی تھی۔ یعنی حضرت عیسیٰ ناصری نے فرمایا تھا کہ میں ایک عظیم الشان رسول کے آمد کی خبر دیتا ہوں جو میرے بعد آنیوالا ہے اور اس کا نام احمد ہوگا۔ اور اسی مبارک وجود کے بارے میں قرآن مجید میں یہ پیشگوئی تھی کہ یتلوہ شاھدٌ منہ (سورۃ ہود) یعنی سیدنا حضرت محمد صلعم کے بعد اس کے نقش اور اتباع اور اطاعت میں بطور خلیفہ ایک عظیم الشان شاہد نبی آنیوالا ہے۔ جو سیدنا حضرت محمد صلعم ہی سے انوار اور فیوض اور برکت حاصل کرنیوالا ہے اور اسی میں سے ہوگا کوئی غیر نہ ہوگا۔ اور سورۃ الجمعہ میں خدا تعالیٰ نے اس کی جماعت کی خبر ان الفاظ میں دی تھی۔ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم۔ یعنی ایک جماعت آخر میں پیدا ہونیوالی ہے۔ جو اصحاب محمدؐ میں شمار اور داخل ہے مگر سردست وہ ان اصحاب الرسول میں شامل اور ملحق نہیں ہوئی۔ اس جماعت کا کام وہی ہے جو اصحاب سیدنا حضرت محمد صلعم کا تھا یعنی اوّل اصلاح المسلمین دوم اشاعت الاسلام فی المنکرین۔ جو بفضل خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس مبارک گروہ نے اپنے امام اور مقتدا کے نہ صرف خود اپنے عقائد اور اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی۔ اور قرآن کریم کے تازہ بتازہ علوم اور عرفان سے آگاہی حاصل کی۔ اور نیز جمیع فرق اسلامیہ کو ان سے مستفید اور مستفیض ہونے کی دعوت دی۔ اور انکو ان کے غلط اور باطل عقائد اور رسوم و رواج کی قیود کے ترک کرنے کا مشورہ دیا۔ بلکہ اس سے آگے بڑھکر اس عظیم الشان کام کے کرنے کا عہد کیا اور ذمہ لیا۔ جس کو آپ لوگوں سے

"حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان روم" اور "حضرت شاہ کجکلدہ ایران" اور "حضرت امیر افغانستان" اور "حضرت خدیو مصر" باوجود اس شان و شوکت و عظمت شاہانہ سر انجام دینے کی کبھی توفیق نہ پا سکے۔ یعنی وہ امر جس کو دعوت الی اللہ یا تبلیغ اسلام کہتے ہیں۔ ہاں جماعت احمدیہ یا خدام حضرت احمد المسیح الموعود مشرق میں نہ صرف ہندوستان کے اندر۔ آریہ سماج۔ برہمو سماج سکھ مذہب۔ بدھ مذہب۔ ہنود و نصاریٰ میں نہایت کامیابی سے عرصہ سے ادا کر رہے ہیں۔ اور ہندوستان سے باہر جزائر سراندیپ و ماریشس و آسٹریلیا و نیوزیلینڈ اور مملکت ایران و عراق عرب میں بجا لا رہے ہیں۔ بلکہ براعظم افریقہ کے ممالک مصر۔ برٹش شرقی افریقہ۔ و جرمن مشرقی افریقہ۔ و نائیجیریا۔ و سیرالیون۔ و لائیبریا میں بالعموم اور ممالک غربیہ میں سے جزیرہ انگلستان کے مرکز شہر لنڈن میں بالخصوص نہایت کامیاب طور پر تبلیغ و دعوت الی الاسلام کر رہے ہیں چنانچہ خدا کے خاص فضل سے یورپ میں دو صد سے زائد نفوس صرف تین سال کے عرصہ میں احمدی مسلمان ہوئے الحمد للہ۔ ہر طرف ہمارے مبلغ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور جمیع انبیاء و رسل کی معصومیت و رسالت منواتے ہیں۔ اور ان کو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلعم کی اتباع اور کتاب الشریعۃ قرآن کریم کی اطاعت پر آمادہ کرتے ہیں۔ آپ لوگ تو مومن ہونے کے مدعی ہو کر مومنوں کو کافر بناتے پھرتے ہیں اور وہ جن کو آپ لوگ کافر کہتے ہیں وہ کافروں کو موحد اور مومن بنا رہے ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ آپ کے پاس وہ متاع ہے اور ان کے پاس یہ متاع ہے۔

اے حضرات آپ لوگ بخوبی دیکھ رہے ہیں کہ دین اللہ کو چار مذاہب اور ۷۲ فرقوں میں تقسیم کیا گیا۔ علماء اور صوفیاء و مشائخ کی حالت کا اسوقت جو نقشہ ہے وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ اُمراء اور روساء جن باتوں میں مشغول ہیں اور عوام الناس تو خیر جو ہیں سو ہیں۔ آپ لوگ خود ہی کہتے ہیں کہ "مسلمانی در کتاب" یعنی اسلام معلوم کرنا ہو تو قرآن مجید میں مذکور ہے اور "مسلمانان در گور" یعنی مسلمان تلاش کرنے میں۔ تو وہ قبرستان میں مدفون ہو چکے ہیں۔ تو اب سوال یہ باقی رہتا ہے کہ آپ لوگ کیا ہیں؟

تو آپ لوگ خود قائل ہیں کہ "برعکس نہند نام زنگی کافور" یا "بدنام کنند اینکو نامے چند" یعنی نام کے مسلمان اور دین و ایمان سے بے خبر۔ افراد کا مجموعہ اور بس۔ آسمانی آفتوں اور گرفتوں کا وہ حال ہے جو روزمرہ دیکھ رہے ہیں۔ اور زمینی آفات اور بلیات کا یہ حال ہے جو ہر روز مشاہدہ میں آرہا ہے۔ تم پر نعمت نبوّت و رسالت کا باب آسمان سے مسدود ہو چکا۔ اور مملکت و سلطنت کی امانت یہاں کھو چکے ہو خدا کے لئے ذرا تو سوچیں کہ اب آپ لوگوں کے پاس کیا باقی رہا سوائے اساطیر الاولین کے قصص اور کہانیوں کے۔ اس پر طرفہ یہ کہ اُمّت موسویہ کی اصلاح کے واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تو تیس چالیس سے زائد نبی اور رسول آئے۔ جیسا کہ اٰتینا موسی الکتٰب وقفّینا من بعدہ بالرسل (سورۃ بقر) سے ثابت ہے یعنی حضرت موسیٰ کو ہم نے کتاب الشریعۃ توراۃ دی اور اس کے بعد اسکے اتباع میں کئی رسول بھیجے۔ مگر اُمّت محمدیہ جو خیر اُمّت ہونے کی مدعی ہے ان کی اصلاح کے واسطے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے بعد بجائے اس کے کہ تیس چالیس نبی اور رسول آتے اُلٹے ان کے حصہ میں تیس چالیس دجّال یا مدعیان نبوّت کاذبہ موعود ہوئے تاکہ بجائے اصلاح کے کفر و ضلالت میں بڑھیں اور ایک صادق مدعی نبوّت مسیح موعود نبی اللہ کا وعدہ بھی دیا گیا تو بھی اس کی شناخت کا انکے ہاتھ میں کوئی صحیح اور فیصلہ کن معیار نہیں تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ ؕ

اے حضرات۔ حضرت احمد موعود علیہ السلام عین وقت پر آئے اور ضرورت آمد کی مقتضی تھی۔ اور اس کو خود خدا تعالیٰ نے منتخب کیا۔ اس کی صداقت اور سچائی پر زمین و آسمان نے شہادت دی۔ اور اس نے خدا تعالیٰ سے نبی کا نام پایا۔ اور خود نبیوں کا کام کر گیا۔ اور آپ لوگوں کو قرآن حمید میں حکم دیا گیا تھا کہ ولا تکونوا اوّل کافر بہ یعنی سب سے اوّل تم اس کے کافر مت بنو۔ دعویٰ کا ذکر سُنتے ہی تکذیب پر ست کمر بستہ ہو کیونکہ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تلک القریٰ نقص علیک من انباءھا۔ ولقد جاءتھم رسلھم بالبینات۔ فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل۔ کذٰلک یطبع اللہ علیٰ قلوب الکافرین۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۰۰) یعنی قرآن حمید

میں جن ہلاک شدہ قریوں کا ذکر ہم نے تمکو سُنایا ہے ان سب کے پاس ان کے رسول بیّنات کے ساتھ گئے تھے۔ مگر جن لوگوں نے ایک دفعہ پہلے تکذیب انبیاء کردی پھر انکو ان رسولوں پر ایمان لانے کی توفیق نہیں ملی۔ اور اسی سُنّت مستمرہ کی بنا پر ہم مکذّبین رسل کے دلوں پر ہر زمانہ میں مُہر کر دیتے ہیں۔ پس آپ لوگوں نے نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعویٰ و تعلیم کو غور سے سُنا اور نہ متصفانہ رنگ میں بُغض و حسد کو دُور کر کے غور کی بلکہ بلا سوچے سمجھے دعوت حقّہ کو ردّ کر دیا اور وہ بھی صرف اپنے ایک باطل عقیدہ اور خیالات کی بنا پر جو محض خود ساختہ تھے کہ (۱) سیدنا حضرت محمدؐ خاتم النبیین صلعم کے بعد باب رسالت تا ابد مسدود ہے (۲) اور حضرت جبرئیل کا نزول بوحی النبوۃ کرنا تا قیامت منقطع ہے اور آریہ قوم اور آل فرعون کے عقیدہ کی اتباع کی۔ اور اپنے آپ کو اہلِ حق خیال کر لیا ؎

اے حضرات! حضرت احمد علیہ السلام اور ہم احمدی افراد صدق دل سے (۱) خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک اور لیس کمثلہ شیٔ اور (۲) جمیع انبیاء و رسل کو صادق و امین جانتے ہیں (۳) اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین اور شارع رسول یقین کرتے ہیں (۴) اور قرآن حمید کو جمیع شرائع کا جامع جانتے ہیں۔ یک قدم دُوری ازاں عالی جناب۔ نزد ما کفرست و خسران و تباب ۔ اور قرآن کریم جو ہماری کتاب الشریعہ ہے اسکے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام تسلیم کرتے ہیں اور جو عقائد اور اعمال اور اخلاق وہ تعلیم دیتا ہے موجب نجات جانتے ہیں۔ اور سیدنا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم کی سُنّت اور اسوہ حسنہ کی اتباع اخلاق اور اعمال اور عبادات میں فرض مانتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے موحّد اور مومن ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کے قائل ہیں اور ان امور میں آپکا ہم سے اتفاق ہے مگر ہمارا آپ سے خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کی حدیث کے ان معنوں سے اختلاف ہے کہ گویا انحضرت صلعم نے اپنی اُمّت پر باب نعمت نبوّت کو تا ابد مسدود کر دیا۔ اور اس نعمت عالیہ سے یہ خیر اُمّت تا ابد محروم ہے اور اس طرح گویا آنحضرتؐ کا وجود اہل عالم کے واسطے ایک عظیم الشان نعمت کے پانے سے مانع ہوا ہم ایسا آنحضرتؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی جانتے ہیں ؎

اے حضرات! ہم سلف صالحین میں سے اُن بزرگوں سے صدق دل سے متفق ہیں جو خاتم النبیین کے معانی ذیل بیان کر گئے ہیں اور یہ معانی درست اور صحیح ہیں:-

(۱) آنحضرت خاتم النبیین ہیں۔ ان معنوں میں کہ آپ سے اعلیٰ اور ارفع مقام نبوت میں کسی دوسرے نبی اور رسول کو حاصل نہیں ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ گویا آپ جمیع انبیاء ورسل سے افضل اور برتر ہیں یا سید المرسلین ہیں۔ جیسا کہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (سورۃ نجم) اور حدیث انا قائد المرسلین یوم القیامۃ ولا فخر۔ وکنت امام النبیین۔ و سید الاولین والاٰخرین ولا فخر۔ سے ظاہر ہے۔ تو کوئی نبی اور رسول آپ سے افضل تو کیا نفس فضیلت میں آپ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا:

(۲) آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ ان معنوں میں کہ آپ کا وجود مبارک جمیع رسل کی رسالت کا مجموعہ ہے جیسا کہ یا ایھا الرسل کے خطاب خداوندی سے ظاہر ہے اور آپ کی وحی رسالت یا قرآن مجید جمیع شرائع کا گلدستہ ہے جیسا کہ فیھا صحف مطھرۃ وکتب قیمۃ (سورۃ بینہ) سے ثابت ہے یعنی جمیع پاک صحف آسمانی اور غیر متبدل قوانین اس کتاب اللہ میں جمع ہیں۔ پس آپ کا سا نبی ان خصوصیات میں یا آپ کی کتاب الشریعہ کی طرح کوئی شریعت نہ ہوئی اور نہ تا ابد ہو گی:

(۳) آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ ان معنوں میں کہ آپ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لاکر جمیع انبیاء و رسل کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ ان الفاظ کے صحیح معنی یہی ہیں کہ نبیوں کی مُہر اور مُہر کی غرض تصدیق کرنا ہے پس آپ جمیع نبیوں کی نبوت پر مُہر تصدیق ہیں۔ جیسا کہ مصدق لما بین یدیہ کی منشاء ہے:

(۴) آنحضرت خاتم النبیین ہیں ان معنوں میں کہ آپ کی اتباع اور اطاعت کے بغیر تا قیامت کوئی شخص محبوب خدا و مقبول بارگاہ الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (سورۃ آل عمران) سے ثابت ہے یعنی اگر تم لوگ محبوب خدا بننا چاہتے ہو۔ تو میری اتباع کرنی ہو گی تاکہ اللہ تعالیٰ تمکو اپنا محبوب بنا دے۔ اور ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یبتغ غیر الاسلام

دیناً فلن یقبل منہ۔ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین (سورۃ آل عمران- آیت ۸۶-۷۹)
اسکا مؤید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دین اسلام ہے۔ اور پھر فرمایا کہ جو شخص غیر الاسلام میں ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچنا چاہتا ہے وہ ہرگز درجہ قبولیت و شرف محبوبیت حاصل نہ کریگا۔ اور انجام کار وہ خائب و خاسر گروہ میں سے ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کہتی ہیں کہ قولوا انہ خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ (مجمع البحار الانوار تکملہ صفحہ ۸۲) یعنی آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین ضرور کہو۔ مگر یہ مت کہو کہ لا نبی بعدہٗ یعنی آپ کے بعد کوئی اُمّتی نبی اور رسول نہ ہوسکیگا۔ حضرت امام محی الدین ابن العربی اپنی تصانیف میں اور حضرت امام شعرانی الیواقیت والجواہر میں۔ حضرت محمد طاہر گجراتی مجمع البحار کے تکملہ صفحہ ۸۲ پر۔ اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی۔ مولانا ملا علی قاری اور مولانا محمد قاسم دیوبندی وغیرہ ہم سے متفق ہیں کہ کوئی شارع رسول نہ ہوگا ہاں تابع اور اُمّتی نبی ہوسکتا ہے کیونکہ باب نبوّت بکلّی ہرگز مسدود نہیں۔ پس ان کا ہم سے اور ہمارا ان سے اتفاق ہے۔ اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور سُنّت اللہ ہمارے مصدق اور مؤید ہیں اور خدا تعالیٰ کا فرستادہ نبی اس پر شاہد ہے۔

اے حضرات! ہم آپ کے ساتھ ہرگز اس بات پر متفق نہیں ہوسکتے کہ از روئے قرآن کریم واحادیث نبوی باب نبوّت تاقیامت بکلّی مسدود ہے۔ اور آنحضرت صلعم ان معنوں میں خاتم النّبیین ہیں کہ گویا آپ نے ایک عظیم الشان نعمت (جو نبوّت ہے) کا دروازہ تاقیامت اپنی اُمّت مرحومہ پر بھی مسدود کرادیا۔ اور آنحضرت صلعم کا کوئی اُمّتی یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ خدا تعالیٰ اسکو نبی اور رسول مقرر کرے اور اس سے اصلاح عالم کا کام لے اور اگرچہ بحالت نبوّت و رسالت وہ آپکا ہی کامل مطیع اور متبع ہو۔ اور اگرچہ آپ ہی کے فرائض نبوّت کو ادا کرتا رہے اور آپ ہی کی کتاب الشریعۃ کے علوم اور معارف اور حکمت سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ اور آپ ہی کی اُمّت کے اسمی اور رسمی مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنائے انکے عقائد اور اعمال اور اخلاق و نفوس کا تزکیہ کرے۔ اور آپ ہی کے منکروں پر آپ ہی کی تائید و تصدیق میں اتمام حجّت کرے اور ان کو ہر میدان مقابلہ میں شکست دیکر ان پر فتوح اور نصرتیں حاصل

کرتا رہے۔ خدا کے لئے ذرا سوچو انما اعظکم بواحدۃ۔ ان تقوموا للہ مثنٰی و فرادٰی ثم تتفکروا۔ (سورۃ النساء) یعنی میں آپ کو ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا کے لئے ایک ایک ہو کر اور دو دو مل کر ٹھیرو اور پھر غور اور سوچ سے کام لو۔ کہ یہ آپ لوگ کیا کہتے ہیں اور کیسا عقیدہ اختیار کیئے ہوئے ہیں ؛

اے حضرات! اگر آپ لوگ اپنے اس عقیدہ میں راستی اور صداقت پر ہیں اور آپ نے کسی نص صریح قرآن حمید کی بنا پر ان عقائد کو اختیار کیا ہے تو بے شک آپ مجبور اور معذور ہیں کہ حضرت احمد موعودؑ کو نبی اللہ اور رسول اللہ قبول نہ کریں بلکہ ان کو کافر اور دجّال کہیں۔ آؤ اور خدا کے لئے آؤ۔ اور اپنے اس عقیدہ کی تائید اور تصدیق میں آیات اللہ یا نص صریح کلام اللہ پیش کرو۔ اور ہم خدام حضرت مسیح موعودؑ آپ کو نہایت زور اور تحدّی سے بوعدہ انعام مبلغ یک صد روپیہ چیلنج کرتے ہیں کہ

(۱) آپ لوگ کلام اللہ قرآن حمید میں بتاویں کہ کہاں لکھا ہے کہ سیّدنا حضرت محمد صلعم کی امّت میں سے کوئی اُمتّی نبی اور رسول تاقیامت نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ نبی متبع سیدنا محمد اور تابع شریعت قرآنیہ ہی کیوں نہ ہو۔ لن یبعث اللہ من بعد محمد رسولًا ابدًا یا اس کے ہم معنی الفاظ بتادو ؛

(۲) کلام اللہ قرآن شریف میں کہاں تحریر ہے کہ باب نبوت اُمّت محمدیہ پر تاقیامت کُلّی مسدود ہے۔ ان باب النبوۃ مسدود علٰی امّت محمد الٰی یوم القیامۃ یا اسکے مترادف الفاظ ہوں ؛

(۳) کتاب اللہ فرقان مجید میں کہاں لکھا ہے کہ وحی النبوۃ کا نزول سیدنا حضرت محمد صلعم کے بعد تاقیامت نہ ہوگا۔ لن ینزل وحی النبوۃ من بعد محمد الٰی یوم القیامۃ یا اس کے قریب المعنی الفاظ ہوں ؛

(۴) کلام اللہ قرآن مجید میں کہاں وارد ہے کہ حضرت جبرئیل کا نزول وحی النبوۃ کے ساتھ تاقیامت منقطع ہو چکا ہے۔ لن ینزل جبریل بالوحی النبوۃ علٰی احدٍ من امۃ محمد الٰی یوم القیامۃ یا اسکے قریب المعنی عبارت ہو ؛

(۵) کیا فرقان حمید کی کسی دوسری آیات سے خاتم النبیین کے بالقطع والیقین یہ معنی ثابت ہیں کہ لن یبعث اللّٰہ نبیاً من امۃ محمد الیٰ یوم القیامۃ ...... تاقیامت کوئی شخص نبی اور رسول نہ ہوگا؟

(۶) قرآن کریم کی کن دوسری آیات سے ثابت ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم کی صحیح اور درست تفسیر اور تشریح یہ ہے کہ باب نبوت بکلی مسدود ہے۔ یا بالفاظ دیگر انبیاءؑ کی غرض بعثت صرف تکمیل دین کرنا ہے۔ اور بس؟

(۷) قرآن کریم کے جس قدر نسخے تیرہ سو سال کے اندر طبع ہوئے یا تحریر ہوئے سب میں خاتم النبیین کی تا بالفتح ہے اور خاتم تا بالفتح اسم آلہ ہے اور اس کے معنی صرف مُہر ہیں۔ یعنی آنحضرتؐ نبیوں کی مُہر ہیں۔ جس سے مدعا نبیوں کی صداقت کی تصدیق ہے مگر آپ لوگ جو خاتم النبیین کے تا بالکسر قرار دیکر اس کو اسم فاعل کے معنوں پر لاکر اس کے معنی نبیوں کا خاتمہ کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ایسا قرآن کریم کہاں اور کس ملک میں ملتا ہے جس میں خاتم النبیین کے تا بالکسر طبع شدہ موجود ہو (یہ الگ بات ہے کہ خاتم ہو۔ تو بھی اسکے یہ معنی نہیں کہ آپ کے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا)

(۸) قرآن حمید سے معلوم ہوتا ہے کہ آل فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں یہ عقیدہ بنالیا تھا کہ باب نبوت حضرت یوسف علیہ السلام پر تا ابد مسدود ہے اور آپ کے بعد کوئی مدعی نبوت صادق نہیں ہو سکتا۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ لن یبعث اللّٰہ من بعدہٖ رسولاً (سورۃ المومن) اور اس طرح انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو مدعی کاذب قرار دیا۔ اور آل فرعون کے رجل مومن نے ان کو ملامت کی۔ مگر آج جب آپ لوگوں نے بعینہٖ یہی عقیدہ سیدنا حضرت محمد رسول صلعم کے بعد اختیار کر لیا ہے آپ ازروئے قرآن کریم کیونکر مومن ہو سکتے ہیں؟

(۹) جیسا کہ آپ لوگ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر باب نبوت مسدود کر کے ہر مدعی نبوت کو آنحضرتؐ کے بعد کافر اور دجال کہتے ہیں۔ اگر ایسا ہی آریہ قوم چار رشیوں پر (۱۴)، آل فرعون حضرت یوسف علیہ السلام پر (۱۵) امت موسویہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

(۵) اُمّت زردشت حضرت زردشت علیہ السلام پر (۶) اُمّت عیسویہ حضرت عیسیٰ ناصری علیہ السلام پر باب نبوّت مسدود قرار دیدیں (جیسا کہ فی الواقعہ صریحاً ان کا ہی عقیدہ ہے) اور ہر مدعی نبوّت کو اپنے مخصوص نبی کے بعد کافر اور دجّال کے نام سے یاد کریں تو بتاؤ آپ لوگ انکو کیونکر کافر کہہ سکتے ہیں؟؟

(۱۰) قرآن حمید میں نبی کی کیا جامع اور مانع تعریف وارد ہے اور صادق مدعی نبوّت کی شناخت اور صداقت کا کیا معیار ہے۔ جو قرآن حمید میں بیان شدہ جمیع انبیاء ورسل پر چسپاں ہوتا ہے کیا وہی تعریف اور معیار صداقت سیدنا حضرت احمد موعودؑ کا مکذب ہے؟؟

اے حضرات! تلک عشرۃ کاملۃ یہ کامل دس سوالات ہیں۔ ان میں سے ہر سوال کا جواب کلام اللہ سے ہاں محض نص صریح کتاب اللہ اور ماانزل اللہ سے دیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین (سورۃ بقرہ) یعنی اگر آپ لوگ اپنے ان عقائد انقطاع نبوّت میں صادق ہیں۔ تو اپنی برہان قرآن حمید میں سے لاؤ۔ اور اگر نہ پیش کر سکو اور ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو یاد کر اس آگ سے ڈریں جس کا ایندھن الناس یعنی دجّال ہوگا اور سنگدل لوگ ہونگے۔ اور یہ آگ کافر قوم کے واسطے ہی طیار شدہ ہے۔ پس کیا اچھا ہوگا کہ آپ تلخ پیالہ کو ٹالنے کی کوشش نہ کریں۔ محض قیاسات اور ذاتی اجتہادات اور اقوال شتّی اور کلام البشر سے حیلے حوالے تلاش نہ کریں اور کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون نہ کر بیٹھیں۔ کیونکہ ہمارا ایمان ہے اور قرآن حمید شہادت دیتا ہے کہ باب نبوّت کو کسی خاص نبی پر مسدود کرنے والے لوگ ہرگز اپنے ہاتھ میں آیات اللہ سے نص صریح پیش نہیں کر سکتے۔ الذین یجادلون فی آیات اللہ بغیر سلطان اتاھم۔ کبر مقتاً عند اللہ وعند الذین امنوا۔ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار (سورۃ المومن آیت ۱۸) یعنی وہ لوگ جو لسن

یبعث اللہ من بعدہ رسولاً کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے فتوے کے ماتحت مسرف اور مرتاب ہیں۔ یہ لوگ آیات اللہ یا انبیاءؑ کے حق میں ردّ و قدح تو کرتے ہیں مگر ان کے ہاتھ میں کوئی برہان یا سلطان منجانب اللہ نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ اور مومنوں کے نزدیک یہ بڑی قابل نفرت بات ہے۔ چونکہ یہ فعل متکبّر اور جبّار انسانوں کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایسے افعال کی بنا پر ان کے دلوں پر مُہر کر دیتا ہے۔ اور یہ سُنّت اللہ ہے۔ متکبّر اس لئے ہوتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ ہم کو کسی نبی اور مصلح کی ضرورت ہی نہیں۔ جبّار اس لئے ہوتے ہیں کہ اپنا عقیدہ دربارۂ انقطاع نبوّت بلا دلیل محض جبر اور دھینگا دھینگی منواتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کی بھی فی الحقیقت یہی حالت ہے۔ یا آپکے پاس سلطان اور برہان من کلام اللہ موجود ہیں۔ اور اگر ہیں تو ھاتوا برھانکم۔

اے حضرات! ہمارا مطالبہ محض قرآن کلام اللہ سے ہے کسی کلام البشر سے نہیں۔ ایک مومن انسان کے واسطے قرآن کریم کتاب اللہ حکم اور عدل ہے۔ کتاب اللہ عقائد اور امور توحید و رسالت میں مکمّل اور مفصل ہے۔ کیا آپ لوگ کلام اللہ کو مجمل اور نامکمّل کہہ سکتے ہیں۔ کیا جمیع عقائد اسلامی کی بنیاد کلام اللہ اور کتاب اللہ نہیں۔ کیا قرآن کریم تفصیلاً لکل شیءٍ۔ کتاباً مفصلاً۔ اور فصلنا ہ علی علم۔ اور اولم یکفھم کی مصداق نہیں ہے۔ یعنی یہ کتاب ہر امر دینی کے واسطے مفصل ہے بالتفصیل بیان کرنے والی کتاب ہے۔ اس کو ہم نے اپنے علم کل کی بنا پر مفصل کیا ہے۔ کیا یہ کتاب اللہ انکو اپنے فیصلوں کے واسطے کافی نہیں۔ یاد رکھو کہ تمام عقائد نہایت مدلل اور مفصّل اس میں موجود ہیں۔ ہاں اخلاق اور اعمال اور طرز عبادات اور امور معاشرت کا حکم قرآن مجید نے دیا ہے۔ اور اس کی کیفیت و کمیّت اور طرز ادا کے واسطے سیّدنا حضرت محمد رسول اللہؐ کو پیش کیا ہے۔ جیسا کہ فاذکروا اللہ کما علمکم۔ اور ویکون الرسول علیکم شھیداً اور لقد کانت لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ کی آیات سے ظاہر ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کو عبادات میں اس طرز اور کیفیّت میں یاد کرو جیسا کہ یہ رسول کر کے دکھا دے۔ اور یہ رسول تمہارے واسطے بطور

نمونہ ہوگا۔ اور تمہارے واسطے رسول اللہ کا وجود اسوہ حسنہ ہے۔ پس عقائد اور اعمال کو باہم مت مخلوط کرو۔ ہماری بحث اور مطالبہ عقائد کے بارہ میں ہے اور آپ لوگ تفصیلات عبادات لیکر لوگوں کو کہتے پھریں کہ قرآن کریم مجمل اور کتاب ہے۔ اس میں ہر بات کہاں لکھی ہے۔ خدا سے ڈرو اور عوام الناس کو دھوکا مت دو۔ فاتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین۔

آنحضرت صلعم کو قرآن کریم کے علاوہ ایک اور بات بھی حاصل تھی۔ جس کو کشوف و رؤیا کہتے ہیں۔ اور جس کا ثبوت مثلہ معہ میں ہے۔ اور تمام عبادات کی طرز اور تفصیلات بر بنا ور ؤیا و کشوف بتائے گئے ہیں۔ پس اس امر کی بنیاد بھی اول وحی اور دوم کشوف و رؤیا ہیں۔ جو وحی اللہ کے مثلہ کے مصداق ہیں۔

ہم اس چیلنج کو نامکمل تصور کریں گے۔ اگر ہم حضرت احمد موعود علیہ السلام کے منکران نبوت کی ذیل میں جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے وکیل لاہور۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور اور جناب مولوی غلام حسن خاں صاحب سب رجسٹرار پشاور کو مستثنیٰ کر دیں کیونکہ یہ حضرات ان چند افراد کے لیڈر ہیں۔ جنہوں نے حال میں مصلحت وقت کے ماتحت غیر احمدیوں کے ہمنوا ہو کر باب نبوت کو بکلی مسدود قرار دیا۔ اور حضرت احمد موعودؑ کو محدث یعنی غیر نبی قرار دیا۔ اور آپ کی نبوت سے خود منکر ہو گئے۔ حضرت موصوف کو نبی ماننے والوں پر فتویٰ کفر دیا۔ اور مدعی نبوت کو کافر اور کذاب کہا۔ پس جو شرائط دوسرے علماء و مشائخ کے واسطے ہیں وہی ان بزرگوں کے لئے ہیں۔ اور ہماری جانب سے بالخصوص مخاطب ہیں امید ہے کہ کوئی دوسرا شخص ان کی جانب سے حق وکالت نہ ادا کریگا۔ اور اگر یہ بزرگ الا تنطقون کے مصداق ہو کر بکلی خاموش ہو گئے۔ اور اپنے منکر ہونے کا ثبوت بہ تصدیق کلام اللہ دیں تو جو ان کی طرف سے خود بخود وکیل بنکر جواب دینے کے لئے ساعی ہو وہ از راہ کرم جبار ہونے کا ثبوت نہ دیں کہ نص صریح تو لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کے عقیدہ کی تائید میں پیش نہ کر سکیں اور محض ادھر ادھر کی باتوں سے اصل مطالبات کو ٹالدیں۔

اے حضرات! چونکہ خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے کہ نبی اور رسول منتخب کرے جیسا کہ

(۱) اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (۲) اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس (سورۃ الحج) اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء (سورۃ النساء) سے ثابت ہے تو یہ خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے کہ وہ اپنی صریح وحی اور کھلے کلام کے ذریعہ سے اپنی مخلوق کو اطلاع دے کہ ہم نے فلاں نبی اور رسول کے بعد باب نبوّت بکلّی مسدود کر دیا۔ پس ہم اپنے تمام مطالبات خدا تعالیٰ کی وحی اور کلام اللہ اور ما انزل اللہ پر منحصر رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ (۱) ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظالمون۔ (۲) ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفاسقون (۳) من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون (سورۃ المائدہ) یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کے کلام اللہ پر اپنے اعتقادات اور معاملات کے فیصلے منحصر نہیں رکھتے وہ لوگ ظالم ہیں فاسق ہیں اور کافر ہیں۔ اگر منکرانِ حضرت مسیح موعودؑ میں سے کوئی جواب دے تو وہ محض قرآن کریم سے دے۔ اور جناب مولوی محمد علی صاحب یا ان کے رفقاء میں سے جواب دے تو وہ حضرت احمد موعود علیہ السلام کی وحی کو بھی کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے پیش کر سکتا ہے۔ ہاں اس امر میں فیصلہ احادیث الرسول نہیں۔ ہاں کسی نص صریح کی تائید میں اگر وہ ضرورت خیال کریں تو بطور مزید پیش کر سکتے ہیں اور بس۔

اے حضرات! اگر آپ لوگ خدا تعالیٰ کے واسطے غور کریں اور موت کو مدِّ نظر رکھکر اور نفس کی فریبی کو چھوڑ کر اور ذاتیات کو الگ رکھکر عدل و انصاف اور اظہارِ حق کے واسطے اپنے ضمیر اور ایمان کو مدِّ نظر رکھکر جواب دیں۔ تو ہم آپ کے ممنون ہونے کے علاوہ فی سوال کے معقول جواب پر مبلغ دس روپے اور کامل دس سوالوں کے جوابات پر مبلغ یک صد روپیہ نقد بطور انعام پیش کرنے کو طیار ہیں۔ اور یہ ہمارا عہد ہے۔ الیس منکم رجل رشید؟

چیلنج دہندہ۔ قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی۔ قاضی خیل ہوتی ضلع پشاور۔ سیکرٹری انجمن احمدیہ پشاور

یادداشت

(۱) جن حضرات نے جواب دینا ہو خواہ وہ اخبار ہو یا اشتہار ہو یا مطبوعہ رسالہ اس کی ایک دو کاپیاں ہمارے پاس ضرور ارسال کریں۔ اگر چاہیں تو رجسٹرڈ ارسال کر سکتے ہیں۔ اور (۲) جن کو اس چیلنج کی کاپیاں مطلوب ہوں وہ ہمارے نام ٹکٹ ارسال کر کے حسب ضرورت کاپیاں طلب کر سکتے ہیں (۳) جن حضرات کو اسلام یا قرآن کریم یا حضرت مسیح موعود کے بارہ میں کوئی امور دریافت کرنے ہوں وہ ہم سے بذریعہ خط وکتابت یا دارالکتب احمدیہ پشاور۔ واقعہ شہر پشاور علاقہ جہانگیر پورہ ۔ بازار داروگراں بالمقابل مسجد تشریف لاکر صبح دس بجے سے قبل اور ۴ بجے شام بعد بالمشافہ دریافت کر سکتے ہیں۔ اور (۴) اگر کلام اللہ کا ترجمہ یا تفسیر سہل اور معقول اور زمانہ حال کی روشنی میں پڑھنا چاہیں تو مفت ہمارے درس قرآن کریم میں جو دارالکتب احمدیہ پشاور میں روزمرہ بعد از نماز شام ہوتا ہے۔ شامل ہو سکتے ہیں۔ اور اس درس قرآن کی غرض نوتعلیم یافتہ نوجوانوں کو اصل اسلام اور حقیقت قرآن سے آگاہ کرنا ہے اور ان کے عقائد اور اعمال اور اخلاق کی اصلاح کے واسطے انکو اصل بنیاد سے باخبر کرنا ہے تاکہ وہ آریہ وعیسائیوں یا دہریت کے شکار نہ ہوں یا غلط رسوم ورواج اور عقائد باطلہ اور توہمات میں مبتلا نہ ہوں ہر شخص کے سوال کا جواب خوش اخلاقی اور معقولیت سے دیا جاویگا۔ تاکہ ہر متلاشی اور متردد دل اطمینان اور سکون حاصل کر سکے۔ وباللہ التوفیق ۔

المشتہر

محمد عبد المجید احمدی۔ سیکرٹری انجمن احمدیہ پشاور

(مد تبلیغ واشاعت)

تصدیق ہوگئی

کہ شیعہ نے عمداً غلط حوالہ دیا۔

ماہ ستمبر کے تشحیذ میں ہم نے رسالہ اصلاح مجموعہ نمبر ۵ سے یہ عبارت نقل کر کے
"دیکھئے رسول اللہ نے بوقت انتقال فرمایا تھا۔ کہ لاؤ قلم و دوات کو وصیت نامہ
لکھدیں۔ تا پھر کوئی گمراہ نہ ہو۔ عمر نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا
ہے۔ کتاب خدا ہم کو کافی ہے۔ جسپر وہاں شور و غل ہوا"۔
(دیکھو صحیح البخاری کتاب المرضیٰ صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی)

سوال کیا تھا کہ ہم نے کتاب المرضیٰ کو اول سے آخر تک خوب دیکھا بھالا۔ مگر ہمیں کوئی ایسا لفظ نہ ملا جس کا ترجمہ یہ ہو۔ کہ حضرت عمرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کہ یہ شخص (نعوذ باللہ) ہذیان بک رہا ہے۔ پس مہربانی فرما کر صحیح حوالہ دیا جائے۔ ورنہ یہ تو مسلم ہے کہ بددیانتی نہایت مکروہ فعل ہے۔ خصوصاً مذہبی دنیا میں۔ مناظرات میں صداقت و ایمانداری کو بھول جانا نہایت قابل اعتراض بات ہے۔ اس لئے ہمیں یقین تھا کہ شیعہ قائم مقام رسالہ اصلاح اس کی اصلاح کر دیگا۔ مگر تعجب ہے۔ کہ ہمارے فاضل ایڈیٹر اصلاح نے "حدیث قرطاس اور مرزائیوں کا شور و غل" کے عنوان سے ایک مضمون ۲۷ سطر کا لکھ مارا ہے یہ مضمون کی اسقدر غیر ضروری طوالت ہی بتا رہی ہے۔ کہ جناب شیعہ صاحب اپنی اس بے دیانتی (گستاخی معاف اس لفظ کے بغیر اور کیا لکھا جائے) کو الفاظ کے پردے میں چھپانا چاہتے ہیں ورنہ صاف ظاہر ہے۔ کہ اس سوال کا یہ دو سطری جواب ہو سکتا ہے کہ فلاں باب میں یہ حدیث ہے۔ اور یہ الفاظ ہیں۔ جنکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ عمرؓ نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔" مگر بجائے اسکے آپنے جو کچھ جواب دیا۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) اس مضمون کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ آخر اس افترا پردازی کا کیا نتیجہ ہوگا۔

(۲) آپ نے دعویٰ تو کر دیا "شیعہ نے غلط حوالہ دیا" مگر ثبوت ندارد ؛

(۳) جو حوالہ اصلاح میں دیا گیا ہے۔ وہ بخاری کی کتاب المرضیٰ کا ہے۔ پارہ ۱۸ ؛

(۴) آپ جو "عبارت" پیش کر رہے ہیں۔ وہ باب "کتابۃ العلم" کی ہے جو پہلے پارہ میں ہے اگر کتاب المرضیٰ کی روایت نقل کرتے۔ تو آپ کو معلوم ہوتا۔ شیعہ کا حوالہ کسی طرح غلط نہ تھا۔

(۵) آپ پوچھتے ہیں۔ ہذیان بک رہا ہے کس لفظ یا فقرہ کا ترجمہ ہے۔ تو میں عرض کرتا ہوں یہ ترجمہ اھجر کا ہے۔ دیکھئے فتح الباری ...... یعنی جو روایت بخاری کتاب الجہاد میں ہے۔ وہ بغیر ہمزہ ہے۔ جسکے معنے ہوئے ہذیان بکا۔ اور ہمزہ کے لگانے سے یہ معنے ہوئے کیا ہذیان بک رہا ہے ؛

(۶) تو اب بتایئے۔ حوالہ شیعہ صحیح ہوا یا غلط ؛

(۷) اسی فتح الباری میں ہے۔ فکانہ قال کیف تتوقف اتظن انہ کغیرہ یقول الھذیان فی مرضہ۔ یعنی جس شخص نے حضرت کے حکم کی تعمیل چاہی۔ اس نے کہا کیونکر تم توقف کرتے ہو۔ حضرت کے حکم کی تعمیل میں۔ کیا رسول اللہ بھی دوسروں کی طرح ہیں۔ جو مرض میں ہذیان بکتے ہیں ؛

الجواب :- آپ تو فرما چکے۔ اب میری سنیئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اس افترا پردازی کا کیا نتیجہ ہوگا۔ حضرت! معاف فرمایئے۔ اسقدر خود فراموشی۔ آپ بھولتے ہیں۔ میں نے کوئی افترا نہیں کیا میں نے تو صرف سوال کیا کہ "عمر نے کہا یہ شخص (رسول کریم) ہذیان بک رہا ہے" کس لفظ کا ترجمہ ہے اسمیں افترا کی کونسی بات ہے۔ البتہ آپ نے کتاب المرضیٰ کے صفحہ ۸۲۶ کا حوالہ دیا۔ اور یقیناً کتاب المرضیٰ میں کوئی ایسا لفظ یا فقرہ نہیں۔ جس کا یہ ترجمہ ہو کہ "عمر نے کہا یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" پس یہ افترا پردازی جس کی طرف سے ہے۔ وہی اس کا نتیجہ بھی بتائے۔ مجھ سے پوچھتے ہیں تو عرض کئے دیتا ہوں۔ افترا پرداز کی ذلت۔ رسوائی۔ سواد الوجہ۔ کیونکہ مشہور ہے کہ جھوٹے کا منہ کالا۔ ذرا سے قرآ پڑھیے۔ میں بھی آپکا ہمنوا ہوں۔ الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین ؛

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دعویٰ کر دیا۔ شیعہ نے غلط حوالہ دیا اور ثبوت ندارد۔ حضرت! میں نے تو انکار کیا ہے کہ یہ حوالہ کتاب المرضیٰ میں نہیں۔ بلکہ اجازت دیں تو کہدوں۔ صحیح البخاری میں نہیں۔ پس ثبوت تو ان کے ذمہ ہے۔ جو دعویٰ کرتا ہے کہ "عمر نے کہا یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" صحیح بخاری

کتاب المرضیٰ صفحہ ۸۴۶ پر ہے۔ یہی ثبوت ہے۔ اور اگر آپ مجھے مدعی بناتے ہیں۔ تو یہاں اس سے انکار نہیں۔ ثبوت یہی ہے کہ میں نے صحیح بخاری مطبوعہ دہلی بھی دیکھی۔ اور دوسرے مقامات کی بھی۔ مگر مجھے کوئی ایسا فقرہ نہیں ملا جس کا یہ ترجمہ ہو کہ "عمر نے کہا کہ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے" اگر کوئی ایسا فقرہ ہے۔ تو آپ اسے پیش کریں ٭

(۳) آپ فرماتے ہیں۔ جو حوالہ اصلاح میں دیا گیا ہے۔ وہ بخاری کی کتاب المرضیٰ کا ہے پارہ ۱۸۔

حضرت! یہ کیا بات ہے کہ آپ افترا پر افترا فرمائے جاتے ہیں۔ دشنام کہ در مذہب باشد طاعت سنا ہوا تھا۔ مگر افتراء غالباً اس کا مصرعہ ثانی ہے۔ میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق صحیح بخاری سے کتاب المرضیٰ تمام دیکھ ڈالی۔ مگر اس میں کوئی ایسی حدیث نہ ملی جس کے الفاظ کا یہ ترجمہ ہو۔ کہ "عمر نے کہا یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔" اب آپ کتاب المرضیٰ کا حوالہ دیتے ہیں پارہ ۱۸ع اسے لیجئے۔ اور غضب ہو گیا کہ پارہ ۱۸۔ اول سے آخر تک دیکھ ڈالا۔ اسمیں "کتاب المرضیٰ" ہے ہی نہیں یا مظہر العجائب۔ ناقہ مع ہودج غائب شاید اسی موقعہ کے لئے ہے۔ یہ آپ میری اچھی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ پہلے کتاب المرضیٰ کا حوالہ دیا اور صفحہ ۸۲۶ بتایا۔ گو صفحہ ٹھیک نہ ہو۔ مگر خیر کتاب المرضیٰ تو بخاری سے ڈھونڈھ نکالی۔ خوش ہوا۔ کہ اس سے حوالہ مل جائیگا۔ لیکن نہ ملا۔ اب آپ کتاب المرضیٰ پارہ ۱۸ میں بتا رہے ہیں۔ بنگال کے ضلع سارن اور پھر اس کی بستی کھجوہ کے کسی کتب خانے اور کتب خانہ بھی غالباً "شیعہ کتب خانہ" کی الماری۔ اور الماری بھی آپ کی الماری[1] میں شاید کوئی ایسی صحیح بخاری یا کم از کم "بخاری ہی" ہو گی۔ جس کے پارہ ۱۸ میں کتاب المرضیٰ ہو گی۔ ہمارے ہاں تو افسوس ایسی صحیح البخاری نہیں۔ جس کے پارہ ۱۸ میں کتاب المرضیٰ ہو۔ اور پھر اسمیں ایک حدیث ہو جسمیں یہ الفاظ بھی ہوں "عمر نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔" پہلے تو قرآن مجید کی نسبت سنتے تھے۔ کہ اس کا صحیح اور مکمل نسخہ حضرت حجۃ اللہ علی الارض امام مہدی کے پاس غائب ہے۔ اب یہ نئی بات معلوم ہوئی۔ کہ ایک ایسی صحیح بخاری بھی ہے۔ جس کے پارہ ۱۸ میں کتاب المرضیٰ ہے۔ اور اسمیں ایک حدیث ہے جس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ "عمر نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔" آمنا و صدقنا۔ ہاں صاحب تبرا پڑھئے۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین (زور سے) ثم لعنۃ اللہ علی الکاذبین (خوب زور سے) ثم لعنۃ اللہ علی الکاذبین

[1] سرکار شریعتمدار علامہ سید علی الحائری ہی اپنی الماری کا جائزہ لیں ٭

(۴)۔ آپ لکھتے ہیں۔ خاکسار ایڈیٹر تشحیذ نے جو عبارت پیش کی ہے۔ وہ باب کتابۃ العلم کی ہے۔ اگر کتاب المرضیٰ کی روایت نقل کرتے۔ تو آپ کو معلوم ہوتا شیعہ کا حوالہ کسی طرح غلط نہ تھا۔

بجا فرمایا! مگر افسوس ہے کہ میں آپ کے "مکاشفہ" کا قائل نہیں۔ مجھ معلوم ہے کہ گذشتہ ہزار سال میں شیعہ میں کوئی "ولی اللہ" "ملہم من اللہ" نہیں ہوا۔ جناب معلی القاب۔ اس خاکسار نے ہرگز باب کتابۃ العلم سے وہ حدیث نقل نہیں کی۔ بلکہ یہ عبارت کہ قال عمر ان النبی قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن کتاب المرضیٰ ہی سے نقل کی۔ اور اب پھر مکرر دیکھ کر درانحالیکہ صحیح البخاری صفحہ ۸۴۶ پارہ ۲۳ کتاب المرضیٰ میرے سامنے ہے لکھ رہا ہوں۔ اور اسی سے یہ روایت نقل کر کے بشرح صدر اعلان کر رہا ہوں۔ شیعہ کا حوالہ ہر طرح غلط تھا بلکہ جھوٹ تھا۔ اگر تبرا کا شوق ہو تو پڑھیے۔ اسوقت ایک سنی اور سنی بھی احمدی آپ کی مدد کرنے کو تیار ہے۔

(۵) آپ فرماتے ہیں۔ خاکسار نے پوچھا۔ ہذیان بک رہا ہے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ حضرتنا! یہ پردے تو کیسا۔ میں ممتاز الافاضل کے دوست ایڈیٹر اصلاح کا امتحان نہیں لے رہا کہ ہذیان بکرہا ہے کی عربی پوچھوں۔ میں نے تو یہ عرض کیا کہ عمر نے کہا یہ شخص (رسول کریم) ہذیان بک رہا ہے"۔ کس فقرہ کا ترجمہ ہے؟ پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ ابھی آپ فرما رہے تھے "اگر کتاب المرضیٰ کی روایت نقل کرتے۔ تو آپ کو معلوم ہوتا شیعہ کا حوالہ کسی طرح غلط نہ تھا" اور ابھی آپ مجھ بخاری کتاب الجہاد کا حوالہ دینے لگے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کتاب المرضیٰ میں اھجر (ہذیان) کا لفظ آپ کو بھی نہیں ملا۔ ورنہ "کتاب المرضیٰ" چھوڑ کر کتاب الجہاد میں کیوں چلے گئے۔ اور لطف یہ ہے کہ مطلب اس سے بھی حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ جو اعتراض اھجر سے آپ نے پیدا کیا۔ اسی کا جواب نقل کر دیا۔ یعنی کسی نے یہ نہیں کہا کہ رسول کریم (نعوذ باللہ) ہذیان بک رہے ہیں۔ بلکہ یہ کہا کہ نعوذ باللہ کیا رسول کریم ہذیان کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں پس آپ سے دریافت کرو۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ آپ نے خود ہی فتح الباری سے نقل کیا۔ اور ترجمہ دیا۔ جس شخص نے حضرت کے حکم کی تعمیل چاہی۔ اس نے کہا کیونکر تم توقف کرتے ہو۔ حضرت کے حکم کی تعمیل میں کیا رسول اللہ بھی دوسروں کی طرح ہیں۔ جو مرض میں ہذیان بکتے ہیں (اصلاح صفحہ ۱۶ جلد ۲۲)

(۶) ارشاد ہوتا ہے۔ اب فرمائیے شیعہ نے غلط حوالہ دیا یا صحیح۔ جناب والا نہایت ادب سے عرض کرونگا آپکے تمام حقوق ہمصرانہ کی حفاظت کرنے کے بعد کہ واقعات مجھے یہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں کہ شیعہ نے

بلکہ مجھے کہنا چاہیئے "فاضل شیعہ نے" اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ شیعہ قوم کے قائم مقام اصلاح کے

دیانتدار فاضل علام ایڈیٹر نے غلط حوالہ دیا۔

(۷) آپ فتح الباری کا حوالہ دیتے ہیں اور میں صحیح البخاری کی بابت پوچھتا ہوں پہلے اس سے نبٹ لیجئے۔ آپنے پارہ اٹھارہ سے ایک حدیث نقل کی جس کے الفاظ یہ ہیں "اشتد برسول اللّٰہ وجعہ فقال ایتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہٗ ابدًا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبي تنازع فقالوا ما شانہ اھجر استفھموہ فذھبوا یردون عنہ فقال دعونی" افسوس ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں۔ جس کا یہ ترجمہ ہو سکے "عمر نے کہا کہ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے"

ایڈیٹر صاحب! خدارا انصاف یہ کس قدر ظلم کی بات ہے کہ صریحاً فتنازعوا جمع کا صیغہ پھر لکھا ہو فقالوا اور آپ مجھے قالوا کا یہ ترجمہ کرنے پر مجبور کریں کہ کہا عمر نے۔ کیونکہ بجز اسکے آپ کے اس حدیث پیش کرنے کا کچھ مطلب نہیں ہو سکتا۔ یہاں میں یہ بحث نہیں اٹھاتا کہ اھجر استفھموہ کا مطلب آپ ہی کے مسلمات کے رد سے کہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ فقالوا کا ترجمہ عمر نے کہا۔ کیسے ہو سکتا ہے کیا علم لغت و صرف و نحو بھی نیا ایجاد کیجئے گا۔ حضرت! اسی کے ساتھ کی حدیث میں فاختلف اھل البیت فاختصموا لکھا ہے اس کا ترجمہ ایک عقیدہ تمند جو اہل البیت کا لفظ پڑھتے ہی سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ سوا اس کے کیا کر سکتا ہے "پس اختلاف کیا اہل بیت نے پس وہ جھگڑ پڑے" اب فرمائیے الزام بجائے عمر پر ہے جس نے کہا تو یہ کہا حسبنا کتاب اللّٰہ جو اولم یکفھم کی تعمیل ہے۔ یا نبی کریمؐ کے سامنے تنازع کرنے والوں پر۔ ولا ینبغی عند نبي تنازع ؛

ایڈیٹر صاحب خدا جانے کیا بات ہے آج کیا خفیا رہیرا جی تبرا کرنے کو چاہتا ہے۔ کیا آپ مہربانی فرما کر اپنا پرچہ اصلاح نمبر ۵ صفحہ ۳۸ اور تشحیذ ماہ ستمبر صفحہ ۵ سامنے رکھکر بآواز بلند تمام شیعان حیدر کرار کے ساتھ ایک دفعہ پھر یہ نہ کہینگے۔

الا لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین

ضرور ممنون فرمائیے گا۔ جزاکم اللّٰہ جزاء موفوراً

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۲

روگ کا گھر کھانسی اور مہاراجہ صاحب کا شکریہ

جناب مہاراجہ فیوڈیٹری چیف - بولانگر ضلع سمبل پور سے تحریر فرماتے ہیں - آپکے روانہ کردہ کھانسی کی دوا کیلیے میں مشکور ہوں اس دوا سے میری کھانسی بالکل دفع ہو گئی مجھے سات خوراک سے زائد پینے کی نوبت ہی نہیں آئی - کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی - اسوجہ سے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں بلغم کے دفع کرنے اور کھانسی کے دور کرنے کے لیے یہ ایک ہی دوا ثابت ہوئی ہے شیشی کلاں عہ شیشی خورد ۸ر محصولڈاک شیشی کلاں ۶ر محصولڈاک شیشی خورد ۵ر

...ی لائن

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا -

یہ خوشبودار بے ذائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنیمیں بے مثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا عرق سونگھ لینے سے اسیوقت بند ہو جاتا ہے مسوڑوں سے اگر خون جا رہا ہو تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملا کر روز کلی کرنیسے مسوڑے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے منہ کے راستہ یا بلغم کے ساتھ خون جاتا ہو تو اس دوا کے پینے سے بند ہو جاتا ہے - عورتوں کے پیٹ کی بیماری میں یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو اس دوا کے استعمال کرنیسے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے +

خونی بواسیر

اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنے پچکاری کا پانچ ۴ر محصولڈاک ۱۰ر اور ۸ر

کلوروڈائن یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے - ریاحی درد مروڑ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی رہتی ہے - آؤں - دست اور پیچش کیلیے بھی نہایت مفید ہے قیمت فی شیشی ۱۰ر محصولڈاک ۵ر ایک درجن شیشی کی قیمت چار روپے (للعہ)

ڈاکٹر ایس کے برمن عہ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ -

ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

قادیان دارالامان

رسالہ تشحیذ الاذہان

[illegible]

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام مینیجر | جلد ۱۴ | نمبر ۱۲

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء مطابق صفر ۱۳۳۸ھ

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے ۲ غیر ممالک سے ۳ طلباء سے ۱۲

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ کے سال کا اختتام

الحمد للہ رب العالمین۔ محض خدا کے فضل و کرم سے تشحیذ کا سال ۱۹۱۹ء ختم ہوا اور اب یہ اپنی عمر کے پندرھویں برس میں قدم رکھتا ہے۔ اللہ نے مجھے توفیق دی کہ ایسے ایسے مضامین کے ساتھ جو مستقل تصانیف کا حکم رکھتے ہیں اسے ٹھیک وقت پر شائع کر رہا ہوں باوجود کاتب کی دقت کے۔ ابھی اپنے محسن کارساز مولیٰ سے توفیق چاہتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کو ملک و ملت کے لئے پہلے سے بڑھ کر مفید بنائیگا اور اس کی باقاعدگی و عمدگی میں کوئی فرق نہ آئے۔

ہم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ مگر ناظرین کرام کے ذمہ بہت سا فرض ہے بلکہ قرض ہے اعانت کا سوال ابھی تک درپیش ہے کیا

"جلسہ پر آنے والے احباب"

اس بات کو مد نظر رکھینگے کہ وہ تشحیذ کا قرض اتارنے کے لئے کچھ نہ کچھ رقم اس فنڈ میں جمع کرا دینگے جو بمنشائے حضرت خلیفۃ المسیح کھولا گیا اور جس کے لئے پانچ مرتبہ مکرم ناظر صاحب تالیف و اشاعت نے اپیل بھی کی ہے۔ اگر جلسہ پر آنے والے احباب میں سے ایک ہزار ایسے بزرگ نکل آئیں جو آٹھ آٹھ آنے اعانت کا چندہ دیں اور پانسو بزرگ ایسے جو پیشگی قیمت داخل کر کے اس کے خریدار بن جائیں تو آپ کے تشحیذ کو بہت سا کام حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے صرف احباب کی توجہ درکار ہے۔

دوم ایک سو کے قریب ایسے دوست ہیں جنہوں نے اعانت تو درکنار ۱۹۱۹ء کا چندہ بھی ادا نہیں کیا وہ بھی توجہ فرمائیں ان کو کارڈ اطلاعی لکھے گئے ہیں۔

سوم۔ اگر حالات نے اجازت دی تو جنوری کا مع فروری کا تشحیذ ۱۹۲۰ء کی قیمت سالانہ وصول کرنے کے لئے وی پی ہو گا امید ہے کوئی صاحب اس بروقت امداد سے دریغ کر کے نقصان نہ پہنچائینگے۔

منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء

نبی کریم اور مسیح موعود کی پیشگوئی بائبل میں

تشحیذ ماہ ستمبر میں ہندوؤں کو بشارت دی گئی تھی کہ کلکی اوتار آچکا۔ اور انہی کی مسلمہ کتب سے ثابت کرکے دکھایا گیا تھا کہ آنے والے کے لئے یہی زمانہ مقرر ہے۔ اور یہ کہ اس موعود کا نام احمد بھی انہی کی کتاب میں لکھا ہوا موجود ہے اس نمبر میں عیسائیوں کے غور کے لئے ایک پیشگوئی پیش کرتا ہوں۔ ان کی حق جوئی و انصاف پسندی سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اسپر توجہ دیں گے۔

اعمال باب ۳ آیت ۱۸ تا ۲۱۔ پڑھئے جو یہ ہے۔

"پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبانی آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح دکھ اُٹھائیگا سو پوری کیں۔ پس توبہ کرو اور متوجہ ہو۔ کہ تمھارے گناہ مٹائے جائیں۔ تاکہ خدا کے حضور سے تازگی بخش ایام آئیں۔ اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع

سے کیا اپنی حالت پر آئیں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمھارا خدا ہے تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھائیگا۔ جو کچھ وہ تمھیں کہے اس کی سب سنو۔ اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم میں سے نیست کیا جائیگا۔"

اس عبارت سے مفصلہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں

(۱) یسوع مسیح آچکا ہے۔ اس لئے جس پیشگوئی کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور جو استثناء باب ۱۸۔ آیت ۱۵ میں ہے۔ وہ مسیح کے متعلق نہیں۔ بلکہ کسی اور نبی کے بارے میں ہے۔ مسیح کی نسبت تو اسی باب میں لکھا ہے۔

"پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبانی آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح دکھ اٹھائیگا سو پوری کیں۔"

گویا مسیح کے بارے میں جو نبوت عہد عتیق میں تھی وہ پوری ہو چکی ہے۔

(۲) یسوع مسیح پھر آنیوالا ہے۔ یعنی اس کا دوبارہ نزول ہوگا۔ مگر آسمان اسے لئے رہیگا جب تک وہ سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ جو خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی شروع سے فرمایا۔ وہ کیا؟ ایک نبی کی بعثت وہ نبی کیسا ہوگا؟ اس کیلئے حضرت موسیٰ کی پیشگوئی کے الفاظ نقل کیے ہیں جن میں سے یہ فقرہ خصوصیت سے قابل غور ہے "ایک نبی میری مانند" اب فرمائیے کہ موسیٰ کیسے نبی تھے؟ اس کا جواب یہی ہوگا کہ "صاحب شریعت" تو اس کے مصداق یسوع مسیح نہیں ہو سکتے جن کی نسبت یہ مسلم ہے۔ کہ وہ کوئی شریعت نہیں لائے۔ ملاحظہ ہو یوحنا $\frac{1}{17}$

"کیونکہ شریعت موسیٰ کی معرفت دی گئی۔ مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح سے پہنچی۔"

دوم پیشگوئی زیر بحث میں ایک نبی کی خبر دی گئی ہے۔ اور عیسائی یسوع مسیح کو نبی نہیں مانتے۔ اکلوتا بیٹا کہتے

سوم اسی باب ۳۔ اعمال میں:۔ "تمھارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اٹھا کے پہلے بھیجا" سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح کے متعلق یہ نبوت نہیں سمجھی گئی۔ وہ تو پہلے آچکا۔ اور اس کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ پہلے وہ نبی آجائے۔

(ب) یوحنا باب ۱۔ آیت ۱۹۔ ۲۳۔ سے ظاہر ہے کہ یہود میں تین موعودوں کا انتظار تھا

یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں تو کون ہے؟ اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون؟ کیا تو الیاس ہے۔ (۲۱) پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں"

مسیح کا۔ الیاس کا۔ وہ نبی کا اور وہ نبی بھی ایسی بزرگ شخصیت ہے کہ اس کا کام بپتسمہ دینا ہے نہ کہ گمراہ کرنا جیسا کہ بعض متعصب پادریوں نے لکھ دیا ہے۔ چنانچہ آیت ۲۵ میں ہے" اور انھوں نے اس سے سوال کیا۔ اور کہا اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس۔ اور نہ وہ نبی۔ پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے" معلوم ہوا کہ بپتسمہ دینا انہی تینوں کا کام تھا۔ اور ان کے مقاصد بھی واحد تھے۔ جس غرض کے لئے مسیح کی بعثت ہے اسی غرض کے لئے وہ نبی کی پس مسیح الگ ہے اور وہ نبی الگ۔

(ج) کہا جاتا ہے۔ کہ وہ نبی اسحاق کی اولاد میں سے ہونا چاہئیے۔ اس لئے اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتے۔ اور اس کے لئے

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا"

پیش کیا جاتا ہے۔ عہد عتیق تحریف والحاق سے جیسا کچھ محفوظ ہے۔ وہ تو بزرگ پادری صاحبان مجھ سے زیادہ جانتے ہیں لیکن تاہم اس سے بنی اسحاق کی خصوصیت نہیں معلوم ہوتی۔ اور اس کے لئے بہت سے دلائل ہیں منجملہ ان کے یہ کہ فارسی ترجمہ میں" از میان شما از برادرانت" لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمھارے درمیان سے" کا مطلب" تمھارے بھائیوں میں سے" ہے یعنی بنی اسمٰعیل سے دوم اعمال میں اس پیشگوئی کے الفاظ رسول کی زبانی بھی نقل ہوئے ہیں جن کا دوسرے وسائل سے زیادہ اعتبار ہونا چاہئے۔

"تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لئے ایک نبی میری مانند اُٹھا ئیگا"

سوم "تیرے ہی درمیان میں سے" پر زور دینے کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کیونکہ بنی اسحٰق میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند صاحب شریعت پیدا نہیں ہوا البتہ بنی اسمٰعیل میں سے ایک مدعی نبوت ہوا۔ جو صادق تھا۔

چہارم اعمال باب ۳۔ آیت ۲۵ میں ہے۔" ابراہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے

برکت پائیں گے۔" اب کیا "اسمٰعیل" ابراہیم کی اولاد نہیں۔ ضرور ہے۔ پس ضروری تھا کہ اس سے بھی دنیا کے سارے گھرانے برکت پائیں۔ یسوع مسیح نے جب خود فرمادیا کہ

"میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

تو اس مقدس کی طرف کیونکر یہ پیشگوئی منسوب کی جائے جس میں دنیا کے سارے گھرانوں کو برکت دینے والے کا ذکر ہے۔

پنجم اعمال باب ۷ میں بھی اس پیشگوئی کے یہی الفاظ ہیں جو ایک بزرگ کی زبانی روایت ہوئی۔

"یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے۔ تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی ظاہر کریگا۔ اس کی سنو۔"

ان شہادتوں سے ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی مسیح کے لئے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے جو اسحاق کے بھائی اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہونے والے تھے۔

(۳) تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آنحضرت کی بعثت کے بعد مسیح پھر آنے والا ہے۔ یہ آمد کس طرح پر ہوگی اس کے لئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ پہلے کسی کی دوبارہ آمد کا وعدہ خدا کی طرف سے دیا گیا ہے یا نہیں۔ اگر دیا گیا ہے تو وہ کس طرح پورا ہوا۔ پس مثال حل جانے سے اس مسئلہ کا حل آسان ہو جائیگا۔

ملاکی نبی کی کتاب باب ۴ میں ہے۔

"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا"

اس پیشگوئی کے ظہور کا یہود کو یہاں تک انتظار تھا کہ جب مسیح مبعوث ہوئے تو یہود نے یہی اعتراض کیا کہ آپ سے پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے جو پہلی بعثت میں آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ ملاحظہ ہو متی باب ۱۱ آیت ۱۱

"اور اس کے شاگردوں نے اس سے پوچھا۔ پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے۔ یسوع نے انھیں جواب دیا کہ الیاس البتہ پہلے آئیگا۔ اور سب چیزوں کا بندوبست کریگا۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن انھوں نے اس کو نہیں پہچانا جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔"

سوال و جواب سے ظاہر ہے کہ یہود میں الیاس کی آمد ثانی کی پیشگوئی ذائع و شائع تھی مسیح نے بھی اس کی تصدیق کی۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ یہود کا خیال غلط ہے۔ بلکہ فرمایا کہ الیاس البتہ پہلے آئیگا۔ اور پھر

ان کو سمجھایا کہ الیاس تو آچکا کیونکر آیا؟ اس کے لئے "انھوں نے اس کو نہیں پہچانا" سے بتایا کہ پیشگوئی اس رنگ میں پوری نہیں ہوئی جس میں یہودیوں نے غلطی سے سمجھ بیٹھے تھے بلکہ آمد ثانی سے یہ مراد تھی کہ ایک اور پاکیزہ ہستی اس کی روح و قوت میں آئیگی۔ چنانچہ الیاس کی آمد ثانی یوحنا میں ہوئی

"اے ذکریاہ مت ڈر کہ تیری دعا سنی گئی۔ اور تیری جورو الیسبات تیرے لئے ایک بیٹا جنیگی تو اس کا نام یوحنا رکھنا۔ × × × وہ خداوند کے حضور بزرگ ہوگا۔ اور نہ مے اور نہ کوئی نشہ پئے گا۔ اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائیگا۔ اور بنی اسرائیل میں سے بہتوں کو ان کے خداوند خدا کی طرف پھیریگا۔ اور وہ اس کے آگے الیاس کی طبیعت اور قوت کے ساتھ چلے گا۔ کہ باپ دادوں کے دلوں کو لڑکوں کی طرف اور نافرمانبرداروں کو راستبازوں کی دانائی کی طرف پھیر کے خداوند کے لئے ایک مستعد قوم تیار کرے۔"

یوحنا کے لئے جو الفاظ اوپر نقل کئے گئے ہیں۔ ان کو ملاکی باب ۴۔ آیت ۵۔ ۶ سے ملا کر پڑھیئے۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ نبوت یوحنا میں پوری ہونیوالی تھی۔ اور مسیح فیصلہ دیتا ہے کہ

"سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک آگے کی خبر دی اور الیاس جو آنیوالا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ جس کسی کے کان سننے کے ہوں سنے۔" (متی باب ۱۱ آیت ۱۳ و ۱۴)

پس عیسائیوں کے سامنے اگر ہم یہ بات پیش کرتے ہیں کہ مسیح کی دوبارہ آمد والی پیشگوئی بھی اسی طرح پوری ہوئی جس طرح الیاس کی دوبارہ آمد یوحنا کے ذریعہ تو وہ اپنے مطلع کے دئے ہوئے فیصلہ سے کیونکر انکار کر سکتے ہیں۔

(ب) "آسمان اسے لئے رہے" یہ نہیں بتاتا۔ کہ مسیح آسمان پر ہے اور وہاں سے بجسدہ آئیگا کیونکہ آسمان سے آنیکا محاورہ بائیبل میں موجود ہے۔

"اور کوئی آسمان پر نہیں گیا۔ سوا اس شخص کے جو آسمان پر سے اترا۔"

یہ تو سب کو مسلم ہے۔ کہ مسیح ناصری۔ بی بی مریم کے بطن سے زمین پر ہی پیدا ہوئے۔ پس آسمان پر اترنے کے جو معنی پہلی بعثت میں ہیں وہی دوسری میں لئے جائیں گے۔

اس تشریح کے بعد میں اعمال باب ۳ تمام عیسائی صاحبان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تا وے سب جو سعادتمند روحیں ہیں عہد کے رسول "وہ نبی" سرور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسیح ابن مریم کی روح و قوت میں آنیوالے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام پر ایمان لاکر وہ برکات پائیں جنکا نزول ان مقدس وجودوں کے ذریعہ بنی نوع انسان

نبی سے (اجتہادی) غلطی ہو جاتی ہے

مگر خدا تعالیٰ اس پر قائم نہیں رہنے دیتا

منکرین مسیح موعود اپنی رعونت اور حماقت اور کم علمی کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ میں توفّی کے معنی پورا دینے کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ واپس تشریف لانیکو تسلیم کر چکے ہیں۔ لیکن خود ہی اس کے بعد توفی کے لفظ سے ہی وفات مسیح کو ثابت کرتے ہیں۔ تو ان دونوں عبارتوں کے درمیان تعارض اور تضاد ہے جو ملہم من اللہ اور نبی کی شان کے شایاں نہیں ہے۔

اول تو تیرہویں صدی کے علماء جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعلماءھم شر من تحت ادیم السماء فرما چکے ہیں نہیں سوچتے کہ ان دونوں عبارتوں کے درمیان تعارض نہیں کیونکہ تعارض کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ تعارض کی تعریف اصولیوں نے یہ کی ہے۔

"المعارضة تقابل الحجتين على السواء لا مزية لاحدهما على الآخر في الذات والصفة في حكمين متضادين وشرطها اتحاد المحل والوقت مع تضاد الحكم الخ (نور الانوار في شرح المنار)

"معارضہ دو حجتوں کا ایسا متقابل ہونا کہ ایک کو دوسرے پر ذات اور صفت میں افزونی نہ ہو اور وہ ہوں بھی دو متضاد حکموں میں اور اس کی شرط اتحاد محل اور وقت کا مع تضاد الحکم ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ شراب پہلے اسلام میں جائز تھی۔ پھر حرام ہو گئی۔ تو یہ تعارض نہیں ہوگا۔ کیونکہ دونوں باتوں کا وقت متحد نہیں ہے"

پس اس تعریف کی رو سے حضرت مسیح موعود کی عبارت میں تعارض نہیں ہوگا بعدم اتحاد وقت کیوجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ آپ نے مسیح کو آسمان پر ماننے کے عقیدہ کو استصحاب (یعنی جو آپ کا پہلے عقیدہ تھا اسی عقیدہ کے مطابق لکھنا) قرار دیا ہے۔ اور اصول فقہ والوں کے نزدیک استصحاب حجت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو نور الانوار صفحہ ۱۹۸ اور استصحاب کے معنی محشی نے یہ لکھے ہیں۔

"الاستصحاب الابقاء ما کان علیہ"

یعنی استصحاب کسی بات کو اس کی گذشتہ حالت پر رکھدینے کو کہتے ہیں۔ اور نیز حضرت مرزا صاحب کی دونوں عبارتیں بیان تبدیل کا حکم رکھتی ہیں۔ جیسا کہ بیان تبدیل کی مثال اصول والوں نے یہ دی ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف مُنہ کرتے رہے۔ پھر قولِ وجھک شطر المسجد الحرام کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کیا۔ پس اسی طرح پہلے حضرت مسیح موعود نے کسی الہام اور حجت کی بنا پر مسیح کو زندہ نہیں مانا۔ اور بعد میں جو وفات مسیح کو مانا ہے۔ تو الہام کی بنا پر۔ پس پہلی بات کا ناسخ الہام ہے۔ پھر مخالفین اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ایسے بیہودہ اعتراضوں کے ساتھ وہ خود مسیح موعود کی صداقت کو ثابت کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ایسی باتیں پہلے انبیاء سے بھی ہوتی رہی ہیں۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ انبیاء کو غلطی پر قائم نہیں رکھتا۔ بلکہ غلطی پر اطلاع دیدیتا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب ایام الصلح میں لکھا ہے کہ یہ جو میں براہین احمدیہ میں توفی کے معنی پورا کر دینا، اور مسیح کو آسمان پر زندہ ہونا لکھ چکا ہوں۔ یہ میری غلطی تھی۔ جسپر مجھے خدا تعالےٰ نے قائم نہ رہنے دیا۔ اور غلطی پر اطلاع دیدی ملاحظہ ہو ایام الصلح صفحہ ۱۴۳ آپ فرماتے ہیں۔

"اس جگہ یاد رہے۔ کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفیٰ کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے۔ الہامی غلطی نہیں۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہو اور نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں ہیں۔ گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا۔ مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو و نسیان لازمہ بشریت ہے۔ میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر واپس آئیں گے۔ مگر یہ بھی میری غلطی تھی اور یہ غلطی ایسی ہی تھی جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کے قیدیوں میں ہوئی۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے

"قال ابن عباس فلما اسروا الاساری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر و عمر ما ترون فی ہولاء الاساریٰ فقال ابو بکر یا نبی اللہ

هم بنو العم والعشيرة ارى ان تاخذ منهم فدية فتكون لنا قوة على الكفار فعسى الله ان يهديهم للاسلام فقال رسول الله ما ترى يا ابن الخطاب قلت لا والله يا رسول الله ما ارى الذى راى ابوبكر ولكنى ارى ان تمكنا فنضرب اعناقهم فتمكن عليا من عقيل فيضرب عنقه وتمكنى من فلان نسيبا لعمر فاضرب عنقه فان هؤلاء ائمة الكفر وصناديدها فهوى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قال ابوبكر ولم يهو ما قلت كان من الغد جئت فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر قاعدين يبكيان قلت يا رسول الله من اى شئ تبكى انت وصاحبك فان وجدت بكاء بكيت وان لم اجد بكاء تباكيت لبكائكما فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابكى للذى عرض على اصحابك من اخذهم الفداء ولقد عرض على عذابهم ادنى من هذه الشجرة شجرة قريبة من رسول الله صلى الله عليه وسلم فانزل الله عزوجل ما كان لنبى ان يكون له اسرى حتى يثخن فى الارض تريدون عرض الدنيا والله يريد الاخرة والله عزيز حكيم لولا كتاب من الله سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم۔

ترجمہ۔ جب بدر سے قیدی قید کر کے لائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو فرمایا۔ کہ تمھاری ان قیدیوں کے متعلق کیا رائے ہے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ وہ ہمارے۔ چچازاد بھائی اور ایک ہی قبیلہ کے ہیں۔ میرے خیال میں فدیہ لے لینا چاہئے۔ تاکہ ہمیں روپے کے ساتھ کافروں پر قوت ملجائے۔ شاید کہ خدا تعالیٰ ان سے کسی کو ہدایت دے۔ پھر آپ نے حضرت عمرؓ سے رائے دریافت کی تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے رسول اللہ میری رائے تو حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے خلاف ہے۔ میری رائے میں ان کی گردنیں اڑا دیں عقیل کو حضرت علی کے سپرد کریں۔ اور میرا فلاں رشتہ دار میرے سپرد کریں ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ کیونکہ وہ کافروں کے ائمہ اور سردار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

ابوبکرؓ کی رائے کو تسلیم کیا اور میری (حضرت عمرؓ) رائے کو اختیار نہ کیا۔ آئندہ صبح کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکرؓ کو بیٹھے روتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ کس وجہ سے آپ اور آپ کا ساتھی رو رہا ہے۔ تاکہ اگر کوئی رُلانے والی چیز ہے۔ تو میں بھی روؤں ورنہ آپ کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت ہی بناؤں۔ تو رسول اللہ نے فرمایا تیرے ساتھی جنہوں نے فدیہ لیا میرے پیش کئے گئے۔ اور پھر ان کا عذاب اس درخت سے جو قریب ہے پیش کیا گیا۔ (رسول کریم کے قریب ایک درخت تھا۔) اور یہ آیات اتریں۔ کہ کسی نبی کے لئے جائز نہیں ہے۔ کہ اس کے لئے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ اچھی طرح زمین میں خون نہ بہائے تم تو دنیاوی اسباب چاہتے ہو۔ اور خدا تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔ اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ اگر پہلے سے یہ نوشتہ نہ ہوتا تو جو کام تم نے کیا ہے اس سے تمہیں بڑا عذاب ہوتا۔ پس تم حلال طیب غنائم کھاؤ اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ اور ایک روایت میں ہے قال لو نزل العذاب ما نجی احد منا الا عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب اترتا تو حضرت عمرؓ کے سوا کوئی نہ بچتا۔ یہ تمام واقعہ شارح منار نے نور الانوار میں لکھا ہے

"فظهر ان الحق هو رائ عمر وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخطاء حین عمل برائ ابی بکر لکنہ لم یقرر علی الخطاء بل تنبہ علیہ بانزال الآیات"

پس ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کی رائے حق تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل کرنے میں غلطی کی لیکن آپ کو غلطی پر قائم نہ رہنے دیا گیا۔ بلکہ آیات نازل کر کے تنبیہ کر دی۔ اسی وجہ سے آپ کے لئے کہا گیا ہے کہ الا انہ معصوم عن القرار علی الخطاء

بخلاف ما یکون من غیرہ من البیان بالرائ من مجتہدی الامتہ"

کہ آپ معصوم ہیں خطا پر قائم رہنے سے بخلاف دوسرے مجتہدین امت کے پس اسی طرح حضرت صاحب نے غلطی سے پہلے مسیح کو زندہ لکھا۔ لیکن خدا نے غلطی پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صحیح بات بتلا دی۔

پھر اسی طرح دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔

"لما توفی عبد اللہ بن ابی ابن سلول جاء ابنہ عبد اللہ بن عبد اللہ"

الی رسول اللہ فسألہ ان یعطیہ قمیصہ یکفن فیہ اباہ فاعطاہ
ثم سألہ ان یصلی علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علیہ
فقام عمر فاخذ بثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول
اللہ اتصلی علیہ وقد نہاک اللہ ان تصلی علیہ فقال رسول اللہ
انما خیرنی اللہ فقال استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین
مرۃ وسازیدہ علی سبعین قال انہ منافق فصلی علیہ رسول اللہ
فانزل اللہ عزوجل ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی
قبرہ (رواہ مسلم والبخاری)

ترجمہ - جب عبداللہ ابن ابی ابن سلول وفات پا گیا۔ تو اس کا بیٹا عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے باپ کے کفن کے لئے قمیص لینے آیا۔ تو آپ نے قمیص دیدی۔ پھر عبداللہ نے جنازے کیلئے درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت عمر نے آپ کے کپڑے کو پکڑا۔ اور کہا کہ اے رسول اللہ کیا آپ اس پر نماز پڑھیں گے۔ حالانکہ آپکو خدا نے منع کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگرچہ تو ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے تو بھی خدا تعالیٰ ان کو نہیں بخشیگا۔ اور میں ستر دفعہ سے زیادہ بخشش مانگونگا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ وہ تو منافق ہے۔ پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر نماز پڑھی۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ تو منافقوں سے جو مر جائے ان پر ہرگز نماز نہ پڑھ اور نہ ہی ان کی قبر پر دعا کے لئے کھڑا ہو۔"

الغرض اس آیت کے معنی آپ نے کچھ اور سمجھے تو خدا تعالیٰ نے اس غلطی پر قائم نہ رہنے دیا۔ بلکہ دوسری آیت کے ساتھ سمجھا دیا کہ انپر نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ اسیطرح حضرت مسیح موعود نے توفی کے معنی پورا دینے کے لکھدیئے تو خدا تعالیٰ نے آپکو اس غلطی پر قائم نہ رہنے دیا اور توفی کے معنے سمجھا دیئے۔ یہی آپکی صداقت کا ثبوت ہے۔ نیز اس بات کا کہ آپ واقعی نبی اللہ ہیں۔ مکفرین مسیح موعود کو تدبر سے کام لینا چاہئے۔ اور امام زماں کا انکار کرکے جاہلیت کی موت نہ مرنا چاہئے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ — جلال الدین (مولوی فاضل)

بطلان مطاعن البرہان

نمبر (۲)

قولہ - حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں - کہ خدا نے وحی کی کہ ابراہیم کے مقام سے عبادت کی جگہ بنا - ہم نے اس مقام کو قادیان کے قریب اتارا ہے - الی آخرہ (رسالہ البرہان ۱۵ جمادی الاول ۳۷ھ)

اقول - مرویات شیعہ سے ثابت ہے - کہ مہدی موعود علاوہ دیگر انبیاء کرام کے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہ السلام کا بھی مثیل ہے - چنانچہ مہدی موعود کی زبانی مروی ہے کہ وہ فرمائیں گے

"ہر کہ خواہد کہ نظر کند بآدمؑ و شیثؑ و نوحؑ و سامؑ و ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و موسیٰؑ و یوشعؑ و عیسیٰؑ و شمعونؑ پس نظر کند بمن کہ علم و کمال ہمہ با من ہست" الخ (رسالہ رجعت مجلسی صہ ۱۳)

حضرت مرزا صاحب کو ایک الہام میں ابراہیم فرمایا گیا ہے۔

حضرت مرزا صاحب مدعی مہدویت ہیں - اور اُن کا مسکن وہی قریہ مبارکہ قادیان ہے - جس کو کتب فریقین میں کرعہ کر کے لکھا ہے - دیکھو کتاب نجم ثاقب صہ ۲۸۴ اور کتاب حجج الکرامہ صہ - علاوہ ازیں ایک اور کتاب شیعہ میں بھی اس کی شہادت مرقوم ہے - دیکھو تذکرۃ الائمہ صہ ۲۰۰

یہاں پر یاد رہے کہ کتب اہلسنت میں مروی ہے کہ کرعہ نام بستی ملک یمن میں ہے - لیکن آجتک اس کی شہادت جغرافیہ سے ثابت نہیں ہوئی - اور شیعوں کی طرف سے تو اس کا موقعہ و محل آج تک میری نظر سے نہیں گذرا - پس لامحالہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ قادی یا قادیان ہی دراصل کرعہ تھا۔

پس اس کو مقام ابراہیم سے جو نسبت دیگئی ہے - وہ بے محل نہیں ہے - لیکن اس سے جو نتیجہ فاضل ایڈیٹر البرہان نے نکالا ہے البتہ وہی ان کا خود ساختہ اور سراسر تعصب بیجا پر مبنی ہے - اگر قادیان کو واقعی مقام ابراہیم اور کعبہ مقرر کیا جاتا - تو اس کے ساتھ کوئی ایسا حکم بھی ہوتا کہ اب حج کے لئے بیت اللہ جانے کی ضرورت اور بقول معترض کے مرزائیوں کا قبلہ کعبہ کے بجائے قادیان ہوجاتا - تو کوئی احمدی نماز پڑھتے ہوئے رو بقبلہ نہ ہوتا - بلکہ قادیان کی طرف منہ کیا کرتے - اور یا سالانہ جلسہ خاص ایام حج میں مقرر ہوتے تو بھی کچھ ایسا واہمہ دل میں خطور کر سکتا تھا - اور جو طول طویل تقریر بیت اللہ

شریف کی فضیلت پر ایڈیٹر صاحب نے لکھی ہے۔ اور اپنے زعم باطل میں ہم کو ملامت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ برمحل ہوتی۔ لیکن یہاں تو ایسا سان گمان بھی نہیں ہے۔

قولہٗ مرزا صاحب نے خانہ کعبہ کا شرف اور مقام ابراہیم کی فضیلت اور اس کی حرمت سب قادیان کو عطا کر دی " الخ البرہان ۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۷ھ

اقول حضرت مرزا صاحب مرحوم کے الہام کا اگر ایسا ہی مطلب ہوتا جو آپ نے نکالا ہے۔ تو ضرور اس کے ساتھ اُن کا کوئی ارشاد بھی ہوتا۔ یا احمدیوں کا عملدرآمد بھی ایسا ہوتا یا قادیان میں کوئی حجراسود ہوتا یا کسی خاص جگہ کا طواف مقرر ہوتا جب یہ نہیں ہے تو جو تشریح و نتیجہ آپ نے اخذ کیا ہے وہ تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہے۔

لیکن اگر آپ واقعی شیعہ اور شیعہ مرویات و عقائد پر آپ کا دل سے اعتقاد ہے۔ تو آپ کو اس قسم کے اعتراضات کرنے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس قسم کے اعتراضات کے مستحق احمدیت سے پیشتر صدیوں سے شیعہ صاحبان ہیں۔ دیکھو روایات ذیل کو

(۱) **کربلا کی افضلیت کعبہ پر۔** بروایت امام جعفر صادق فرمودند کہ اے مفضل (نام راوی) بدرستیکہ بقعہائے زمین با یکدیگر تفاخر کردند پس کعبہ معظمہ بر کربلائے معلیٰ فخر کرد حق تعالیٰ وحی نمود بہ کعبہ ساکت شو فخر مکن بر کربلا بدرستیکہ آں بقعہ مبارکیست کہ در آنجا ندا سے انی انا اللہ از شجرہ مبارکہ بہ موسیٰ رسید و آں ہماں مکان بلند یست کہ مریم و عیسیٰ را در آنجا جائے دادم و در موضع کہ سر مبارک حضرت امام حسین صلوات اللہ علیہ را بعد از شہادت شستند وہماں موضع حضرت مریم عیسیٰ روح اللہ را در وقت ولادت غسل داد و خود در آنجا غسل کرد و آں بہترین بقعہ ایست کہ حضرت رسول از آنجا عروج نمود حیز و برکت و رحمت بے پایاں برائے شیعیان ما در آں جا مہیا ست تا ظاہر شدن حضرت قائم۔ دیکھو رسالہ رجعت باقر مجلسی مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۱

یعنی زمین کے مقاموں نے ایک دوسرے پر بڑائی کرنی شروع کی پس کعبہ نے کربلا پر فخر کیا۔ خدائے تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے کعبہ چپ رہو اور کربلا پر بڑائی نہ کر کیونکہ یہ وہ مبارک مقام ہے کہ وہاں سے موسیٰ علیہ السلام کو شجرہ مبارکہ سے انی انا اللہ (میں ہی خدا ہوں) کی آواز آئی تھی۔ اور وہی مقام بلند ہے کہ مریم و عیسیٰ کو وہاں پناہ دی (وآوینھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین) اور جس

جگہ امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو شہادت کے پیچھے دھویا اسی جگہ حضرت مریم نے عیسیٰ روح اللہ کو پیدا ہونے کے وقت غسل دیا اور وہ بہترین مقام ہے کہ حضرت رسول صلعم کو وہیں سے معراج ہوا اور بیشمار خیر و برکت اور رحمت ہمارے شیعوں کے واسطے اس جگہ مہیا ہے۔ جب تک کہ امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں۔ اب فرمایئے کہ کربلا معلی کے مقابلہ میں بیت اللہ شریف کی کیا عظمت و حرمت رہ گئی؟ کربلائے معلی کے مقابلہ میں کعبہ کے علاوہ کوہ طور اور بیت المقدس کی عظمت بھی خاک میں ملادی کیونکہ جملہ اہل اسلام و یہود و نصاریٰ کی روایات متفق ہیں کہ اخدانا اللہ کی ندا جس شجرہ مبارکہ سے نکلی تھی وہ کوہ طور پر تھا اور اسی طرح مریم و عیسیٰ علیہما السلام کی پناہ گاہ بھی کربلا کو بنادیا۔ حالانکہ مفسرین نے اس سے مراد نہایت سرسبز مقامات لی ہے۔ مثلاً ایلیائے بیت المقدس دمشق رملہ۔ مصر دیکھو تفسیر کبیر و ابو السعود۔ اور اسی طرح معراج رسول صلعم کا مقام بھی کربلا کو قرار دیا۔ حالانکہ متفق علیہ ہے کہ معراج نبوی بیت المقدس سے ہوا تھا۔

(۲) ائمہ یا قبور ائمہ کی زیارت جب تک کی نہ جائے حج تمام ہی نہیں ہوتا۔ عن الصادق اذا حج احدکم فلیختم حجہ بزیارتنا لان ذلک من تمام الحج۔ اقول و فی هذا الزمان زیارۃ قبورهم تنوب زیارتهم و لقاهم کما یستفاد من اخبار آخر و لا منافاۃ بین هذہ الاخبار لان ذلک کلهم من تمام الحج (تفسیر صافی زیر آیت و اتموا الحج و العمرۃ)

یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب کبھی کوئی تم میں سے حج کرے تو ختم کرے حج کو ہماری زیارت (ملاقات) سے کیونکہ یہ امر کامل کرنے والا ہے۔ فریضہ حج کو میں (مفسر صافی) کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اماموں کی قبروں پر جانا ان کی زیارت و ملاقات کا قائم مقام ہے۔ اور ان دونوں قسم کی روایات میں کچھ منافات نہیں۔ کیونکہ تکمیل حج کے لئے یہ سب امور ضروری ہیں۔

نوٹ معلوم ہوا کہ اب شیعوں کے اماموں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔ جبھی تو ان کی قبور کی زیارت پر اکتفا کیا گیا ہے۔

(۳) ائمہ کی قبور پر جانے کا ثواب سینکڑوں ہزاروں لاکھوں حج بیت اللہ کے برابر ہے۔ عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام۔ قال من زار قبر ابی عبد اللہ علیہ السلام

بسنط الفرات کان کمن زار الدفوق عرشہ (جامع الاخبار فصل الزیارۃ الحسین)

یعنی کربلا میں روضہ امام حسین علیہ السلام کی جس نے زیارت کی۔ وہ ایسا ہے جیسے کہ اس نے عرش معلی پر خدا کی زیارت کی۔

قال ابوعبد اللہ علیہ السلام من اتی قبر الحسین عارفا بحقہ کان کمن حج مائتہ حجتہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ جامع الاخبار فصل ایضاً

امام رضا جو آٹھویں امام ہیں اور جن کا مزار مبارک مشہد مقدس میں ہے۔ ان کی زیارت کا ثواب تو ہزار حج بلکہ دس لاکھ حج کے برابر لکھا ہے۔

اصل روایت ملاحظہ ہو۔

محمد بن الحسن الصفار ××× عن احمد بن محمد بن ابی نصیر البزنطی قال قرأت کتاب ابی الحسن الرضا علیہ السلام ابلغ شیعتی ان زیارتی تعدل عند اللہ عزوجل الف حجتہ قال قلت لابی جعفر علیہ السلام الف حجتہ قال ای واللہ والف الف حجتہ فلمن زارہ عارفا بحقہ۔ جامع الاخبار فصل ۱۴

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کا خط مبارک دیکھا جس میں لکھا تھا کہ میرے شیعوں کو پہنچا دو کہ میری زیارت خدا کے نزدیک ہزار حج کے برابر ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے امام ابی جعفر سے عرض کیا کہ کیا ہزار حج کے برابر؟ فرمایا ہاں قسم خدا کی بلکہ ہزار ہزار حج کے برابر جس نے ان کے حق کو پہچان کر زیارت کی

اسی قسم کی کئی روایات ہیں جن سے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے کہ کربلائے معلی اور مشہد مقدس کے مزارات کو بیت اللہ شریف پر نہایت واضح طور پر فضیلت دی گئی ہے جس سے اسلامی دنیا بالکل بےخبر ہے۔ اور روایات کو مدنظر رکھ کر ایڈیٹر صاحب ایمان سے فرمائیں کہ ان تمام اعتراضات کی مصداق جو انھوں نے بھولے بھالے اور ناواقف مسلمانوں کو ہمارے برخلاف بھڑکانے کے لئے لکھ مارے ہیں۔ واقعی طور پر خود شیعیت ہے یا احمدیت؟

وہ اور یہ بدیہی دلیل ہے اس امر کی کہ تشیع کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے خلاف ہے۔" عطائے شما بہ لقائے شما۔

قولہ قرآن کی نسبت مرزا صاحب کا اعتقاد"

"قرآن زمین پر سے اُٹھ گیا تھا۔ میں قرآن کو زمین پر سے لایا ہوں" (ازالۃ الاوہام) یہ صریح جحد اسلام سے انکار ہے۔ کیونکہ بلاشک و شبہ معدن اسلام قرآن ہی ہے۔ اور یہی دلیل نبوت اور دلیل نبوت ہے۔ اور جب بقول مرزا صاحب کے قرآن زمین سے اُٹھ گیا تو اسلام بھی اُٹھ گیا۔ اور گویا مرزا صاحب کا دین ایک نیا دین ہے۔ جو دین اسلام کے اُٹھ جانے کے بعد وہ آسمان سے لائے ہیں"۔ الخ البرہان جمادی الاول ۱۳۳۷ھ صفحہ ۱۲۔

اقول ۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاضل معترض نے اصل کتاب ازالہ اوہام کو مقام محولہ سے دیکھا نہیں ہے ورنہ وہ کبھی اس قسم کی بے جا نکتہ چینی نہ کرتے۔

جناب مرزا صاحب کا یہ ارشاد بحیثیت مسیح موعود و مہدی موعود ہونے کے ہے۔ اور دنیائے اسلام کی عام حالت اس صداقت کی شاہد ہے کہ نہ صرف آج ہی بلکہ ایک مدت مدید سے مسلمانوں نے قرآن پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہوا ہے۔ اور اسی معنی میں قرآن آسمان پر اُٹھ گیا تھا۔ اور پھر حضرت مرزا صاحب ہی اس کو آسمان سے دوبارہ لے آئے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ مجموعہ اوراق جسمانی طور پر آسمان پر اُٹھ گیا تھا۔ اور پھر اس کو مرزا صاحب زمین پر لے آئے اور دوبارہ "قادیان کے مشین پریس میں اپنے اہتمام سے جابجا تصرف و تغیرات کے بعد دنیا میں شائع کر دیا ہے" حاشا و کلا۔ تیرہ سو برس پہلے ابوبکرؓ و عمرؓ کا جمع کیا ہوا قرآن مسلمانوں میں جو مروج چلا آتا تھا۔ خدا کے فضل سے بلاکم و کاست جوں کا توں وہی قرآن حضرت مرزا صاحب اور تمام احمدیوں کے پاس ہے۔ ایک زیر و زبر کا بھی فرق نہیں ڈالا گیا۔ ہاں اگر کمی واقع ہو گئی تھی تو صرف عمل بالقرآن کی جس کو شیعہ و سنی سبھی مانتے اور جانتے ہیں۔ اسی کمی کو پورا کرنے کی خاطر حضرت مرزا صاحب کو خدا نے عین غربت اسلام کے وقت مبعوث فرمایا۔ اور آپ نے خداداد توفیق و مساعدت الٰہیہ کے ساتھ حمایت دین کا بیڑا اُٹھایا۔ اور مایوسوں کی ڈھارس بندھائی۔ اور مخالفین اسلام پر دلائل بیّنہ کے ساتھ اتمام حجت فرمائی۔

ایسے اعتقاد صداقت بنیاد کو سوائے ایڈیٹر صاحب البرہان کے شاید ہی کوئی منصف مزاج مسلمان "خلاف اسلام" اور "نیا دین" قرار دیگا۔ جدید دین کے خطاب کے مستحق تو

خیر سے خود شیعیان اثنا عشریہ ہیں۔ جن کے امام مہدی کی نسبت نہایت معتبر روایات میں وارد ہے
"و در غیبت نعمان مروی است کہ فرمود خروج مے کند قائم علیہ السلام بامرے جدید
و قضائے جدید و کتابے جدید"
و نیز روایت کردہ از جناب صادق علیہ السلام کہ فرمود واللہ گویا نظر مے کنم بسوئے
آنحضرت یعنی قائم (مہدی) بین رکن و مقام کہ بیعت مے گیرد از مردم بر کتابے
جدید۔ دیکھو نجم ثاقب صہ ۵۵
کیا خوب۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ آمدیم برسر مطلب۔ اب رہا یہ امر کہ رفع قرآن کا
ذکر کہیں قرآن و حدیث یا محققین اسلام کے ملفوظات سے بھی ثابت ہے یا نہ؟ اس کے متعلق
گذارش ہے۔ کہ بیشک رفع قرآن کا ذکر احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ اور وارد بھی علامات قرب
قیامت میں ہے۔
چنانچہ ملاحظہ ہوں حوالہ جات ذیل:۔
(۱) "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں آنحضرت صلعم نے دریائے سیحوں و
جیحوں و دجلہ و فرات و نیل کا ذکر کر کے فرمایا کہ خدا نے ان کو لوگوں کے فائدہ کے لئے زمین
میں جاری فرمایا ہے۔ اور جب یاجوج و ماجوج خروج کریں گے"
ارسل اللّٰہ عزوجل جبرئیل فیرفع من الارض القرآن والعلم کلہ
××× فذلک قولہ تعالیٰ وانا علیٰ ذھاب بہ لقادرون۔ روی ھذا الحدیث
البغوی فی تفسیرہ۔ دیکھو تفسیر خازن مع تفسیر بیضاوی و جلالین و مدارک مطبوعہ مصر صہ ۳۲۸
زیر آیۃ وانا علیٰ ذھاب بہ لقادرون
یہ ثبوت ہے رفع قرآن کا زمین سے بلکہ جنت والی پانچ انہار کا بھی خروج یاجوج ماجوج کے وقت میں
(۲) آپ نے خود اپنی کتاب میں رفع قرآن کا ذکر کیا ہے۔ بحوالہ کتاب الیواقیت والجواہر
امام شعرانی "کہ اشراط قیامت مثل خروج مہدی خروج دجال۔ خروج دابۃ الارض۔ طلوع
آفتاب از مغرب رفع قرآن فتح سد ابجوج ماجوج ضرور بالضرور واقع ہونے والے ہیں۔ دیکھو
صراط السوی فی احوال المہدی صہ ۲۰"

گیرٹی میر صاحب۔ ٹھیک ہے نہ! جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

(۳) محقق نووی شرح مسلم میں خضر علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں مفسر ثعلبی کا مذہب لکھتے ہیں وقال الثعلبی المفسر الخضر نبی معمر علی جمیع الاقوال محجوب عن الابصار یعنی عن ابصار اکثر الناس قال وقیل انہ لا یموت الا فی آخر الزمان حین یرفع القرآن۔ دیکھو نووی جلد ۲- ص ۲۶۹ باب من فضائل الخضر یعنی انھوں نے کہا ہے۔ کہ خضر بڑی عمر والے نبی ہیں۔ نظروں سے پوشیدہ ہیں یعنی اکثر لوگوں کی نظروں سے اور انھوں نے کہا کہ کہتے ہیں کہ وہ نہ مریں گے۔ مگر آخر زمانہ میں کہ جبکہ قرآن اٹھ جائیگا۔

ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ قرآن کسی زمانہ میں زمین سے ضرور اٹھ جانا تھا۔ اور وہ زمانہ بھی وہ ہے جبکہ یاجوج و ماجوج کا خروج ہونا تھا۔ یا خضر علیہ السلام کی موت کا اعلان ہونا تھا اسی طرح ایمان کا اٹھ جانا اور واپس لانا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ایک چھوڑ دو موقعوں پر سلمان فارسی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کو بھی اٹھ گیا۔ تو ان ابناء فارس میں سے ایک یا کئی اشخاص اس کو دوبارہ زمین پر لے آئیں گے۔

اول دیکھو بخاری کتاب التفسیر باب سورۃ الجمعہ تفسیر آیہ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم

دوم۔ تفسیر صافی بحوالہ مجمع البیان زیر آیہ یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم

سوم۔ تفسیر صافی زیر آیۃ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم

دراصل اس کا مفہوم تو وہی ہے جو دوسری کئی احادیث متفقہ فریقین میں مذکور ہے بتلایا کہ ایک زمانہ آئیگا۔ جب کہ اسلام کا نام ہی نام رہ جائیگا۔ اور قرآن بطور رسم کے۔

سیاتی علی الناس زمان لا یبقی من القرآن الا رسمہ و من الاسلام الا اسمہ یسمون بہ وھم ابعد الناس منہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی فقھاء ذلک الزمان شر فقھاء تحت ظل السماء منھم خرجت الفتنۃ والیھم تعود۔ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۴۲ اور مشکوۃ کتاب العلم صفحہ ۱ سطر ۴ تو ایک حدیث جامع الاخبار صفحہ میں سند سے ہے جس میں ذرا زیادہ وضاحت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یاتی علی الناس زمان بطونہم الہتہم ونساءہم قبلتہم ودنانیرہم دینہم وشرفہم متاعہم لایبقی من الایمان الا اسمہ ومن الاسلام الا رسمہ ومن القرآن الا درسہ مساجدہم معمورۃ وقلوبہم خراب عن الہدی علماءہم اشر خلق اللہ علی وجہ الارض

ترجمہ۔ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ایک وقت لوگوں پر ایسا آئیگا۔ کہ اُن کے خدا اُن کے شکم ہوں گے۔ اور ان کی عورتیں ان کے قبلہ وکعبہ اور دین ان کا اشرفیاں۔ اور بڑائی ان کی کثرت ساز وسامان۔ ایمان میں سے کچھ باقی نہ رہیگا۔ مگر نام اس کا اور اسلام صرف رسمی طور پر اور قرآن کا صرف درس ہی۔ مسجدیں ان کی خوب آباد ہوں گی۔ لیکن ازروئے ہدایت کے برباد۔ اُن کے علماء بدترین خلق اللہ ہوں گے روئے زمین پر

اسی قسم کی ایک اور حدیث بھی کتب فریقین میں پائی جاتی ہے۔ کہ بدء الاسلام غریبًا وسیعود غریبًا فطوبی للغرباء۔ دیکھو کتاب اکمال الدین محقق ابن بابویہ مطبوعہ ایران صہ ۱۱۶ فاضل ایڈیٹر صاحب کو صرف قرآن کے اُٹھ جانے پر تعجب ہوا تھا۔ حالانکہ قرآن کا اُٹھ جانا منجملہ دیگر علامات قرب قیامت وظہور حضرت امام مہدی موعود ہے۔ اور نہ صرف قرآن کا اُٹھ جانا (بلکہ دریائے جیحون وسیحون ودجلہ وفرات ونیل اور ایمان کا اُٹھ جانا) اور واپس آنا اور اسلام اور ایمان اور قرآن کا صرف نام ہی نام۔ یا بطور رسم کے زمین پر رہ جانا۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے دعوے مہدویت سے سوا تیرہ سو سال پہلے سے احادیث صحیحہ میں مذکور ہو چکا ہے۔ اگر رفع قرآن کا اعتقاد منجر بہ کفر وخروج عن الاسلام ہے۔ تو وہ خود ہی از راہ انصاف فرمائیں کہ اس کفر وتکفیر کا سلسلہ کہاں جا کر منتہی ہوتا ہے؟

اور اگر رفع قرآن ناممکن ہے تو یہ سب علامات جو بطور نمونہ احادیث مندرجہ بالا میں مذکور ہوئیں بھی ناممکن قرار پائیں گی۔

خادم حسین

مسیح یسوع کی موت اور اس کے معنی

رلیجس اینڈ امریکن ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی الہ آباد کی طرف سے ایک ٹریکٹ بنام "خداوند یسوع مسیح کی موت اور نبیوں - ملک کے بہادروں اور شہیدوں کی موت میں کیا فرق ہے" شائع ہوا ہے - جس میں پہلے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے - کہ مسیح صلیب پر مر گیا تھا اور پھر تیسرے دن جی اٹھا تھا - اس کے ثبوت میں عہد عتیق کی وہ بعض عبارات جو مسیحی کلیساؤں کے خیال میں بطور پیشگوئی مسیح کی موت کی نسبت تھیں پیش کر کے بتلایا گیا ہے - کہ چونکہ مسیح کی موت کی نسبت عہد عتیق میں صدہا پیشگوئیاں ہیں اس لئے ضروری تھا کہ وہ خود صلیب پر جان دیتا

دوسرا امر یہ بیان کیا گیا ہے، کہ مسیح نے محض اپنی مرضی اور رضا و رغبت خوشی خوشی گوارا فرما کر دنیا کے گنہگاروں کا فدیہ دیا ہے - ایسی موت کسی نبی کسی شہید کسی ملک کے بہادر کو خواہ کسی مذہب و ملت کا ہو نصیب نہیں ہوتی -

اول الذکر دعوے کے ثبوت میں مصنف ٹریکٹ مذکور نے یسعیاہ باب ۵۳ آیت اول سے لیکر آخر تک نقل کیا ہے اور پھر زبور نمبر ۲۲ کو بھی پیش کر کے عہد جدید کی کتب میں سے انجیل متی باب ۲۷ سارا لکھنے کے بعد نتیجہ نکالا ہے - کہ بموجب عہد عتیق کی مذکورہ پیشگوئیوں کے مسیح کو صلیب پر ضرور مرنا تھا - اور پھر بتلایا ہے کہ مسیح نے قبل از واقعہ تصلیب شاگردوں کو عہد عتیق کی ان پیشگوئیوں کو اپنے اوپر چسپاں کر کے ان کے معانی اور مطالب بھی سمجھائے تھے اور اپنے اس دوسرے ضمنی دعوے کے ثبوت میں متی ۱۶:۲۱ اور مرقس ۸:۳۱ و ۹:۳۱ و ۱۰:۳۳ و لوقا ۹:۲۲ و ۱۸:۳۱ و ۲۴:۶ پیش کیا ہے - جن میں مسیح کہتا ہے :-

"اسی وقت سے یسوع اپنے شاگردوں کو خبر دینے لگا کہ ضرور ہے کہ میں یروشلم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت دکھ اٹھاؤں - اور مارا جاؤں اور تیسرے دن جی اٹھوں" اور ان کے سوا ان ایسے مقامات پر جو واقعہ صلیب کر

پہلے کے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ کہ شاگرد یسوع کے اس کلام کا مفہوم نہ سمجھ سکے۔
اب سب سے پہلے ہم یسعیاہ باب ۵۳ کو لیتے ہیں۔
یسعیاہ باب ۵۲ جو پیش کیا ہے سو اس کی نسبت واضح ہو کہ اول تو اس پیشگوئی میں ایک انسان کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا یا خدا کے بیٹے کا مذکور ہے۔
دویم مسیح نے اس مقام کو اپنی نسبت کبھی نہیں خیال کیا۔ اور اگر کسی جگہ اقرار کیا ہے کہ یسعیاہ باب ۵۳ میرے حق میں ہے۔ تو اس آیت کے کیا معنی ہیں "تو وہ اپنی نسل کو دیکھیگا۔ اور اس کی عمر دراز ہوگی" آیت ۱۰
مسیح کوئی تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اگر صلیب پر فوت ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ تو اس کی عمر دراز کیونکر ہوئی۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ آسمان پر بھی اسی وقت سے مسیح زندہ ہے۔ اس کی عمر درازی کی یہ بھی دلیل ہے" تو پھر یوں تو مسیحی کا عیساؤں کا مسئلہ عقیدہ ہے کہ یوحنا ۱ باب "ابتدا میں کلام تھا" وغیرہ مسیح کی نسبت ہے۔ اور مسیح ازازل ہی خدا کے ساتھ تھے۔ لہٰذا اس صورت میں تو پھر مسیح کی عمر کا نہ ابتدا نہ انتہا۔ اور یہ عقیدہ صرف وہم ہی کہلا سکتا ہے۔
سوئم مسیح بقول شما اگر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تو "اپنی نسل کو کس طرح دیکھا اور کیونکر دیکھا۔ اور سیر ہو کر دیکھا" آیت ۱۱۔
چہارم یہ کہ یہ آیت مسیح پر کس طرح چسپاں ہو سکتی ہے۔
"اس لئے میں اسے بزرگوں کے ساتھ ایک حصہ دونگا۔ اور وہ لوٹ کا مال زور آوروں کے ساتھ بانٹ لیگا" آیت ۱۲ و ۱۳ ۔ یہ آیت مسیح کے حق میں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ آیت سیدنا محمد مصطفےٰ رسول اللہ کے حق میں ہے اور اگر بغور دیکھا جاوے تو سارا باب ۵۳ یسعیاہ کی کتاب کا سیدنا محمد صلعم کے حق میں ہی ہے پہلی آیات میں نبی کی غربت و مسکنت کا ذکر اور نیز کفار کے ظلم و ستم کی داستان مذکور ہے
پنجم یہ کہ خود مسیحی محققین کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ عہد عتیق بوجہ نہایت ہی خطرناک و نازک زمانوں میں سے گزرنے کے محرف و مبدل ہوا ہے" چنانچہ مشہور عالم

پادری ولیم جی بلیکی ایم۔ اے۔ ڈی۔ ڈی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی لکھتے ہیں:۔

"عزرا جامع کتب عہد عتیق کو بصد مشکل تورات وغیرہ کے نسخہ جات میسر آتے تھے۔ اور نیز دوسری دقت یہ تھی کہ بوجہ گردش ایام اس کتاب یعنی عہد عتیق کی پورے طور پر حفاظت بھی نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا تحریف و تبدیل کا بہت کچھ گمان تھا۔ جبکہ خود علمائے مسیحیت عہد عتیق کو محرف و مبدل خیال کرتے ہیں۔ تو اس سے سند پکڑنا چہ معنی دارد

ششم یہودی کہتے ہیں کہ یہ یسعیاہ باب ۵۳ مسیح کے حق میں زنہار نہیں۔ بلکہ ذکریاہ کے حق میں ہے"

ہفتم یسعیاہ باب ۵۳ کی آیت ۱۲ بھی قابل غور ہے۔ اور وہ یہ کہ "اپنی جان ہی کا دکھ اُٹھا کے وہ اسے دیکھیگا اور سیر ہوگا" دکھ اٹھانے کے بعد وہ کس کو دیکھ کر سیر ہوگا۔ آیا نسل کو یا "عمر" کو لیکن بموجب عقیدہ مسیحیت کہ "جی اٹھنے کے بعد وہ آسمان پر چلا گیا" نہ تو اس نے اپنی نسل کو ہی دیکھا اور نہ عمر کو۔ پھر یہ آیت کیا معنی رکھتی ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ چونکہ مسیح صلیب پر فوت نہ ہوئے تھے صرف بیہوش ہو گئے تھے۔ اس لئے تندرست ہونے کے بعد کشمیر میں آ کر مسیح نے اپنی نسل کو بھی دیکھا۔ اور عمر کو بھی۔ کیونکہ ایک صد بیس سال کی عمر پا کر آپ کشمیر میں فوت ہوئے" جس کا ثبوت ذیل میں دیا جاتا ہے

مسیح کشمیر میں اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ اہل افغانستان اور اہل کشمیر بنی اسرائیل ہیں۔ جن کی طرف مسیح کو بموجب متی $\frac{15}{24}$ کے ضرور آنا چاہئے تھا۔ سوال مذکورہ کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ آج سے چند صدیاں پہلے خود یورپین محققین جیسے ڈاکٹر بوتن۔ سر طامس رو۔ ڈاکٹر برنیر صاحب[1] فرانسیسی سیاح وغیرہما نے خود اقرار کیا ہے۔ کہ اہل افغانستان و اہل کشمیر در اصل بنی اسرائیل ہیں اور ان محققین کا یہ خیال صرف خیال ہی نہ تھا۔ بلکہ اسکی بنیاد در اصل بائبل کی محکم شہادت پر قائم ہے تمام بائبل داں جانتے ہیں کہ مسیح سے پانصد سال تقریباً پہلے بخت نصر بادشاہ بنی اسرائیل کو ان کے وطن سے جلا وطن کر کے متفرق ممالک میں پراگندہ کر چکا تھا۔ ان میں

---

[1] برنیر کے خطوط کا حوالہ یہ ہے۔ تفصیل خطوط ڈاکٹر برنیر صاحب صفحہ ۱۷

ہے۔ بعض تو بنوقد نضر کے خاندان اور دیگر امرا و وزرا کے حلقہ غلامی میں آکر غلام بن گئے اور باقیماندہ متفرق ممالک میں سکونت پذیر ہوئے۔ دیکھو نمبر۲ تواریخ ۳۶/۲۰ و نمبر۲ سلاطین ۲۴/۱۴ و ۱۶ وغیرہ یرمیاہ کے ۲۴/۱ تا ۱۰ و ۱۵/۱ و ۲۵/۹ و ۱۲ و ۲۶/۶ و ۷ و ۲۹/۱۰ میں بھی ایسا ہی ذکر ہے۔ خواہ بطور پیشگوئی کے ہی ہو۔

مذکورہ بیان سے ظاہر ہوا۔ کہ یہودی قبل مسیح کئی صدیاں متفرق ممالک میں پراگندہ ہو گئے ہوئے تھے۔ اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ متفرق ممالک میں افغانستان و کشمیر اور ہندوستان بھی شامل ہے۔

آستر ۱/۱ میں ہے " اخسویرس بادشاہ قصر سوسن میں تخت پر بیٹھا تھا۔ اور یہ وہ اخسویرس ہے۔ جو ہندوستان سے کوش تک سلطنت کرتا تھا۔ ایکصد ستائیس صوبا اس کے عمل میں تھے"

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اخسویرس بادشاہ کی ایسی بڑی سلطنت میں جو ہندوستان سے لیکر کوش تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہودی ہر جگہ آباد تھے۔ یعنی کوش ایران۔ افغانستان۔ کشمیر۔ ہندوستان وغیرہ میں مسیح سے چند صدیاں پہلے ہی بنی اسرائیل آباد ہو چکے ہوئے تھے۔ جس کا آستر کی کتاب میں مفصل ذکر ہے۔ چنانچہ آستر ۳/۶ میں ہے "لیکن فقط مردکی پر ہاتھ ڈالنا اس کی نظر میں حقیر معلوم ہوا۔ کیونکہ انھوں نے اس سے مردکی کی قوم کا بیان کیا تھا۔ سو ہامان نے چاہا کہ مردکی کی اُمت یعنی سب یہودی لوگوں کو جو اخسویرس کی تمام سلطنت میں رہتے تھے ہلاک کرے"۔ آستر ۳/۶ یہاں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ کہ یہودی لوگ اخسویرس کی تمام بڑی سلطنت میں جو کوش سے لیکر ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی اور ایک صد ستائیس صوبہ جات میں منقسم تھے"۔ آستر ۱/۱ آباد تھے۔

پھر دوسرے مقام یعنی اسی باب کی آیت نمبر ۸ میں یوں ہے:۔

" تب ہامان نے اخسویرس بادشاہ سے عرض کی کہ حضور کی مملکت کے سارے صوبوں میں ایک قوم سب قوموں کے درمیان پراگندہ ہے۔ جو ہر کہیں ہے۔ اور اسکی شریعتیں سب قوموں کی شریعتوں سے متفرق ہیں۔ وہ بادشاہ کی شریعتوں پر عمل نہیں کرتے ہیں"۔

اس مقام سے بھی یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اخسویرس کی سلطنت کے ہر ایک صوبہ میں بلکہ اسکی سلطنت میں ہر کہیں بنی اسرائیل آباد تھے۔

پھر علاوہ ازیں ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے "سو اسی وقت تیسرے مہینے یعنی سیوان مہینے کی تئیسویں تاریخ بادشاہ کے منشی طلب کئے گئے۔ اور مردکی کے سارے کہنے کے موافق یہودیوں اور نوابوں اور عاملوں اور صوبوں کے سرداروں کو لکھا گیا جو سب کے سب ہندوستان سے لیکر کوش تک ایک سو ستائیس صوبے تھے ہر ایک صوبے کو وہاں ان کے خط اور ہر قوم کو ان کی لغت میں سب باتیں لکھی گئیں۔ آستر ۸/۹

محولہ بالا مقامات سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مسیح سے کئی صدیاں پیشتر اخسویرس بادشاہ کے عہد حکومت میں ہی یہودی لوگ ہند۔ افغانستان۔ کشمیر۔ ایران وغیرہ ممالک میں سکونت پذیر تھے۔

مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے کی ایک ناطق شہادت ہے۔ اور وہ یہ کہ جب یہ لوگ یعنی بنی اسرائیل اپنے اصلی وطن سے نکال دیئے گئے۔ اور جب وہ افغانستان وغیرہ میں آکر آباد ہوئے تو انھوں نے اپنے ان نئے شہروں کے نام بھی جو افغانستان میں بنائے اپنے سابقہ شہروں کے نام پر ہی رکھدیئے۔ چنانچہ شہر کابل جو اس وقت افغانستان کا دارالخلافہ ہے۔ درحقیقت افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے پر شاہد ناطق ہے۔ کیونکہ اسی نام کا شہر بنی اسرائیل کے اپنے پہلے اصلی ملک میں بھی تھا۔ دیکھو سلاطین ۱ $\frac{9}{13}$ کابول اور یشوع $\frac{19}{27}$ کبول وغیرہ

کشمیریوں کے بنی اسرائیل ہونے پر علاوہ ان کے اوضاع و اطوار کے علم اللسان کے متعلق یہ ایک دلیل ہمارے نزدیک مسلمات سے ہے۔ گلگت کا علاقہ کشمیر سے بہت سا الحاق رکھتا ہے۔ آج سے قریباً اڑھائی ہزار سال قبل موجودہ حالت سے بھی زیادہ ویران تھا۔ گلگت کشمیر میں رہنے والے بنی اسرائیل کے اصلی لفظ "گلگشتا" سے

بقیہ حاشیہ
لے سپو اجنٹ ترجمہ (ستر کا ترجمہ) جو قبل مسیح سنہ ۲۸۱ میں مصر میں ہوا بقول مسیحی مورخین اش

بوجہ کثرت استعمال گلگت بن گیا۔ اور اب یہ امر ظاہر ہے کہ لفظ گولگتھا کے معنے ہیں۔ ٹیلا جب برگ و گیاہ۔ پس لفظ گلگت کی مشابہت صوری و معنوی گولگتھا سے صاف ثابت ہے اور یہ ایک بہت بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔ علاوہ ازیں لفظ کشمیر کوہ سلیمان وغیرہ بھی اس امر پر شاہد ہیں۔ یعنی کشمیر کہ دراصل کاشیر ہے اور کوہ سلیمان خود فلسطین میں موجود ہے۔ اب جبکہ آسترکی کتاب کے مذکورہ مقامات کی رو سے ثابت ہوگیا کہ کشمیر افغانستان میں مسیح سے چند صدیاں پہلے ہی بنی اسرائیل آباد تھے۔ تو اب یہ ثابت کرنا باقی ہے۔ کہ بیبل کی رو سے ضروری تھا کہ مسیح صلیب سے محفوظ رہکر ان کے پاس کرتے اور ان کو تبلیغ فرماتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) امر کی دلیل ہے۔ کہ قبل مسیح چند صدیاں یونانی زبان عام طور پر رومی مقبوضات میں بولی جاتی تھی۔ اور خصوصاً یہودیوں میں اور اگر یہ بات صحیح تسلیم کیجائے تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ عہد عتیق مسیح سے ۳۰۰ سال قبل یونانی میں ترجمہ ہوچکا ہوا تھا۔ ایسی صورت میں لفظ گولگتھا جو بوجہ کثرت استعمال گلگت رہ گیا کشمیر میں آنے والے اسرائیلیوں کی طرف اور بھی مضبوطی سے منسوب کیا جائیگا۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ اہل کشمیر پہلے بدھ کے پیرو تھے۔ تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ قبل مسیح اہل کشمیر کی نسبت کسی معتبر مورخ نے یہ نہیں لکھا کہ کشمیری گوتم منی بدھ جی کے پیرو تھے۔ ہاں مسیح کے بعد بعض کوتہ مورخین نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ کشمیری بدھ مذہب کے پیروکار تھے۔ اور یہ غلطی ایسے مورخین نے صرف اس واسطے کی کہ بدھ کی تعلیم اور مسیح کی تعلیم آپس میں بکلی مطابقت رکھتی ہے۔ اور مسیح کی تعلیم جو مسیح اپنے ساتھ کشمیر میں لائے بیشک کشمیریوں کے ہاں مروج اور قابل عمل ہو گئی تھی۔"

؎۱ دیکھو متی ۲۷/۳۳

مسیحؑ کی موت صلیب پر نہیں ہوئی۔

پس واضح ہو۔ کہ مسیح ناصری جب دنیا میں آئے تو آپ نے سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا" دیکھو متی ۱۵/۲۴ اس ایک ورس میں مسیحؑ نے دو دعوے کیئے۔

ا۔ یہ کہ میں رسول ہوں جس پر فقط بھیجا گیا شاہد مطلق ہے۔ دیکھو یوحنا ۱۷/۳ و ۱۴/۸ و ۳/۱۷ وغیرہ

ب۔ یہ کہ میں صرف اسرائیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں یعنی میری رسالت صرف اسرائیلی اقوام کے واسطے ہے اور خصوصاً وہ اسرائیلی اقوام کے واسطے ہے اور خصوصاً وہ اسرائیلی اقوام جو کھوئی گئی ہیں۔

اب اگر یہ کہا جاوے کہ مسیحؑ صرف ملک شام میں اپنی بعثت کے زمانہ میں تبلیغ کرتا رہا۔ اور ازاں بعد مصلوب ہو کر مرفوع الی السماء ہوا۔ اور دنیا سے قطع تعلق کر گیا۔ تو لامحالہ یہ امر تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ وہ بنی اسرائیل قومیں جو بقول آستر اور بروئے دلائل محولہ بالا کشمیر افغانستان میں آباد تھیں مسیح ان کھوئے ہوؤں کو تبلیغ نہ کر سکا۔ حالانکہ یہی آپ کا فرض منصبی تھا۔ اور دویم یہ کہ یسعیاہ ۴۹/۶ و ۶۰/۹ وغیرہ اور دیگر کتب مقدسہ عہد عتیق کی روسے جو الٰہی وعدے تمام نبی اسرائیل سے دربارہ مسیح موعود ناصری تھے خدا نے خود پورے نہ کیئے۔ کیونکہ مسیح بوجہ مصلوب ہو جانے کے ان کے پاس نہیں جا سکا۔

مسیح کے کشمیر میں آنیکا ثبوت

لیکن ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں۔ کہ مسیح بموجب اپنے دعوٰی کے اور بمطابق پیشگوئیاں سابقہ کے ضرور بنی اسرائیل کے ان فرقہ جات کی طرف جو کشمیر وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت پذیر تھے گئے اور انہیں تبلیغ کی۔ اور خدا نے اپنے وعدے سچے کر دکھلائے۔

پہلا ثبوت اس کا یہ ہے۔ کہ مسیح نے کہا "اچھا چرواہا میں ہوں۔ جس طرح باپ مجھے چاہتا ہے اسی طرح میں اپنی بھیڑوں کو چاہتا ہوں۔ اور میری بھیڑیں مجھے چاہتی ہیں۔ اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں۔ مجھے ان کا لانا بھی ضروری ہے اور وہ میری آواز

سُنیں گی۔ پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا یوحنا ۱۰/۱۶
ناظرین غور کریں کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جاوے کہ فلسطین ہی کے یہودیوں سے مسیح نے کہا تھا۔ "میں اچھا چرواہا ہوں۔ اچھا چرواہا اپنی بھیڑوں کے لئے جان دیتا ہے یوحنا ۱۰/۱۱" تو پھر کیا فلسطین ہی کے یہودی مسیح کی بھیڑیں ہو سکتے ہیں اور اگر یہ صحیح ہے تو پھر درس محولہ بالا کہ "میں اپنی بھیڑوں کو جانتا ہوں۔ اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں مجھے ان کا لانا بھی ضروری ہے اور وہ میری آواز سُنیں گی" کیا معنی رکھتا ہے۔
ظاہر ہے۔ کہ اس جگہ فلسطین کی بھیڑوں کے سوائے مسیح اپنی اور بھیڑیں بھی بتلاتا ہے اور ساتھ ہی دعویٰ کرتا ہے

ا۔ کہ میری جو (ان بھیڑوں کے سوائے) اور بھیڑیں ہیں میں ان کو بھی ضرور لاؤنگا۔
ب۔ اور وہ بھی میری آواز سُنیں گی۔

پس اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر وہ کونسی مسیح کی بھیڑیں تھیں۔ جن کا لانا ایسا ضروری تھا۔ سو اس کا جواب بجز اس کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ بھیڑیں (در اصل افغان و کشمیری جو بنی اسرائیل ہیں) تھیں جن کی تبلیغ کے لئے خدا نے صلیبی موت سے اسے محفوظ رکھا۔

دوسرا ثبوت۔ ایک اور بات جس کی رو سے مسیح کا صلیب پر زندہ رہنا اور کشمیر میں تشریف لانا ثابت ہوتا ہے یہ ہے۔ کہ مسیح نے کہا تھا۔ کہ "اس زمانہ کے لوگوں کو یونس نبی کے نشان کے سوائے اور کوئی نشان دکھایا نہ جائیگا یعنی جس طرح یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا اسیطرح ابن آدم تین رات دن قبر میں رہے گا متی ۱۲/۴۰ وغیرہ۔ اب یہ امر ظاہر ہے۔ کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں مرا نہ تھا زندہ رہا تھا۔ اور صرف اسی بات میں مسیح یونس کا مثیل قرار دیا جا سکتا ہے۔

عیسائی اس کے جواب میں زبردستی سے یہ کہتے ہیں۔ کہ "یونس کے معجزہ سے مماثلت مسیح کے معجزہ کی صرف یہ تھی۔ کہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں یونس کا رہنا اور تین رات دن قبر کے پیٹ میں مسیح کا رہنا۔ اور بس"

لیکن افسوس ہے۔ کہ مسیحی نہیں سوچتے۔ کہ اگر یہ مماثلت صحیح تسلیم کر لی جاوے تو بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے۔ کیونکہ مسیح تین رات اور تین دن قبر میں نہیں رہے ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جمعرات کی شام کو مسیح نے اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کھائی۔ اور اسی دن جناب پکڑے گئے۔ جمعہ کے دن صلیب پر چڑھائے گئے جمعہ کی شام کو یوسف ارمیتیاہ کے رہنے والے نے دفن کیا۔ اور پھر سبت کے بعد ہفتے کے پہلے دن جی اُٹھے۔ تو اب جمعہ کی رات سبت کا دن اور رات غرض دو رات اور ایک دن قبر میں مسیح رہا۔ پھر یونس کے تین دن اور تین رات سے اس زمانہ کو کیا نسبت ہے پس ثابت ہوا کہ مشابہت صرف زندہ رہنے کی حالت میں ہے ؛

تیسرا ثبوت۔ پھر علاوہ ازیں مسیح بہت تھوڑی دیر صلیب پر رہے۔ یہ معمولی عرصہ جان لینے کے لئے کافی نہ تھا۔ چنانچہ چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ مرے نہ تھے بلکہ بے ہوش تک نہ ہوئے تھے مگر مسیح ایسے جرائم پیشہ اشخاص کی نسبت نہایت نازک اور لطیف جسم رکھتا تھا اس لئے وہ بے ہوش ہو گیا اور غشی کی حالت اس پر طاری ہوئی جس کو شاگردوں نے لفظ موت سے تعبیر کیا ؛

چوتھا ثبوت۔ ماسوائے اسکے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ بموجب توریت کی کتاب استثنا ۲۱/۲۳ کے "وہ جو مصلوب ہووے ملعون ہے" پس مسیح سا ذی شان راستباز نبی ہرگز صلیب پر جان دیکر لعنتی نہیں ہو سکتا خدا تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کا خود محافظ و نگران ہوتا ہے کیونکر ممکن ہے۔ کہ وہ صلیب پر مسیح کو فوت کرتا۔ خدا نے اس کو موت سے بچا لیا۔ تا کہ وہ استثنا کے مذکورہ فتویٰ کے نیچے آکر مورد ملامت نہ ہو بلکہ اللہ نے اسکو صلیب پر زندہ رکھا۔ اور وہ اس فتویٰ سے محفوظ رہا لیکن اس کے خبیث دشمن یہود ضرور ناکام اور شرمندہ ہوئے ؛

زبور نمبر ۲۲ پر غور

اب اس کے بعد زبور ۲۲ کی نسبت غور کرتے ہیں۔ کہ اس سے کیا ثابت ہو سکتا ہے۔

اس زبور کی نسبت ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر ہم بقول مصنف ٹریکٹ مذکور یہ امر

تسلیم کریں۔ کہ واقعی یہ زبور مسیح کے حق میں ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس زبور میں صاف پیشگوئی کے طور پر لکھا ہے۔ کہ مسیح صلیب پر نہیں مریگا۔ بلکہ بچ جائیگا۔ چنانچہ زبور نویس بقول ڈریکٹ مذکور کے اول مسیح کے دکھ درد تحریر کرنے سے پہلے ہی تمہیداً بیان کرتا ہے۔ کہ "مگر تو (خدا) قدوس ہے۔ تو اسرائیل کی مدح میں سکونت کرنیوالا ہے۔ ہمارے باپ دادوں نے تجھ پر توکل کیا انہوں نے توکل کیا اور تو نے انہیں چھڑایا انہوں نے تجھ سے فریاد کی اور رہائی پائی انہوں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ اور شرمندہ نہ ہوئے" آیت ٣ تا ٦۔

یہ تمہیدی آیات کیا معنی رکھتی ہیں زبور نویس اس سے آگے۔ مسیح کے دکھوں کا آیت ٧ سے لیکر ١٨ تک صاف طور پر نقشہ کھینچتا ہے۔ لیکن پہلے اس دردناک واقعہ کے نتیجہ کا ذکر کرتا ہے اور بتلاتا ہے۔ کہ ضرور ہے اس دردناک واقعہ کا نتیجہ بھی وہی ہو۔ یعنی جس طرح سے انجام کار وہ رہائی پاتے۔ ضرور ہے اسی طرح وہ شخصیت بھی جس کا آگے ذکر آئیگا۔ اس جانکاہ واقعہ کے بعد بچ جائے۔ چنانچہ مذکورہ بالا منقولہ آیات سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

لیکن جب ہم آیت ١٨ سے آگے یہ الفاظ پڑھتے ہیں "تو نے میری سنکر مجھے بچایا ہے" آیت ٢٠ تو صاف سمجھا جاتا ہے۔ کہ مسیح صلیب پر سے زندہ اترا ورنہ کوئی مسیحی بتلاوے کہ اگر وہ صلیب پر مر گیا تو پھر ابتدائی آیات کہ "خدا پر توکل کرنے والے ہمارے آباؤ اجداد ہمیشہ ایسے دردناک واقعات سے محفوظ رہے ہیں اور آیت ٢٠ میں یہ کہنا کہ "میری سن کر تو نے مجھے بچایا ہے" کیا معنی رکھتا ہے ہم پھر مکرر کہتے ہیں۔ کہ اگر مسیح صلیب پر مر گیا تو بتاؤ ان آیات کے کیا معنے ہیں زبور نویس نے کیوں ان آیات کو لکھا۔ نہیں تو "دشمن کر بچالے" اور "متوکلین کو چھڑایا" سے اور کوئی دوسرے معانی و مطالب بیان کرو +

اس زبور سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے ناظرین کو چاہیئے۔ کہ اس سارے زبور کو اول سے آخر تک پڑھیں۔ آیت ایک سے لغایت آیت ٢١ تک تو صاف یہی لکھا ہے۔ کہ مسیح صلیب سے بچ جائیگا اور اپنے مخالفین پر فتحمند ہوگا۔ لیکن آیت ٢٢ سے ایک اور نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور وہ یہ کہ۔ جس طرح انسانی فطرت میں یہ ایک مادہ رکھا گیا ہے۔ کہ جب کسی کی مدد و امداد سے کوئی انسان کامیاب ہوتا ہے تو اپنے محسن

معاون کا وہ شکریہ ادا کرتا ہے اسی طرح زبور نویس خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے کیونکہ اس لئے۔ کہ "اس نے (خدا نے) ورد مند کے درد کی تحقیر نہ کی" لیکن اگر مسیح کو صلیب پر مرنا ہوتا تو استثنا ۲۱/۲۳ کی رو سے ورد مند کے درد کی تحقیر اور نہ صرف تحقیر بلکہ سخت "تحقیر" ہوتی)

آیت ۲۲ میں زبور کہتا ہے۔ کہ اس واقعہ کے بعد "میں اپنے بھائیوں میں تیرا نام بیان کرونگا اور مجمع میں تیرا ثناخواں ہونگا"

یہ پیشگوئی ملک فلسطین میں ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ مسیح جو "بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس بھیجا نہیں گیا تھا متی ۱۵/۲۴ واقعہ صلیب کے بعد فلسطین کے اسرائیل لوگوں کو تبلیغ نہیں کر سکا ہاں کشمیر اور افغانستان میں آکر مسیح نے اس پیشگوئی کو ضرور پورا کیا ہے اور بے شک افغانستان اور کشمیر کے اسرائیل لوگوں کے "مجمع میں ثناخواں ہوا" اور ان کے "درمیان خدا کا نام بیان کیا ہے" ورنہ مسیحی لوگ ثابت کریں۔ کہ واقعہ صلیب کے بعد فلسطین کے اسرائیل لوگوں کو مسیح نے کب تبلیغ فرمائی تھی؟

پس ظاہر ہے۔ کہ مطابق یسعیاہ ۵۳ مسیح جیسے "درد مند" کی "خدا نے تحقیر نہ کی اور نہ اس سے اسے نفرت آئی۔ نہ اس سے اس نے اپنا منہ پھیر لیا۔ بلکہ جب اس نے اس کو پکارا تو اس نے جواب دیا" آیات ۲۴ و ۲۵ مسیح صلیب سے بچ گئے۔

ہمارے اس دعویٰ کی تائید میں عہد جدید کا ایک اور مقام بھی ہے عبرانیوں کا خط ہے اس میں لکھا ہے۔ "اس نے (مسیح) اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے (خدا سے) دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی (مسیح کی) سنی گئی" دیکھئے زبور ۲۲/۲۱ کے مطابق وہ صلیب سے بچ گیا۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بموجب یوحنا ۱۱/۴۲ کے مسیح کا اپنی نسبت مستجاب الدعوات ہونے کا دعویٰ ہے اور کہتا ہے کہ "اے باپ مجھے معلوم ہے تو ہمیشہ میری دعائیں قبول کیا کرتا ہے" پس گتسمنی والی دعا کہ یہ پیالہ ٹل جاوے ضرور قبول ہوگئی

اور بموجب عبرانی ہے کے اس کی دعا سُنی گئی ۔

اس زبور میں احمدی جماعت کا ذکر

مذکورہ بالا امور کے سوا ایک اور امر بھی اس زبور سے ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ۔ اس زبور کی آخری آیات یعنی آیت ۲۶ سے آخر تک کی آیات میں ایک آئندہ آنے والی نسل کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کا کام بھی بتایا گیا ہے چنانچہ آیت ۳۰ میں ہے ”ایک نسل ہوگی جو اس کی بندگی کریگی۔ وہ خداوند کی پشت گنی جائیگی وہ آئینگے اور ان لوگوں پر جو پیدا ہونگے یہ کہکے اس کی صداقت ظاہر کرینگے۔ کہ اس نے ایسا کیا۔“

اب سوال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ آنے والی خداوند کی نسل“ یا ”پشت کیا کہیگی۔ کہ خدا نے کیا کیا۔ سو ظاہر ہے۔ کہ زبور نویس پہلے موعود دردمند کا نقشہ کھینچتا ہے اور پھر بتلاتا ہے کہ کس طرح خدا اس کو دُکھ درد و تحقیر و تذلیل سے نجات و مخلصی عطا فرمائیگا۔ ایسا کہ وہ ایک خارق عادت کے طور پر بچ جائیگا۔ اور چونکہ اس کا یہ بچنا بطور ایک معجزہ یا ایک بڑی الٰہی قدرت کے ہوگا۔ لہذا وہ الٰہی پشت یا نسل اس معجزہ یا عجوبۂ قدرت کا اظہار کرنے والی ہوگی اور خدا کی حکمت و قدرت کو یہ واقعہ بیان کرکے ظاہر کریگی اب پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ نسل کون ہے۔ مسیحی لوگ تو اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ ”مسیح صلیب پر مر گیا“ مسیح کے ماننے والی جماعتوں میں سے صرف ایک احمدی جماعت ہی ہے جو یہ یقین اور اعتقاد رکھتی ہے کہ خدا نے مسیح کو صلیب کی موت سے محفوظ رکھا اور وہ صلیب پر سے زندہ اُتر کر ملک کشمیر میں آئے اور افغانستان اور کشمیر کے اہل اسرائیل کی بڑی جماعت میں مسیح سے خدا کی ستائش ہوئی“ پس ظاہر ہو گیا کہ اس زبور میں بطور پیشگوئی ”احمدی جماعت“ کا ذکر بھی موجود ہے ۔

بائبل میں مسیح کی موت بر صلیب کی پیشگوئیاں تھیں۔

ٹریکٹ مذکور کے مصنف صاحب زبور ۲۲ والی پیشگوئی نقل کرنے کے بعد ایک اور دعوی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ ”جب سابقہ انبیاء کی کتب میں پیشگوئیاں مسیح کی موت کے حق میں تھیں تو بموجب ان کے ظہور میں آیا چنانچہ مسیح صلیب

پر مر گیا جس کی تائید عہد جدید کی مختلف کتب کے مختلف مقامات سے ہوتی ہے۔"

اب ذیل میں دعویٰ کا جواب کہ "از روئے عہد جدید مسیح صلیب پر مر گیا" دیا جاتا ہے:۔

یہ امر ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے۔ کہ عہد عتیق اور عہد جدید کی کتب میں جس جگہ و مقام پر مسیح کے دکھوں کا ذکر آتا ہے وہاں اس قسم کے الفاظ "مسیح کی اذیتیں۔ دکھ درد اٹھانا۔ اذیتوں سے کامل کیا جانا دکھ درد اٹھا کر جلال میں شامل ہونا" وغیرہ ہی ہیں۔ اناجیل میں سے انجیل متی ۲۷/۵۰ میں اس واقعہ کو یوں الفاظ بیان کیا گیا ہے "اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی" مرقس ۱۵/۳۷ میں یوں ہے "تب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا" لوقا ۲۳/۴۶ میں ہے "یہ کہہ کے دم چھوڑ دیا" اور یوحنا ۱۹/۳۰ میں ہے "اور سر جھکا کے جان دی"

ہر چہار اناجیل کے بیانات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بخیال اناجیل کے مصنفین کے جان دینے سے پہلے بلکہ آخری لمحہ میں بھی مسیح کے ہوش و حواس قائم تھے اور وہ باتیں کرتا رہا بلکہ چلاتا رہا۔ عجیب معاملہ ہے۔ کہ جمعرات کی شام سے لیکر جمعہ کی شام تک باوجودیکہ مسیح کو سخت سخت تر بدنی تکالیف پہنچائی گئی تھیں لیکن تو بھی وہ مرنے سے ایک لمحہ بھر پہلے بھی باہوش و حواس تھا بلکہ اور زور سے چیختا چلاتا تھا۔ پس اس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ مرا نہ تھا۔ بلکہ صرف بے ہوش یا خاموش ہو گیا تھا۔ اور اسی کو لوگوں نے اور خود شاگردوں نے مر جانا سمجھا۔

بائیبل میں مرنے سے کیا مراد ہے

ہر ایک زبان خصوصاً بائیبل کی ہر دو مسلمہ لغات میں یہ محاورہ موجود ہے۔ کہ نہایت تکلیف اور دکھ اٹھانے کو مرنا یا موت سے نہ صرف مشابہت و مماثلت ہی دی جاتی ہے بلکہ صاف طور پر اسے "مرنا" خیال کیا جاتا ہے اور بائیبل کے مجموعہ میں بکثرت یہ محاورہ استعمال ہوا ہے۔

سب سے پہلے ہم رسول پولوس کے کلام کو شاہد لاتے ہیں۔ چنانچہ رسول موصوف اپنے

خط بنام اہل کرنتھس ع ۱ کے ۱۵/۳۱ میں فرماتے ہیں "مجھے تمہارے اس فخر کی جو ہمارے خداوند یسوع مسیح سے ہے قسم ہے کہ مَیں ہر روز مرتا ہوں"

اب سوال ہے۔ کہ اگر اناجیل نویسوں کے اس کلام سے کہ "مسیح نے صلیب پر دم دیدیا" یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ تو پولوس رسول کے کلام کے کیا معنی ہیں ... ... جس طرح پولوس رسول فوت ہوا کرتے تھے اسی طرح مسیح کی موت سمجھنا چاہیئے۔ پھر علاوہ ازیں اسی خط کے ۴/۹ میں ہے "کیونکہ میری دانست میں خدا نے ہم سب رسولوں کو پچھلے کر کے قتل ہونے والوں کی طرح ظاہر کیا" پھر خط بنام اہل کرنتھس ع ۲ کے ۴/۱۰ میں ہے "ہم خداوند یسوع مسیح کی موت کو اپنے بدن میں ہمیشہ لئے پھرتے ہیں" پھر کرنتھیوں ع ۲ کے ۱۱/۲۳ میں ہے۔ کیا وہ مسیح کے خادم ہیں مَیں نادانی سے کہتا ہوں۔ زیادہ تر ہوں محنتوں میں زیادہ کوڑے کھانے میں حد سے زیادہ قیدیوں میں پیشتر۔ موتوں میں اکثر مَیں نے یہودیوں سے پانچ بار ایک کم چالیس کوڑے کھائے۔ تین بار چھڑیوں سے مار کھائی۔ ایک دفعہ پتھراؤ کیا گیا۔ تین مرتبہ جہاز کے ٹوٹ جانے کی بلا میں پڑا۔ ایک رات دن سمندر میں کاٹا میں سفروں میں بہت دریاؤں کے خطروں میں چوروں کے خطروں میں اپنی قوم والوں سے خطروں میں غیر قوم والوں سے خطروں میں شہر کے بیچ خطروں میں جھوٹے بھائیوں کے بیچ خطروں میں رہا تھا۔ محنت اور مشقت میں بار ہا بیداریوں میں بھوک اور پیاس میں فاقوں میں اکثر سردی اور ننگے رہنے کی حالت میں رہا ہوں دیکھو خط مذکور ۱۱/۲۳ تا آخر

ہم بڑے زور سے مسیحی احباب سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر بخیال شما بقول اناجیل نویساں بموجب ایسی آیات جن کے یہ الفاظ ہیں کہ "مسیح نے صلیب پر جان دی" وغیرہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح واقعی فوت ہو گئے تو پولوس رسول کا "موتوں میں اکثر" شامل ہونا کیا معنی رکھتا ہے صاف ظاہر ہے۔ کہ بقول پولوس رسول بھی نہایت مصائب و آلام اٹھانا موت ہی ہے اور یہی ہم کہتے ہیں۔ کہ چونکہ مسیح کو بوقت صلیب بلکہ بوقت گرفتاری ہی سے یہود نے سخت سے سخت تکالیف دینی شروع کی تھیں اور مسیح

سخت مصیبت میں تھے لہذا صلیب پر جب آپ بوجہ تکالیف وغیرہ بے ہوش ہو گئے تو اس حالت کو موت سے تعبیر کیا گیا۔ جیسا پولوس رسول نے بتادیا ؛

پھر علاوہ ازیں عہد عتیق کے کئی ایک مقامات میں بھی یہی محاورہ مستعمل ہے چنانچہ زبور ۴۴:۲۲ میں داؤد کہتا ہے کہ "تیرے لئے ہی ہم (خدا کے لئے) سارے دن مارے جاتے ہیں اور ذبح کی بھیڑوں کی مانند گنے جاتے ہیں" غرضیکہ کہاں تک تحریر کیا جاوے پس عہد عتیق اور عہد جدید کے محاورات صاف بتلا رہے ہیں کہ سخت تکلیف و غم و حزن سے بیہوش ہو جانے وغیرہ کی حالت کو موت سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ موت کہا جاتا ہے اور وہ موت ہی ہے فقط

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ نابغہ (شاعر کا نام ہے) نے خنساءؓ (شاعر کا نام ہے) سے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کہا کہ کوئی شعر سناؤ۔ خنساءؓ نے کچھ شعر سنائے نابغہ نے کہا میں نے کوئی عورت تم سے بڑھ کر شاعر نہیں دیکھی۔ خنساء نے کہا "اور نہ کوئی مرد" حسان بول اٹھے میں اس سے بڑھکر شاعر ہوں کیونکہ میں نے یہ شعر کہے ہیں:-

لنا الجفنات الغر یلمعن بالضحےٰ وا سیافنا یقطرن من نجدۃ دما

ولدنا بنی العنقاء وابنی محرق فاکرم بنا خالا واکرم بنا ابنا

خنساءؓ نے کہا تو نے اپنے فخر کو بہت کمزور کر دیا ہے آٹھ غلطیاں کی ہیں۔ حسانؓ نے کہا کیسے۔ اس نے کہا تو نے لنا الجفنات کہا ہے جفنات جمع قلت ہے جو کہ دس سے کم کے لئے بولی جاتی ہے اسواسطے تو نے برتنوں کے عدد کو کم بیان کیا ہے اور اگر جفان کہتا تو اکثر ہوتے اور (۲) تو نے (غر) کہا ہے اور غرۃ پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں اگر تو بیض کہتا تو وسعت میں زیادہ ہوتا اور (۳) تو نے یلمعن کہا ہے اور لمع اس چیز کو کہتے ہیں جو ایک چیز کے بعد آتی ہے اور اگر تو (۴) یشرقن کہتا تو خوب ہوتا کیونکہ اشراق بامداد ہے لمعان یعنی چمک سے اور تو نے ضحی کہا ہے (یعنی چاشت کا وقت) حالانکہ لمعان اکثر رات کو ہوتے ہیں اگر لیل کہتا تو بہتر تھا اور تو نے اسیافنا کہا ہے (۵) اسیاف بھی جمع قلت ہے جو کہ دس سے کم پر بولی جاتی ہے اور اگر سیوف کہتا تو اکثر مراد ہوتیں۔ اور تو نے (۶) یقطرن (قطرے بہاتی ہیں) کہا ہے تو یہ قلت قتل پر دال ہے اور اگر تو یجرین (یعنی جاری ہے) کہتا۔ تو یہ کثرت خون پر دلالت کرتا اور (۷) تو نے دم کہا ہے حالانکہ دماء (جمع) بڑھکر ہے دم سے اور تو نے فخر کیا ہے (۸) اپنی اولاد کے ساتھ اور اپنے والدین کے ساتھ فخر نہیں کیا۔ حسّان نے سر تسلیم خم کیا ؛ (دیوان خنساء مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴)

کیا معراج رُوحانی تھا یا جسمانی

بعض لوگ قلّتِ تدبّر و سوءِ فہم کی وجہ سے احمدی جماعت پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب جسم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے مُنکر ہیں حالانکہ ائمہ و علمائے سلف اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج اسی خاکی جسم کے ساتھ ہوا تھا ؛

سو ایسا اعتقاد رکھنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سیّدنا حضرت مرزا صاحبؑ اپنے اس عقیدے میں متفرد نہیں بلکہ پہلے بعض علماء اور ائمہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ ملاحظہ ہو لباب الخیار فی سیرۃ المختار صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۵ ”فالجمہور علٰی انہ کان بھما معا وذھب بعضھم الی انہ کان بالروح فقط ومنھم عائشۃ والحسن ومعاویۃ وغیرھم“ جمہور کا تو یہی خیال ہے کہ معراج روح و جسم کے ساتھ تھا اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ معراج صرف روح کے ساتھ تھا اور انہی میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا و حسنؓ و معاویہ وغیرہ ہیں ؛

اب ہم ذیل میں ان احادیث کو مختصراً تحریر کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ معراج اس جسم خاکی کے ساتھ نہیں تھا اور جن بعض احادیث کی بناء پر یہ کہا جاتا ہے کہ معراج جسد کے ساتھ ہوا تھا ان میں بھی اگر غور و تدبّر کیا جائے تو صاف کُھل جاتا ہے کہ معراج اس جسد کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اُسی جسد کے ساتھ ہوا جو رؤیا وغیرہ میں انسان کو ملتا ہے جیسا کہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس کے ماتحت مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ رؤیا معراج تھی۔
بہرحال جو احادیث میں معراج کے واقعات مسطور ہیں ثابت کرتے ہیں کہ معراج اس خاکی جسم کے ساتھ نہیں تھا چنانچہ ہم چند کتب کے حوالہ جات تواریخ و تفاسیر و احادیث سے پیش کرتے ہیں

تاریخ طبری | ملاحظہ ہو طبری جلد ۳

پہلی حدیث | ”اخبرنی عمر ابن عروۃ ابن الزبیر قال سمعت عن عروۃ ابن الزبیر یحدث عن ابی ذر الغفاری قال قلت یا رسول اللہ کیف علمت انک نبی اول ما علمت حتّٰی علمت ذلک واستیقنت قال یا اباذر اتانی ملکان

وانا ببعض بطحاء مكة فوقع احدهما فی الارض والآخر بین السماء والارض فقال احدهما لصاحبه اهو هو قال هو هو قال فزنه برجل فرجحته......
......ثم قال احدهما لصاحبه شق بطنه فشق بطنی ثم قال احدهما اخرج قلبه او قال شق قلبه فشق قلبی فاخرج منه مغمز الشیطان و علق الدم فطرحها ثم قال احدهما للآخر اغسل بطنه غسل الاناء واغسل قلبه غسل الاناء او اغسل قلبه غسل الملاءة ثم دعا بالسکینة کانها وجه هرة بیضاء فادخلت قلبی ثم قال احدهما لصاحبه خط بطنه فخاط بطنی"

ترجمہ ابی ذر غفاری نے رسول کریمؐ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ آپ نے کس طرح یقین کیا کہ آپ نبی ہیں فرمایا کہ یا ابا ذر میں بطحاء مکہ میں تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے ایک فرشتہ زمین پر آگیا اور ایک زمین اور آسمان کے درمیان میں رہا ایک نے اپنے ساتھی کو کہا کیا یہ وہی ہے اس نے کہا کہ ہاں وہی ہے تو اس نے کہا تو اس کو ایک آدمی کے ساتھ وزن کر تو مجھے وزن کیا گیا تو میں اس پر ترجیح لے گیا پھر کہا کہ اس کو وزن کر دس کے ساتھ پھر کہا سو آدمی کے ساتھ پھر کہا ہزار کے ساتھ تو مجھے ہزار کے ساتھ وزن کیا گیا تو میں ان پر ترجیح لے گیا۔ پس وہ میزان کے پلڑے کو مجھ پر پھیلانے لگے۔ پھر رسول کریمؐ نے فرمایا پھر ایک نے ان سے دوسرے کو کہا کہ اگر تو اس کو اس کی اُمت کے ساتھ وزن کرتا تو یہ اُمت پر ترجیح لیجاتا۔ پھر ایک نے اپنے ساتھی کو کہا کہ اس کے پیٹ کو پھاڑ پس میرا پیٹ پھاڑا گیا پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کے دل کو نکال یا پھاڑ تو میرا دل پھاڑا گیا تو اس میں سے شیطان کا مطعن یعنی چوب مارنیکی جگہ اور ایک خون کا ٹکڑا نکالا پس پھر اس کو پھینک دیا پھر ایک نے دوسرے کو کہا کہ اس کے پیٹ اور دل کو برتن کے دھونے کی طرح دھو پھر سکینہ کو ایسی حالت میں کہ اس کی شکل سفید بلی کے منہ کی تھی لایا گیا پھر اس کو میرے دل میں داخل کیا گیا پھر ایک نے اپنے ساتھی کو کہا کہ اس کے پیٹ کو سی دے پس اس نے میرا پیٹ سی دیا پھر اس کے آگے رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ یہ سارا واقعہ اس طرح تھا فکانما اعاین الامر معاینة گویا کہ میں ظاہراً آنکھوں سے دیکھ رہا تھا پس یہ واقعہ اس جسد کے ساتھ تو انسان

دیکھ نہیں سکتا کیونکہ ایک طرف تو پیٹ اور دل پھاڑا بھی جائے اور پھر انسان باتیں بھی سنتا رہے اگر ہو سکتا ہے تو یہ کشف یا رُؤیا میں ہی ہو سکتا ہے۔

دوسری حدیث عن انس ابن مالک قال لما کان حین نبی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان ینام حول الکعبۃ وکانت قریش تنام حولھا۔

فاتاہ ملکان جبرئیل ومیکائیل فقالا بایھم اُمرنا فقالا اُمرنا بسیدھم ثم ذھبا ثم جاء امن القبلۃ وھم ثلاثۃ فالفوہ وھو نائم فقلبوہ بظھرہ وشقوا بطنہ ثم جاؤا بماء من ماء زمزم فغسلواما کان فی بطنہ من شک اوشرک اوجاھلیۃ اوضلالۃ الخ

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا جامہ پہنایا گیا تو ان ایام میں آپ اور قریش کعبہ کے ارد گرد سوتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے جبرائیل ومیکائیل آئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارا مامور بہ وہ ہے جو ان سب کا سردار ہے پھر وہ دونو چلے گئے اور قبلہ کی طرف سے تین ہو کر آئے تو انہوں نے نبی کریمؐ کو سوئے ہوئے پایا پس انہوں نے آپ کو پیٹھ کے بل پلٹا اور آپ کے پیٹ کو پھاڑا اور دھو کر اس میں سے شک اور شرک اور جاہلیت یا ضلالت کو نکالا پھر ایک سونے کا تھال جو کہ حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا لائے اور آپ کے پیٹ کو ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا پھر وہ آپ کو سماء دنیا کی طرف لے گئے۔

پس مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے کہ جو کچھ ہوا ہے یعنی پیٹ کا پھاڑنا اور معراج ہونا اور ایمان وحکمت کا پیٹ میں داخل کرنا نیند کی حالت میں ہوا اور اس کا ظاہر پر محمول کرنا بھی بعید از عقل ہے کیونکہ شرک وشک وضلالت وغیرہ کا کوئی وجود نہیں کہ اس کو نکال کر پھینکا جائے اور اس کی جگہ ایمان وحکمت ایک تھال میں لا کر آپ کے پیٹ میں ڈالا جائے کیونکہ ایمان وحکمت کوئی ایسی چیز ہی نہیں کہ کسی برتن میں ڈالی جائے۔

سیرۃ ابن ہشام ملاحظہ ہو سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۳۹ وتفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۵۷

وتفسیر ابن جریر جلد ۱۵

(۱) قال ابن اسحاق حدثنی بعض آل ابی بکر ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت تقول ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اللہ اسریٰ بروحہ"۔ ترجمہ۔ ابن اسحاق نے کہا کہ میرے پاس آل ابی بکر سے کسی نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء صرف روح کے ساتھ ہوا اور آپ کا جسم پوشیدہ نہیں ہوا۔

(۲) قال ابن اسحاق وحدثنی یعقوب ابن عتبۃ ابن المغیرۃ ابن الاخنس ان معاویۃ ابن ابی سفیان انہ کان اذا سئل عن مسریٰ رسول اللہ علیہ وسلم قال کانت رؤیا من اللہ صادقۃ فلم ینکر ذالک من قولہ لقول الحسن ان ھٰذہ الآیۃ نزلت فی ذلک قول اللہ تبارک وتعالیٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الخ ولقول اللہ تعالیٰ فی الخبر فی ابراھیم اذ قال لابنہ یابنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک ثم مضیٰ علیٰ ذلک فعرفت ان الوحی من اللہ یأتی الانبیاء ایقاظاً ونیاماً۔

ترجمہ۔ معاویہ بن ابی سفیان سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء کے متعلق پوچھا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے یہ ایک خدا کی طرف سے رؤیا صادقہ تھی پس اس کو کسی نے بُرا نہیں منایا حسنؒ کے قول کی وجہ سے کہ اسراء کی آیت کے بارے میں ہی وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الخ اُتری ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں خدا تعالیٰ کا یہ قول۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ میں تجھے خواب میں ذبح کرتے دیکھتا ہوں پھر اس کے مطابق کر بھی دکھلایا پس اس سے میں نے یہ جان لیا کہ انبیاء کو وحی سوتے اور جاگتے دونو طرح آتی ہے۔

بخاری ملاحظہ ہو بخاری کتاب التوحید صفحہ ۱۲۰ وتفسیر ابن جریر جلد ۱۵ و درمنثور جلد ۴ عن شریک ابن ابی نمر قال سمعت انسا یحدثنا عن لیلۃ اسریٰ برسول اللہ صلعم من مسجد الکعبۃ انہ جاءہ ثلاثۃ نفر قبل ان یوحیٰ الیہ وھو نائم فی المسجد الحرام فقال اولھم ایھم ھو قال اوسطھم ھو خیرھم فقال احدھم خذوا خیرھم

فکانت تلك فلم یرھم حتیٰ جاؤا لیلۃ اخریٰ فیما یریٰ ثلاثۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عیناہ ولا ینام قلبہ وکذالک تنام اعینہم ولا تنام قلوبہم فلم یکلموہ .... قال یا موسیٰ قد واللہ استحییت من ربی مما اختلف الیہ قال فاھبط باسم اللہ فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام۔

ترجمہ۔ انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم کا اسراء مسجد کعبہ سے اس طرح ہوا کہ آپ کے پاس تین اشخاص آئے قبل اس کے کہ آپ کو وحی ہو اس حالت میں کہ آپ مسجد الحرام میں سوئے ہوئے تھے پہلے نے ان میں سے کہا کہ ان میں سے مامور بہ کون ہے دوسرے نے کہا جو ان میں سب سے بہتر ہے پھر آپ نے ان سے کہا ان سے جو اعلیٰ ہے اس کو پکڑ لو پس اتنا ہوا تو پھر اس رات ان کو نہ دیکھا یہاں تک کہ وہ تینوں دوسری رات میں آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا حال ہے کہ ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے پھر آسمانوں پر لے گئے پھر حضرت موسیٰؑ سے آخری دفعہ آپ نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اب میں پھر خدا تعالیٰ کے پاس جاؤں اور پانچ نمازوں سے بھی اور کم کراؤں تو پھر آپ کو اس نے کہا تو اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اتر جا پس سب واقعہ دیکھ کر آپ بیدار ہو گئے اور آپ مسجد الحرام میں ہی تھے پس یہ حدیث اس بات کی صاف دلیل ہے کہ معراج آپ کے سونے کی حالت میں ہی ہوا تھا کیونکہ آپ سارا واقعہ دیکھکر نیند سے جاگے۔

مسلم | ملاحظہ ہو مسلم جلد ا صفحہ ۶۰۔ عن مالك ابن صعصعۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بینا انا عند البیت بین النائم والیقظان اذ سمعت قائلا یقول احد الثلاثۃ فاتیت بطست من ذھب فیھا من ماء زمزم الخ

ترجمہ۔ مالک بن صعصعہ نے کہا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میں بیت اللہ کے پاس بیداری اور نیند کے درمیانی حالت میں تھا کہ میرے پاس ایک سونے کا تھال جس میں زمزم کا پانی تھا لایا گیا۔ پس اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ معراج بیداری کی حالت میں اسی موجودہ خاکی جسم کے ساتھ نہیں تھا۔

نیشاپوری

تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان

ملاحظہ ہو تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان للعلامۃ نظام الدین الحسن بن محمد ابن حسین القمی النیشا بوری زیر آیت وما جعلنا الرؤیا التی

"واعلم ان الاکثرین من علماء الاسلام اتفقوا علی انہ اسری بجسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والاقلون علی انہ ما اسری الا بروحہ حکی محمد ابن جریر الطبری فی تفسیرہ عن حذیفۃ انہ قال کان ذلک رؤیا وانہ مافقد جسد رسول اللہ ولکنہ عرج بروحہ وحکی ھذا القول عن عائشۃ ایضاً ترجمہ۔ جان لے کہ اکثر علمائے اسلام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اسراء جسد کے ساتھ ہوا ہے اور اقل نے کہا ہے کہ صرف روح کے ساتھ ہوا ہے محمد ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں حذیفہ سے روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا کہ اسراء ایک رؤیا تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد گم نہیں ہوا تھا اور معراج روح کے ساتھ ہوا تھا اور اس قول کو عائشہ رضؓ سے بھی بیان کیا ہے ؛

پھر لکھا ہے کہ بعض عقلاء نے اس قول پر کئی وجوہ سے حجت پکڑی ہے۔

(۱) منھا ان الحرکۃ الجسمانیہ البالغۃ فی السرعۃ الی ھذا الحد غیر معقولہ ترجمہ۔ یعنی حرکت جسمانی جو اتنی سرعت کے ساتھ اتنی حد تک جتنی کہ معراج میں ہوئی تھی غیر معقول ہے ؛

(۲) منھا ان صعودہ الی السموات یوجب انخراق الافلاک۔

ترجمہ۔ یعنی رسول کریمؐ کا آسمانوں میں چڑھ جانا انخراق فلک کو لازم ہے ؛

(۳) انہ لو صح ذلک لکان من اعظم معجزاتہ فوجب ان یکون بمحضر من الجم الغفیر حتی یستدلوا بذلک علی صدقہ وما الفائدۃ فی اسرائہ لیلا علی حین غفلۃ من الناس۔

ترجمہ۔ کہ اگر جسد کے ساتھ معراج ہونا صحیح ہی ہو تو یہ آپ کے معجزات سے ایک بڑا معجزہ ہے اسلئے ضروری تھا کہ بہت سارے گروہ کی موجودگی میں ہوتا یہاں تک کہ آپ کے صدق پر اس کے

ساتھ لوگ دلیل پکڑتے اور رات کے وقت لوگوں کی بے خبری میں اسراء سے کیا فائدہ۔ پھر یہ بھی بات ہے کہ جب وہ کافر لوگ آپ سے آسمان پر جانا طلب کرتے ہیں تو آپ جواب میں بھی فرماتے ہیں کہ میں آسمان پر نہیں جا سکتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ او یکون لك بیت من زخرف او ترقیٰ فی السمآء ولن نؤمن لرقیك حتیٰ تنزل علینا کتٰبًا نقرؤہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرًا رسولًا کافروں کے سوال کے جواب میں تو انکار کیا جاتا ہے اور رات کے وقت جبکہ کوئی نہیں دیکھتا آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے اگر آپ اس جسم کے ساتھ آسمانوں پر گئے تھے چاہیئے تو تھا کہ جب وہ آپ کا آسمان پر جانا طلب کرتے تو آپ کو آسمان پر لیجایا جاتا ؛

(۴) ومنھا قولہ سبحانہ وما جعلنا الرؤیا التی ارینٰك الا فتنة للناس وما تلك الرؤیا الا حدیث المعراج -

ترجمہ - کہ آیت مذکورہ میں جو رؤیا کا لفظ ہے تو وہ معراج ہی کو کہا گیا ہے ؛

(۵) ومنھا ان حدیث المعراج الجسمانی اشتمل علیٰ اشیاء بعیدة عن العقل کشق بطنه وتطهیرہ بماء زمزم ورکوب البراق وغیرھا۔

ترجمہ - کہ حدیث معراج جسمانی بہت سی ایسی اشیاء پر جو کہ بعید از عقل ہیں مشتمل ہے مثلاً پیٹ کا پھاڑنا اور ماء زمزم سے صاف کرنا اور پھر براق پر سوار ہونا وغیرہ ؛

یہ چند اعتراض ہیں جو کہ مذکورہ بالا تفسیر میں بعض عقلاء نے ان لوگوں پر جو کہ معراج کو جسم کے ساتھ مانتے ہیں کیئے ہیں ؛

تفسیر ابن جریر ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۶ و درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ -

" ثم اتاہ بفرس فحمل علیه کل خطوة منه منتھیٰ طرفه واقصیٰ بصرہ قال فسار وسار معه جبرئیل فاتی علیٰ قوم یزرعون فی یوم ویحصدون فی یوم کلما احصدوا اعاد کما کان فقال النبی ؐ یا جبریل ما ھذا قال ھؤلاء المجاھدون فی سبیل اللہ تضاعف لھم الحسنة بسبعمائة ضعف۔

ترجمہ - پھر آپ کے پاس ایک گھوڑا لایا گیا جس پر آپ کو سوار کیا گیا اس کا ایک قدم جہاں تک نظر

جا سکتی تھی پڑا تھا پھر آپ اور جبرئیل چلے یہاں تک کہ ایک ایسی قوم کے پاس آئے کہ وہ ایک دن بوتے تھے اور ایک دن میں کاٹتے تھے جب کبھی کاٹ لیتے تو پھر اسی طرح ہو جاتا نبی کریمؐ نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہیں تو جبرئیل نے کہا کہ یہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ نے اجر سات سو گنے کر کے دیا ہے پھر اور کچھ قوموں کا بیان کر کے فرمایا :-

"ثم اتی علی قوم بین ایدیھم لحم نضیج فی قدر ولحم اٰخر نیٔ قذر خبیث فجعلوا یأکلون من النیی ویدعون النضیج الطیب فقال ماھٰؤلاء یا جبرئیل قال ھٰذا الرجل من امتک تکون عندہ المرءۃ الحلال الطیب فیاتی امرأۃ خبیثۃ فیبیت عندھا حتّٰی یصبح والمرأۃ تقوم عند زوجھا حلالا طیبا فتأتی رجلا خبیثا فتبیت معہ حتّٰی تصبح .... ثم اتی علٰی رجل قد جمع حزمۃ حطب عظیمۃ لا یستطیع حملھا وھو یزید علیھا فقال ما ھٰذا یا جبرئیل قال ھٰذا الرجل من امتک تکون عندہ امانات الناس لا یقدر علٰی ادائھا وھو یزید علیھا و یرید ان یحملھا فلا یستطیع ذٰلک" :

ترجمہ - پھر ایک قوم کے پاس آئے ان کے آگے ہنڈیوں میں پکا ہوا گوشت پڑا ہوا تھا اور دوسرا گوشت کچا گندا خبیث تھا تو وہ پکا ہوا چھوڑ کر کچا کھانے لگے تو آپ نے جبرئیل سے فرمایا کہ یہ لوگ کون ہیں فرمایا کہ یہ آدمی تیری اُمت سے ہے کہ اس کے پاس ایک حلال طیب عورت ہوگی تو وہ اس کو چھوڑ کر ایک خبیث عورت کے پاس جا کر صبح تک رات گذاریگا اسی طرح عورت اپنے خاوند کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس جا کر صبح تک رات گذاریگی پھر اسکے بعد ایک آدمی کے پاس آئے کہ اس نے لکڑی کا بڑا گٹھا جمع کیا ہوا تھا اس کے اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور زیادہ چاہتا تھا آپ نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے کہا کہ یہ آدمی تیری اُمت سے ہوگا اس کے پاس لوگوں کی امانات ہونگی وہ ان کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھیگا اور وہ ان سے بڑھکر امانتیں مانگیگا اور ان کو بڑھانے کا ارادہ کریگا - اور اس کی طاقت نہیں رکھیگا :

پھر ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ :- "ثم عضیت ھینمۃ فاذا انا

باقوام لهم مشافر کمشافر الابل قد وکل بهم من یاخذ بمشافرهم
ثم یجعل فی افواههم صخرا من نار ثم یخرج من اسافلهم فسمعتهم
یضجون الی اللہ قلت یا جبرئیل من هؤلاء قال هؤلاء من امتک
الذین یأکلون اموال الیتامی ظلما انما یأکلون فی بطونهم نارا
وسیصلون سعیرا۔"

ترجمہ۔ پھر میں تھوڑی دیر آگے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ اقوام تھیں ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان کے لئے ایک ایسا شخص جو ان کے ہونٹوں کو پکڑے) مقرر کیا گیا تھا ان کے منہ میں ایک چنگارا آگ کا ڈالا جاتا تھا جو انکے نیچے سے نکل جاتا تھا پس میں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف چیخ پکار کرتے سنا۔ میں نے جبرئیل سے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ لوگ تیری اُمت کے ہیں جو کہ یتامیٰ کے اموال کھاتے ہیں اور وہ نہیں کھاتے مگر آگ اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جلیں گے ؛

پھر ملاحظہ ہو در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۵۱۔ "واخرج احمد وابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل والضیاء فی المختارۃ بسند صحیح عن ابن عباس قال لیلۃ اسری برسولؐ دخل الجنۃ فسمع فی جانبہا وجسًا فقال جبرئیل ما ھذا فقال ھذا بلال المؤذن فقال النبیؐ حین جاء الی الناس قد افلح بلال رئیت لہ کذا وکذا۔"

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنت میں داخل ہوئے تو آپ نے ایک جانب سے آواز سنی تو جبرئیل سے فرمایا کہ یہ کون ہے تو جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ بلالؓ مؤذن ہے پھر رسول کریمؐ جب لوگوں میں تشریف لائے فرمایا کہ بلالؓ کامیاب ہوگیا کیونکہ آج رات میں نے اس طرح اس طرح دیکھا ہے۔ اب ناظرین غور فرمادیں کہ کیا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خاکی جسم کے ساتھ آسمان اور جنت میں گئے تھے تو ساتھ ہی آپ کی اُمت اور بلالؓ کا بھی معراج ہوگیا اور وہ بھی ساتھ ہی جنت میں داخل ہوگئے اگر یہ کشفی یا رؤیا کا معاملہ نہ ہو تو اس کا ظاہر پر محمول کرنا ممکن نہیں ؛

پھر ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۱۹

واخبرنی الزھری عن ابن المسیب انه قیل له اما انك لو اخذت الخمر غوت امتك قال ابو ھارون فی حدیث ابی سعید ثم جی بالمعراج الذی تعرج فیه ارواح بنی آدم - ترجمہ - ابو ہارون نے ابی سعید کی حدیث میں کہا ہے کہ پھر اس معراج کو جو کہ بنی آدم کے ارواح کا معراج تھا لایا گیا پس یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا معراج بھی روح کے ساتھ ہوا نہ کہ اس جسد خاکی سے کیونکہ آپ کے لئے معراج ارواح کا لایا گیا نہ کہ اس جسم خاکی کا۔

تفسیر خازن ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۷۳

عن انس ابن مالك قال کان ابوذر یحدث ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فرج سقف بیتی وانا بمکة فنزل جبریل فذکر القصة بتمامها"

ترجمہ - ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت پھاڑی گئی اور پھر جبرئیل اترا ٭ اور بعض دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ وہ گھر ام ہانی کا تھا ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان صفحہ ۳۹۰

"اصح الروایات علی ان الاسراء کان من بیت ام ھانی بنت ابی طالب"

پس چھت کا پھاڑا جانا دوسرے گھر والوں کو معلوم ہونا چاہیئے اور نیز یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اس چھت کو دوبارہ بنایا گیا ہو ٭

پھر ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۷۶

"وفیه ان الجبار تبارك وتعالی دنا فتدلی وذکرت عائشة ان الذی تدلی ھو جبرئیل علیه السلام قال البغوی ھذا الاعتراض عندی لا یصح لان ھذا کان رؤیا فی النوم اراہ الله قبل ان یوحی الیه بدلیل اخر الحدیث فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام"

امام بغوی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کا آیت ثم دنی فتدلی سے خدا کا مراد نہ لینا بلکہ جبرئیل کو لینا صحیح نہیں کیونکہ یہ ایک رؤیا تھی جو آپ کو خدا نے سونے کی حالت میں پہلے اس کے کہ آپ پر وحی نازل ہو دکھائی اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ پھر آپ جاگ اٹھے اور آپ مسجد الحرام میں ہی تھے

تفسیر درمنثور ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۳۷

اتیت لیلة اسری به بدابة فوق الحمار ودون البغل خطوها عند منتهی طرفها کانت تسخر للانبیاء قبلی فرکبته۔

رسول کریم فرماتے ہیں کہ میری سواری کے لئے وہی چارپایہ لایا گیا جو پہلے انبیاء کے لئے بھی لایا جاتا تھا یعنی جیسے پہلے انبیاؤں کا معراج ہوتا تھا۔ پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۲ وکانت الانبیاء ترکبه قبلی...... ثم اتیت بالمعراج الذی تعرج علیه ارواح بنی آدم" کہ براق پر پہلے انبیاء سوار رہا کرتے تھے اور پھر میرے پاس وہ معراج لایا گیا جو کہ ارواح بنی آدم کا معراج تھا یعنی اجسام کا معراج نہیں تھا بلکہ ارواح کا تھا۔

پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۳۹

"اخرج ابن مردویه من طریق کثیر بن خنیس عن انس رضی الله عنه قال قال رسول اللهؐ بینما انا مضطجع فی المسجد لیلة نائما اذ رئیت ثلاثة نفر وذکر القصة بتمامها۔ ترجمہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ میں مسجد میں رات کے وقت سویا ہوا تھا کہ میرے پاس تین اشخاص آئے۔

پس یہ مذکورہ بالا احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ معراج اس خاکی جسد سے نہیں ہوا بلکہ وہ ایک کشف یا ایک رؤیا تھا۔

وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس اب ہم مفسرین کے اقوال سے بتاتے ہیں کہ آیت ما جعلنا الرؤیا میں رؤیا سے کیا مراد ہے۔

ملاحظہ ہو تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان:۔

"الرابع هو قول اکثر المفسرین ان المراد من هذه الرؤیا هی حدیث الاسراء"

ترجمہ۔ کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ اس رؤیا سے مراد اسراء ہے۔

(۲) ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۷۲:-

"حدثنا عبید بن سلیمان قال سمعت الثوار یقول فی قولہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک یعنی لیلۃ اسری بہ الی بیت المقدس" ترجمہ۔ ثوار مذکورہ بالا آیت میں کہتے تھے کہ اس میں رؤیا سے مراد اسراء کی رات ہے۔

"وعن ابن ابی نجیح عن مجاھد فی قولہ الرؤیا التی اریناک قال حین اُسری بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم"۔ ترجمہ۔ مجاہد بھی اس آیت میں یہی کہتے ہیں کہ رؤیا سے مراد آیت میں اسراء ہے

(۳) پھر ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۲۰۰

"الاکثرون من المفسرین علی ان المراد منہا ما رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج من العجائب والآیات"

ترجمہ۔ اکثر مفسرین وما جعلنا الرؤیا التی اریناک میں رؤیا سے مراد وہی لیتے ہیں جو آپ نے معراج کی رات میں عجائب اور آیات دیکھی ہیں۔

(۴) پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۹۱

"اخرج عبد الرزاق وسعید ابن منصور واحمد والبخاری والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل من ابن عباس واخرج سعید ابن منصور عن ابی مالک واخرج ابن سعد وابو یعلی وابن عساکر ھم عن ام ھانی۔ واخرج ابن اسحق وابن جریر وابن المنذر عن الحسن و اخرج ابن جریر وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی الآیہ قال ھو ما رای فی بیت المقدس لیلۃ اسری بہ"

مذکورہ بالا تمام کتب میں آیت میں رؤیا سے مراد اسراء ہی ہے۔ پس یہ آیت ہمارے مقصد پر کافی روشنی ڈالتی ہے کہ معراج اس خاکی جسم کے ساتھ نہیں ہوا۔ بلکہ وہ ایک رؤیا تھی پھر اگر معراج کو رؤیا نہ تسلیم کیا جائے اور ظاہر پہ محمول کیا جائے تو اس سے یہ اعتراض

پڑیگا کہ آپ جب جنت میں داخل ہوئے اور پھر وہاں بلال کو بھی دیکھا تو پھر چاہیئے تھا کہ آپ جنت سے نہ نکالے جاتے کیونکہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنت میں جو داخل ہونگے وہ نکالے نہیں جائینگے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیھا مادامت السمٰوات و الارض الا ماشاء ربک عطاء غیر مجذوذ۔

اور پھر فرمایا وفاکھۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ۔

اور پھر فرمایا وما ھم منھا بمخرجین کہ اہل جنت جنت سے نکالے نہیں جائینگے پس اگر معراج کو رؤیا یا کشف نہ تسلیم کیا جائے تو پھر آپ کا جنت سے نکالے جانا قرآن مجید کے خلاف ہے اور نیز مذکورہ بالا احادیث کے بھی۔ پس صحیح بات یہی ہے کہ معراج اس خاکی جسم کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ وہ ایک رؤیا اور کشف تھا۔ لیکن یہ رؤیا و کشف بہت اعلیٰ درجے کا کھلا کھلا تھا جس میں اسلام کی آئندہ ترقی کے نظارے دکھائے گئے اور وہ حرف بحرف صحیح نکلے ؛ جلال الدین سیکھوانی (مولوی فاضل)

مسیحؑ کی وفات

پر

ایک مولوی فاضل کے اعتراضات

اخبار اتحاد امرتسر میں ایک "مولوی فاضل" "منشی فاضل" "زبدۃ الحکماء" نے اپنے دو خواب شائع کیے جن میں یہ ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ احمدی جماعت کے پاس وفات مسیحؑ کی کوئی دلیل نہیں۔ صرف توفّی کا مشتبہ لفظ پیش کرتے ہیں۔ میں نے اس کا جواب "فاروق قادیان" میں لکھ دیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) توفّی مشتبہ لفظ نہیں۔ بلکہ یہی لفظ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک اور یہی لفظ ہے جس کے ذریعے حضرت

یوسف نے اپنے لئے دعا کی و توفنی مسلماً اور یہی لفظ ہے جو تمام لوگوں کی موت کے لئے لایا گیا واللہ خلقکم ثم یتوفکم اور یہی لفظ کافروں کے لئے ہے ان الذین توفھم الملٰئکۃ ظالمی انفسہم اور یہی لفظ متقیوں کے واسطے ہے کذالک یجزی اللہ المتقین الذین یتوفھم الملٰئکۃ طیّبین - اور یہی توفی کا لفظ ہے جو نماز جنازہ میں ہر مسلم کے لئے پڑھا جاتا ہے ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الاسلام - پس کیونکر ہو سکتا ہے - کہ جو لفظ دوسروں کی موت ثابت کرنے کے لئے صریح ہو وہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے مشتبہ بنجائے پھر میں نے مولوی صاحب موصوف کو چیلنج کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور انسان مفعول تو توفّی کے معنی بجز قبض روح (موت) کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے - اگر ہو سکتے ہیں - تو آپ ایک ہی مثال پیش کریں - ان باتوں کا جواب مولوی صاحب نے کچھ نہیں دیا - مگر یہ لکھ دیا ہے کہ قادیانی صاحبان لفظ توفی کو مشتبہ مان گئے - یہ کیسی بے انصافی ہے کہ ایک شخص چیلنج پر چیلنج کر رہا ہے کہ توفّی کے معنی بجز موت کے کچھ اور قرآن مجید یا حدیث صحیح یا لغت عرب سے دکھاؤ - اور آپ فرما رہے ہیں کہ اکمل صاحب نے مان لیا توفی مشتبہ لفظ ہے حضرت! توفّی مشتبہ نہیں - مشتبہ موت کا لفظ ہے جس کے دس معنی میں نے آپکو بحوالہ آیات قرآنی لُغت عرب سے دکھائے ہیں - یعنی (۱) حزن وخوف (۲) زوال قُوّت عقلیہ (۳) زوال قُوّت حسیّہ (۴) سکون (۵) نوم (۶) زوال قُوّت نامیہ (۷) غشی (۸) فقر (۹) معصیت (۱۰) جنون وصرع ؛

پھر میں نے لکھا تھا کہ "مرزائی صاحبان" صرف متوفیک سے موت مسیح کا استدلال نہیں کرتے جو آپکو استقبال کا عذر پیش کرنے کا موقعہ ملے - بلکہ وہ آیت فلما توفیتنی ہے اور توفیتنی سے بھی جس طرح استدلال کیا جاتا ہے وہ بھی پیش کر کے چیلنج کیا تھا - اگر کچھ ہمّت ہے تو ان دلائل کو توڑو - سکا بھی کچھ جواب بن نہیں آیا ؛

متوفّیک کے معنی صحیح البخاری میں ممیتک آئے ہیں اور یہ رافعک سے پہلے ہے پس رفع جیسا بھی ہو - بہرحال موت کے بعد ہے - اس کا آپ نے کیا جواب دیا - پھر میں نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ جناب خداوندی میں اپنا عذر بیان کر رہے ہیں - کہ میں نے لوگوں کو تثلیث کی تعلیم نہیں دی - بلکہ میں تو اعبدوا اللہ ربی وربکم ہی کہتا رہا - وکنت علیھم شہیداً ما دمت فیھم فلما توفّیتنی کنت انت الرقیب علیھم - جب تک میں ان میں رہا - ان کا نگران حال رہا - یعنی اسوقت تک

تو وہ توحید پر قائم تھے۔ ہاں جب تو نے مجھے وفات دی تو پھر تو ہی (اے میرے مولیٰ) ان کا نگہبان تھا۔ پھر مجھے علم نہیں۔ میری وفات کے بعد کیا ہوا۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ اُمت عیسویہ مسیحؑ کی وفات کے بعد قائل تثلیث ہوئی (چونکہ اب قائل تثلیث سب دیکھ رہے ہیں اسلئے ثابت ہوا کہ وفات ہو چکی ہے) دوم یہ کہ مسیحؑ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئینگے ورنہ قیامت کے دن اپنی لاعلمی جتانا جھوٹ ہے جو ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم ایک نبی کی شان سے بعید ہے۔ اس کے جواب میں مولوی فاضل زبدۃ الحکماء نے یہ خامہ فرسائی کی ہے ؕ

(۱) آیت توفّی کو چھوڑ کر آیت مخاطبہ پیش کر دی۔ (۲) سوال جو قیامت کو ہوگا وہ اس زندگی کی نسبت ہے جو بنی اسرائیل میں گذر چکی اس زندگی کا ذکر نہیں جو بحالت مجددیت اہل اسلام میں گذرے گی (۳) اگر عامۃ الناس مراد ہوں تو بھی اُمت کے حالات سے لاعلمی جتانا کذب نہیں کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اُمّت کے حالات سے لاعلمی ظاہر کرینگے پس اگر حضرت مسیح انکاری ہوگئے تو کونسی بڑی بات ہوگی ؕ

یہ باتیں کچھ ایسی سخیف اور واہی ہیں کہ مجھے ان کا جواب دیتے بھی شرم آتی ہے اور میں اگر ایڈیٹر صاحب اتحاد پر اعتبار نہ کروں تو مان نہیں سکتا کہ ایک مولوی فاضل۔ منشی فاضل۔ زبدۃ الحکماء کے قلم سے یہ مضمون نکلا ہے ؕ

میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ انّی متوفّیک کا نام تو آپنے آیت توفّی رکھ لیا ہے۔ اور فلمّا توفّیتنی کیوں "آیت توفی" نہیں بلکہ اس کا نام آیت مخاطبہ ہے۔ حالانکہ دونو آیتوں میں۔ توفّی موجود ہے۔ اور استدلال بھی اسی لفظ سے ہے۔ اور معنی بھی میں نے اپنی طرف سے نہیں کیئے بلکہ آپ کے ممدوح مولوی ثناءاللہ صاحب بھی اس کے یہی معنی کرتے ہیں ملاحظہ ہو "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" وکنت علیہم شہیدًا (اے) ناظر گرکاتہم ما دمت فیھم موجودًا فلما توفیتنی کنت انت الرقیب الشاھد علیہم یعنی جب تک میں ان میں موجود رہا ان کی حرکات کا ناظر و نگران رہا۔ جب تو نے مجھے وفات دی (توفیتنی کے معنی وفات دی میں نے اسلئے کیئے ہیں کہ پارہ ۳ میں زیر آیت انّی متوفّیک مولوی ثناءاللہ صاحب لکھتے ہیں ممیتک حتف انفک) تو تو ہی نگران تھا یعنی عدم موجودگی کا سبب رفع الی السماء نہیں بلکہ موت ہے۔ اور تفسیر غایۃ البرہان تصنیف مولوی محمد حسن صاحب نقوی میں بھی یہی معنی ہیں ملاحظہ

ہو صفحہ ۲۷۲ تفسیر مذکور "جب تو نے مجھے وفات دی تو تُو ہی ان پر رقیب" پس مولویصاحب یہ آیت بھی آیت توفّی ہی ہے اور معنی بھی وہی جو آپکے مولوی صاحبان کرتے ہیں۔ (۳) آپ کا دوسرا جواب بھی عجیب و غریب ہے کہ سوال اسی زندگی کی نسبت ہے جو بنی اسرائیل میں گذری۔ میں نے پہلے کہہ دیا کہ اس زندگی کی نسبت نہیں جو بنی اسرائیل میں گذری بلکہ "صرف" اس زندگی کی نسبت ہے جو بقول آپکے دوبارہ اہل اسلام میں گذریگی۔ سوال تو یہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف ایک غلط تعلیم منسوب ہوتی ہے خدا تعالیٰ ان کی زبان سے ان کی بریت کراتا اور ان کے عقیدتمند دل پر حجّت قائم فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ عرض کرتے ہیں کہ جتنی مدّت لوگوں میں رہا تو جب ہی کی تعلیم دی۔ یہ بگڑے ہیں تو میری وفات کے بعد۔ پس میں ذمہ وار نہیں یہ خود ہی ذمہ وار ہیں۔ اگر یہ سوال اس زندگی کی نسبت ہو جو بنی اسرائیل میں گذری تو اس سے وفات مسیحؑ کا جو استدلال کیا جارہا ہے اس پر کیا جرح ہو سکتی ہے۔ وہ بنی اسرائیل بھی آپ کی زندگی میں نہیں بگڑے بلکہ زندگی کے بعد ہی بگڑے ہیں۔ اور مولوی صاحب یہ تو فرمائیے کہ آپنے یہ کیا کہدیا حضرت عیسیٰؑ کی زندگی بحالت مجردیت گذرے گی۔ کیا یہ جمہور اہل سُنّت کے مذہب کے خلاف آپ کا مذہب نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ آکر صرف "مجدد" ہونگے نبی نہیں ہونگے۔ نبوّت تو ایک نعمت ہے حضرت عیسیٰ سے کونسا ایسا گناہ سرزد ہوگا جو یہ نعمت چھن جائیگی۔ ذٰلک بان اللہ لم یک مغیراً نعمۃ انعمہا علیٰ قوم حتّٰی یغیروا ما بانفسہم

وانّ الانبیاء لفی امان عن العصیان عمداً او اعتزال

آپ بھول گئے؟

(۳) تیسرا جواب بھی آپکے خوب ہی یاد آتی ایک مولوی فاضل زبدۃ الحکماء کی شان کے ہی شایاں ہے ارشاد کیا ہے کہ اور انبیاء اپنی اپنی اُمّت کے حالات سے انکاری ہو گئے۔ تو حضرت مسیحؑ کا انکاری ہو جانا کونسی بڑی بات ہے۔ کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ انبیاء نعوذ باللہ جھوٹ بولینگے تو کیا ہوا۔ اگر حضرت عیسیٰؑ نے بھی ایک خلاف واقعہ بات کہدی۔ بہت خوب! جناب من! حضرت مسیحؑ کا اپنی اُمّت کے حالات سے انکاری ہونا واقعی بڑی بات ہے۔ اسلئے کہ اور انبیاء تو لاعلمی کا اظہار اسلئے کرینگے کہ وہ واقعی لاعلم ہونگے وہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئے۔ انکو کیا معلوم کہ انکی اُمّت نے ان کی وفات کے بعد کیا کیا اور کس عقیدہ کے پیرو ہو گئے۔ مگر حضرت عیسیٰؑ تو آپکے اعتقاد کے مطابق دوبارہ آکر

چالیس سال ٹھیرینگے۔ اور کام بھی وہی کرینگے جس کی نسبت سوال ہوگا یعنی "کسر صلیب" ورنہ آپ کہہ سکتے تھے کہ دیگر اشغال میں ان کو یہ جاننے کی فرصت نہیں ملی کہ ان کی اُمت صلیب پرست اور قائل تثلیث ہوگئی گو یہ بھی ایک عذر بارد ہی ہوتا۔ تاہم جب سوال ہی اس عقیدہ کی نسبت ہے جس کی تردید میں وہ چالیس سال گذارینگے تو پھر لاعلمی بیان کرنا بڑے اندھیر کی بات نہیں تو اور کیا ہے؟

اور جس آیت کی طرف آپنے اشارہ کیا ہے یعنی یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول ماذا اُجبتم قالوا لاعلم لنا۔ اسی کی بناء پر تو ہم کہتے ہیں کہ مسیح دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئینگے۔ کیونکہ آیت میں تمام رسولوں کے جمع ہوکر بیان دینے کا ذکر ہے خدا تعالیٰ انہیں اپنی اپنی امتوں کی قبولیت کے بارے میں پوچھے گا کہ تمہارے منکرین کس حد تک قابل مواخذہ ہیں اور ماننے والوں کا کیا حال رہا تو وہ عرض کرینگے کہ ہمیں اس بارے میں کچھ علم نہیں۔ ہم نے پیغام ربانی پہنچا دیا ہماری وفات کے بعد وہ کس تعلیم پر چلے ہمیں علم نہیں سو دوسرے تمام پیغمبر تو لاعلم لنا کہنے میں سچے ہونگے مگر حضرت عیسیٰ لاعلمی کا عذر کرنے میں اسوقت تک سچے نہیں ہو سکتے جبتک یہ نہ مانا جائے کہ وہ بھی دوسرے انبیاء کی طرح دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئے۔ پس مولوی صاحب آپنے جو آیت پیش کی ہے وہی آپ پر حجت ملزمہ قائم کرتی ہے اب سوا اسکے اور کچھ چارہ نہیں کہ آپ یا تو یہ مان لیں کہ الرسل میں حضرت عیسیٰ شامل نہیں۔ (۲) یا حضرت عیسیٰؑ (نعوذ باللہ) سچ نہیں بولینگے اور خلاف واقعہ بیان دینگے۔ تعجب ہے کہ توفی کا لفظ دوسرے رسولوں کے لئے آئے تو اسکے معنی موت ہی ہوں حتیٰ کہ سردار انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مگر حضرت عیسیٰؑ کے لئے اسکے معنی برخلاف لغت عرب موت نہیں ہوتے۔ اسی طرح قد خلت من قبلہ الرسل میں دوسرے رسولوں کے لئے خلا کی صورت موت یا قتل ہی ہو لیکن حضرت عیسیٰؑ کے لئے توفع الی السماء۔ اب یہ تیسری خصوصیت غالباً آپ پیش کرنیوالے ہیں کہ قیامت کے روز تمام رسولوں کی حاضری ہوگی۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام حاضر نہیں ہونگے باقی رہی دوسری صورت کہ وہ خلاف واقعہ بیان دینگے تو یہ بھی صریحاً غلط ہے۔ ایک اولوالعزم نبی کو جھوٹا کہنے سے ہمارے لئے یہ آسان ہے کہ ایک مولوی فاضل کو غلطی پر سمجھ لیا جائے تفسیر خازن نے اس آیت کی خوب تشریح کی جو آپکے ملاحظہ کے لئے نقل کرتا ہوں۔

• لا حقیقۃ لعلمنا العاقبۃ امرھم لا ما کنا نعلم ما کان من افعالھم واقوالھم وقت حیاتنا ولا نعلم ما کان منھم بعد وفاتنا ولا نعلم ما احدثوا من بعدنا و منہ ما اخبر اللہ

عن عیسیٰ علیہ السلام بقولہ وکنت علیھم شھیدًا ما دمت فیھم فلما توفیتنی"

"یعنی جب تمام رسول بارگاہ ربّی میں حاضر ہونگے تو ماذا اجبتم کے جواب میں متفق اللفظ سب کے سب یہ بیان دینگے کہ ہمیں انکا انجام معلوم نہیں کیونکہ ہم ان کے افعال واقوال کا علم اپنی زندگانی ہی میں رکھ سکتے ہیں اور ہم نہیں علم رکھتے اس چیز کا جو ان سے ہماری وفات کے بعد صادر ہوئی اور نہیں جانتے جو ہمارے بعد انہوں نے نئے نئے عقیدے نکالے اور اسی سے ہے وہ جو خبر دی اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہ وہ کہینگے میں انکا نگران تھا جب تک انمیں رہا پھر جب یہ رہائش وفات سے موقوف ہوئی تو مجھے لاعلمی محض ہے کیونکہ میں دوبارہ ان کو دیکھنے نہیں گیا"

اللہ اکبر! خربت امرتسر۔ کس قدر صراحت سے تمام انبیاء کا متفقہ بیان ہے کہ ہماری وفات ہو چکی اور اسکے بعد کی ہمیں خبر نہیں لاعلمی ہے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کی نسبت چونکہ خیال ہوسکتا تھا کہ دوبارہ آئے ہونگے اسلئے مفسر نے مثال انہی کی پیش کر دی کہ وہ بھی یہی کہینگے کہ امت کے بگڑنے سے پہلے میری وفات ہو چکی تھی اور پھر میں ان کے حالات سے آج تک لاعلم رہا۔ فرمائیے مولوی فاضل صاحب فاین المفر + آپنے مجھے الزام دیا ہے کہ میں ادھر اُدھر کی غیر متعلق باتوں میں لگ گیا یہ افتراء محض ہے ایک کلمہ بھی خلاف موضوع ومراد میں نے نہیں لکھا اور صرف آپکے اعتراضات کا جواب دیا ہے

آپ لکھتے ہیں۔ کہ تواتر تاریخ اسلام وغیر اسلام سے حیات مسیح ثابت ہے۔ کیا آپ تواتر کے معنی بھول گئے یا عمداً یہ غلط فہمی ڈال رہے ہیں۔ آپ انجیل پڑھیں اس میں سے آپ کو کیا معلوم ہوتا ہے۔ یہود و نصاریٰ ہر دو قومیں تو مسیح کے صلیب پر مر جانے کا اعتقاد رکھتی ہیں۔ دیکھئے یہود کس دعویٰ سے کہتے ہیں انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم اور عیسائی کہتے ہیں مسیح نے ہمارے لئے صلیب پر جان دی۔ کیا آپ اس تواتر تاریخ پر ایمان لاتے ہیں۔ اسکی تردید تو کلام اللہ قرآن مجید نے ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم سے کر دی کہ مسیح مقتول بالمصلوب کے مشابہ بنائے گئے۔ قتل علی الصلیب واقع نہیں ہوا اسکے بعد قرآن شریف نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ وہ وفات پا چکے ہیں جیسا کہ فلما توفیتنی سے ثابت کر چکا ہوں اس کلام کے مقابل میں ایک مسلم کسی قصہ کہانی کی کیا پروا کر سکتا ہے۔ پھر تاریخ سے بھی ثبوت ملتا ہے تو اسی بات کا کہ حضرت عیسیٰؑ واقعہ صلیب کے بعد کشمیر میں آ گئے اور یہیں وفات پائی واٰوینٰھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین چنانچہ اس کا ثبوت تشحیذ میں کسی دوسری جگہ دیا گیا ہے آپ اگر کچھ قابلیت ہے تو اسکی تردید کیجئے

اور تاریخ سے اپنے دلائل دیجئے جن سے ان کی حیات ثابت ہو۔ مولوی صاحب ذرا سوچ سمجھ کر کہیں دمودر والی بات نہ ہو جو ایک دوسرے کو دیکھ کر تمام درباروالوں نے داڑھیاں منڈوا دیں اور چار ابرو کا صفایا کر دیا۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ کوئی انسان نہیں مرا بلکہ کسی کا گدھا دمودر نام مر گیا تھا۔ آسمان پر جاتے ہوئے کس نے دیکھا۔ اور آسمان پر پہنچنے کی رسید کس کے پاس پہنچی۔ اور وہ کہاں محفوظ ہے۔ تاریخ کے یہ معنی نہیں کہ چند لوگ کسی بات کے قائل چلے آئیں تو صحیح ہی ہوتی ہے اس طرح تو آپکو ماننا پڑیگا کہ مسیح صلیب پر مر گئے تھے۔ اور وہ بھی تاریخ ہی ہے جس کے رو سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مسیح کوئی وجود اصلی صفحۂ دنیا پر ہوا ہی نہیں۔ اسلام کی تاریخ تو نبی کریم صلعم سے شروع ہوئی ہوگی اس سے پہلے گذرے ہوئے واقعات کی خبر تو قرآن مجید ہی میں ہو سکتی ہے۔ جو وفات کا اعلان نہ اب سے بلکہ تیرہ سو برس سے فرما رہا ہے۔ اور آپ اب تک غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں۔ اور اب جو سو بار جگانے سے جاگے ہیں تو بدحواسی میں ان عیسیٰ لم یمت وھو حیّ فی السماء پکارنے لگے ہیں۔ ہم نے آپ سے پوچھا تھا کہ یہ عربی فقرہ قرآن مجید کے مقابلہ میں آپ مسلمان ہو کر کیوں پیش کئے جاتے ہیں اس کا جواب مجھے دیا ہے کہ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین کی حدیث کہاں ہے۔ اجی حضرت آپ جب ایسی حدیث پیش کرونگا آپ مجھ سے اسکی صحت کی نسبت بحث کر لینا اول آپ قرآن مجید کی آیت فلما توفیتنی کے مقابل پیش ہونے والے فقرے کو تو حدیث صحیح ثابت کر دیجئے۔ کیونکہ آپنے اپنے مضمون میں بڑے دعوے سے لکھا تھا کہ اہل اسلام لم یمت اور حیّ مرزائیوں کے مقابل میں پیش کرتے ہیں جو نہایت صریح اور گویا ایک ہی دلیل حیات مسیح کی ہے۔ ایسی معتمد علیہ دلیل جس پر فخر کیا جائے سند نہیں ہونی چاہیئے۔ کبھی کوئی مرزائی آپکو ایسا نہیں ملا۔ نہ ملے گا۔ جو وفات مسیح کی یہی ایک دلیل پیش کرتا ہو یا اسی پر اسکو ناز ہو کہ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین بلکہ "مرزائی" تو آیات قرآنی پیش کرتے ہیں اور پھر ہر پہلو سے حجت قائم کرنے کے لئے آپ ہی کے مسلمہ بزرگوں کی مستند و معتبر کتب سے یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ پس آپ پہلے تو وفات مسیح میں پیش ہونیوالی آیات قرآنی کا جواب دیں پھر جب یہ حدیث پیش ہو۔ تو آپ اعلان کریں کہ جن کتابوں سے یہ دکھائی جاتی ہے وہ کتابیں ہمارے (اہل سنت و جماعت کے) نزدیک معتبر نہیں۔ اور ان کے مصنف مرزائیوں کی طرح "گمراہ" اور "کافر" تھے بلکہ مفتری یا کم از کم "جاہل و اجہل" جو ایک غلط حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی پھر میں انشاء اللہ آپ کو اس کی صحت کا ثبوت ایسا دونگا کہ آپ مرتے دم تک اس کا جواب نہ دے سکینگے۔ ورنہ جو چیز آپ کی مسلمہ ہے اس کا بار ثبوت ہم پر ڈالنا ناواجب ہے۔ آپنے پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھا ہے کہ جو عقیدہ تیرہ سو سال سے زمانہ براہین تک موجب دخول فی الجنۃ تھا۔ آخری زندگی میں شرک ہو گیا۔ مگر یہ جب صحیح ہوتا کہ ہم دلائل تیرہ سو برس

بعد کی کسی کتاب سے دیتے ہیں تو قرآن مجید سے دلائل دیتے ہیں جو اسلام کی ابتدا ہے۔ اجماع صحابہ کرام پیش کرتے ہیں جو وفات النبی پر ہوا کہ قد خلت من قبلہ الرسل (حضور علیہ الصلوٰۃ سے پہلے تمام رسل وفات پا چکے) پھر کیا یہ نہیں۔ کہ بعض باتیں نبی کریم صلعم کے ابتدائی زمانے میں جائز تھیں اور پھر حرام ہو گئیں اس صورت میں جو اس اعتراض کا جواب آپ کی طرف سے ہوگا۔ وہی ہماری جانب سے سمجھ لیں تاہم اس کا جواب ایک الگ مضمون میں دیدیا گیا ہے ؞

اخیر میں ایک اور بات لکھتا ہوں پہلے پہلے میں نے آپ پر حسن ظن کیا تھا اور آپ کے خوابوں کو فی الواقعہ خواب مان لیا تھا لیکن باوجود میرے یہ کہہ دینے کے کہ توفی کے معنی بلا اشتباہ موت ہیں آپ کا یہ اعلان کرنا کہ توفی کا لفظ اکمل کے نزدیک مشتبہ ہے میرے اعتقاد کو صدمہ پہنچاتا ہے اور میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ موکد بعذاب قسم کھائیں جو فی الواقعہ آپ نے یہ دو خواب سچے دیکھے ہیں۔ اور سیدنا "مرزا صاحب" اور (جناب) "مولوی نورالدین صاحب" آپ کو خواب میں ملے ہیں؟ اور انہوں نے یہ کلمات فرمائے ہیں جو اتحاد میں آپ نے نقل کئے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ اس پر ہرگز حلف نہیں لینگے اگر لینگے تو اس افتراء کا نتیجہ بہت جلد دیکھ لینگے اور حلف نہ لینے کی صورت میں لوگوں پر واضح ہو جائیگا۔ کہ غیر احمدیوں کے مولوی اور "مولوی فاضل" ایسے ایسے ہوتے ہیں جو جھوٹے خواب بنانے سے بھی نہیں ڈرتے ایک مولوی فاضل پہلے موجود ہیں جو عدالت میں بیان دیتے ہیں کہ انسان جھوٹ بول کر بھی متقی کا متقی رہتا ہے۔ اور لطف یہ کہ سچ بولنے کی ایک انجمن بھی رکھتے ہیں اب یہ دوسرے مولوی فاضل ہیں جو خود ساختہ خواب شائع کرتے ہیں۔ اور وعید رسول اکرم سے نہیں ڈرتے۔ خدا ایسے مولویوں سے امت محمدیہ کو محفوظ رکھے اللّٰھم آمین۔

مجھے کہتے ہیں حیات مسیح کے دلائل کھلے دل سے توڑیئے اور دلیل ایک بھی پیش نہیں کی مولوی صاحب! وہ مضمون آپ نے لکھے کونسے دلائل آپ نے حیات مسیح کے دیئے ہاں "حی ولم یمت" ضرور لکھا مگر میں نے جب اس عربی فقرہ کی سند دریافت کی تو جواب دیا لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین۔ خوب ایسے ایسے دلائل دہیں یا رہنے دیجئے ورنہ لوگ سمجھینگے کہ مولوی فاضل وہ ہوتا ہے جو بے دلیل بات کرے۔ مولوی صاحب آپ اپنے مضمون مولوی ثناء اللہ صاحب کو دکھائیں تو ان کی منظوری پسندیدگی کے بعد چھپا یا کریں تاکہ ندامت کم از کم دو مولوی فاضلوں پر تو تقسیم ہو جایا کرے ؞

اکمل از گولیکی ۲۰ فروری ۱۹۰۹ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴